پارہ ۱۰

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُهُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشور لامع النور فیوض سبحانی مجموعۂ معارف و حقائق ذخیرۂ اسرار و دقائق جسمین تفسیر شیخ الامام عماد الدین ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ بہت سے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہی عماد دین و ایمان،

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمٰن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب فتاوی الہندیہ ترجمۂ عالمگیریہ و عین الہدایہ طالب الصدر غراء و جبل الجبہ شواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں چھپی

سنہ ۱۹۴۰ء

اطلاع ۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بہت ارزان ہے اِس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے اِن میں بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہیں تاکہ بعض کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری۔ ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلد میں ۳ ر

تفسیر سورۂ فاتحہ۔ مسمّٰی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔ ۲۰ ر

تفسیر سورۂ یوسف۔ چو مصرعہ از مولوی اشرف علی۔ ۵ ر

پنجسورہ مترجم۔ با ترجمۂ اُردو۔ ۲ ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از مُلّا حسین واعظ متعارف سے اول پوری تفسیر خوشخط مجلد ۳ ر

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ مُلا معین ہروی در تصوف ۲ ر

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی۔ مسمّٰی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج سمجھئے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر میں گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجئے عجیب صنعت ہی بالکل بے نقط ہے عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط رُوداۃ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا و لیسا ہی پایا جیسا سُنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت

نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا۔ لعہ بلا جلد۔ مجلد ۹ ر

احادیث اُردو

مظاہر حق۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد میں ہر حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اسکا ترجمہ اُردو ہیں اس مرتبہ اسمیں اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ۹ ر

تحفۃ الاخیار۔ ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمۂ مولوی خرم علی ۔ ۲ ر

ترجمہ جامع ترمذی حامل المتن جلد اوّل مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ محدود ہیں ۔ للعہ ر

ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا ۔ ۳ ر

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات میں جدید الطبع ۹ ر

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمٰن بن علی یمنی معروف ۔ ۳ ر

دلائل الخیرات۔ با ترجمۂ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسماء حسنےٰ معروف ۔ ۶ ر

زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل ذخیرہ احادیث مؤلفۂ مولانا غلام یحییٰ ۔ ۵ ر

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار۔ ترجمۂ اُردو درمختار مترجمۂ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدیں ۹ ر

راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۱ ر

مفتاح الجنۃ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری ۵ ر

حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالۂ بے نمازان۔ ۱ ر

ترجمۂ فتاویٰ عالمگیری۔ اِس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدوں میں شائع کیا ہے قیمت کامل ۹ ر

کشف الحاجۃ۔ ترجمۂ اُردو مالا بدمنہ از مولوی محمد نور الدین ۔ ۲۰ ر

ہزار مسئلہ۔ مشتمل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مؤلفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام ۔ ۲ ر

شرع محمدی۔ منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری ۔ ۳ ر

M.A.LIBRARY, A.M.U.
U47144

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ
اور جان رکھو کہ جو غنیمت لاؤ کچھ

شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ
چیز سو اللہ کیواسطے اسمین سے پانچوان حصّہ اور رسول کے اور قرابت والے کے اور یتیم کے اور محتاج کے اور مسافر کے

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ
اگر تم یقین لائے ہو اللہ پر اور اُس چیز پر جو ہم نے اُتاری اپنے بندے پر جس دن فیصلہ ہوا

الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
بھڑین دو فوجین اور اللہ سب چیز پر قادر ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر مین مقامات و فوائد ہین لہذا اوّل جو مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر لکھا ہے لاتا ہون تاکہ فوائد کے سمجھنے مین دقت نہو۔ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے تفصیل اس غنیمت کی بیان فرمائی جو اس اُمت کے لئے مخصوص حلال فرمائی ہے۔ بقولہ۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ اور جان لو تم یہ بات کہ وہ چیز جو غنیمت حاصل کی تم نے یعنی کافرون سے اس کو بقہر و غلبہ لیا مِّنْ شَيْءٍ کوئی چیز ہو چھوٹی یا بڑی حتی کہ سوئی تک۔ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ تو حکم اس کا یہ ہے کہ اُسکا پانچوان حصّہ اللہ تعالیٰ کیواسطے ہے اُسکی بابت جو چاہے حکم فرماویگا۔ وَلِلرَّسُوْلِ یعنی محمد صلعم کے واسطے۔ وَلِذِي الْقُرْبٰى اور قرابت دارون کے واسطے یعنی بنوہاشم و بنوالمطلب کے قرابتی آنحضرت صلعم کے وَالْيَتٰمٰى اور یتیمون کے واسطے یعنی مسلمانون کے ایسے لڑکے جن کے باپ مر گئے ہین اور وے فقیر محتاج ہین وَالْمَسٰكِيْنِ اور مسکینون کے واسطے یعنی مسلمانون مین سے محتاج لوگون کے واسطے وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافر کے واسطے یعنی مسلمانون مین سے جو کوئی اپنے سفر مین منقطع ہو کہ اُسکے پاس کچھ راہ خرچ نہ ہو اگرچہ اُسکے گھر مین اُسکا مال موجود ہو حاصل یہ ہے کہ مال غنیمت مین سے پانچوین حصّہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم و قرابتی و یتیم و مسکین و مسافر مستحق ہین چنانچہ ہر ایک قسم کو پانچوین کا پانچوان حصّہ آنحضرت صلعم بانٹتے تھے اور غنیمت کے باقی چار پانچوین حصّہ غنیمت حاصل کرنیوالون یعنی غازیون کو ملینگے اور اُن مین پیادہ و سوار کا حصّہ جیسا کہ فقہ مین مفصل مذکور ہے لگایا جاویگا ف۔ اسمین چند مقامات ہین اوّل یہ کہ قولہ انما بحرف ان و ما موصولہ ہے اور قیاس یہ تھا کہ جدا کر کے اِنّ ما لکھا جائے لیکن مصحف امام مین اسی طرح موصول پایا گیا ہے۔ دوم یہ کہ غنیمت و فئ مین بعض کے نزدیک فرق ہے اور بعض کے نزدیک نہین ہے۔ قرطبی نے اتفاق ذکر کیا کہ قولہ انما غنمتم سے وہ مال کفار مراد ہے کہ مسلمانون نے قہر و غلبہ سے فتح پاکر حاصل کیا ہو اور لغت اس تخصیص کو مقتضی نہین و لیکن عرف شرع مین اسی قسم کے مال کو غنیمت کہتے ہین۔ قال الحافظ رح پس غنیمت وہ مال ہے جو کافرون سے بایجاف الخیل والرکاب لیا گیا ہو اور فئ وہ ہے جو کافرون سے سوائے اس طور مذکور کے حاصل ہوا ہو جیسے اموال صلح یا وہ اموال جسکو کوئی ذمی کافر لاوارث چھوڑ مرا ہو اور اموال جزیہ و خراج وغیرہ بھی ایک جماعت علماء سلف و خلف کا قول ہے اور بعضے علماء غنیمت و فئ مین کچھ فرق نہین کرتے اسی واسطے قولہ تعالیٰ ما افاء اللہ

علیٰ رسوله من اهل القریٰ فللّٰه وللرسول ولذي القربیٰ الآیۃ میں قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ اسی آیۃ الانفال سے منسوخ ہے کیونکہ فی و غنیمت میں فرق نہیں اور غنیمت کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح تقسیم فرمایا کہ پانچ حصہ کر کے چار حصہ مجاہدین کو اور ایک حصہ آنحضرت صلعم و چاروں اصناف باقیہ مذکورہ کو دیا جاوے۔ قال الحافظ یہ قول بعید ہے کیونکہ یہ آیت بعد واقعۂ بدر کے نازل ہوئی قلت ابن عبد البر نے اسپر اجماع نقل کیا ہے۔ فافہم۔ اور آیۃ الفیٔ واقعۂ بنی النضیر میں اتری اور علماء متفق ہیں کہ بنی النضیر کا واقعہ بعد بدر کے ہوا ہے لہذا نسخ نہیں ہو سکتا۔ پس یہ حکم جو یہاں مذکور ہے فی کا نہیں بلکہ غنیمت کا ہے اور جن علماء کے نزدیک یہ سب امام المسلمین کی رائے کے سپرد ہے اُن کے نزدیک آیۃ الفیٔ میں اور یہاں کے پانچ حصہ کرنے میں کچھ منافات نہیں ہے کیونکہ امام کو اختیار ہے اور یہی امام مالک رح کا قول ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ فی و غنیمت سب آنحضرت صلعم کے واسطے ہے اور وہ غازیوں میں مقسومہ نہیں ہے اور یہی اختیار آپکے بعد مسلمانوں کے امام کو ہے اور ماوردی رحمہ اللہ نے اسکو بہت سے مالکیہ سے نقل کیا اور حجت اُن کی فتح مکہ و حنین کا واقعہ ہے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلعم نے مکہ بزور شمشیر فتح کیا اور مال غنیمت بطور احسان انھیں لوگوں کو پھیر دیا نہ بانٹا نہ فی کیا۔ قرطبی نے فرمایا کہ علماء میں فتح مکہ کی بابت اختلاف ہے کہ بزور شمشیر تھا یا بصلح پس اس سے حجت نہیں ہو سکتی۔ اور رہا حنین تو اسمیں انصار کو فرمایا کہ کیا تم لوگ اس بات پر راضی نہیں ہو کہ یہ لوگ دنیا لیجاویں اور تم لوگ رسول اللہ کو اپنے گھروں کو لیجاؤ پس ایسا فرمانا آنحضرت صلعم کے واسطے مخصوص ہے کوئی دوسرا نہیں کہہ سکتا لہذا یہ حجت بھی ساقط ہے پس جمہور کا قول اصح ہے کہ غنیمت کے چار پانچویں حصہ غازیوں میں مقسومہ ہوتے ہیں چنانچہ ابن المنذر و ابن عبد البر و الداوردی و المازری و قاضی عیاض و ابن العربی نے اسپر اجماع نقل کیا ہے۔ سوئم یہ کہ قولہ من شیٔ بیان ماموصولہ بطور تاکید ہے حتی کہ سوئی دھاگے تک پانچ حصہ کرنے میں شامل کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ چہارم یہ کہ پانچ حصہ کرنے کے بعد پانچویں حصہ میں جو تفصیل مذکور ہے بقولہ فان للّٰه خمسه الخ اسمیں بھی مفسرین نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ اس پانچویں میں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے نام کا بھی نکالا جاوے اور وہ خانہ کعبہ میں صرف کیا جائے چنانچہ ابو العالیہ رح نے مرسل روایت کی جسمیں ہے کہ غنیمت میں سے آنحضرت صلعم ایک لپ بھر لیکر خانہ کعبہ کے واسطے قرار دیتے اور وہی سہم اللہ تعالیٰ ہے۔ و علی ہذا یہ حصہ دیگر حصص کے مساوی نہ ہوگا لہذا صحیح جمہور علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام یہاں تبرک کیواسطے آیا ہے۔ اور حصہ قرار دینا آنحضرت صلعم سے شروع ہوگا چنانچہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ جو غنیمت آتی اس کو آپ پانچ حصہ کر کے پانچویں کے پھر پانچ حصہ فرماتے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہی آیت پڑھی واعلموا انما غنمتم الخ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تمام آسمان و زمین ہے پس اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلعم کا حصہ ایک ہی ہے اور ایسا ہی ابراہیم نخعی و حسن بصری و شعبی و ایک جماعت علماء کا قول ہے عبد اللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے غنیمت کو پوچھا تو فرمایا کہ اُس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اور باقی چار پانچویں حصہ اہل لشکر کے واسطے ہیں الحدیث رواہ البیہقی باسناد صحیح پنجم یہ کہ حصۂ رسول میں اختلاف ہے پس ابن عباس رضی اللہ عنہ سے علی بن ابی طلحہ کی روایت میں ہے کہ جو حصۂ اللہ و رسول کے واسطے ہے وہ آنحضرت صلعم کے قرابتیوں کا ہے اور آنحضرت صلعم نے پانچویں حصہ میں سے کچھ نہیں لیا۔ ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن بریدہ سے روایت کی کہ جو حصہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تھا وہ اُس کے نبی ؐ کا ہے۔ اور جو حصہ نبی صلعم کا تھا وہ آپ کی ازواج کے واسطے ہے اور امام احمد نے عبادہ ابن صامت و ابو الدرداء و حارث ابن معاویہ الکندی رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے مال غنیمت کے ایک اونٹ کی آڑ میں نماز پڑھی اور سلام پھیر کر چٹکی سے اُس کے کچھ بال نوچے اور فرمایا

کہ یہ بھی تمہارے مال غنیمت سے ہے اور اسمین میرا سوائے پانچوین حصّہ کے کچھ حق نہین ہے وہ پانچوان بھی تمہین پر پھیر اگیا پس تم لوگ سوئی
و ڈورا اور اس سے بڑا و چھوٹا جو کچھ ہے سب غنیمت کے ڈھیر مین ڈالدو کہ غلول مت کرو کیونکہ غلول اپنے کرنیوالون پر دنیا و آخرت مین
عار و آگ ہے اور اللہ کی راہ مین کافرون سے خواہ قریب ہون یا دور رہون جہاد کرو اور کسی ملامت کرنیوالے کی بات کو اللہ تعالےٰ
کی راہ مین پرواہ مت کرو اور جو حدود اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہین اُن کو حضر و سفر مین ٹھیک قائم رکھو۔ اور راہ الٰہی مین جہاد کرنا
کیونکہ جنت کے دروازون مین سے وہ بڑا دروازہ ہے اس سے اللہ تعالیٰ ہم وغم دور کرتا ہے۔ قال الحافظ رح ہذا حدیث حسن
عظیم وقد روی الامام احمد وابو داؤد والنسائی بنحوہ اور ابو داؤد ونسائی نے عمرو بن عنبسہ کی حدیث مین بھی حصّہ آنحضرت صلعم کا قوم
پر پھیرا جانا مرفوعًا روایت کیا ہے اور نبی صلعم کو اختیار تھا کہ مال غنیمت سے کوئی غلام یا باندی یا گھوڑا یا تلوار وغیرہ اپنے واسطے چھانٹ لین
کما نص علیہ محمد بن سیرین وعامر الشعبی وتبعہما اکثر العلماء۔ چنانچہ ذو الفقار کو آپ نے غنائم بدر مین سے چھانٹ لیا تھا۔ قال الحافظ
یہ بات تو چند جید احادیث سے ثابت ہے لہٰذا اکثر علماء نے اُس کو آنحضرت صلعم کے خصائص سے قرار دیا ہے اور بعضون نے کہا
کہ حصّہ پنجم مین امام کو مسلمانون کی مصلحت دیکھکر مال فی کے مانند تصرف کرنے کا اختیار ہے۔ اور ہمارے شیخ تقی الدین رح
نے کہا کہ یہی امام مالک واکثر علمائے سلف کا قول اور یہی سب اقوال مین اصح ہے واللہ اعلم۔ ششم یہ کہ جو حصّہ آنحضرت صلعم کیواسطے
تھا وہ آپ کی وفات کے بعد اب کیا ہوگا۔ قال الحافظ رح اسمین بھی اختلاف ہے بعض نے کہا کہ جو آپ کے بعد متولی خلافت ہو
اُسکو ملیگا اور یہی حضرت ابو بکر و علی رضی اللہ عنہما و قتادہ و ایک جماعت سے مروی ہے اور اسمین ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور
بعض نے کہا کہ مسلمانون کی مصلحتون مین صرف کیا جائے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ باقی چارون اقسام یعنی ذوی القربیٰ و یتامی و
مساکین و ابن السبیل پر پھیر دیا جائے اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور بعض علماء نے کہا کہ نبی صلعم اور ذوی القربیٰ
کے دونون حصّے یتامی اور مساکین و ابن السبیل پر لوٹا کر تقسیم کر دیئے جائین گے۔ شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ علماء عراق مین سے ایک
جماعت کا یہی قول ہے قلت اور یہی قول ابو حنیفہ رح کا ہے اور واضح ہو کہ یہان ایک ضعیف قول یہ ہے کہ پورا پانچوان حصّہ ذوی القربیٰ
کا ہے جیسا کہ ابن جریر رح نے عبد اللہ بن محمد بن علی اور علی بن الحسین بن علی سے روایت کیا اور حسن بن محمد بن علی سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ نے آپکے حصّہ اور ذوی القربیٰ کے حصّہ مین اختلاف کیا اور آخر
اُن لوگون کی رائے اس امر پر متفق ہوئی کہ یہ دونون حصّے فی سبیل اللہ تعالیٰ گھوڑے اور لڑائی کے سامان خریدنے مین صرف کیے
جاوین پس حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت مین یہی ہوتا رہا اعمش نے ابراہیم نخعی سے بھی یہی روایت کیا اور کہا کہ مین نے ابراہیم
سے پوچھا کہ علی رضی اللہ عنہ اسمین کیا کہتے تھے تو کہا کہ وہ اس اہتمام مین زیادہ تشدد کرتے تھے۔ قال ابن کثیر رح اور یہی علماء مین سے
بڑے گروہ کا قول ہے۔ ہفتم یہ کہ قولہ ذوی القربیٰ سے کیا مراد ہے پس اوپر اشارہ گذرا کہ آنحضرت صلعم کے بعد خلیفہ کی قرابت
والے لیے جاوینگے اور اصح یہ ہے کہ ہر حال مین رسول اللہ صلعم کے اہل قرابت مراد ہین مگر اُن مین سے عبد شمس و نوفل کی اولاد کو
نہ دیا جاویگا بلکہ ہاشم اور مطلب کی اولاد اسکی مستحق ہے اگرچہ یہ چارون عبد مناف کے بیٹے ہین لیکن بنو ہاشم و بنو مطلب
زمانہ جاہلیت و اسلام مین آپس مین متفق و ہمدرد رہے چنانچہ فتح خیبر کے پانچوین حصّہ مین سے آنحضرت صلعم نے بنو ہاشم و بنو المطلب
کو حصّہ دیا اور جبیر بن مطعم جو نوفل کی اولاد سے تھے اور عثمان بن عفان جو عبد شمس کی اولاد سے تھے دونون رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے پاس گئے جبیر نے روایت کی کہ ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ نے بنو مطلب کو دیا اور ہم کو چھوڑا حالانکہ ہم اور وہ آپکے ساتھ برابر ہیں فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب دونوں ایک ہی ہیں والحدیث فی صحیح مسلم اور یہی جمہور علماء کا قول ہے اور مجاہد سے روایت ہے کہ وہ فقط بنی ہاشم ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ سب قریش والے ہیں۔ نجدہ حروری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ذوی القربیٰ کون لوگ ہیں۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ ہم کہتے ہیں کہ وے ہمیں ہیں ولیکن ہماری قوم نے انکار کیا اور کہا کہ سب قریش قرابتی ہیں۔ والحدیث رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وعن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کے ہاتھوں کی دھوون سے تمہارے منہ پھیر دیئے کیونکہ پانچویں حصہ میں سے جو پانچواں تم کو ملتا ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے رواہ ابن ابی حاتم وقال الحافظ حدیث حسن الاسناد وعلی ہذا یہ انھیں لوگوں کے واسطے ہوگا جن کو زکوۃ وصدقہ حلال نہیں ہے۔ فافہم اور پہلے معلوم ہو چکا کہ ابو حنیفہ رح کے نزدیک آنحضرت صلعم کا حصہ اور ذوی القربیٰ کا حصہ آپکی وفات کے بعد ساقط ہو کر باقیوں کی طرف پھیر دیا گیا کیونکہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے غنیمت کو اسی طرح بانٹا ہے وفی الکمالین ظاہر یہ ہے کہ خلفاء راشدین نے اس بناء پر کیا کہ زکوۃ کے مانند اسکا بھی مصرف ہے پس ایک ہی صنف کو دینا جائز ہے[1] خصوصاً اس حالت میں کہ ذوی القربیٰ کو انھوں نے توانگر دیکھا اور یہی امام مالک رح کا قول ہے کہ امام مختار ہے جسکو چاہے دیوے فافہم ششم یہ کہ قولہ والیتامی والمساکین وابن السبیل بعض نے کہا اہل قرابت ہی میں سے ایسے لوگ مراد ہیں اور یہ عطف بغرض تخصیص ہے اور جمہور کے نزدیک جملہ مسلمانوں میں سے مقصود ہیں پھر واضح ہو کہ یتامی میں فقیر و توانگر دونوں داخل ہیں یا فقط فقیر مخصوص ہیں اسمیں علماء کے بھی دو مختلف قول ہیں۔ کما ذکرہ ابن کثیر رح پس حاصل یہ ہوا کہ جو غنیمت حاصل ہو اس کے پانچ حصہ کر کے چار حصہ مجاہدین کو بانٹ دیئے جاویں اور ایک حصہ میں پھر پانچ حصہ کئے جاویں اگرچہ امام ابو حنیفہ رح کے قول پر اُس میں سے دو حصہ پھر یتامی ومساکین وابن السبیل تین ٹکڑے کر دیئے جاوینگے لیکن چونکہ نزول آیت کے وقت رسول صلعم حیات تھے لہذا اللہ تعالیٰ نے پانچواں حصہ ان پانچ جگہ تقسیم ہونے کے واسطے حکم دیا۔ **اِنۡ كُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰهِ** اگر تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر۔ **وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا** یہ عطف ہے اسم اللہ تعالیٰ پر اے وبما انزلنا یعنی اور اُس چیز پر جو ہم نے نازل فرمائی اپنے بندہ یعنی محمد صلعم پر اور وہ مدد ملائکہ و دیگر معجزات و آیات تھے۔ **يَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ** بروز فرقان یعنی حق و باطل میں فرق کر دینے والے دن اور وہ روز بدر تھا **يَوۡمَ الۡتَقَى الۡجَمۡعٰنِ** جسدن بھڑ گئی تھیں دونوں جماعتیں مسلمانوں و کافروں کی۔ جملہ شرطیہ کی جزا محذوف ہے جسپر ما قبل دلالت کرتا ہے اے ان کنتم آمنتم الخ فاعلموا ذلک یعنی اگر تم اسی طرح ایمان لائے ہو تو غنیمت کا یہ حکم جان رکھو **وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ** اور اسی میں سے یہ بات بھی ہے کہ تمہارے تھوڑے ہونے اور دشمن کے بہت ہونے کے باوجود تم کو فتح دی ف۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے قولہ ان کنتم آمنتم باللہ الخ کی جزاء بدلالت قولہ واعلموا انما غنمتم کے یوں مقدر کی کہ ان کنتم آمنتم باللہ وبما انزلہ یوم الفرقان فاعلموا ان الخمس لہؤلاء فسلموا الیہم یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور روز فرقان کی آیات منزلہ پر ایمان لائے ہو تو جان لو کہ غنیمت میں سے پانچواں حصہ ان لوگوں کا ہے جو مذکور ہوئے پس اسپر عمل کرو کیونکہ علمی حکم سے مجرد جان لینا مقصود نہیں بلکہ اسپر عمل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور کئی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ و جماعت علماء تابعین سے حاکم وغیرہ نے روایت کیا کہ یوم الفرقان روز بدر ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے حق و باطل میں فرق کر دیا اور یہ پہلا معرکہ جہاد ہے جسمیں رسول اللہ صلعم ہجرت کے دوسرے سال بروز جمعہ

[1] یعنی اگر ایک ہی ہوں ۱۲ م

ستر ہوین رمضان کو بنا بر قول صحیح کے تین سو تیرہ (۳۱۳) مومنون کی جماعت کے ساتھ کافرون سے جو ایک ہزار کے قریب تھے بدون کسی عذر
و قرار داد کے بلکہ بدون اطلاع از جنگ کے بھڑے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و قدرت کاملہ سے کافرون کے ستر سے زیادہ سرکش
سردار مارے گئے جنمین عتبہ بن ربیعہ سب کا سردار و ابوجہل وغیرہ تھے اور اسی قدر قید ہوے و کافرون نے شکست فاش کھائی او مال
غنیمت ہاتھ آیا اور اسمین اختلاف ہوا اور قولہ تعالیٰ یسئلونک عن الانفال۔ نازل ہوا اور بعض نے کہا کہ یہ آیت یعنی قولہ واعلموا انما غنمتم۔
اسی غنیمت کی تقسیم کے بارے مین ہے بالجملہ یوم بدر مین عجیب وقائع قدرت ظاہر ہوئے کہ اہل ایمان کے واسطے موجب مزید تنویر و
ثبات ایقان ہین لہذا اس حکم کی تعمیل کرنے اور برابر بکمال الیقین ثابت رہنے کیواسطے اس دن کا انعام یاد دلایا۔ بقولہ

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ
جس وقت تم تھے ورے کے ناکے اور وہ پرے کے ناکے اور قافلہ نیچے اتر گیا
مِنكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ
تم سے اور آپس مین اگر تم وعدہ کرتے تو نہ پہنچتے وعدے پر لیکن اللہ کو تھا کر ڈالنا ایک کام
مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ
جو ہو چکا تھا تا مرے جو مرتا ہے سوجھ کر اور جیوے جو جیتا ہے سوجھ کر اور اللہ سنتا ہے جانتا

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا اذ ظرف زمان بدل از یوم الفرقان ہے اور وہ ظرف نزول آیات تھا یعنی جبکہ
تم لوگ عدوۃ الدنیا مین تھے۔ عدوہ بحرکات ثلثہ کنارہ وادی و قرأۃ مشہورہ بالضم اور قرأۃ ابن کثیر و ابوعمرو و یعقوب بالکسر ہے۔ دنیا
تانیث ادنیٰ۔ عدوۃ الدنیا کنارہ وادی جو مدینہ سے نزدیک تھا بہ نسبت دوسرے کنارہ وادی کے۔ وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ
اور کافر لوگ عدوہ قصوی مین تھے یعنی دوسرے کنارہ وادی مین جو مدینہ سے بہ نسبت عدوہ دنیا کے دور تھا۔ قصوی تانیث اقصیٰ اور کبھی بقاعدہ
قیاس کے اسم و صفت مین تفرقہ کرنے کو قصیا بمانند دنیا و علیا بولتے ہین ولیکن خلاف قیاس قصوی بدون تبدیل واو بالف کے اصل پر
کثیر الاستعمال ہے۔ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ جملہ حال از ظرف ہے اور رکب اسم جمع راکب یا جمع یا بمعنی مرکوب ہے اور
مراد قافلہ کے اونٹ یا سوار ہین جو ابوسفیان کے ساتھ چالیس تھے۔ اسفل اے فی مکان اسفل منکم منصوب بظرفیت اور بجائے
خبر کے واقع ہے یعنی درحالیکہ اونٹ یا اسکے سوار تمہاری جگہ سے تین میل نیچے کنارہ سمندر کی طرف تھے۔ اس کلام کا فائدہ یہ ہے کہ
یہ معلوم ہو کہ دشمن قوی اور قافلہ سے قوی پشت تھے اور بے کھٹکے لڑائی پر حریص تھے اور مسلمانون کی شان بظاہر ایسی ضعیف تھی کہ عادت کی
راہ سے اُن کا بچنا دشوار تھا پھر غالب ہو جانا تو بہت ہی بعید تھا اور یہی بات اُن کے ٹھکانے بیان کرنے مین ہے کیونکہ عدوۃ الدنیا کی زمین بالکل
ریگ نرم بے پانی تھی جسمین پاؤن گھسے جاتے تھے بخلاف عدوۃ القصوی کے۔ وعلی ہذا مشرکین پانی پر قابض تھے اور مسلمان اپنے پروردگار سے
مستغیث جیسا کہ قولہ اذ تستغیثون ربکم الآیۃ کی تفسیر مین گذر چکا ہے۔ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ
میعاد وعدہ گاہ و وقت وعدہ یعنی اگر تم اور مشرکین کسی مقام یا کسی وقت پر لڑائی کا وعدہ کرتے تو ایسی حالت مین وعدہ گاہ سے اختلاف
کرتے کیونکہ اُن کی کثرت و اپنی قلت سے تمکو اُن سے ہیبت بیٹھ جاتی اور فتح سے مایوس ہوتے پس اس کلام سے اُنکو یقین دلایا کہ فتح
و نصرت اُن کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے حاصل ہوئی ہے۔ وَلَٰكِن جمع بینکم علی تلک الحالۃ من غیر میعاد ولیکن تم کو بدون میعاد کے ایسی حالت

پر آپس مین بھڑوا دیا۔ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا تاکہ اللہ تعالیٰ وہ کام پورا کر دے جو اُسکے علم مین ہو چکا ہے یا مفعول ہونے کے لائق ہے اور وہ اہل ایمان کی نصرت و فتح اور اہل کفر کی ذلت و خواری ہے۔ عمیر بن اسحاق نے کہا کہ ملک شام سے ابوسفیان قافلہ لئے آتا تھا اور مکہ سے ابوجہل وغیرہ اس کو بچانے کے واسطے نکلے تھے اور مقام بدر مین صحابہ رسول اللہ صلعم سے مڈھ بھیڑ ہو گئی حالانکہ نہ یہ اُنکو دیکھتے تھے اور نہ وہ اُن کو یہانتک کہ دونون طرف کے پانی لانیوالون سے ملاقات ہوئی اور لوگ جان گئے اور قتال واقع ہوا پس اللہ تعالیٰ نے اس حکمت کے واسطے ایسا کیا کہ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ تاکہ ہلاک ہو جو ہلاک ہوا بینہ یعنی دلیل واضح معائنہ کر کے وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ اور جیتا رہے جو جیا ایسی حجت سے جسکو مشاہدہ کر لیا یعنی مرنیوالے و جینے والے دونون اس حجت کو معائنہ کرین تاکہ پھر کچھ عذر باقی نہ رہے کیونکہ واقعہ بدر بہت کھلی نشانی تھا کہ ایسی حالت مذکورہ بالا کے باوجود مسلمانون کو کھلی فتح اور کافرون کو فاش شکست ہوئی۔ قال البیضاوی رح اور شاید ہلاک ہونا کفر سے اور زندہ ہونا اسلام سے استعارہ ہو یعنی تاکہ جس سے کفر صادر ہوا اور جس سے ایمان ثابت ہوا ہر ایک دلیل روشن معائنہ کرنے کے بعد ہو وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے یعنی کافرون کی کفریہ باتون کو سنتا اور اُن کے غرور و عذاب کو جانتا ہے اور مومنون کے استغاثہ و دعا کرنے کو سنتا اور اُن کی نیت اور ثواب کو جانتا ہے۔ قال البیضاوی رح کفر و ایمان کے اعتقادی ہونیکے باوجود یہان علیم کے ساتھ سمیع بھی شاید اسواسطے جمع فرمایا کہ ہر ایک انمین قول و اعتقاد کو شامل ہے ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ لیقضی اللّٰہ امرا کان مفعولا تقدیر کی درگاہ مین تدبیر کچھ نہین ہے جو مشیت ازلی مین ہو چکا وہی ظاہر ہوتا ہے بعض آثار مین وارد ہے کہ مین نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح پہچانا کہ آدمی کے ارادے و ہمتین ٹوٹ جاتی ہین جعفر رح نے فرمایا کہ جو ازل مین ہو گیا وہی اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہوتا ہے بعض نے کہا کہ یہ امر الٰہی جاری ہونا اس طرح تھا کہ دونون فریق مین سے ہر ایک کے واسطے جو سابق علم غیب مین ہو چکا ہے وہ کھل جاوے پھر چونکہ مشیت پر نظر لڑانا علم مخلوق سے باہر ہے کہ وہ اس کو ادراک نہین کر سکتے لہذا صورت احکام عقلی مین اُن کو لگایا بقولہ لیہلک من ہلک آخر اصل مین مقدر فرمایا اور آخر مین قہر و لطف کی نشانیان راہ مین قائم فرمائین اور آخر کار بازگشت اپنے مرجع اول کی طرف ہو جاتا ہے اور یہین ظاہر فرمایا کہ وہ تعالیٰ جہل و ظلم سے پاک ہے اُسنے بیان حکمت اور اثبات حجت کے واسطے دلائل و نشانیان قائم کر دین تاکہ جو ہلاک ہو وہ حکم سابق کی نشانی پر مرے اور جو زندہ رہے وہ انھین نشانیون سے بتقدیر منور ہو۔ جو کوئی اپنی خواہش مین ہلاک ہوا وہ ازلی ہلاکت ہی سے مرا اور جو کوئی مشاہدہ اور معرفت سے زندہ ہوا وہ ازلی زندگی ہی سے جیا۔
دلائل و شریعت کا ظہور مقام امتحان کا ایک حکم ہے اور صورت امر پر حکم ازلی غالب ہے۔ کما قال تعالیٰ واللہ غالب علی امرہ الآیۃ۔
بعض نے کہا کہ خلق کے واسطے نشانیان ظاہر و قائم فرمائین پھر ایک قوم کی آنکھین کھولدین جو اسکو دیکھتی ہین اور دوسری قوم کو اُس سے اندھا کر دیا پھر رسولون و ایلچیون کو سچے نور و برہان کے ساتھ بھیجا و لیکن اُس کا نور بندون مین سے وہی دیکھ سکتا ہے جسکو وہ چاہے پس تقدیم ان مقدمات کی اسواسطے کہ جو ہلاک ہو وہ بینہ و برہان دیکھکر مرے اور جو زندہ رہے وہ مشاہدہ بینہ سے جیے۔ بعضون نے کہا کسی کو حیات حاصل نہین ہے مگر اُسی کو جو اُس کی یاد سے زندہ ہے اور مخلوقات تمام اپنے اپنے اسباب مین جنبش و کوشش کرتے ہین لیکن جو اُن مین سے بحیات باقی زندہ ہے اُس کی جنبش بقدرت حی القیوم ہے۔ استاد رح نے فرمایا کہ جو شخص دوری کے میدان مین اندھون کیطرح بھٹکتا پھرتا ہے وہی مردہ ہے اور جو قرب و معرفت کے نور سے بینا ہے وہی درحقیقت زندہ ہے پھر نعمت بینائی قدرت یاد دلائی بقولہ

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ
اور جب اللہ نے دکھائی تیرے خواب مین تھوڑے اور اگر تجکو بہت دکھاتا تم لوگ نامردی کرتے اور
لَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝
جھگڑا ڈالتے کام مین لیکن اللہ نے بچالیا اس کو معلوم ہے جو بات ہے دلون مین
وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ
اور جب تم کو دکھائی وہ فوج وقت ملاقات کے تمہاری آنکھون مین تھوڑی اور تم کو تھوڑا دکھایا اُن کی آنکھون مین
ع ۱ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝
تا کر ڈالے اللہ ایک کام جو ہو چکا تھا اور اللہ تک پہنچ ہے ہر کام کی

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ یاد کر جبکہ تجکو دکھلاتا تھا اللہ تعالیٰ کافرون کو تیرے خواب مین قَلِيلًا تھوڑے مجاہد رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو خواب مین کافر لوگ تھوڑے سے دکھلائے اور آنحضرت صلعم نے صحابہ رض کو بھی خبر دی پس اُسمین اُن کے قدم کی اُستواری تھی۔ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ اور اگر کافرون کو بہت دکھلاتا تو ضرور تم نامردی کرتے وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ اور ضرور تم ایسی حالت مین کافرون سے قتال کرنے مین اختلاف کرتے۔ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ولیکن اللہ تعالیٰ نے نامردی اور آپس کے اختلاف سے تمکو سلامت رکھا کیونکہ کافر لوگ تمکو تھوڑے سے دکھلائے۔ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ یعنی بما فی القلوب اللہ تعالیٰ دلون کی باتین جانتا ہے۔ واضح ہو کہ اس آیت مین صریح دلیل ہے کہ دیکھنے و سننے وغیرہ کا جو فعل آدمی سے ثابت ہوتا ہے وہ ہمیشہ بتاثیر الٰہی عز و جل ہے چنانچہ اسی بینائی سے کافرون کو اُنکی تعداد سے بہت تھوڑا دکھلایا پس اگر انسان کے افعال اپنی قدرت سے ہوتے تو ایسا کیون ہوتا۔ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ اور یاد کرو اے مومنو جب دکھلاتا تھا اللہ تعالیٰ تمھین اُن کافرون کو۔ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا جب ملاقی ہوئے تم بہت قلیل تمھاری نظرون مین یعنی مہربانی سے لڑائی واقع ہونے سے پہلے مومنین جب کافرون کے لشکر کو دیکھتے تو وہ اُن کی نظر مین تھوڑے معلوم ہوتے تاکہ یہ لوگ اُن پر دلیری کرین اور عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ واللہ وے لوگ ہماری نظرون مین قلیل کر دیئے گئے تھے یہانتک کہ مین نے اپنے برابر والے آدمی سے پوچھا کہ تمھین ستر معلوم ہوتے ہین اُسنے کہا نہین بلکہ سو ہین یہانتک کہ جب لڑائی مین ہم نے ایک کافر گرفتار کرکے اُس سے پوچھا تو اُسنے کہا کہ ہم لوگ ایک ہزار تھے۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر و اسنادہ صحیح وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ اور تمکو اُنکی نظرون مین قلیل دکھلاتا تھا یہانتک کہ بعضے بدون لڑائی کے انکو گرفتار کر لینا آسان جانتے تھے عکرمہ رح نے فرمایا کہ ہر ایک فریق کو دوسرے پر برانگیختہ کیا بالجملہ کافرون کی نظر مین اسواسطے قلیل دکھلایا کہ وے لوگ پھر نجاوین کیونکہ اُن کا قافلہ بچگیا اور ابو سفیان نے کہلا بھیجا تھا کہ تم لوگ واپس جاؤ چنانچہ اخنس بن شریق بنی زہرہ کو لیکر واپس گیا اور ایسا ہی بنو عدی بھی لڑائی مین حاضر نہ ہوئے اور باقیون کو ابو جہل ہٹ کرکے لے آیا تھا پس تقلیل سے اُنکو طمع دلائی تاکہ واپس نہ جاوین اگر کہا جاوے کہ سورۂ آل عمران مین فرمایا قد كان لكم آية في فئتين التقتا فئة تقاتل في سبيل الله واخرى كافرة يرونهم مثليهم رأى العين الآیۃ۔ اس سے ثابت ہے کہ کافر لوگ مسلمانون کو اپنے سے دوچند یا مومنون سے دوچند دیکھتے

توجواب یہ ہے کہ تقلیل نظر پڑنا لڑائی سے پہلے تھا پھر جب دونوں جماعتیں بھڑ گئیں اور اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے مومنوں کی مدد فرمائی تو مومنین کافروں کو ویسا ہی تقلیل دیکھتے رہے اور کافروں کو مومنین دوچند نظر آنے لگے تاکہ رعب کھا کر شکست وخواری پاویں لیکن پہلے کافر مومنوں کو بہت کم دیکھتے تھے تاکہ مغرور ہو کر لڑائی پر آمادہ ہو جاویں۔ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا تاکہ پورا کر دے اللہ تعالیٰ اُس امر کو جو اُسکے علم ازلی میں ہو چکا ہے۔ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ اور اللہ ہی کی طرف جملہ امور کا مرجع ہے پس جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور بندوں کا چاہا جب اُسکے خلاف ہو تو پورا نہ ہوگا اور اس میں تنبیہ ہے کہ دنیا کے جتنے کام ہیں سب میں سے وہی کام کا ہے جو توشۂ آخرت ہووے۔ بیضاوی رح وغیرہ نے کہا کہ نظر میں تقلیل طرفین اس آیت میں بڑی نشانی ہے کیونکہ اس درجہ تک عادت کی راہ سے نظر کبھی خطا نہیں کرتی ہے پس باوجودیکہ سب شرطیں دیکھنے کی موجود تھیں لیکن دکھلائی نہ دینا صرف اسی وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نظر کو معطل فرمایا اور تاثیر نہیں دی لہٰذا جو شخص کہ کلام الٰہی پر ایمان رکھتا ہے وہ یقین جان لے گا کہ دیکھنا وغیرہ جتنے افعال ہیں سب اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے ہیں کسی بندے کے اختیار میں خود نہیں ہیں اور علیٰ ہذا اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ اُس آنکھ سے نہ زمین کی چیز نظر آوے تو ہو سکتا ہے پس قیامت میں جب اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ مومن بندے اس کا دیدار پاک پاویں تو اُن کی نظروں میں یہ قوت عطا فرماوے گا۔ فافہم پھر نصیحت فرمائی بقولہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ

اے ایمان والو جب بھڑو کسی فوج سے تو ثابت رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔ شاید تم

تُفْلِحُونَ ۝ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ

مراد پاؤ اور حکم مانو اللہ کا اور اُس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو پھر نامرد ہو جاؤ گے اور جاتی رہیگی تمھاری باؤ

وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

اور ٹھہرے رہو۔ اللہ ساتھ ہے ٹھہرنے والوں کے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جہاد کے آداب اور طریقہ شجاعت تعلیم فرمائی بقولہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا لقا بمعنی ملنا ولیکن غالب استعمال اس کا لڑائی کے بھڑنے پر ہو گیا ہے فئة بمعنی جماعت اور اُس کے لفظ سے اُسکا مفرد نہیں آیا ہے اور جمع اُسکی فئات ہے اور مراد یہاں جماعت کافرہ ہے۔ المعنی اے ایمان والو جب بھڑ جاؤ تم لڑائی میں کسی کافر گروہ سے تو ثابت قدم رہو۔ صحیحین میں عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم بعضے غزوات میں جنمیں دشمن سے مقابلہ ہوا منتظر رہے یہانتک کہ جب آفتاب ڈھل گیا تو کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے لوگو دشمن سے بھڑنے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو لیکن جب تم اُن سے بھڑ جاؤ تو صبر کے ساتھ ثابت قدم رہو اور جان رکھو کہ جنت انھیں تلواروں کے سایہ تلے ہے پھر کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی۔ اللّٰهم منزل الكتاب ومجري السحاب وهازم الاحزاب اهزمهم وانصرنا عليهم۔ اور عبداللہ بن عمرو کی روایت میں ہے کہ صبر کے ساتھ ثابت رہو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو پھر اگر کافر لوگ چیخیں چلاویں تو بھی تم خاموش رہو رواہ عبدالرزاق۔ اور یہی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ۔ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کو بہت یعنی اُس سے فتح کی دعا مانگو۔ زید بن ارقم سے مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین جگہ خاموشی پسند ہے ایک تلاوت قرآن کیوقت دوسرے جہاد میں صفیں ملجانے کے وقت اور تیسرے جنازہ کے ساتھ

اے اللہ اے اتارنے والے کتاب کے اور بادل کے چلانے والے اور لشکروں کے شکست دینے والے شکست دے ان کافروں کو اور ہم کو ان پر فتح دے مدد دے

رواہ الطبرانی۔ اور دوسری حدیث مرفوع مین ہو کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرا پورا بندہ وہ ہو جو جہاد مین بھڑ جانے کے وقت مجھے یاد کرے
یعنی میری یاد و مجھ سے دعا و استغاثہ سے یہ حالت اُس کو باز نہ رکھے۔ قتادہ وعطار ح سے روایت ہے کہ لڑائی کے وقت
خاموشی واجب ہی۔ ابن جریج نے کہا کہ مین نے عطار سے پوچھا کہ جہر سے یاد کرین فرمایا کہ ہان۔ کعب احبار سے روایت ہے کہ نماز
وقتال کے وقت یاد آلہی بہتر ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا واذکروا اللہ کثیرا۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ شاید تم فوز عظیم حاصل کرو
اگر کہا جاوے کہ اسمین ہر حالت مین ثابت قدمی کا حکم ہے اور اس سے نکلتا ہو کہ قولہ تعالی الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ منسوخ ہو یعنی
کسی حال مین پیٹھ پھیرنا جائز نہین ہو تو جواب دیا گیا کہ منسوخ نہین ہو بلکہ ثبات سے کوشش کیساتھ لڑنا مراد ہو بلکہ گویا یہ مقصود بدون تحرف وتحیز
کے حاصل نہین ہوسکتا فافہم۔ وقال البیضاوی اسمین تنبیہ ہے کہ بندے کو کسی حال مین یاد آلہی سے غافل نہونا چاہیئے بلکہ سختیون وشدتون
کے وقت تمام دل سے فارغ البال ہو کر اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہو اور اُسی کے لطف پر بھروسا کرے کہ وہ کسی حال مین اُس سے جدا
نہین ہے اور حرف لعل مین اشارہ کیا کہ باوجود ایسے افعال کے اللہ تعالی پر کوئی امر واجب نہین ہے لہذا عاجزی کے ساتھ نصرت
وفتح کے اُمیدوار رہین اور اپنے افعال سے نظر اُٹھا کر اُسی کے افضال پر نظر رکھین۔ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ اور
اطاعت کرو اللہ تعالی و اُس کے رسول کی ہر حکم مین۔ وَلَا تَنَازَعُوا۔ اور جھگڑا مت کرو جیسے تم نے بدر مین پہلے مختلف رائین
نکالین یعنی آپس مین اختلاف مت کرو۔ فَتَفْشَلُوا کہ تم نامردے ہوجاؤ۔ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ اور تمھاری قوت و دولت
جاتی رہے۔ ایک قرأت مین تذہب بجزم ہے اور ظاہر یہ ہے کہ تفشلوا جواب نہی ہے۔ ریح جو ہوا کے معنی مین ہے یہان دولت وقوت
کیواسطے استعارہ ہے کیونکہ احکام دولت ایسے جاری ونافذ ہوتے ہین جیسے ہوا چلتی ونفوذ کرتی ہو۔ قتادہ وابن زید رح کے قول مین یہ استعارہ
نہین بلکہ حقیقت مراد ہو کیونکہ نصرت ہمیشہ ایک ہوا سے ہوتی ہو چنانچہ حدیث مین ہے کہ نصرت بالصبا واہلکت عاد بالدبور یعنی مجھے
صبا سے فتح دیگئی اور دبور سے قوم عاد ہلاک کی گئی۔ نعمان ابن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ مین رسول صلعم کے ساتھ جہاد مین حاضر
(مشرقی ۱۲) ہوا ہون پس جب آپ (مغربی ۱۲) چڑھتے دن مین قتال نہین کرتے تو ٹھہر جاتے تھے یہانتک کہ آفتاب ڈھل جاوے اور ہوا چلنے لگے
اور نصرت نازل ہو۔ رواہ ابوداؤد۔ حاصل آنکہ جھگڑے واختلاف سے جو بزدلی کی نشانی ہے بچو۔ وَاصْبِرُوا اور صبر کرو دشمن سے
بھڑ جانے کے وقت اور ہزیمت نہ اُٹھاؤ۔ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ یعنی اللہ تعالی کی مدد ونصرت صابرون کے ساتھ ہو اور یہی اللہ
کے ساتھ ہونیکے معنی ہین بالجملہ اس آیت مین مومنون کو صبر وثابت قدمی کا و پورے اعتقاد ویقین سے اللہ تعالی پر بھروسا کرنے کا حکم دیا اور
اس کو ان نیک لوگون نے اچھی طرح مانا قال ابن کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالی و اسکے رسول کے حکم ماننے مین اور جانبازی کرنے
مین جو ہدایت حاصل تھی وہ اگلی اُمتون مین سے کسی کو حاصل نہوئی اور نہ اُن کے بعد والون مین کسی کو حاصل ہوسکتی ہے کیونکہ اُن کی
آنکھون نے حضرت سید المرسلین صلعم کو اپنی آنکھون سے دیکھا پس اُن کی ارواح وقلوب کو جو نور وشرف حاصل ہوا وہ نہ کبھی ممکن تھا اور
نہ کبھی ممکن ہوگا۔ لہذا انھون نے روم وفارس وترک وسقلاب وبربر وحبش وسودان وقبط وغیرہ تمام جہان کے لشکرون کو تھوڑے دنون مین
باوجود اپنی قلت کے مقہور کر لیا یہان تک کہ کلمہ آلہی بلند اور اُس کا دین تمام دینون پر مشرق ومغرب مین ظاہر ہوگیا اور ظلم وبدخصلتین مٹ کر
عدل وانصاف دنیا مین پھیل گیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین ف۔ فی العرائس قولہ تعالی واصبروا ان اللہ مع الصابرین ۔ صبر کا پہلا
مرتبہ تو یہ ہوتا ہے کہ آدمی زبردستی اپنے نفس کو ثابت قدم رکھتا ہو اور یہی تکلف سے شرع پر قائم رہنے کا مقام ہو پھر جب صبر تحقیقی حاصل

ہوا تو وہ مقام تشریف ہو پس اول تو مجاہدہ ہے اور دوم مشاہدہ ہو یعنی سوزش شوق مین ثابت قدم رہنا چاہیئے کہ حضرت حق تعالیٰ کو بھی نیک بندون کی طرف اشتیاق ہے اور نیز اشارہ ہے کہ بلائے محبت مین صبر کرو اور اس بلا کو اچھی چیز سمجھو تاکہ میرا مشاہدہ حاصل کرو کیونکہ صابرین پر مقام صبر مین تجلی ہے اور نیز میرے ساتھ صبر کرو کیونکہ صبر کو میرا ساتھ حاصل ہے پس تمھاری مراد ملجاوے گی اور دشمن اور نفس و شیطان پر فتحمندی پاؤگے۔ واسطیؒ (محمد بن موسیٰ) سے پوچھا گیا کہ صبر کی کیا ماہیئت ہو فرمایا کہ محنت سے پہلے محبت کی چادر اوڑھ لے پس جب محبت کے ساتھ محنت ملی تو اُس کو بلا مشقت اُٹھا لیگا۔ پس صابرون کے ساتھ اللہ عزوجل کی معیت کے یہی معنی ہین قولہ تعالیٰ

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ

اور مت ہو جیسے وہ لوگ　کہ نکلے　اپنے گھرون سے　اتراتے　اور لوگون کو دکھاتے　اور روکتے

عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ

اللہ کی راہ سے　اور اللہ کے قابو مین ہو جو کرتے ہین

اللہ تعالیٰ نے مومنون کو قتال و ذکر الٰہی کی وصیت کے بعد مشرکون کے ساتھ مشابہت کرنے سے منع فرمایا۔ بقولہ۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ اور مومنو تم ان لوگون کے مانند مت ہونا جو اپنے دیار سے نکلے واسطے بطر و ریار کے۔ ابن عباس و مجاہد و قتادہ و سدی و ضحاک وغیرہم مفسرین نے فرمایا کہ الذین خرجوا۔ سے قریش مراد ہین جو بدر مین آنحضرت صلعم سے لڑنے کو نکلے تھے۔ قال الزجاجؒ نعمت مین حد سے باہر ہوجانے اور شکر چھوڑنے اور نعمت کو ناپسندیدہ اُمور کا وسیلہ بنانے کو بطر کہتے ہین اور قبیح بات چھپا کر ظاہر مین اچھی بات دکھلانے کو ریار کہتے ہین۔ وقال ابن کثیرؒ۔ بطر بمعنی حق کو دفع کرنا اور ریار الناس بمعنی فخر و تکبر کرنا۔ اگر کہا جاوے کہ قریش والے اپنا قافلہ تجارت بچانے کو نکلے تھے۔ بطر و ریار کے واسطے نکلنا کیونکر فرمایا جواب یہ ہے کہ باعتبار انجام کار کے ہے چنانچہ مفسرؒ نے کہا کہ اے لاتکونوا کالذین خرجوا من دیارہم لیمنعوا عیرہم فلم یرجعوا بعد نجاتہا بطرا و ریار الناس۔ یعنی تم ایسے لوگون کے مانند مت ہونا جو اپنے دیار سے اپنا قافلہ تجارت بچانے کو نکلے تھے مگر قافلہ بچ جانے کے بعد بطر و ریار کی وجہ سے واپس نہ گئے۔ محمد بن اسحاق نے ذکر فرمایا کہ رسول اللہ صلعم اسی رخ پر سیدھے چلے گئے یہانتک کہ جب مقام صفرار پر پہونچے تو بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغبار کو ابوسفیان کی خبر کے لئے جاسوس بھیجا وہ چلکر بدر کے پانی پر آئے اور اُترکر تالاب سے مشک بھر کر روانہ ہوتے تھے کہ اُنھون نے دو باندیون کو باتین کرتے سُنا جو آپس مین جھگڑا کرتی تھین اور مجدی بن عمرو نے دونون کے درمیان مین فیصلہ کر دیا۔ پس دونون جاسوس روانہ ہوئے اور حضرت صلعم کو خبردار کیا اور یہان ابوسفیان نے مجدی بن عمرو سے کہا کہ اس تالاب پر تو نے کسی ایسے آدمی کو نہین دیکھا جس سے تو انکار کرے اُسنے کہا کہ نہین واللہ لیکن دو مسافر اسمین سے پانی بھر لیگئے پھر ابوسفیان نے آکر اونٹون کی مینگنیان توڑین اور کہا کہ واللہ اسمین تو مدینہ کی گٹھلیان وچارہ ہے اور جلد جاکر قافلہ لیکر تین میل ساحل سمندر کی طرف ہو رہا اور اُسنے قریش کو کہلا بھیجا کہ تمھارا قافلہ بچ گیا اب تم پھر جاؤ پس اخنس بن شریق بنی زہرہ کو لیکر پھر گیا اور ابوجہل ملعون نے کہا کہ واللہ ہم نہین لوٹین گے یہان تک کہ بدر کے تالاب پر جاکر اُترین اور تین دن مقیم رہین اور اونٹون کو ذبح کرین اور کباب و شراب اُڑاوین اور ناچ گانا سنین اور تمام عرب مین ہماری خبر مشہور ہو اور اس کے بعد سب ہم سے ہیبت کیا کرین۔ اور محمد بن اسحاق نے عروہ بن الزبیر سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم

نے بدر سے قریب ہوکر علی ابن ابی طالب وسعد بن ابی وقاص و زبیر بن العوام کو مع چند اور لوگون کے جاسوس بھیجا اُنھون نے سعید
بن العاص و حجاج کی اولاد کے غلامون کو پکڑا اور لائے تو آنحضرت صلعم نماز مین تھے پس لوگون نے اُن سے پوچھا تو وہ بولے کہ ہم
قریش کے غلام ہین ان کے لئے پانی لینے آئے تھے پس صحابہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خبر کو مکروہ جان کر مارا حتی کہ اُنھون نے کہا کہ ہم ابوسفیان
کے قافلہ کے ہین تو ان کو چھوڑا پس حضرت صلعم نے نماز سے سلام پھیر کر فرمایا کہ اے لوگو جب تم سے یہ سچ بولے تو تم نے مارا اور جب
جھوٹ بولے تو تم نے چھوڑ او اللہ یہ لوگ قریش کے ساتھ ہین۔ تم دونون قریش کی خبر سے مجھے آگاہ کرو وہ بولے کہ وہ اس
عقنقل کے اُدھر ہین جو آپ عدوۃ القصوی پر دیکھتے ہین پھر اُن سے تعداد پوچھی اور قریش کے سردار سب پوچھے پھر حضرت
صلعم نے فرمایا کہ اے لوگو مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے سب تمھاری طرف پھینکدیئے ہین۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ صبح کو قریش والے
روانہ ہوکر آگے بڑھے جب حضرت صلعم نے عقنقل کے پیچھے سے ان کو آتے دیکھا تو دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار تو دیکھتا ہے کہ یہ
قریش والے اتراتے و فخر و تکبر کرتے چلے آتے ہین تیرے رسول کو جھٹلاتے اور لڑتے ہین اے میرے پروردگار تو ان کو کل کے روز
ہلاک کر دے۔ حاصل آنکہ بطرا و رئاء الناس مفعول لہ فعل محذوف کا ہے اے فلم یرجعوا بطرا۔ جیساکہ ابوجہل کا قول مذکور ہوا اور
فخر و خیلاء اُن کا اول مین اور بروقت مواجہہ کے ظاہر ہوچکا۔ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بیضاوی رح نے کہا کہ
تکبر ۱۲ اترانا ۱۲
بطرا پر عطف ہے اگر وہ مصدر بجائے حال کے ہوا ے باطرین الخ اور اگر مفعول لہ ہو تو بھی اسی پر عطف ہے لیکن بتقدیر ان تاکہ مصدر کی
تاویل مین ہوکر اسم پر اسم کا عطف ہو۔ المعنی اور لوگون کو راہ حق سے روکتے ہین۔ وَاللّٰہُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ اور اللہ تعالیٰ
کا علم اُن کے اعمال کو محیط ہے۔ ایک قراۃ مین تعملون بتاء فوقانیہ ہے۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو خوب جانتا
ہے اُن کو اُن کے موافق جزا دیگا لہذا بدتر بدلا اُن کو ملا کہ بدر پر ہوپنچکر اُنھون نے شراب موت کے گھونٹ پیئے اور دوزخیوالیون
کا آگ سُنا اور عذاب ابدی کے کباب چکھے اور عرب مین مشہور ہوگیا کہ قتل و گرفتار و خوار ہوکر واپس ہوئے۔ قال البیضاوی رح
مومنون کو منع کر دیا کہ وے اُن کی طرح بطر کرنے والے وریاکار نہ بنین اور اخلاص و تقوی اختیار کرین کیونکہ جس چیز سے ممانعت
ہو تو اس کے ضد کا حکم ہوتا ہے ف۔۔۔۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ولاتکونوا کالذین خرجوا من دیارہم الخ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء
کو منع فرمایا کہ ایسے ریاکارون کی مشابہت نہ رکھین جو اپنے گھرون اور زاویۂ عبادت سے رنگے کپڑے مکاری کی وضع بنائے
ہوئے نکلتے ہین اور صاحب دولت ظالمون کے نزدیک جو خیر و شر مین تمیز نہین رکھتے ہین اپنی آبرو بڑھانے پر اتراتے ہین اور مریدون
کو اہل اللہ کے پاس سے بہکا کر اپنی طرف لیجاتے ہین تاکہ اپنی مکاری کے بازار گرم کرین اور اس نفاق کو خوب رواج دین اور خلق کی
نظرون مین اپنی بڑائی ظاہر کرین اللہ تعالیٰ اُن کو قہر سے جنگل مین تباہ کرے پھر اُن کا حال بیان کیا کہ شیطان اُن کی نظرون مین
اُن کے بداعمالون کی زینت دکھلاتا ہے بقولہ

وَاِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ
اور جسوقت سنوارنے لگا شیطان اُن کی نظر مین اُنکے کام اور بولا کوئی غالب نہ ہوگا تم پر آج کے دن لوگون مین سے

وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَیْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ
اور مین رفیق ہون تمھارا پھر جب سامنے ہوئین دو فوجین اولٹا پھرا اپنی ایڑیون پر اور بولا مین تمھارے ساتھ نہین

مِنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۚ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۧ ع ۵/۸
مین دیکھتا ہون جو تم نہین دیکھتے مین ڈرتا ہون اللہ سے اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔

وَاِذْ۔ واذکر اذ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ اور یاد کر جسوقت کہ مزین کیا اُن کے لئے شیطان ابلیس نے اُن کے اعمال کو باین طور کہ مسلمانون سے لڑنے پر اُن کو شجاعت دلائی حالانکہ نکلتے وقت قبیلہ کنانہ مین سے بنی بکر بن وائل سے قریش کو خوف تھا۔ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ اور کہا کہ آج کے روز لوگون مین سے کوئی تم پر غالب نہین ہے اور مین تمھارا حافظ ہون یعنی بنی بکر سے تمھارے پیچھے تمھارے اہل وعیال کی حفاظت کا ضامن ہون علماء تفسیر کے یہان دو قول ہین اول آنکہ شیطان کا زینت دینا بطریق وسوسہ تھا اور قول مذکور بھی اسی طور سے تھا۔ قال البیضاوی رح معنی یہ ہین کہ شیطان نے اُن کے دلون مین یہ وسوسہ وخیال ڈالدیا کہ آج تم ہرگز مغلوب نہین ہو سکتے کیونکہ تمھاری تعداد وسامان بہت کثیر ہے اور نیز اُن کے وہم مین ڈالا کہ یہ اُمور بت پرستی وغیرہ جن مین وے شیطان کی اتباع کرتے تھے اُن کے واسطے مجیر یعنی حافظ ہین۔ وقال المترجم اس تقدیر پر قول مجاز ہوگا یعنی اُن کے دلون مین وسوسہ ڈالا کہ ایسے بھلے کام جو تم کرتے ہو یہی تمھارے حافظ ہونگے اور علی ہذا کچھ بنی بکر بن وائل کے خوف سے حفاظت مخصوص نہین بلکہ علی الاطلاق ہے۔ قول دوم جو صحیح ہے وہ یہ ہے کہ شیطان نے یہ قول اُن سے بطور تحقیق کہا تھا اور بات یہ ہوئی کہ وہ سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت مین جو بنی مدلج کا سردار اور کنانہ مین سے بڑا شخص تھا ظاہر ہوا اور مشرکون سے کہا کہ آج تم پر کوئی غالب نہین ہو سکتا اور مین اپنی جماعت سے تمھارے ساتھ ہون اور بنو بکر سے تمھارا مجیر ہون پس قریش جلد روانہ ہوگئے اور قریش ہر منزل مین اس کو سراقہ ہی سمجھتے تھے۔ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ جب دونون گروہ یعنی فرقہ کافرہ وفرقہ مسلمہ باہم ایک دوسرے کے سامنے ہوگئے یعنی دونون گروہ صف باندھکر ملاقی ہوئے تو ابلیس نے ملائکہ کو دیکھا اور اسوقت ابلیس بصورت سراقہ بن مالک کے حارث بن ہشام کے ہاتھ مین ہاتھ دیئے کھڑا تھا۔ جبریل علیہ السلام ابلیس ملعون کی طرف بڑھے تو اُس نے حارث کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھٹایا اور ہرچند حارث نے کہا کہ اے سراقہ ایسی حالت مین تو ہم کو کہان چھوڑتا ہے اُس نے ایک نہ مانی اور دنگامشتی مین حارث کی چھاتی پر ایک دھکا مار کر مع ساتھیون کے بھاگا۔ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اور یہ بکتا تھا کہ مین تم سے بری ہون مجھ سے تم سے کوئی لگاؤ نہین ہے مین تمھارا ساتھی نہین ہون اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ مین وہ چیز دیکھتا ہون جو تم نہین دیکھتے ہو۔ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ مین اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہون۔ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ ابلیس کو یہ خوف ہوا کہ مین بھی مارا جاؤن گا پس اُسنے اپنی جان کے خوف سے یہ بات کہی اور صفات الٰہی سے ڈرا اور یہ خوف اسکو ایمانی خوف نہ تھا چنانچہ قتادہ رح نے کہا کہ واللہ وہ جھوٹ بولا اس کو خوف الٰہی نہ تھا ولیکن جان کے خوف سے اُس نے دیکھا کہ مجھے ملائکہ سے لڑنے کی قوت نہین ہے تو یہ بات کہی۔ یعنی یہ جو اس نے کہا کہ مین اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہون اسکے یہ معنی ہین کہ وہ اپنی جان مارے جانے کی وجہ سے ڈرا حالانکہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب ہے پس یہ تو سچ بولا ولیکن خوف ایمانی اس کو نہ تھا اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ حارث کے سینے مین دھکا مار کر اسکو گرا کر ایسا بھاگا کہ دکھلائی نہ دیا اور سمندر مین جا گرا اور دعائین مانگنے لگا کہ پروردگار اپنا وعدہ پورا کردے جو تو نے مجھے دیا ہے۔ رواہ الواقدی۔ اور طبرانی نے رفاعہ بن رافع سے اسکے مانند روایت کیا۔ ابلیس کا

یہی حال ہے۔ کما قال تعالیٰ یعدہم ویمنیہم وما یعدہم الشیطان الا غرورا۔ پہلے اپنی پیروی کرنے والون کو غرور مین ڈالتا ہے پھر الگ ہوجاتا ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے روز قیامت مین شیطان کا حال نقل فرمایا وقال الشیطان لما قضی الامر ان اللہ وعدکم وعد الحق ووعدتکم فاخلفتکم وما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی فلا تلومونی ولوموا انفسکم الآیۃ۔ اور امام مالک رح نے عبید اللہ بن کریز سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شیطان نے کوئی روز ایسا نہ دیکھا جسمین وہ بہت ذلیل وحقیر وراندہ وغگین ہو جیساکہ عرفہ کا روز دیکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وعفو گناہ کا نزول بکثرت دیکھتا ہے سوائے روز بدر کے کہ وہ دن اُسنے عرفہ سے زیادہ سخت دیکھا الحدیث مرسل۔ بالجملہ جعلی سراقہ یعنی ابلیس تو ہاتھ چھوڑ کر بھاگا اور ابوجہل نے نکلکر لوگون کو آمادہ کیاکہ تم لوگ سراقہ کے بھاگنے سے بددل مت ہو۔ وہ در پردہ محمدؐ سے ملا ہوا تھا۔ اور ہم لوگ قسم ہے لات وعزیٰ کی کہ واپس نہ ہونگے یہان تک کہ سب کو رسیون مین باندھ لے جاوین اوران کی شرارت کا مزہ چکھاوین۔ بس اُن کو بہت قتل نہ کرنا بلکہ باندھ لینا۔ اور لوگ لڑائی مین پڑے اور لڑائی گرم ہوئی کہ آنحضرت صلعم نے ریگ وکنکریان ایک مٹھی لیکر کافرون کو مارین اور فرمایاکہ شاہت الوجوہ۔ یہ چہرے خوار ہون۔ ادھر آپ کا مارنا تھاکہ کافرون کے منھ وناک وآنکھون مین ریگ وکنکریان بھر گئین۔ اور وہ تلملاتے آنکھین ملتے ہوئے بھاگے اور اصحاب رسول اللہ صلعم نے حملہ کرکے ان کو قتل وگرفتار کیا اور بھاگے ہوئے قریش اپنے مُڈھ سرداروں کو کھوکر ذلیل وخوار مکہ مین یہ بکتے ہوئے پہونچے کہ سراقہ بن مالک نے ہم لوگون کو شکست دلوائی یہ خبر اصلی سراقہ بن مالک کو پہونچی تو وہ بہت غصہ ہوا اور کہنے لگا کہ واللہ مجھے تمھارے جانے کا حال بھی معلوم نہین ہوا یہان تک کہ جب تم شکست کھاکر آئے ہو تو تمھاری شکست کی خبر البتہ مجھے پہونچی ہے۔ پھر جب قریش والے اسلام لائے اور پردہ جہالت سے نکلے ہین تب ان کو یقین ہوا کہ سراقہ نہین تھا بلکہ ہم لوگ شیطان کے متبع تھے۔ یہ قصہ بہت تفصیل کے ساتھ کتب السیر مین مذکور ہے اور اصل قصہ مختصر جیساکہ تفسیر مین ذکر ہوا ابن عباس رضی اللہ عنہ وایک جماعت صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے صحیح اسانید کے ساتھ مروی ہے اور صدق نبوت واسلام کیواسطے دلیل کامل ہو کیونکہ جو امر کھلم کھلا قرآن مجید مین اور مشہور احادیث مین آیا اسمین ذرا بھی شک نہین ہوسکتا ورنہ اہل عرب پہلے ویہودی و نصرانی وغیرہ تمام جہان کے لوگ باوجود عناد کے جھوٹ ہونے کا اشتہار دیدیتے اور کیونکر جھوٹ بات اسطرح مسلم ہوسکتی ہو پس مومنین کا سلف سے اسوقت تک اجماع ہو۔ ہان اس زمانہ مین بعضے ملحد البتہ اسلام کے پردے مین انکار کرتے ہین اللہ تعالیٰ اُن کے شر وفتنہ سے اہل اسلام کو محفوظ رکھے۔ اگر کہا جاوے کہ ابلیس کو یہ قدرت کہان سے حاصل ہوئی کہ بشر کی صورت بنجاوے اور جب بنا تو شیطان کیون کہلایا جواب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو یہ قدرت دیدی ہے اور ایسی قوت عطا فرمائی ہے جیسے ملائکہ کو بھی ایسی قوت وقدرت دیدی ہے کیا یہ نہین دیکھتے کہ موم کو اپنے ہاتھ سے مختلف صورتون پر بنالیتے ہو پس اگر اسمین جان وقوت خود ہوتی کہ مختلف شکلون پہ ہوجاتا تو کچھ بعید نہوتا ایسا ہی یہان کچھ بھی استبعاد نہین ہے فـــــی العرائس قولہ تعالیٰ واذ زین لہم الشیطان اعمالہم۔ انکے بُرے اعمال کو رچاکر ان کی نظر مین اچھے پیرایہ سے دکھلاتا ہے اور وے فریب مین پڑجاتے ومغرور ہوجاتے ہین۔ بعض نے کہاکہ کافرون کی نظر مین جیسے اعمال قبیح کو رچاتا ہے ایسے ہی خفیہ فتنہ یہ ہو کہ اہل طاعت کی نظر مین ان کے طاعات رچاتا ہے کہ تم بڑے عابد و انکی عبادت کرنے والے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جو ان پر توفیق واستطاعت وغیرہ کا سرتاسر انعام کیا اسکو نہین دیکھتے بس اپنے طاعات برباد کرتے ہین۔ استاد رح نے فرمایاکہ شیطان جب انسان کے واسطے اپنے وسوسے سے کوئی امر زینت دیتا ہو اور نفس اسکو کوئی بات اپنے

فریب سے خوبصورت کر دکھلاتا ہے تو اہل غفلت کی نظر باطنی راہ صواب دیکھنے سے اندھی ہو جاتی ہے پس یہ غافل آدمی بھی اسی شیطان کا ہمنشین ہو جاتا ہے اور سابق تقدیر و مکر قدیم ایسی راہ سے اسکو پہونچتا ہے کہ اپنے زعم و طاقت سے اسکو دفعیہ کی مجال نہین رہتی اور اگر اللہ تعالیٰ سے بروقت یاد کے ساتھ مدد چاہتا تو اُمید تھی کہ ہلاک نہ ہوتا مگر غفلت کی بلا نے اسکو حسب تقدیر یہان ڈالا پھر شیطان نہ اُس سے اپنا وعدہ وفا کرتا ہے اور نہ نفس اُس کی تمنا پوری کرتا ہے چنانچہ اہل کفر کا قصہ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا کہ عبرت حاصل کرین بقولہ فلما ترارت الفئتان نکص علی عقبیہ وقال انی بری منکم انی اری ما لا ترون ۔ حاصل آنکہ ان کو غفلت مین ڈالکر اس میدان بدر مین ہلاک کیا ۔ اور غلبہ کا وعدہ وہ بیچارہ کیا پورا کر سکتا ۔ اور خود اُن سے بری ہو کر چلا گیا ۔ اسمین اشارت ہے کہ اہل ارادت کے حق مین شیطان کچھ اُمیدین و خیال باطل لاکر ورطۂ غفلت مین ڈالتا ہے تاکہ محبت دنیا و ہوس مین غافل ہو کر راہ قرب و مشاہدہ سے محجوب ہو جاوین اور کرامات و آیات کچھ نہ پاوین پھر اگر مرید پر رحمت الٰہی ہوئی اور اُس کی ارادت صادقہ ہے تو دشمن شیطان اُسکے پاؤن ہاتھ ملتا بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور مرید بدون شیطانی وسواس کے مشاہدۂ جمال مین سرفراز رہتا ہے اور اگر تقدیر مین شقاوت ہے تو امتحان مین شیطان کے براے نام عداوت ہے ۔ مرید خالص کے مقابلہ مین شیطان کا نفس سے یہی کلام ہے کہ مین عجائب مکاشفہ ملکوت دیکھکر خوف کرتا ہون کہ اسی مجاہدہ مین اسیر نہو جاؤن ۔ اور نیز اسمین اشارت سے ثبوت ہے کہ ولی کے نفس کو شیطان غرّہ دلاتا ہے کہ شہوات کے ساتھ اسپر غالب آویگا پھر جب دیکھا کہ وہ اپنے پروردگار سے ہر دم استعانت مانگتا ہے اور انفاس محبت کے تیر ہر دم شیطان و نفس کو جلائے دیتے ہین تو خود چھوڑ بھاگتا اور نفس کو اُس کے پنجہ مین ضیق و مجاہدہ کے ساتھ مقید چھوڑ جاتا ہے واضح ہو کہ اس آیت مین حق تعالیٰ نے آگاہ فرما دیا ہے کہ احکام و ملکوت جو اس عالم مین ظاہر ہوتے ہین ان مین سے جس قدر شیطان کو نظر آتے ہین آدمی ان کو نہین دیکھ سکتا ۔ اور بات یہ ہے کہ اُس نے اس عالم سے پہلے عجائب ملکوت دیکھے ہین اور مومنین کے انوار بھی اس کو اللہ تعالیٰ دکھلاتا ہے تاکہ حسرت و لعنت مین خوار ہو اور قولہ انی اخاف اللہ ۔ اس کے معنی یہ ہین کہ مین اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوفناک ہون اور یہ بات اس نے ایسے وقت کہی جب عذاب الٰہی آنکھون دیکھ لیا پس اسکو کچھ نافع نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ یہان یہ سوال تھا کہ شیطان جب اللہ تعالیٰ سے خائف ہوا تو یہ ایمان ہے پس شیخ نے جواب دیا کہ ایمان تو تصدیق بالغیب ہے اور آنکھون دیکھنے کے بعد ماننا کچھ ایمان نہین چنانچہ ہر کافر مرتے دم اسلام کی حقیقت دیکھ لیتا ہے مگر کچھ فائدہ نہین ہوتا اور یہی ایمان الباس کہلاتا ہے ایسے ہی شیطان نے عذاب دیکھکر یہ اقرار کیا تو کیا فائدہ ہے پھر لکھا کہ اگر شیطان مین خوف الٰہی کا تحقق ہوتا یعنی خوف ایمانی ہوتا تو ایک دم بھی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرتا ۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ گناہون کا چھوڑنا کئی طرح پر ہوتا ہے ازانجملہ یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ سے حیا کر کے چھوڑا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کے لوث سے دامن پاک رکھا اور ازانجملہ یہ ہے کہ خوف عذاب سے چھوڑا جیسے شیطان نے بخوف ہلاک اس مقام پر کفار کا ساتھ چھوڑا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ پر توکل چھوڑنے والون اور اپنی قوت و اسباب ظاہری پر اعتماد رکھنے والون کا حال فرمایا بقولہ ۔

إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ ۗ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ

جب کہنے لگے منافق لوگ اور جن کے دلون مین آزار ہے یہ لوگ مغرور ہین اپنے دین پر اور جو کوئی بھروسا کرے

عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ یہان سے ابتداے کلام ہے منافقین سے وہ لوگ مراد ہین جو اسلام ظاہر کرتے اور کفر دل مین رکھتے تھے۔ اور یہ اہل مدینہ مین سے بعض لوگ تھے اور معنی یہ کہ یاد کر جسوقت کہ کہتے تھے منافق لوگ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ۔ اور وہ لوگ جنکے دلون مین مرض تھا غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ مغرور کیا ہے ان مسلمانون کو اُن کے دین نے مرض سے یا تو مرض شرک مراد ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یا مرض نفاق مراد ہے پس عطف تفسیری ہوگا۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ جب بدر کے روز لشکر اسلام و لشکر کفر باہم نزدیک ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے مشرکون کی آنکھون مین مسلمانون کو قلیل دکھلایا اور اس کے برعکس بھی مسلمانون کی آنکھون مین مشرکون کو قلیل دکھلایا۔ تو بعض مشرکون نے کہا کہ ان لوگون کو ان کے دین نے غرہ مین ڈالا ہے کیونکہ انکی نظر مین بہت قلیل کچھ دیکھکر شک نہین کرتے تھے کہ عنقریب یہ لوگ شکست کھاکر خوار ہون گے۔ ابن جریج نے کہا کہ ایسا کہنے والے مکہ کے بعض منافق تھے جنھون نے زبان سے کلمہ پڑھا تھا اور بدر کے روز مشرکین کے ساتھ آئے تھے جب مسلمانون کی قلت دیکھی تو کہنے لگے کہ ان کے دین نے ان کو مغرور کیا ہے ایسا ہی عامر شعبی و مجاہد رح و معمر و محمد ابن اسحق رح سے مروی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگون کے جواب مین فرمایا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ اے من یثق بہ یغلب۔ اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتا ہے وہی غالب ہوتا ہے جزائے شرط محذوف ہے بقرینہ قولہ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ یہ جملہ جزائے محذوف کی تعلیل ہے یعنی وہی غالب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے امر کے نافذ کرنے مین غالب ہے کوئی چیز اسکو مانع نہین ہوسکتی اور اپنے کام مین حکمت والا ہے پس جو اسپر توکل کرے وہ مستحق نصرت ہے اور جو نافرمانی کرے وہ لائق عذاب و خواری ہے اسمین تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کام کا حکم ہو بندہ اُسمین اپنی رائے نہ لگاوے بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرکے اسکی تعمیل مین مشغول ہو جاوے جب اللہ تعالیٰ نے ان کافرون کا حال حیات بیان فرمایا تو موت کے بعد جو عذاب اُن کو پہونچیگا اُس کی تشریح فرمائی بقولہ تعالے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ

اور کبھی تو دیکھے جسوقت جان لیتے ہین کافرون کے فرشتے مارتے ہین اُن کے منھ پر اور پیچھے

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ

چکھو عذاب جلنے کا یہ بدلا ہے اُسی کا جو تم نے بھیجا اپنے ہاتھون اور اسواسطے کہ اللہ ظلم نہین کرتا

لِّلْعَبِيْدِ ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ

بندون پر جیسے دستور فرعون والون کا اور جو اُن سے پہلے تھے منکر ہوئے اللہ کی باتون سے سو پکڑا اُن کو

اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا

اللہ نے اُن کے گناہون پر اللہ زور آور ہے سخت عذاب کرنے والا یہ اسپر کہا کہ اللہ بدلنے والا نہین

نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ كَدَاْبِ

نعمت کا جو دی تھی ایک قوم کو جبتک کہ وہ نہ بدلین اپنے جیون کی بات اور اللہ سنتا ہے جانتا جیسے دستور

آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ
فرعون والوں کا اور جو اُن سے پہلے تھے جھٹلائیں باتیں اپنے رب کی پھر کھپا دیا ہم نے انکو اُن کے گناہوں پر اور

اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝
ڈبا دیا فرعون والوں کو اور سارے ظالم تھے۔

وَلَوْ تَرٰۤى۔ اے ولو رائیت کیونکہ حرف لو مضارع پر داخل ہوتا ہے تو حرف ان کے برعکس اسکو ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے اور خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اے ولو رائیت یا محمد۔ اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ حرف اذ ظرف ہی فعل تری کا اور اسکا مفعول محذوف ہے اور یتوفی بیار تحتیہ جمہور کی قرأۃ ہے اور ملائکہ اس کا فاعل ہی اور اسی پر دلالت کرتی ہی قرأۃ ابن عامر کہ تتوفی بتار فوقانیہ پڑھا ہی اور یہ حال واقعہ بدر کا ہے یعنی ولو رائیت یا محمد الکفرۃ او حالہم ببدر اذ کانت الملائکۃ تتوفی الکفرۃ۔ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ یہ جملہ الذین کفروا سے حال ہی اور وجوہ سے مراد چہرے اور ادبار سے مراد مقاعد ہین بطریق کنایہ جیسا کہ سعید بن جبیر وغیرہ سے مروی ہی۔ یا پشت مراد ہین اور بیضاوی رح نے کہا کہ شاید یہ ضرب کی تعمیم ہی یعنی عموماً مارتے تھے۔ خواہ اگلا جسم ہو یا پچھلا۔ اور بعض نے کہا کہ جب مشرکین مسلمانون کی طرف متوجہ ہوکر بڑھے تو ملائکہ نے اُن کے وجوہ یعنی چہرون کو مارا اور جب پیٹھ پھیر کر بھاگے تو اُن کے پیچھے سے مارا۔ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ یہ جملہ یضربون پر بتقدیر قول عطف ہی اے یقولون ذوقوا الخ۔ اور یہ بطریق تہکم کے عذاب آخرت کے کافرون کو بشارت تھی اور بعض نے کہا کہ اُن کے پاس آگ کے گرز تھے کہ جب مارتے تھے تو آگ کی لپیٹ اُٹھتی تھی اور جواب لو محذوف ہی تاکہ امر ہولناک پر دلالت کرے۔ والحاصل لو عاینت یا محمد حال توفی الملائکۃ ارواح الکفار حین یضربون وجوہہم وادبارہم ویقولون لہم ذوقوا عذاب الحریق لرأیت امراً ہائلا فظیعاً۔ یعنی اگر معاینہ کرتا تو اے محمد ملائکہ کے کافرون کی روحون کو وفات دینے کا حال جبکہ ملائکہ اُن کے چہرون اور مقعدون کو مارتے اور یہ کہتے تھے کہ جلانیوالا عذاب چکھو تو البتہ تو ایک بڑا ہولناک بہت خراب حال دیکھتا۔ اگر کہا جائے کہ بدر مین کافرون کے مارے جانے کے وقت آنحضرت صلعم وہین موجود تھے تو جواب یہ ہے کہ جو امر آدمی کی نظر سے پوشیدہ کیا گیا ہے وہ آدمی کو نظر نہین آتا اگرچہ وہان حاضر ہو اور حالت وفات بھی انھین امور مخفیہ مین سے ہے۔ قال الحافظ ابن کثیر رح یہ سیاق اگرچہ بدر کے روز کافرون کی روح نکالے جانے کے حال مین ہی لیکن یہی حال ہر کافر کا ہر وقت مین ہوتا ہی اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اُس کو اہل بدر سے مخصوص نہین کیا اور سورۂ انعام مین قولہ تعالیٰ ولو تری اذ المجرمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا ایدیہم اخرجوا انفسکم الآیۃ۔ پہلے گذر چکا ہی حدیث براء بن عازب مین بھی آیا ہی کہ کافر کی موت کے وقت ہیبتناک صورت مین ملائکہ آکر اس کی روح سے کہتے ہین کہ نکل اے نفس خبیثہ سموم و حمیم و عذاب النار کی طرف یعنی غضب الٰہی اور عذاب دائمی کی بشارت اسکو سناتے ہین اور وہ نہایت خوفناک ہوکر بدن مین چھپتی پھرتی ہے چنانچہ پوری حدیث سابق مین گذر چکی فتذکر۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ اے ذلک التعذیب بسبب ما قدمت ایدیکم۔ یہ عذاب پانا بسبب ان بدکامون کے ہی جن کو تمھارے ہاتھون نے بھیج رکھا ہے اور مراد یہ کہ تم نے وہ بداعمالیان کین خواہ ہاتھ سے یا زبان وغیرہ سے لیکن فقط ہاتھون سے اُسکی تعبیر اسلیے ہی کہ اکثر کام ہاتھ ہی سے ہوتے ہین یعنی یہ عذاب تمھارے کفر و شرک کا بدلا ہی۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ ظلام صیغہ مبالغہ ہی اور لفظ عبید کے لحاظ سے جو جمع عبد ہی صیغہ مبالغہ بمعنی تکثیر آیا یعنی جس کثرت سے بندہ ہین۔

اُن کے لحاظ سے ظلم کی کثرت ہوتی اگر ظالم ہوتا لہذا اُس کی نفی کی تو معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون مین سے کسی کے واسطے ظالم نہین
ہے پس اب یہ وہم وارد نہین ہوتا کہ ظلام صیغہ مبالغہ کی نفی سے بلا مبالغہ یعنی ظالم کی نفی لازم نہین حالانکہ اللہ تعالیٰ ظالم بھی نہین
ہے اور بعض نے کہا کہ ظلام صیغہ نسبت ہے یعنی ذی ظلم پس معنی یہ ہوئے کہ ظلم والا نہین ہے پس وہم مذکور دفع ہو گیا مترجم
کہتا ہے کہ وہم مذکور اس بنا پر ہے کہ ظالم و ظلام مین بحسب معنی تفاوت ہے اور صفات الٰہی مین نقص و تغیر نہین وہ بحد کمال قدیم و بے زوال
ہین پس وہان نفی صفت بہ صیغہ مبالغہ و غیر مبالغہ واحد ہے لہذا ظلام کی نفی سے ظالم کی نفی ظاہر لہذا وہم ہی بر بنائے فاسد ہے فافہم
خواہ کہو کہ ظالم نہین یا ظلام نہین سب برابر ہے ۱۲
كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ اے داب ہولا، کداب آل فرعون۔ داب لغت مین کسی کام پر ہمیشگی کرنے کو کہتے ہین چنانچہ بولتے
ہین کہ فلان داب فی کذا اے دادم علیہ یعنی اس کام پر اُس نے مداومت کر لی ہے پھر عادت کو داب اسواسطے کہنے لگے کہ انسان اکثر
اپنی عادت پر جما رہتا ہے پس معنی یہ کہ عادت ان لوگون کی رسول کو جھٹلانے اور شرک پر ہٹ کرنے مین مانند ہے عادت آل فرعون
یعنی فرعون و اُسکے تابعین کے۔ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور عادت اُن لوگون کی جو اُن سے پہلے تھے۔ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ
کفر کیا اُنھون نے آیات الٰہی سے یعنی اپنے کفر پر جمے رہے۔ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ پس گرفتار کر لیا اُن کو
اللہ تعالیٰ نے عذاب مین بسبب اُن کے گناہون کے یعنی بسبب اُن گناہون کے جو اُن کے کفر پر مترتب ہوئے جیسے ان مشرکین قریش
کو عذاب روز بدر مین پکڑا اگرچہ ابھی تک بالکل نیست کرنے کے عذاب مین ماخوذ نہین ہوئے بلکہ بطریق عبرت عذاب دیا گیا ہے اور آئندہ
اگر راہ پر نہ آئے تو فرعونیون کی طرح نیستی کے عذاب مین ماخوذ ہون گے۔ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ
اللہ تعالیٰ قوی ہے یعنی جو چاہے وہ کرے اور سخت عذاب دینے والا ہے پس کافرون کو چاہیے کہ اپنے خالق منعم کی عبادت اور فرمانبرداری
سے غافل نہون کیونکہ شرک و کفر سب سے بڑا کفران نعمت ہے۔ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ اے ذلک التعذیب بسبب ان اللہ۔ کافرون
کو یہ عذاب دیا جانا بسبب اسکے ہے کہ اللہ تعالیٰ۔ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ نہین بدلتا کسی نعمت کو جو
کسی قوم پر انعام فرمائے یعنی اُس نعمت کو عذاب سے نہین بدلتا حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔ یہان تک کہ وہی لوگ بدل
ڈالین وہ چیز جو اُن کے نفس مین ہے یعنی نعمت کو شکر کے عوض کفر سے بدل ڈالین جیسے کفار مکہ کو بھوک سے سیری اور خوف سے
امن دیا تھا کما قال تعالیٰ اطعمہم من جوع و آمنہم من خوف اور آنحضرت صلعم کو اُنکی طرف بھیجا اور اخلاق حمیدہ و عدل و ایمان پسندیدہ اُنکو
دینا چاہا اور یہ بہت بڑی نعمت تھی مگر اُنھون نے بجائے شکر کے اُس سے کفر کیا بلکہ راہ الٰہی سے لوگون کو روکا اور مومنون کو اذیت دی
اور اُن سے قتال کیا اور آیات الٰہی کو جھٹلایا اور اُن کو ٹھٹھے مین اُڑایا اور پروردگار تعالیٰ سے منھ موڑ کر افعال ذمیمہ پر ہٹ کی اور
بتون کے آگے سر جھکایا۔ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ یعنی اللہ تعالیٰ اُن کی زبانی باتون کو سننے والا اور اُنکے فعلون کا جاننے
والا ہے پس اُنھین کی حرکتون پر اُن کو سزا دی۔ اگر کہا جائے کہ قولہ ذلک بان اللہ لم یک الخ ایک سبب عدمی ہے اور وہ ہر حال مین صادق ہے اگرچہ
وے لوگ تغییر نہ دین پس موجب عذاب نہ ہوگا تو بیضاوی رح نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو اُن پر انعام کیا اُس کا تغییر نہ کرنا سبب نہین
ہے بلکہ عرف مین جو اُس سے مراد ہوتا ہے وہ مقصود ہے یعنی عادت الٰہی اسطرح جاری ہے کہ بندے جب اپنے حال کو متغیر کرین
تو اللہ تعالیٰ انعام کو متغیر فرماتا ہے لم یک اصل مین لم یکن تھا بطریق تخفیف کے نون حذف ہوا کیونکہ وہ مشابہ بحروف لینہ ہے۔
كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ ان مشرکون کی عادت مشابہ ہے عادت آل فرعون

اور اُن سے اگلون کے کہ اُنھون نے اپنے پروردگار کی آیات کو جھوٹھلایا یعنی اپنے نفس کے احوال کو شکر سے کفر کی طرف بدل دیا
فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ پس اُن کے گناہون کے عوض ہم نے اُن کو ہلاک کیا چنانچہ بعض قوم کا طبقہ لوٹ دیا
اور بعض کو طوفان سے ڈبو یا اور بعض کو ہوا سے تباہ کیا اور بعض کی صورتین مٹادین اور بندر وسور بنا دین۔ وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ
اور فرعون اور اُس کے تابعین کو پانی مین غرق کر کے جہنم کی آگ مین پہونچایا ایسے ہی کفار قریش سے نعمت چھین کر انصار مدینہ کو عطا
فرمائی اور اُنہین چند ضعیف کے ہاتھون زبردست مغرور قوم قریش کو عذاب بدر چکھایا۔ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ای وکل من
الامم المذکورۃ کانوا ظالمین علی انفسہم بالضلال والاضلال ولم یظلمہم ربہم الکبیر المتعال یعنی جن اُمتون کا ذکر ہوا ہر ایک اپنی جانون
پر خود ظلم کرنیوالے تھے کہ آپ گمراہ ہوتے اور دوسرون کو بہکاتے اور روکتے تھے ورنہ اُن کے پروردگار تعالیٰ شانہ نے
اُن پر کچھ ظلم نہین کیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ اے بندو مین نے
ظلم کرنا اپنے اوپر حرام فرمایا اور تمھارے درمیان بھی حرام کردیا پس تم آپس مین کچھ ظلم مت کرو اے بندو یہ تو تمھارے ہی اعمال ہین کہ
تمھارے ہی واسطے مین اُن کو احصار کرتا ہون پس جو کوئی بھلائی پاوے اُسپر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے
اور جس کو برائی پہونچے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے یعنی یہ اُس کی بداعمالیون کا نتیجہ ہے رواہ الحدیث فی صحیح مسلم ف۔ فی
العرائس قولہ تعالیٰ ذلک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ الخ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے مقام امتحان سے خبر دی کہ اُن کو بلند مقام
دکھلائے اور بعض تک پہونچایا مگر حقائق سے آگاہ نہ فرمایا اور نہ اُن کو شکر کی توفیق دی بلکہ تھوڑی مدت اس حال مین
اُنکو چھوڑ کر پھر بطریق استدراج کے تھوڑا تھوڑا اُن کو محجوب بے محروم کیا پس نفس کے دھوکے مین مغرور رہے مغرور رہ گئے اور یہ اُن
لوگون کا حال ہے جو مشیت ازلی کے موافق درجہ معرفت سے محروم قرار پاتے ہین جیسے بلعم باعور و برصیصا و ابلیس وغیرہ
اور رہے وہ بندے جو ازل مین انوار ولایت سے محض فضل کے ساتھ مخصوص ہوچکے ہین وہ ظاہری ذمائم اخلاق سے چندے
ملتبس ہوتے ہین اور آخر مین عنایت ایزدی اُن کی دستگیری کر کے مقام ہدایت پر لاتی ہے جعفر صادق رح نے فرمایا کہ جبتک
بندہ اپنے اوپر نعمت الٰہی کو پہچانتا اور اُسکا شکر ادا کرتا ہے تب تک اللہ تعالیٰ اُس سے اپنی نعمت الگ نہین فرماتا یہانتک کہ جب نعمت کو نہین
پہچانتا اور اُسپر شکر نہین کرتا ہے تو اسوقت اس لائق ہوجاتا ہے کہ اُس سے نعمت جدا کردیجائے پھر اللہ تعالیٰ نے اہل شرک مین سے بدتر قوم کا حال و حکم بیان فرمایا بقولہ

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۚۖ اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ

بدتر سب جانداروں مین اللہ کے یہان وہ ہین جو منکر ہوئے پھر وہ نہین مانتے جنسے تو نے اقرار لیا ہے

مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۝ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ

اون مین پھر وہ توڑتے ہین اپنا اقرار ہر بار اور ڈر نہین رکھتے سو اگر کبھی تو پاوے اُنکو

فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ

لڑائی مین تو ایسی سزا دے کہ دیکھکر بھاگین اُنکے پچھلے شاید وہ عبرت پکڑین اور اگر تجکو ڈر ہو ایک قوم کی

خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۝ ع ۱۰ ۳

دغا کا تو جواب دے اُن کو برابر کے برابر اللہ کو خوش نہین آتے دغا باز

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِينَ كَفَرُوا دواب جمع دابہ یعنی جاندار جو زمین پر چلتا ہو انسان بھی اسمین شامل ہو وکفروا بمعنی اصروا علی الکفر یعنی دواب مین سب سے بدتر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ ہین جو کفر پر اڑے ہین۔ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ پس وہ ایمان نہ لاوینگے یعنی اُن سے ایمان کی توقع نہ کیجائے۔ قال البیضاوی رح شاید یہ ایک قوم خاص کا بیان حال ہے جو کفر کی جبلت پر مخلوق ہوئے ہین پس وہ ایمان نہ لاوینگے۔ فا واسطے عطف کے ہو اور اس تنبیہ کے ہے کہ معطوف علیہ کا تحقق مستدعی تحقق معطوف ہے یعنی ایمان نہ لانے پر وہ شر الدواب ہونگے۔ وقال ابو السعود۔ یہ فا تفریع ہو یعنی کفر اُن مین راسخ اور مطبوع اسطرح ہو کہ کوئی چیز اُن کو اس سے نہین پھیر سکتی پس بطور جملہ معترضہ کے یہ حکم فرمایا کہ وہ ایمان نہ لاوینگے اور کفروا پر عطف نہین ہو کہ صلہ مین داخل ہو جاوے جسمین بالفعل کوئی حکم نہین ہو۔ ان لوگون کو شر الناس نہین بلکہ شر الدواب قرار دینے مین اشارہ ہو کہ جنس انسانیت سے نکل کر جانورون کی طبیعت مین داخل ہو کر اُن سے بھی بدتر ہوئے کیونکہ باوجود عقل کے متبع شہوات ہوئے بخلاف بے عقل جانورون کے۔ پھر الذین سابق سے جملہ بدل فرمایا بقولہ الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ یعنی یہ لوگ جن سے تو نے اے محمد صلعم عہد باندھا تھا قولہ منہم مین من صلہ ہو تو یہ کل لوگ مراد ہونگے یا تبعیضیہ کہ اُن کے سرگروہ مراد ہین۔ اور آثار مین مروی ہو کہ یہ آیت یہود قریظہ کے حق مین نازل ہوئی جنسے آنحضرت صلعم نے معاہدہ کیا تھا کہ ہمارے مقابلہ مین مشرکین کی مدد نکرین مگر اُنھون نے بدر کے روز ہتھیار سے مشرکون کی مدد کی پھر کہنے لگے کہ ہم بھول گئے تھے پھر غزوہ خندق مین دوبارہ عہد توڑا اور مشرکین کی مدد کی بلکہ کعب بن الاشرف نے مکہ جا کر قریش سے قسم کے ساتھ عہد باندھا اور اُنکی خاطر سے اُن کے بتون کو سجدہ کیا اور گواہی دی کہ مسلمانون کی نسبت تم راہ راست پر ہو بالجملہ مگر اُنھون نے عہد شکنی کی چنانچہ فرمایا۔ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ پھر وے اپنے عہد کو معاہدہ کی بارہون مین سے ہر بار توڑتے ہین۔ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ۔ اور وے کچھ بھی تقویٰ نہین رکھتے یعنی غدر کرنے مین اللہ سے نہین ڈرتے یا اُن کو یہ خوف نہین کہ اللہ تعالیٰ اُنپر مومنون کو فتح و نصرت عطا فرماویگا۔ قال الخطیب رح ان یہود کو شر الدواب اسواسطے فرمایا کہ انسان مین کافر بدتر ہین اور کافرون مین سے اصرار و ہٹ کرنیوالے بدتر ہین اور اصرار والون مین سے عہد توڑنے والے بدتر ہین پھر ان لوگون کے حق مین حکم دیا بقولہ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ اما اصل مین ان ما ہے پس ان شرطیہ کا نون ما زائدہ مین ادغام ہوا و تثقفنہم اے تجدن ہولاء یعنی تو اُن کو پا جاوے اور اُن پر مظفر و منصور ہو فی الحرب یعنی لڑائی مین تشرد بہ بمعنی تفریق باضطراب یعنی مضطرب کر کے متفرق و پارہ پارہ کرنا وقولہ من خلفہم اے المحاربین الذین یکونون خلفہم یعنی ایسے لڑنے والے جو ان لوگون کے بعد پائے جاوین۔ وقال ابن عباس رضی اللہ عنہ فشرد بہم من خلفہم اے نکل بہم من خلفہم یعنی اُن کے ساتھ تنکیل و عقوبت کر ان لوگون کو جو اُن کے بعد ہونے والے ہون اور یہی حسن بصری و سدی و ضحاک رح وغیرہم سے مروی ہے و معنی آیت یہ کہ اگر تو لڑائی مین ان لوگون پر ظفر و قابو پاوے تو ان کو قتل و عذاب کرنے مین ایسی سختی کر تا کہ ان کے سوا دیگر عرب وغیرہ کو عبرت و خوف ہو کہ پھر کوئی اللہ تعالیٰ کو درمیان دیکر اسطرح عہد شکنی و غدر نکرے اور اُن کا حال اورون کے لئے عبرت ہو جاوے۔ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ لعلہم مین ضمیر جمع راجع بجانب من بحسب المعنی ہو اے لعل الذین خلفہم یتعظون بہم۔ تاکہ انسے پیچھے والے ان کے حال سے نصیحت پکڑین۔ قال السدی رح تاکہ پچھلے لوگ ڈرین کہ اگر ہم عہد شکنی کرینگے تو ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جاویگا۔ قال ابن عطیہ رح پھر اللہ تعالیٰ نے عموماً ان لوگون کا حکم جن کی طرف سے ظہور علامات کی وجہ سے عہد مین خیانت کا خوف پایا جاوے بیان فرمایا۔ بقولہ

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً اور اگر تجکو خوف ہو کسی قوم سے جس نے تجھسے معاہدہ کیا ہو اس امر کا کہ وے عہد مین
خیانت کرنا چاہتے ہین یعنی ایسے آثار و علامات پائے جاوین جنسے اُن کی طرف سے عہد شکنی کا خوف ہو - فَانبِذْ إِلَيْهِمْ
عَلَىٰ سَوَاءٍ تو پھینک دے اُنکے عہد کو اُن کی طرف بحال سواء - نبذ پھینک دینا اور یہان مجازاً آگاہ کرنا مراد ہو کہ اب اُن کے واسطے کوئی
عہد نہین ہو پس اُن کے عہد کو ایسی چیز سے مشبہ کیا جو بے رغبتی کی وجہ سے پھینک دیجاتی ہے پھر بطریق استعارہ تخئیلیہ کے اسکے واسطے
پھینکنا لازم کیا اور اس کا مفعول محذوف ہو یعنی فانبذ عہدہم الیہم - اور قولہ علی سواء حال ہو و سواء بمعنی عدل و کبھی بمعنی وسط ہوتا ہو پس قولہ
علی سواء اے مستویا انت وہم فی العلم بنقض العہد بان تعلمہم بہ لئلا یتہموک بالغدر - حاصل آنکہ اُن کا عہد اُن کی طرف پھینک دے اس حال
سے کہ عہد ٹوٹنے مین تیرا اور اُن کا علم مساوی ہو باین طور کہ تو اُن کو عہد توڑنے سے آگاہ کر دے تاکہ تجکو غدر کے ساتھ تہمت
نہ لگاوین اور بعض نے کہا کہ علی سواء کے یہ معنی کہ ادنی و اعلی سب برابر جان جاوین تاکہ کسی کو تہمت غدر کا موقع نہ ملے - إِنَّ اللَّهَ
لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ یہ جملہ نبذ عہد علی سواء کے تعلیل ہو یعنی حکم سابق اسوجہ سے کہ اللہ تعالی خیانت کرنے والون کو مطلقاً دوست
نہین رکھتا پس عہد مین خیانت و غدر کرنیوالون کو بھی عذاب فرما دے گا - امام احمدؒ نے سلیم بن عامر سے روایت کی کہ امیر معاویہؓ
ملک روم مین جاتے اور اُن سے و رومیون سے ایک مدت کے واسطے معاہدہ تھا پھر جب مدت گزرنے کو آئی تو چاہا کہ اُن سے نزدیک
ہو رہین تاکہ مدت گزرتے ہی اُن پر حملہ آور ہون کہ ناگاہ گھوڑے پر ایک شخص سوار یون کہتا ہوا آیا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر وفا کرو غدر نہ کرو
کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس سے کسی قوم کے ساتھ معاہدہ ہو وہ نہ اُس کی گرہ کھولے نہ باندھے یہانتک کہ مدت گزر جاوے
یا علی سواء نبذ عہد کرے پس یہ خبر معاویہؓ کو پہونچی تو وہ لوٹ آئے اور دیکھا تو یہ سوار حضرت عمرو بن عبسہؓ تھے وقد رواہ ابو داود والنسائی
یکسان برابر آگاہ کر دے ۱۲
و ابن حبان والترمذی وقال حسن صحیح سلمان فارسیؓ سے روایت ہو کہ وہ لشکر اسلام کے ساتھ ایک قلعہ تک پہونچے پھر اپنے
ساتھیون سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو مین ان لوگون کو اسی طرح بلاؤن جیسے مین نے رسول اللہ صلعم کو دعوت فرماتے دیکھا ہے پھر
قلعہ کے نیچے جا کر مجوس سے فرمایا کہ مین تمھین مین کا ایک شخص ہون کہ مجھکو اللہ تعالی نے اسلام کی ہدایت دی پس اگر تم اسلام
لاؤ تو جو ہمارے واسطے ہو وہی تمھارے لئے اور جو ہم پر ہو وہی تم پر ہوگا اور اگر اس سے انکار کرتے ہو تو ذلت کے ساتھ جزیہ دو یعنی معاہدہ
کر لو اور اگر تم انکار کرو تو ہم تمھارا عہد تمھاری طرف پھینک دینگے یعنی تم کو آگاہ کر دینگے اور اچانک غدر و خیانت نہ کرین گے کیونکہ اللہ تعالی
خیانت کرنیوالون سے راضی نہین ہے - پس تین روز تک یہی کیا پھر چوتھے روز صبح کو لشکر اسلام سوار ہوا اور اللہ تعالی کی مدد سے
وہ شہر فتح کر لیا - رواہ احمد - امام رازی نے کبیر مین لکھا کہ اس آیت کریمہ کا حاصل یہ ہو کہ جو قوم عہد شکنی کرے اُس کو بُری طرح
قتل کرنے کا حکم دیا اور جس کی طرف سے عہد شکنی کا گمان ہو اُس کو اچھی طرح آگاہ کر دے کہ آج سے تمھارا کچھ عہد ہمارے پاس نہین ہے
اہل علم نے فرمایا کہ امام المسلمین نے جن مشرکون سے عہد باندھا ہے اگر کسی کی طرف سے عہد شکنی کے آثار ظاہر ہون تو دو
حال سے خالی نہین یا تو ظاہر ہونا احتمالی ہوگا یا قطعی ہوگا پس اگر احتمال ہو تو عہد توڑنے سے اُن کو آگاہ کر دینا واجب ہو چنانچہ قریظہ
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عدم اعانت مشرکین کا عہد کیا پھر مشرکون کی درخواست مدد کو منظور کیا جس سے آنحضرت صلعم کو اُن کی
طرف سے غدر کا خوف ہوا پس ایسی صورت مین نبذ علی السواء واجب ہو - اور اگر نقض عہد بطور قطعی ظاہر ہو تو نبذ عہد کی حاجت نہین
چنانچہ مشرکین مکہ نے خزاعہ کے قتل کرنے مین بنو بکر کی مدد کی حالانکہ بنو خزاعہ آنحضرت صلعم کے ذمی تھے پس آپ نے

نبذ عہد نہین کیا بلکہ لشکر لیکر مکہ پر چڑھائی کی انتہی ملخصا پھر جب اللہ تعالی نے عہد توڑنے والون کا حال وحکم اور جن کی طرف سے آثار عہد شکنی ظاہر ہون اُن کا حکم بیان فرمادیا تو اُس کے بعد روز بدر وغیرہ سے چھوٹ بھاگنے والے کافرون کا حال جو رسول اللہ صلعم کی ایذادہی مین بڑھ چلے تھے بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ۝ وَأَعِدُّوا لَهُم

اور یہ نہ سمجھین منکر لوگ کہ وہ بھاگ نکلے وہ تھکا نہ سکین گے اور سرانجام کرو اُنکی لڑائی کیلئے

مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ

جو پیدا کرسکو زور اور گھوڑے پالنے کہ اُس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنون پر اور تمھارے دشمنون پر

وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي

اور ایک اور لوگون پر سوائے اُن کے جن کو تم نہین جانتے اللہ اُن کو جانتا ہے اور جو خرچ کروگے

سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ۝

اللہ کی راہ مین پورا ملے گا تم کو اور تمھارا حق نہ رہے گا

مفسرین نے اختیار کیا کہ نزول آیت ان لوگون کے حق مین ہی جو جنگ بدر مین بھاگ بچے تھے یعنی باوجودیکہ آنحضرت صلعم کی ایذا رسانی مین رہے پھر بچ گئے تو اس آیت سے تسلی دیدی کہ بچ نہین سکتے اور ان کافرون کو بھی تنبیہ ہی۔ اور بیضاوی رح نے اس کو کلام سابق سے مرتبط تصور کیا چنانچہ کہا کہ کلام سابق مین عہد توڑنے کا اعلام کرنے و دشمن کو ہوشیار کرنے مین جو محذور رہی شاید اُس کے دفع کرنے کیلئے اسکا نزول ہوا بدین معنی کہ کافر خواہ غافل ہون یا بیدار ہوجاوین وہ ہر حال قبضۂ قدرت مین مقہور ہین مشیّت الٰہی جاری ہونے سے کچھ بھی مانع نہین ہوسکتے چنانچہ فرمایا۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا یعنی اے محمد صلعم تو مت خیال کر کافرون کو کہ سبقت کر گئے یعنی چھوٹ بچے پس اب ہم کو اُن پر قدرت نہین ہی بلکہ ہر حال مین وہ ہمارے قبضۂ قدرت مین ہین بمانند قولہ تعالی ام حسب الذین یعملون السیئات ان یسبقونا ساء ما یحکمون یعنی بدکار لوگ کیا یہ گمان باندھتے ہین کہ ہم سے سبقت لے گئے یعنی ہماری گرفت سے بچ رہے یہ ہرگز نہین ہی برے بہت برا حکم لگاتے ہین یعنی برا گمان وخیال باندھتے ہین۔ یہ تفسیر بنا بر آنکہ تحسبن بصیغۂ خطاب بتاء فوقیہ ہو جیسا کہ جمہور کی قراۃ ہی۔ اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم کامل الایمان رسولون کے سردار تمام مخلوق سے افضل اور سب سے زیادہ اللہ تعالی کی صفات کے عارف تھے پھر آپ کیونکر یہ گمان کرتے تو جواب یہ ہی کہ خطاب آنحضرت صلعم کو درحقیقت انھین کافرون کو تنبیہ ہی کہ تم یہ گمان مت کرو بلکہ ایمان لاؤ اور نیک کام کرو ورنہ قبضۂ قدرت مین جسوقت مشیّت ہوگی گرفتار ہوکر عذاب پاؤ گے چنانچہ قراۃ ابن عامر وحمزہ وحفص کی بیاء تحتیہ لے لایحسبن الذین کفروا۔ اسی پر دلالت کرتی ہے۔ اگرچہ مانند ابو حاتم لغوی وغیرہ ایک جماعت علماء نحو نے زعم کیا کہ لایحسبن بالیاء پڑھنا لحن ناجائز ہی ولیکن موافق قول شیخ نحاس رح وغیرہ کے یہ زعم باطل ہی کیونکہ الذین اس کا فاعل نہین بلکہ فاعل ضمیر ہے جو من خلفھم کی طرف بحسب اللفظ راجع ہی پس لایحسبن کے دونون مفعول موجود ہین لے لایحسبن من خلفھم الذین کفروا سبقوا۔ اگرچہ قراۃ بالتاء الفوقیہ زیادہ ظاہر ہے اور خفاجی رح نے لکھا کہ زمخشری نے قراۃ بالیاء التحتیہ کو ضعیف قرار دیا اور دو وجہ سے رد کیا گیا اول آنکہ یہ قرات سبعہ مین سے ہے اور دوم آنکہ تقدیر کلام یہ کہ لایحسبن ہو۔ یا۔ لایحسبن قبیل المومنین

له یعنی پیچھے بچکر نکلنے والے کافرون کا حال ۲

او والرسول او حاسب واحد۔ او من خلفهم۔ اور بعض نے کہا کہ فاعل اُسکا الذین کفروا ہے ۔ اور مفعول اول بقرینہ محذوف ہے یعنی لا یحسبن
الذین کفروا انفسہم سابقین مُبتَرجم کہتا ہے کہ یہ تقدیر اظہر ہے اگرچہ بعض نحوی اپنے قواعد کی لکیر پیٹنے والے اس مین تامل کرین اور
بعض نے کہا کہ ایقاع فعل جملہ قولہ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ پر ہے اور ظاہر یہ ہے کہ بنا بر قرأۃ انہم بالفتح کے بتقدیر لانہم تعلیل
ماسبق ہے یعنی اہل کفر اپنے آپ کو سبقت کرنیوالا نہ خیال کرین اسواسطے کہ وے عاجز نہین کر سکتے اُس شخص کو جو اُن سے انتقام
لینا چاہے یا وے اللہ تعالیٰ کو عاجز نہین کر سکتے اور بر تقدیر انہم بالکسر کے بھی یہی معنی ہین مگر اسمین تعلیل بطریق جملہ مستانفہ ہے قال
البیضاوی رح شاید اس آیت سے اس امر کا ازالہ کر دیا کہ مومنین وغیرہ حکم سابق مین یہ وہم کرتے کہ بدعہدی و خیانت کے آثار جن لوگون
سے ظاہر ہون اُنکو نبذ عہد سے بیدار و ہوشیار کرنے مین انکو قوی کر دینا ہوگا پس وقت لازم آوے گی۔ حاصل آنکہ تم بدعہدی
کے اتہام کو اپنے سر مت لو اور کافر خواہ بیدار ہون یا غافل ہون وہ کسی حال مین عاجز نہین کر سکتے بلکہ جو حکم تقدیر الٰہی اُنپر جاری ہوا ہے
کہ ذلیل ہو کر جزیہ دینگے یا اسلام لائینگے وہ بہرحال اُنپر تمام ہوگا اور ظاہری اُمور تو تکالیف امتحانی ہین ورنہ تمام مخلوق قبضہ قدرت مین مسخر
و مقہور ہے جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وہ برابر چار و ناچار ان پر جاری ہوتا ہے اور مفسر جلال وغیرہ نے اختیار کیا کہ یہ آیت ان لوگون
کے حق مین ہے جو واقعہ بدر مین کافرون مین سے بھاگ بچے تھے یعنی وہ لوگ اگرچہ اس واقعہ مین چھوٹ بچے لیکن تقدیر الٰہی و انتقام
سے اپنے کو رستگار نہ شمار کرین بلکہ جو مشیت الٰہی ہے اُنپر واقع ہوگی پس دنیا مین قتل یا خوار ہونگے اور عذاب آخرت مین گرفتار
ہونگے اگر کفر ہی پر مرے۔ اس آیت مین آنحضرت صلعم کو تسلی ہے کہ آپکے دشمن اور اللہ تعالیٰ سے کافر لوگ ضرور کفر کا کیفر پاوینگے
اور واقعہ بدر سے اُن کا چھٹکارا مشیت ہے اور وے عاجز کرنیوالے نہین ہین۔ پھر واضح ہو کہ نصرت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے
ہے لیکن بندہ اپنے امکان بھر کوشش کرنے مین مامور ہے تاکہ ان اعمال کا ثواب ملے ورنہ اللہ تعالیٰ چاہے تو سب کافر مومن
ہوجاوین یا سب کے سب ہلاک ہوجاوین اور یہان اسرار ہین جن کے زبان پر لانے کی علماء راسخین کو اجازت نہین پھر مترجم وغیرہ کس شمار
مین ہے بالجملہ بنظر انتظام ظاہر مومنون کو سامان حرب مہیا کرنے کا حکم دیا بقولہ وَأَعِدُّوا لَهُمْ اعداد کسی چیز کو حاجت
کے وقت کے لیے جمع کرنا اور ضمیر لہم بنظر سیاق کے عہد توڑنے والون کی طرف ہے یعنی عہد توڑنے والون کے لیے مہیا رکھو
مَا اسْتَطَعْتُمْ جس کی تم کو استطاعت حاصل ہو۔ یا ضمیر مطلقاً کافرون کے لیے ہے اور یہی ارجح ہے بحسب المعنی و کلام مابعد کے
یعنی کافرون پر جہاد کیلئے مہیا رکھو جو تمھین استطاعت ہو مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ یہ ما موصولہ کا بیان ہے یعنی قوت
اور رباط الخیل سے۔ قوت ہر وہ چیز جس سے لڑائی مین تقویت ہو آسمین جملہ ہتھیار اور اُن کے استعمال مین لانے کے طریقے بھی داخل
ہین عقبہ بن عامرؓ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے منبر پر فرمایا کہ آگاہ رہو کہ قوت تو تیراندازی ہے اسکو تین مرتبہ فرمایا۔ کما فی الصحیحین
بعض نے کہا کہ قوت قلعہ و گڑھی ہین۔ ابن عباسؓ سے ہے کہ وہ تیراندازی و تلوار و ہتھیار ہین۔ عکرمہ و مجاہد سے ہے کہ قوت نر
گھوڑے ہین جیسے رباط الخیل مادیان ہین۔ ارجح یہ ہے کہ جہاد مین جن چیزون سے تقویت حاصل ہو وہ سب اس حکم مین داخل ہین
اور آنحضرت صلعم نے جو تیراندازی سے تفسیر فرمائی تو اُس سے یہ لازم نہین آتا کہ اس کے سوائے اور چیزین نہ ہون پس مراد آنحضرت
صلعم کے کلام سے یہ ہے کہ اُسوقت کے مناسب یہ امر بہ نسبت دیگر اُمور کے افضل تھا چنانچہ باب حج مین فرمایا کہ الحج عرفۃ یعنی حج
قیام عرفات ہے بمعنی آنکہ مقصود اس رکن سے تمام ہے اور جیسے فرمایا کہ الندم توبۃ یعنی ندامت ہونا توبہ ہے حالانکہ دیگر شرائط بھی توبہ مین

ہین اگرچہ ندامت رکن اعظم ہے ایسا ہی یہان بھی محمول کیا جاویگا کہ تیراندازی اسباب حرب قوت ہین افضل ہے۔ بالجملہ آیت کریمہ سے
سامان حرب جمع کرنا اور تیراندازی و تلوار لگانا اور اس زمانہ مین بندوق لگانا اور گھوڑے کی سواری وغیرہ مسلمانون پر واجب ہو لیکن
بطریق فرض کفایہ ہو۔ وقولہ من رباط الخیل۔ واضح ہو کہ مرابطہ سرحد ممالک اسلام پر جو کافرون کے ملک سے ملی ہے وہان مسلمانون
کے قیام کو کہتے ہین اور مقام رباط ہو اور رباط الخیل پانچ سے اوپر جسقدر گھوڑے بمقابلہ دشمن کے باندھے جاتے ہین۔ ابن محیریز رح
نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کافرون کے مقابلہ مین صف بندی کے وقت نر گھوڑون کو پسند کرتے کیونکہ حملہ وغیرہ مین وہ اچھے
ہوتے ہین اور شبخون وغیرہ مین مادیان اچھی جانتے تھے کیونکہ اُن کی ہنہناہٹ سے امن و خاموشی ہوتی ہے۔ بعض نے فرمایا
کہ لفظ خیل اسم جنس ہے نر و مادہ دونون کو شامل ہے پس جہاد کی نیت سے جس کا رباط ہو یعنی گھوڑا یا گھوڑی جسکو باندھے ثواب
پاویگا۔ پھر جس نے قوت کی تفسیر مین کہا کہ ہر وہ چیز جس سے جہاد مین قوت ہو تو اُس کے نزدیک قولہ ومن رباط الخیل بطریق
عطف خاص بر عام ہے۔ وہو ظاہر۔ پھر تیراندازی و گھوڑون کو مہیا کرنے و کثرت ثواب ان افعال مین جو احادیث کثیرہ وارد ہین الگ
تصنیف مین جمع کرنے کے قابل ہین چنانچہ ایک جماعت علماء نے مستقل رسالہ لکھے ہین۔ اکثر علماء کے نزدیک تیراندازی بہ نسبت گھوڑے کی سواری
کے افضل ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین بجائے تیراندازی کے بندوق قرار دیجائے گی واللہ اعلم۔ امام مالک رح کے نزدیک گھوڑے
کی سواری سیکھنا بہ نسبت تیراندازی کے افضل ہے ولیکن قول جمہور اقوی ہے کیونکہ حدیث مین ہے کہ تیراندازی سیکھو و گھوڑے
کی سواری سیکھو اور تمہارا تیراندازی سیکھنا بہ نسبت سواری سیکھنے کے بہتر ہے۔ رواہ احمد و اہل السنن۔ اور حدیث مین ہے
کہ گھوڑا ہر فجر کو دعا کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار تو مجھے جس آدمی کے خیل مین کرے مجھے اُسکے نزدیک اُسکے اہل و
مال سے زیادہ محبوب کردے۔ رواہ النسائی واحمد وغیرہما۔ اور صحیح حدیث مین ہو کہ الخیل معقود فی نواصیہا الخیر الی یوم القیامۃ
الاجر والمغنم۔ یعنی قیامت تک گھوڑون کی پیشانی مین بھلائی اجر و غنیمت معقود ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جب غور سے دیکھو تو فرخندہ
حال قوم مین گھوڑون کی پرداخت کرتی ہے۔ پھر واضح ہو کہ بخاری وغیرہ مین آیت سے ابن عباس رض کا استنباط یا بطریق منصوص
یہ بھی مذکور ہے کہ بیت المال آراستہ بھرا ہوا رکھو۔ اور جاننا چاہیئے کہ اسلام مین خلافت کے یہ معنی ہین کہ نبوت کی اقتدا
کرے اور اللہ تعالیٰ کے ملک مین سے جو آمدنی آوے وہ اقسام اموال کی راہ سے ایک الگ خزانہ مین جمع ہو اور ہر ایک کے
مصرف کے موافق خرچ کی جاوے اور مصارف اُس کے حکم کتاب و سنت سے منصوص ہین اور فقہ کی کتاب الزکوٰۃ مین مفصل مذکور
ہین پھر پہلا فساد یہ برپا ہوا کہ مسلمانون مین جو بادشاہ ہوئے اُنھون نے تمام آمدنی اپنی ملک تصور کرکے بیجا عیش و آرام وغیرہ
مین جس طرح چاہا برباد کرنا شروع کیا اور جورون و بیبیون کی کثرت سے تمام مال اُڑا دیا پس یہ بڑا فساد پھیلا اور ہم
اللہ تعالیٰ سے اصلاح و استقامت کی دعا مانگتے ہین اللہ تعالیٰ رحم فرما کر قبول کرے۔ حاصل آنکہ آیت کریمہ سے ثابت ہوا
کہ مسلمانون پر حکم ہے کہ لشکر فنون حرب سے آلات حرب کے ساتھ آراستہ و خزانہ معمور اور گھوڑے تیار رکھین۔ تُرْهِبُوْنَ
بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ایک قراءۃ مین ترہبون بتشدید الہاء از باب تفعیل ہے اور ایک قراءۃ مین از رہب ہو اور
معنی اس کے خوف دلانا اور شاید تفعیل بقصد مبالغہ ہو۔ اور ضمیر بہ راجع بموصول ما استطعتم۔ یا بجانب اعداد بقصد مفہوم از اعدوا ہے
اور جملہ حال واقع ہے اور عدو اللہ وعدوکم سے مراد مشرکین مکہ وغیرہ ہین یعنی یہ سامان مہیا کرو درحالیکہ تم اس سے اپنے دشمنون کو

جو اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں خوف دلاؤ۔ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ عطف ہے عدو اللہ پر۔ اسے عدو اللہ و عدوکم و آخرین غیرہم یعنی اس اعداد و سامان سے خوف دلاؤ عدو اللہ و عدوکم کو اور دوسروں کو جو پہلوں کے سوائے ہیں مفسرین نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ کفار جن مراد ہیں۔ مجاہدؒ نے کہا کہ بنو قریظہ۔ سدیؒ نے کہا کہ اہل فارس۔ اور ابن زید و مقاتل نے کہا کہ منافقین اور ابن کثیرؒ نے اسی کو ارجح قرار دیا۔ اگر کہا جاوے کہ منافقین مراد ہوں تو خوف دلانا کیونکر مستقیم ہوگا کیونکہ اُن پر جہاد نہیں پس وہ نہ ڈریں گے۔ جواب دیا گیا کہ شوکت و قوت اسلام کو ظاہری آنکھ سے دیکھ کر اس امر سے مایوس ہو جاوینگے کہ پھر کفر کا غلبہ ہو پس بسا اوقات یہ امر اُن کے مذبذب ہونے کو دور کر دے گا جس سے اخلاص کے ساتھ اسلام پر قائم ہو جائیں۔ اگر کہا جاوے کہ آخرین سے منافق کیونکر مراد ہو سکتے ہیں جن کو جانتے ہو کیونکہ وہ مراد ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ یعنی تم اُن کو نہیں جانتے ہو اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے اور جواب دیا گیا کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ تشخص کر کے اُن کو تم نہیں پہچانتے ہو۔ چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا ومن حولکم من الاعراب منافقون ومن اہل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمہم نحن نعلمہم۔ الآیۃ۔ اگر کہا جاوے کہ بدین تقریر آیت میں لا تعلمونہم بمعنی لا تعرفونہم ہوگا یعنی تم اُن کو نہیں پہچانتے ہو اور اللہ تعالیٰ اُن کو پہچانتا ہے حالانکہ علماء نے اتفاق کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر عارف کا اطلاق نہیں صحیح ہے کیونکہ معرفت کے واسطے ضرور ہے کہ پہلے جہالت و انجان پن ہوا ور یہ جناب باری تعالیٰ میں محال ہے اور جواب یہ کہ آیت میں اللہ تعالیٰ پر علم کا اطلاق ہے نہ معرفت کا غایت آنکہ اول میں علم بمعنی معرفت ہے اور ثانی میں علم اپنے معنی پر ہے پس کوئی اشکال نہیں رہا اور بعض نے زعم کیا کہ اس صورت میں نظم کلام میں گونہ دقت ہوگی لہذا اولیٰ یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مبہم چھوڑا ہے انہیں خوض بیکار ہے ہاں اسقدر جان لینا چاہیئے کہ قوت و شوکت اسلام سے اُن لوگوں کو خوف و ہیبت ہوگی پس جان و مال سے اسمیں کوشش کرنا چاہیئے کہ یہ بھی جہاد کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ من شیٔ بیان ما موصولہ اور مقصود اس سے تعمیم ہے یعنی کوئی چیز ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور فی سبیل اللہ یعنی راہ جہاد میں یا مطلقاً وجہ طاعت میں اور یوف الیکم بجزم مضارع در اصل یوفی تھا اور چونکہ توفیہ عین اسی چیز کا نہو گا بلکہ اسکے ثواب کا ہوگا جو اس کا بدل ہے پس تقدیر کلام لے یوف جزاءہ الیکم۔ و معنی آنکہ جو کچھ قلیل و کثیر کوئی چیز تم اللہ تعالیٰ کی طاعت میں یا جہاد میں خرچ کرو گے تم کو اس کا ثواب پورا دیا جائے گا اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نیکی کے عوض دس بھلائیاں اور سات سو اور بے انتہا تک جسقدر اللہ تعالیٰ چاہے اور دنیا میں بھی اسکا عوض جسقدر اور جس کو اللہ تعالیٰ چاہے عطا فرماوے۔ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ اور تم کچھ ظلم نہ کئے جاؤ گے منصوص فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے مومن کا عمل ضائع نہیں فرماتا اور یہاں منصوص کیا کہ کچھ کمی بھی نہ ہوگی۔ اگر کہا جاوے کہ اعمال سے ثواب ملنا واجب نہیں بر بناء آنکہ اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہو سکتا بلکہ سب کچھ اس کا فضل و احسان ہے پھر اگر کسی عمل پر ثواب مترتب نہو تو ظلم کیونکر ہو سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ اس طرح تعبیر فرماتے ہیں کہ تم پر ظلم نہ ہوگا اس امر کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمہارا خرچ کرنا ضرور تمہارے کام آویگا اور محروم نہو گے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں کسی نقص کو گنجائش نہیں ہے پس اسکو ایسے امور کی صورت میں مصور کیا جنکا صدور جناب الٰہی میں محال ہے مانند ظلم وغیرہ کے اور ثواب دینے کو بصورت امر واجبہ بیان کیا تا کہ وصول ثواب پر وثوق اور محرومی کا گمان بھی نہو۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ۔ مومنوں کو اعداء کے قتال کی استعداد

سامان ۱۲

مطلب یعنی تمہارے گرد کے اعراب و اہل مدینہ میں بھی منافق ایسے مشاق نفاق ہیں کہ تو ان کو نہیں جانتا ہم جانتے ہیں ۱۲ م

کا حکم دیا اور سامان قتال کو قوت فرمایا اور یہ قوت الٰہیہ ہو جس کو وہی بندہ عارف پاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے روبرو خود عاجزی کیساتھ فنا رہتا ہو اور جب ایسا ہوا تو اسکو لباس عظمت و کبریا و ہیبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرحمت ہوتا ہے اور بندہ کافرون پر بددعا کرتا ہے مسترجم کہتا ہے کہ معنی یہ ہین کہ بندہ اپنے عندیہ مین محض فنا رہتا ہے اور سب عظمت و کبریا و جلال خاص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے یقین کرتا ہے لیکن اورون کی نظرون مین اس سے ہیبت و عظمت سماتی ہے چنانچہ حدیث مین آنحضرت صلعم کے شمائل مین ہے کہ جو کوئی آپ کو دیکھتا وہ ہیبت ناک ہو جاتا تھا پس خود اسکی خاطر مین عظمت و کبریا ر کا اپنے واسطے وہم بھی نہین ہوتا بلکہ وہ خشوع و خضوع پر بحالہ مستقیم رہتا ہے اور یہ ہیبت اُسپر از جانب حق تعالیٰ چھا جاتی ہے پھر جب وہ بحظوظ خطرات الٰہیہ کافرون پر بددعا کرتا ہے تو وے اسی دم خوار ہو جاتے ہین اور یہی تیر ہدف ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے بدر و حنین مین شاہت الوجوہ کہکر ایک مشت خاک سے ایک لشکر بھگایا لیکن یہ پھینکنا بقوت الٰہیہ تھا اسی واسطے فرمایا۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی اور یہ مقام مفصل گزر چکا۔ مین نے سنا کہ ذوالنون مصری رح ایک جہاد مین شریک تھے کہ ناگاہ کفار غالب آئے اور مومنون پر سختی و تکلیف آئی جس سے صبر و استقلال جاتا رہا تو لوگون نے اُن سے کہا کہ آپ کچھ دعا کیجیے پس اپنے گھوڑے سے اُتر کر زمین پر سر ٹیک دیا اور اللہ تعالیٰ کی جناب مین سجدہ کیا اُسی وقت کافرون نے ہیبت ناک ہو کر شکست کھائی اور بہت سے قتل و گرفتار ہوئے۔ آیت کریمہ مین اشارت ہے کہ قوت اُن کو صفات کمالیہ حق سبحانہ سے بحسب استعداد حاصل ہوتی ہو کہ نفس کیساتھ محاربہ و مقابلہ پر قادر ہوتے ہین۔ ابو علی رودباری رح نے کہا کہ قوت وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہے۔ بعض نے کہا کہ ظاہر آیت یہ ہو کہ کمان کے تیر سے پھینکنا پایا جاوے۔ اور حقیقت مین یہ ہو کہ رات کی اوقات مین خشوع و خضوع کے تیرون کو میدان غیب مین پھینکے اور اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کر کے اسی کی طرف رجوع ہو اور کسی آلہ و ہتھیار پر نہین بلکہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کی فتح و نصرت پر بھروسا کرے

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

اور اگر وہ جھکین صلح کو تو تو بھی جھک اسی طرف اور بھروسا کر اللہ پر بیشک وہی ہے سنتا جانتا

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ۔ جنوح میل کرنا۔ سلم بالفتح بمعنی صلح و قال ابن عباس رض سلم بمعنی طاعت۔ اور استعمال اسکا مذکر و مونث دونون طرح ہوتا ہے جیسے لفظ حرب کا حال ہے اور ابوبکر رحمہ اللہ کی قراءة مین بالکسر ہے اور فاعل جنحوا یا تو عموماً اہل کفر ہین خواہ بت پرست وغیرہ ہون یا اہل کتاب ہون یعنی اور اگر میل کرین اہل کفر خواہ بت پرست ہون یا اہل کتاب مانند یہود و نصاریٰ کے طرف صلح کے یا طرف سلم بالکسر یعنی اطاعت و فرمانبرداری کے۔ فَاجْنَحْ لَهَا تو میل کر اس کی طرف یعنی اُن کی طرف سے درخواست صلح کو منظور کرے۔ اگر کہا جاوے کہ آیۃ السیف سورہ براءة مین عموماً اہل کفر کے قتل کا حکم ہے اور معاہدہ سے بیزاری کی گئی ہے پھر صلح کیونکر ہو سکتی ہے تو جواب یہ ہو کہ ابن عباس و عطاء خراسانی و زید بن اسلم و عکرمہ و حسن و قتادہ نے کہا کہ آیۃ السیف سے یہ آیت منسوخ ہے۔ اور مجاہد رح سے ایک روایت اسکے مانند ہو اور دوسری روایت مین کہا کہ یہ آیت بنو قریظہ یہود کے حق مین ہو یعنی بنو قریظہ اگر صلح کی طرف مائل ہون تو تو صلح قبول کرے۔ شیخ ابن کثیر رح نے ان دونون قول کو منظور فیہ قرار دیا اور کہا کہ یہ سیاق تو سب قصہ بدر مین ہے اور آیۃ السیف مین جو کفار سے قتال کا حکم ہے تو معنی اُسکے یہ ہین کہ جب قتال ممکن ہو تو اُن سے قتال کرو اور اگر دشمن بہت ہون تو ان سے صلح کر لینا روا ہے جیسے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہو اور جیسے آنحضرت صلعم نے حدیبیہ کے روز مشرکین سے صلح کر لی

پس آیۃ السیف وا سمین کچھ منافات نہین اور یہ یہان تخصیص ہے اور نہ نسخ ہے واللہ اعلم ولیکن مترجم کہتا ہے کہ حدیبیہ کے واقعہ سے استدلال نہین ہوسکتا کیونکہ آیۃ البرأۃ بعد صلح حدیبیہ کے نازل ہوئی ہے۔ وقال بعض المفسرین۔ یہ سب اسوقت ہے کہ عقد صلح سے مراد عقد جزیہ ہو اور اگر ایسا عقد مراد ہو جو مفید امن ہے تو بالکل نسخ نہین اسلیئے کہ ایسا عقد تو ہر کافر سے جائز ہے۔ **قال المترجم** کلام اسمین طویل ہے اور اپنے موقع پر بسط سے بیان ہے۔ اہل اسلام اپنے سردار سے مخالفت وبغاوت کرین اور باغی اگر اطاعت کی طرف موافق حکم الٰہی کے رجوع کرے تو اسکی توبہ بالاتفاق قبول ہے۔ اور حدیث مین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ مجھ سے فرمایا کہ عنقریب اختلاف باہمی ہوگا تو تجھ سے اگر سلامت ہوسکے تو ایسا کیجیو۔ رواہ ابن احمد رحمہ اللہ۔ بالجملہ حکم دیا کہ صلح قبول کرلے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کر کیونکہ وہی تجھے کافی ہے۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ وہی پاک پروردگار دعا مانگنے والون کی بات سننے والا اور اُن کے افعال کا جاننے والا ہے۔

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور اگر وہ چاہین کہ تجکو دغا دین تو تجکو بس ہے اللہ اُسی نے تجکو زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانون کا

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ

اور اُن کے دل مین اُلفت ڈالی اگر تو خرچ کرتا جو سارے ملک مین ہے تمام نہ اُلفت دے سکتا اُن کے دل مین

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

لیکن اللہ نے اُلفت ڈالی ان مین وہ زور آور ہے حکمت والا

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ۔ یعنی اور اگر ان لوگون نے یہ ارادہ کیا کہ تجھکو فریب دین یعنی اس غرض سے صلح کی کہ تجھے فریب مین ڈالین اور دل مین غدر چھپائے رہے اور چاہا کہ اس بہانے سامان وقوت جمع کرلین اور یہ جزاء شرط محذوف ہے جسکی تعلیل کلام سابق ہے یعنی تو خوف مت کر اور اُنسے صلح کرے۔ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ کیونکہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک تجھے کافی ہے ان کے غدر وخیانت وغیرہ کی ہر بدی وبرائی کو تجھسے دور رکھے گا اور مکر بد کی بدی اُنھین کو گھیرے گی هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ یہ جملہ تعلیلیہ ہے یعنی تو اس امر کا خوف مت کر کہ بدعہدی کرنیوالے تجھ سے فریب کرنے کو صلح کرین کیونکہ اللہ تعالیٰ تجھے کافی ہے اسی نے تجکو بدر وغیرہ مین تائید دی بنصرت وبمومنین پس وہی تیرا مؤید ومعین آئندہ کیواسطے کافی ہے مؤمنین سے مہاجرین وانصار مراد ہین۔ اگر کہا جاوے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت سے تائید فرمائی تو وہی کافی ہے پھر بالمومنین کی کیا حاجت تھی۔ جواب یہ کہ نصرت فقط اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور درحقیقت اسمین اسباب کی ضرورت نہین مگر بمقتضائے حکمت کبھی اسباب خفیہ سے ہوتی ہے اور کبھی اسباب ظاہرہ سے پس قولہ ہو الذی ایدک بنصرہ سے یہی نصرت مراد ہے جو بدون ظہور اسباب کے ہو اور درمیان مین کوئی واسطہ نہو قولہ وبالمومنین سے وہ نصرت مراد ہے جو بسبب ظاہری ہو پس حاصل یہ ہوا کہ اسی نے تجکو نصرت دی نصرت باطنی وظاہری۔ پس مومنون کا تائید پر ایک دل ہونا اسی مسبب الاسباب کی طرف سے ہے خصوصًا ایسی قوم سے جو صدہا برس سے کبھی متفق ومؤتلف نہین ہوئی تھی لہذا زیادت تنبیہ کیلیئے فرمایا۔ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ اور ان مومنون کے دلون مین باہم اُلفت پیدا کردی۔ ظاہرًا عموم صحابہ مومنین مراد ہین اور جمہور مفسرین نے کہا کہ انصار یعنی اوس وخزرج مراد ہین کہ جنکے درمیان ہمیشہ خانہ جنگی رہی خصوصًا ایکسو بیس برس سے سخت معرکہ قتال رہے۔

جن سے کبھی اُمید نہ ہوتی تھی کہ اُن مین سے دو دل بھی متفق و مولف ہونگے لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم پر ایمان دیکر انکو للہ
فی اللہ محبت مین مستحکم کر دیا اور ایک دل ہو کر آنحضرت صلعم کے انصار مددگار ایسے متفق ہوگئے کہ سوائے حق تعالیٰ کے اسپر کوئی قادر
نہ تھا پس یہ امر آنحضرت صلعم کی صدق رسالت کا عجیب معجزہ تا قیامت باقی ہے اور غنائم حنین کی بابت جب بعضے نوجوان انصار
نے کچھ کلام کیا کہ مکہ والون کو غنیمت سے حصے ملتے ہین حالانکہ ہماری تلوارون سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہین تو آنحضرت صلعم نے انکو
جمع کر کے خطبہ پڑھا اور اس خطبہ مین ہو کہ اے گروہ انصار بھلا مین نے تمکو گمراہ نہین پایا پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے سبب سے ہدایت
دی اور محتاج نہین پایا پھر اللہ تعالیٰ نے میرے سبب تم کو تونگر کیا اور تم آپس مین پھوٹے ہوئے دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے
سبب سے باہم اُلفت مین کر دیا۔ جب آنحضرت صلعم کوئی بات فرماتے تو انصار سر جھکائے کہتے جاتے کہ اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول
کا احسان بہت بڑا ہے۔ اسی قصہ مین ہے کہ بزرگان انصار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہم سے نوجوان لونڈون نے یہ
زعم کیا اور ہم کو تو فقط یہ علم تھا کہ آپ کو اپنے وطن سے احسان کرنے مین شاید ان کی طرف میلان ہو کہ ہم چھوڑے جاوینگے پس
آنحضرت صلعم نے لطیف خطبہ سے ان کی تسکین فرمائی جس سے انصار باغ باغ ہوگئے چنانچہ یہ کلمات لطف بھی ہین کہ اے انصار تم
یہ نہین پسند کرتے کہ لوگ دنیا کے مالون کو لیکر اپنے گھر لوٹین اور تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو اپنے گھر واپس لیجاؤ۔ اے پروردگار
بیٹے کے تو انصار کو غنی کر دے اور فرمایا کہ اگر لوگ ایک راہ جاوین اور انصار دوسری گھاٹی جاوین تو مین انصار کی گھاٹی چلونگا
و تمام الحدیث فی صحیح مسلم وغیرہ۔ بعض مفسرین نے کہا کہ مہاجرین و انصار کی تالیف مراد ہے اور بعض نے کہا کہ آیت عموم پر اولیٰ ہے۔
کیونکہ آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے عرب آپس مین عجیب وحشی قوم تھے کہ ایک دوسرے کو کھائے جاتے اور کسی کی جان و مال کی
حرمت نہ تھی یہانتک کہ اسلام سے یہ سب رفع ہوا اور جان واحد ہوگئے اور یہ امر سوائے معجزہ و شان نبوت کے کہین نشان
نہین دیا جا سکتا ہے بلکہ ناممکن ہو چنانچہ فرمایا۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ۔ یہ جملہ
مضمون سابق کی تقریر ہے یعنی اُن مین ایسی عداوت و تعصب تھا کہ کسی حال سے اسکا دور ہونا اسباب بشری سے ممکن نہ تھا حتیٰ کہ اگر اس
تالیف کیواسطے تو تمام اس چیز کو جو زمین مین سونے و چاندی و جواہرات وغیرہ سے ہو خرچ کرتا تو کبھی یہ اُلفت تمام نہ ہوتی۔ وَلٰكِنَّ
اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ۔ ولیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کے درمیان تالیف کر دی اپنی عظیم قدرت و بدیع صنعت سے۔ اسمین دلیل
ہے کہ قلوب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت مین ہین جدھر چاہتا ہو اُنکو پھیرتا ہے۔ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔ او تعالیٰ عزیز ہے ایسا غالب
کہ کسی کا سر اُس کی تسخیر قدرت سے باہر نہین ہو سکتا اور وہ حکیم ہے کہ جو فعل و امر و نہی اس کے جاری ہوتے ہین سب عین حکمت ہین
عن ابن عباس رض ناتے کی قرابت کٹ جاتی ہے اور نعمت کی اُلفت دور ہو جاوے اسطرح آدمی اپنے محسن کے احسان فراموشی
نمکحرامی کر جاتے ہے مگر دلون کی الفت جیسی دیکھی نہین گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم الآیۃ
رواہ الحاکم وغیرہ۔ ابن مسعود رض نے کہا کہ یہ آیت ان لوگون کے حق مین ہے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے آپس مین محبت رکھتے ہین۔
اور ایک روایت مین کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت رکھنے والون کے حق مین نازل ہوئی۔ رواہ النسائی والحاکم عبدۃ بن ابی لبابہ
نے کہا کہ مجاہد رح نے ملاقات کے وقت مجھ سے مصافحہ کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت رکھنے والے جب ملتے ہین اور ایک
دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ایک دوسرے کی طرف مسکراتے ہین تو اُن کے گناہ ایسے جھڑتے ہین جیسے پت جھاڑ مین درختون کے پتے

جھگڑتے ہین۔ تب مین نے کہا کہ یہ تو بہت خفیف کام ہے۔ فرمایا کہ خفیف مت کہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لو انفقت ما فی الارض جمیعا الآیۃ۔ عبدہ رح کہتے ہین کہ مین پہچان گیا کہ یہ مجھ سے زیادہ فقیہ ہین۔ ایسا ہی ولید بن ابی مغیث و طلحہ بن مصرف نے بھی مجاہد رح سے اسکے مانند روایت کیا۔ طبرانی رح نے سلمان فارسی سے یہی مضمون کلام حضرت صلعم سے روایت کیا ہے۔ ابن عون نے عمیر بن اسحاق سے روایت کی کہ ہم لوگ حدیث فقہی سنائے جاتے تھے کہ لوگون سے جو بات سب سے پہلے اٹھالی جائیگی وہ الفت ہوگی۔ واضح ہو کہ حدیث و آثار سے یہ بات قطعاً ثابت ہوئی کہ آیت کریمہ اپنے معنی عموم پر ان مومنون کے حق مین ہی جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید فرمائی۔ اسمین فرقۂ رافضیہ کے اعتقاد کا صریح رد ہی کیونکہ خلاف آیت کریمہ کے وہ لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین بد اعتقاد رکھکر گمراہ ہوئے ہین۔ جیسے خارجی گمراہ ہین۔ آیت کریمہ مین تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیرات قدرت مخلوقات مین برخلاف ظاہری اسباب کے جاری ہوتے ہین جن پر نظر ظاہری و عقل جزوی سے اطلاع نہین ہوسکتی اور موثر فقط اللہ تعالیٰ ہے اور محبت الٰہی عین ایمان ہے و محبت دنیا گمراہی اور مومنین کا نشان یہ ہر کہ ان مین باہم الفت مستحکم ہو جو کسی دنیاوی خرخشہ سے زائل نہین ہوتی ہے پس اس سے فرقۂ نیچر و فلاسفہ وغیرہ کا رد ہوگیا جو یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ چیزون مین خود تاثیر ہی اور خلاف اس تاثیر کے نہین ہوسکتا۔ یہ اعتقاد کفر ہی نعوذ باللہ منہ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ہو الذی ایدک بنصرہ و بالمومنین اسمین بیان ہی کہ بندہ کو اعتقاد فقط اللہ تعالیٰ کی نصرت پر ہے نہ اسباب و سامان و ہتھیار وغیرہ پر معنی یہ کہ تجکو نصرت و قوت ازلیہ سے قوی کیا اور جھگڑالو دشمن قوم کو ایمان کی توفیق دیکر تیری اعانت پر مستحکم کر دیا۔ واسطی رح نے کہا کہ تجکو اپنی نصرت خاصہ سے قوی کیا اور مومنین کو تجھ سے قوی کیا۔ پھر بیان فرمایا کہ نصرت بمومنین اسی طور سے فرمائی کہ ان کو اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کی محبت پر مستحکم کرکے باہم للہ فی اللہ محبت مین ان کے دل مجتمع کر دیئے بقولہ تعالیٰ والف بین قلوبہم۔ برخلاف کافرون کے کہ بحکم قولہ وقلوبہم شتی الآیۃ۔ کے ان کے دل اپنی اپنی تاریکی مین متفرق ہین اور مترجم کہتا ہے کہ ازلی حال کا بیان حدیث مین آیا ہے کہ ارواح جنود مجندہ تھین جنمین وہان اتفاق ہوا وہ باہم الفت مین ہین اور جنمین وہان اختلاف ہوا وہ یہان نکرت مین ہین لہذا شیخ نے لکھا کہ ابتدا امر مین ان ارواح کو مشاہدہ و حقیقت کے گھاٹ پر شربت وصال سے سیراب کیا پس مشاہدۂ جلیل کے وقت درگاہ قدیم مین ان سے انجان پن دور ہوکر باہم الفت و محبت صادقہ مستحکم ہو چکی تھی جو کارگاہ امتحان مین بسبب نفس و شیطانی وسوسہ کے چندے بصورت عداوت رہی پھر نظر نور ایمانی سے اصلی حالت نے عود کیا پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اس تالیف مین ہرگز کسی مخلوق کے فعل کو یا اپنے کرتب کو دخل نہین ہوسکتا اور نہوا بلکہ یہ محض لطف و رحمت الٰہی تھی کہ اپنے رسول پاک کی متابعت پر ان کو متفق کرکے نور اسلام سے ان مین یہ خاصیت پیدا کر دی بقولہ لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت الخ۔ شکلون و صورتون مین الفت بطریق تجانس و استیناس ہے کیونکہ وہ اصلی خلقت مین ایک ہی صفت الٰہی سے مخلوق و ظاہر ہوئے ہین بقولہ تعالیٰ خلقت بیدی اور ارواح مین تجانس و استیناس سے جو الفت ہوئی وہ ازراہ فطرت خاصہ ہی جو قولہ ونفخت فیہ من روحی سے مفہوم ہے اور قلوب مین الفت بمعائنہ صفت خاصہ ہے جو مفہوم از قولہ علیہ السلام القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمن الحدیث ہے اور عقول مین باہمی الفت باصل فطرت ہی چنانچہ کہا گیا کہ عقل ہی سب سے اول جناب باری تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے بدلیل قولہ علیہ السلام اول ما خلق اللہ العقل مترجم کہتا ہے کہ ثبوت حدیث مین کلام ہے اور بعض محققین علماء رح

نے اوّل مخلوق مین تحقیق لبسیط لکھی جسکا حاصل یہ ہی کہ اول سب سے اللہ تعالی نے نور حضرت محمد رسول اللہ صلعم پیدا کیا اور وہ علی الاطلاق جملہ مخلوق سے اوّل ہی پھر اسی نور پاک کے طفیل مین مجردات و مادیات وغیرہ تمام مخلوقات پیدا کی پس مجردات مین سب سے اوّل عقل کو پیدا کیا اور مادیات مین سب سے اول قلم کو پیدا کیا پھر انھین کے انواع و اجناس کو علی الترتیب پیدا کیا فتدبر۔ شیخ نے لکھا کہ اسرار باطنہ مین جو باہم اُلفت دی وہ بمطالعہ انوار قدس ہی بقولہ الذین یومنون بالغیب چنانچہ کہا گیا کہ اسکی حقیقت یہ ہی کہ انوار غیب کو مشاہدہ کرتے ہین مترجم کہتا ہی کہ حدیث مالک بن حارثہ جو سابق بعض آیات کی تفسیر مین اسی سورہ مین گذر چکی ہی اسپر دلالت کرتی ہی فتذکر۔ پس صورتون و اشباح کا تجانس تو براہ مقامات ہی کہ طاعات و آیات و حصول کرامات مین متوافق ہوتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اسی واسطے باہم کثرت عبادت والے و تہجد گزار آپس مین زیادہ مانوس ہوتے ہین اور ارواح کی موافقت اپنے مقامات مشاہدہ و مراقبات مین تجانس کی وجہ سے ہے اور قلوب کی موافقت اس راہ سے کہ صفات کی سیر و مشاہدۂ قدرت مین تجانس ہے پس جسنے قدرت کو مشاہدہ کیا وہ اُس شخص سے مالوف ہوگا جو قدرت مین باقی ہے اور ایسے ہی دیدار جملہ صفات کے مقام کا حال ہے کیونکہ یہ سیر انوار صفات مین ہی اور عقول کی موافقت از راہ ادراک انوار افعال ہے کہ آیات مین فکر و غور کرکے انوار ہدایات و حکمتین حاصل کرتے ہین اور اسرار کی موافقت اس راہ سے کہ مشاہدہ قدم و مطالعہ ابد ہی پس جو سر باطن کسی مشرب معرفت پر وارد ہو خواہ مقام معرفت پر یا محبت یا شوق یا توحید یا فنا ریا بقار یا سکر یا صحو وغیرہ مین تو وہ ان اسرار سے جو انھین مشارب مین سے کسی مشرب پر اسکے ساتھ متوافق ہوئے ہین مالوف ہوتا ہے پس کیا پاک پروردگار تعالی شانہ کی صنعت ہی کہ اپنی رحمت سے ہر جنس کو اسکی جنس سے مالوف کر دیا ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ شرح اشارات حکمت ربانیہ نہایت لطیف و دقیق ہے اور شاید فہم نورانی کو اسمین پیچ و تاب ہو کہ جملہ مقامات داخل ایمان ہین حالانکہ اُلفت مختلف اجناس کی ثابت ہوئی تو یون سمجھنا چاہیے کہ شیخ نے ایتلاف بحسب تجانس بیان کیا اور ایتلاف مطلق مین کلام یہ ہی کہ اللہ تعالی کی راہ مین ادنی کو اعلی سے اللہ تعالی کے واسطے اُلفت ہی اگرچہ ان مین تجانس نہو گا اسی واسطے کہا گیا ہے کہ فرق مراتب شرع مین اصل عظیم ہی جو فرق مراتب نکرے وہ زندیق ہے اسی واسطے فقیہ کو اپنے سے اوپر مرتبہ والے افقہ سے بسبب رابطہ فقہ کے محبت و موانست ہی اور عامی کو فقیہ سے اس راہ سے کہ مرتبہ مافوق ہی الفت ہے اور نفس ایمان کے نور مین تجانس منقطع نہین ہی۔ فافہم۔ شیخ نے لکھا کہ مریدون مین باہم الفت از راہ ارادت ہے اور محبین مین براہ محبّت اور مشتاقین مین بشوق و عاشقین مین بعشق اور مستانسین مین بہ اُنس اور عارفین مین بمعرفت اور موحدین مین بتوحید اور مکاشفین مین بکشف اور مشاہدین مین بمشاہدہ اور مخاطبین مین بسماع خطاب خاص اور اہل وجد مین بوجد اور اہل فراست مین بفراست اور اہل عبادت مین بعبادت اور اولیار مین بولایت اور انبیار مین بہ نبوت اور رسولون مین برسالت متحقق ہی پس ہر جنس کو اپنی جنس سے اُلفت ہی اور اپنے متصل مقام والے سے ارتباط اُلفت اصلی مستحکم اگرچہ متجانس نہین ہی بعض نے کہا کہ مرسلین کے دلون مین رسالت سے ایتلاف کیا اور انبیا کے دلون مین نبوت سے اور صدیقین کے دلون مین صدق سے اور شہدار مین مشاہدت سے اور صالحین مین خدمت سے اور عامہ مومنین کے دلون مین ہدایت سے اُلفت دیدی پس مرسلین کو انبیار پر رحمت قرار دیا اور انبیار کو صدیقین پر اسی ترتیب سے صالحین کو عامہ مومنین پر رحمت کیا حتی کہ عامہ مومنین کو کافرون کے حق مین رحمت قرار دیا۔ ابوسعید خرازرح نے کہا کہ اشکال مین اُلفت دی اور اسرار مین دوسرے مقام سے اُلفت

رکھی پس ہر ایک کو اپنے اہل محبت سے ربط و الفت ہے اور آنحضرت صلعم نے حدیث الارواح جنود مجندة الی آخرہ سے اسی طرف اشارہ
فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اپنے رسول پاک صلعم پر احسان رکھا کہ جو اُس کی مراد ہے اللہ تعالیٰ اُس کے واسطے کافی ہے اور
مومنین کیلئے بھی ہر مراد کو کافی ہے اور بیان کیا کہ آنحضرت صلعم و مومنین اپنے حول و قوت سے بیزار ہو کر اللہ تعالیٰ کے حول و قوت
ہی پر اعتماد کئے ہیں چنانچہ اپنی نصرت و دشمنوں پر فتح و غلبہ کی کفالت کو بیان فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ

ع ۶ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ
اے نبی کفایت ہے تجکو اللہ اور جتنے تیرے ساتھ ہوئے ہیں مسلمان اے نبی شوق دلا
الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ
مسلمانوں کو لڑائی کا اگر ہوں تم میں بیس شخص ثابت غالب ہوں دوسو پر اور اگر
يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝ الْآنَ
ہوں تم میں سو شخص غالب ہوں ہزار کافروں پر اس واسطے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے اب بوجھ
خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا
ہلکا کیا اللہ نے تم پر اور جانا کہ تم میں سستی ہے سو اگر ہوں تم میں سو شخص ثابت غالب ہوں
مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝
دو سو پر اور اگر ہوں تم میں ہزار شخص غالب ہوں دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور اللہ ساتھ ہے ثابت رہنے والوں کے

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ۔ اے نبی محمد صلعم کافی ہے تجکو اللہ تعالیٰ۔ اگر پوچھا جاوے کہ اوپر بھی کفایت
بیان فرمائی ہے تو جواب یہ ہے کہ اول ہیں ارادہ مکر کی صورت میں کفایت کا وعدہ فرمایا یعنی وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ۔
پس یہ کفایت بطور خاص ہے اور یہاں عموماً کفایت کی بشارت ہے یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ تیرے ہر کام کے سرانجام کیلئے کافی ہے پس کافروں
پر جہاد کے امور میں تجکو کچھ اندیشہ نہ کرنا چاہیئے۔ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ واو محتمل ہے کہ نام جلیل پر عطف ہو پس من محل
رفع میں ہے اور شیخ جلال رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور معنی یہ ہیں کہ کافی ہے تجکو اللہ تعالیٰ اور کافی ہیں تجکو مومنین۔ شیخ مہائمی رح
نے اپنی تفسیر تبصیر الرحمن میں لکھا کہ معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ تجکو کافی ہے اگرچہ تیرے ساتھ کوئی اور نہ ہو اور اگر تو ظاہری اسباب پر نظر کرے
تو تیری پیروی کرنیوالے مومنین تجھے کافی ہیں۔ ہدی النبوی من اسم اللہ تعالیٰ پر عطف ہونے کو ضعیف قرار دیا اور موضع
کاف ہی پر عطف مقصور کیا کہ معنی اسی وجہ پر مستقیم ہیں۔ و خفاجی رح نے اسمیں مناقشہ کیا اور کہا کہ اسکی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ فراء و کسائی
نے اسی کو ترجیح دی اور کلام ماقبل و مابعد اسی کا مؤید ہے۔ پوشیدہ نہیں کہ مومنین کا کافی ہونا اس تاویل پر جو شیخ مہائمی نے
ذکر فرمائی ہے کہ نظر باسباب ظاہری تجکو وہ کافی ہیں تو آنحضرت صلعم کی شان نبوت کیساتھ نظر مذکور مستبعد ہے پس ایسی تاویل کا بعید
ہونا ظاہر ہے۔ شیخ ابن تیمیہ رح نے کہا کہ جس نے یہ معنی بیان کئے کہ اللہ تعالیٰ و مومنین تجکو کافی ہیں تو اُس نے گمراہی کی بات کہی بلکہ اُسکا یہ
قول از جنس کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فقط بذات وحدہ لاشریک ہر بندہ کیواسطے کافی ہے اور یہ کفایت مخصوص باو تعالیٰ شانہ ہے
و قد قال تعالیٰ الیس اللہ بکافٍ عبدہ اور فرمایا۔ و قالوا حسبنا اللہ و نعم الوکیل مترجم کہتا ہے کہ ومن کا عطف اسم

اللہ تعالیٰ پر قرار دینے کا حال ظاہر ہو چکا۔ معالم مین فرمایا کہ مفسرین نے محل مَن مین اختلاف کیا پس اکثر مفسرین نے کہا کہ وہ حسبک
کے کاف پر عطف ہونے کی وجہ سے محل جر مین ہے اور معنی یہ کہ حسبک اللہ وحسب من اتبعک الخ یعنی کافی ہر اللہ تعالیٰ تجکو اور
ان مومنون کو جنھون نے تیری اتباع کی ہے۔ ابن ابی حاتم نے شعبی سے روایت کی کہ معنی یہ ہین کہ حسبک وحسب من شہد معک شاید
ساتھ موجود ہونے والون سے اہل بدر مراد ہون جیسا کہ مقام نزول مین بیان ہوا کہ بدر مین قتال واقع ہونے سے پہلے مقام بیدار
مین اُس کا نزول ہوا بعض نے کہا کہ اسمین مناقشہ ہر اسواسطے کہ بصریون کے نزدیک اسم ظاہر کا ضمیر پر عطف ایسی صورت مین ممتنع ہر
کیونکہ وہ بمنزلہ جزو کلمہ کے ہر پس معطوف علیہ نہین ہو سکتی اور کوفیون نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ فراء رح نے کہا کہ عرب کے کلام
مین بہت نہین کہ حسبک و احبک۔ کوئی بولے بلکہ حسبک وحسب احبک۔ باعادہ حرف جار مستعمل ہر پس اگر ومن مجرور ہوتا۔
تو حسب من اتبعک آتا۔ شیخ ابو السعود و قاضی بیضاوی رح نے کہا کہ قولہ ومن اتبعک۔ جایہ محل نصب مین بنا برین کہ وہ مفعول معہ ہر لیے کفاک
وکفی اتباعک ناصراً۔ جیسے عربی شاعر کا قول ہر کہ سہ اذا کانت الہیجاء وانشقت العصا پنحسبک والضحاک عضب مہند پ ضحاک بنصب پڑھا
گیا اور اسی کو نحاس رح نے اختیار کیا اور فراء رح نے کہا کہ موضع کاف پر اس کے نصب کی تقدیر کی جاسکے اور اسی کو ابن عطیہ نے اختیار
کیا۔ اور احسن وجوہ مین سے تفسیر مروی از شعبی رح یا قول بیضاوی رح ہے کہ از راہ درستی لفظ و استقامت معنی کے بہتر ہے
واللہ اعلم۔ پھر واضح ہو کہ زہری رح نے کہا کہ یہ آیت انصار کے حق مین نازل ہوئی اور بعض نے کہا کہ مہاجرین و
انصار دونون کے حق مین اُتری اور سعید بن جبیر نے کہا کہ جب آنحضرت صلعم پر تینتیس ۳۳ مرد اور چھ عورتین ایمان لانے کے
بعد عمر بن الخطاب کے ایمان سے چالیس کی تعداد پوری ہوئی تب یہ آیت نازل ہوئی۔ قال ابن کثیر رح اس روایت مین نظر
ہے اسلئے کہ یہ آیت مدنیہ ہر اور اسلام لانا عمر رض کا ملک حبش کو ہجرت کرنے کے بعد مدینہ کی ہجرت سے پہلے واقع ہوا واللہ اعلم۔
اور اسی کے مانند جامع البیان مین اعتراض کیا گیا ہے اور خازن وجمل نے لکھا کہ یہ آیت مکیہ سورہ مدنیہ مین بحکم آنحضرت صلعم لکھی گئی
ہے واللہ اعلم۔ حاصل معنی آیت کے یہ ہوئے کہ اے محمد صلعم تیرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور جنھون نے تیری پیروی کی
اُن کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وے مہاجرین و انصار سب سے پہلے ہین اور اُمید ہے کہ قیامت تک کے مومنین بدرجہ ثانی اس
فضیلت مین شامل ہین پھر اللہ تعالیٰ نے انھین مومنون کو جہاد پر آمادگی کا حکم کیا بقولہ۔ یَآ اَیُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ
عَلَى الْقِتَالِ۔ تحریض کسی کو کسی چیز پر اچھی شوق انگیز باتون وغیرہ سے آمادگی دلانے مین مبالغہ کرنا ماخوذ از حرض ہے جس کے
معنی یہ ہین کہ مرض نے اسکو سکھا کے کانٹا کر دیا اور موت کے کنارے لگا دیا ہو۔ اور یہان گویا اشارہ ہر کہ جس امر کا حکم دیا
جاتا اگر نہ ہوا تو گویا ہلاکت ہر۔ قتال سے جہاد مراد ہے یعنی جہاد پر ان کو تحریض کرے پھر بشارت فرمائی بقولہ۔ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ
عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ صابرین ہونا یہ کہ اُن مین قوت و شجاعت ہو پس مقاومت کا مدار عدد پر مع رعایت
معنی ہر اور صرف عدد پر بدون رعایت معنی نہ ہو۔ کما تقرر فی موضعہ۔ اور پہلا خطاب آنحضرت صلعم کو تھا اور مومنون کو آپ کی طرف سے
تحریض تھی پس تحریض مین ان کو خطاب کر دیا یعنی اگر اے مومنو تم مین سے دس صابر ہون گے تو دو سو پر غالب آوینگے۔ وَاِنْ يَّكُنْ
مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اور اگر تم مین سے سو ہون گے تو غالب ہون گے ایک ہزار پر ان لوگون
مین سے جنھون نے کفر اختیار کیا ہر۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہر کہ یہ آیت ہمین لوگون اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین

نازل ہوئی ہے۔ رواہ ابن مردویہ۔ ان یکن بیا تحتیہ اکثر قرار کی قرأت ہے اور تکن بتا فوقیہ ابن کثیر و نافع و ابن عامر کی قرأت ہے۔
یہاں سوال ہوا کہ آیت مین بشارت ہی کہ مومنون کی کوئی جماعت ہو خواہ تھوڑی ہو یا بہت ہو وہ اپنے سے دس گونہ کافرون پر
ہر حال مین غالب ہوگی حالانکہ جو حالات نظر آتے ہین وہ اُس کے برخلاف ہین کیونکہ کبھی جماعت نصف و ثلث وغیرہ بھی مغلوب ہو جاتی
ہے۔ جواب کئی طرح دیا گیا ایک یہ کہ ظاہر ہی جہان خلاف واقع ہوتا ہے وہان کسی شرط مین موافقت نہین ہوتی مثلاً گروہ مومنین جو مغلوب
ہوا ایسا نہ ہوگا کہ ہر کچے وقت صابر ہون اور بعض نے لکھا ہی کہ یہ حکم ابتدا اسلام مین تھا پھر منسوخ ہوا اور بشارت باقی رہ گئی۔ وقال
المترجم جواب جید لولا المناقشة فیما النسخ به فافہم۔ دوم یہ کہ جملہ شرطیہ بمعنی خبر نہین ہی تاکہ سوال مذکور وارد ہو بلکہ شرطیہ سے مراد معنی امر ہین یعنی
تم مین سے بیس ہون تو دو سو کا مقابلہ کرین اور سو ہون تو ایک ہزار سے مقابلہ کرین اور صابر و ثابت قدم رہین لیغلبوا سے اشارہ ہے
کہ ثابت قدمی کی صورت مین غلبہ انھین کے لئے ہوگا یعنی وہی غالب ہونگے اور کفار مغلوب ہون گے۔ **بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ**
لَّا يَفْقَهُوْنَ اس سبب سے کہ کفار ایسی قوم ہین جن کو نفقہ یعنی دین کی سمجھ نہین ہے۔ **قال الخطیب رح** دس گونہ سے قتال کرنے
کا حکم مقید بصبر ہونے مین دلیل ہے کہ واجب کرنا اس حکم کا اسی شرط سے ہے کہ بندہ صابر و قادر ہوا اور یہ شرط جبھی حاصل ہوتی ہے کہ جب
چند باتین حاصل ہون۔ از انجملہ یہ کہ اُس کے اعضا مین قوت و شدت و چالاکی ہو۔ از انجملہ یہ کہ دل کا قوی دلیر اور جنگجو مرد شجاع ہو
بزدل نہ ہو از انجملہ یہ کہ متحرف القتال یا متحیز الی الفئة نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اگلی آیات مین ان دونون حالتون کو مستثنیٰ کر دیا ہے
پھر جب یہ شرطین پائی جاوین تب ہر ایک پر جماعت مین سے واجب ہی کہ ثابت قدم رہے اور ایک ہو تو اسپر واجب ہی کہ دس مقابل
سے نہ بھاگے اور دس ہون تو دو سو سے اور سو ہون تو ہزار سے نہ بھاگین اور غالب آوین اگر پوچھا جاوے کہ حاصل یہ کہ دس
گونہ سے ثابت قدمی اختیار کرین پھر طول عبارت مین کیا حکمت ہی تو جواب یہ ہی کہ طول عبارت موافق واقع کے نازل ہوئی کیونکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹے چھوٹے سرایا کو بھیجتے تھے۔ اور غالباً اُن کی تعداد دس سے کم نہین اور دو سو سے زائد نہین ہوتی تھی لہذا
اللہ تعالیٰ نے انھین دونون تعداد کو ذکر فرمایا۔ اور نیز جواب دیا گیا کہ ایک مقابلہ دس کے اگرچہ مفید مقصود ہی لیکن صورت واقعہ سے مناسب نہین
کیونکہ کمتر اکیلا مقابل جماعت کفار واقع ہو لیس ایسی امداد سے ذکر فرمانے مین جنھین باہم مناسبت ہے ایک تو جلد طمانینت ہے اور
دوم دلالت ہے کہ مومنون کی جماعت خواہ چھوٹی ہو خواہ بڑی ہو سب کا ایک ہی حکم ہے کہ ثابت قدم رہین اور مومنون کو فتح و غلبہ ملیگا
انشاء اللہ تعالیٰ کیونکہ کفار ناسمجھ قوم ہے۔ یعنی کافرون و مشرکون کا لڑنا کسی مرتبہ الیقین اور طلب ثواب کیلئے نہین لہذا جب تم سچی نیت
سے قتال کرو تو وہ لوگ بخوف جان و مال کے تمہارے مقابلہ مین ثابت قدم نہ رہین گے کہ مار نہ ڈالے جاوین۔ واضح ہو کہ بحر وغیرہ مین
فصاحت کلام کے بارہ مین لکھا کہ ذرا غور سے نظر کر کے دیکھو کہ اس کلام مین کیا خوب فصاحت ہی چنانچہ اول جملہ شرطیہ مین قید صبر کی بڑھائی
اور دوم جملہ شرطیہ نظیر مین یہ قید حذف کر دی اور دوسرے جملہ مین من الذین کفروا سے بیان زیادہ فرمایا اور اول مین سے حذف کیا
کہ دس پر دو سو قدم غالب ہونا و قتال صرف کفار کے ساتھ ہے اور یہ غایة الفصاحت ہی۔ خفاجی رح نے کہا کہ صبر چونکہ شدید المطلوبیت ہی
تو ہر دو جملہ تخفیف[1] مین اثبات رکھا گیا لیکن دوم سے بسبب دلالت سابقہ کے حذف ہوا پھر آخر مین واللہ مع الصابرین کے خاتمہ سے صبر
کی مطلوبیت پر تاکید فرمائی۔ اور ہر دو جملہ تخفیف مین قید کا فر ہونے کی اسواسطے نہین فرمائی کہ ماقبل اسپر دلیل موجود ہی اور یہ صنعت
احتباک ہی اور جملہ تخفیف مین باذن اللہ بڑھایا حالانکہ وہ ہر دو کی قید ہی اور قولہ واللہ مع الصابرین سے اُنکے واسطے تائید کا اشارہ ہے

[1] جملہ تخفیف سے یہ مراد ہے کہ ... الآن خفف اللہ عنکم ... ۱۲

اور یہ لوگ خواہ مخواہ فتحمند ہونگے کیونکہ اللہ تعالیٰ جسکی معیت مین ہو وہ مغلوب نہین ہو سکتا اور جملہ اسمیہ دلیل دوام ہے اور دیگر لطائف ابھی باقی ہین جنکے بیان مین وقت و تطویل ہو وسبحان اللہ رب العرش عما یصفون اسکے کلام کی بلاغت و فصاحت معجزہ ہے جسقدر غور کرنے سے ہدایت ہو عجیب عجیب بلاغات لفظی و معنوی ظاہر ہوتے ہین۔ پھر واضح ہو کہ ابتدا مین بیس صابرین کو بمقابلہ دو سو کے ثبات کا حکم تھا جو آئندہ منسوخ ہوا اور بشارت باقی رہی بعض نے کہا کہ ضعف اسلام کے وقت کثرت صبر و بشارت غلبہ کثرت ثواب بہت کچھ تھا پھر بوجہ اسکے کہ اہل اسلام کی کثرت ہوگئی تو منسوخ ہوگیا مترجم کہتا ہے کہ سبب تخفیف کا کثرت مذکورہ کیساتھ وہ بھی ہو سکتا ہے جو بطریق عکرمہ از ابن عباسؓ روایت ہے کہ جب قولہ ان یکن منکم عشرون صابرون الآخر نازل ہوا تو مسلمانون پر بہت شاق گزرا جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ فرض کیا کہ دس کے مقابلہ سے ایک آدمی نہ بھاگے پھر تخفیف نازل ہوئی یعنی قولہ الآن خفف اللہ عنکم الآخر۔ ابن عباس نے کہا کہ تعداد کی راہ سے ان کیلئے تخفیف کردی اور جسقدر تخفیف کی اسی قدر صبر مین سے بھی گھٹا دیا رواہ البخاری بنحوہ۔ محمد بن اسحاق نے بطریق عطاءؒ از ابن عباسؓ روایت کی کہ جب یہ آیت اتری تو مسلمانون پر گران گزری اور انھون نے یہ بات بھاری سمجھی کہ بیس آدمی دو سو سے مقابلہ مین نہ بھاگین اور سو بمقابلہ ہزار کے نہ بھاگین پھر اللہ تعالیٰ نے تخفیف کردی کہ جب دشمن سے دو چند (دونے) تک ہون (نصف ہوتے ہون) تو اپنے دشمن کے مقابلہ سے بھاگنا روا نہین ہے اور جب اُس سے کم ہون تو ثبات واجب نہین بلکہ ہٹ جانا روا ہے۔ وقد رواہ علی بن ابی طلحہ والعوفی عنہ بنحو ذلک۔ اور ایسا ہی مجاہد و حسن و عکرمہ و عطا خراسانی و ابن ابی رباح و ضحاک وغیرہ سے مروی ہے اور کلام ابن عباس مین دلالت ہے کہ عرف مین جسقدر کو آدھا کہتے ہین اسقدر ہونے سے فرار نہین روا ہے اگرچہ ٹھیک نصف نہ ہون مثلاً دو سو سے ایک سو نصف ہے اور نناونوے اٹھانونے بھی نصف کے لگ بھگ ہونے سے نصف ہی کے حکم مین ہین بالجملہ دس گونہ کے مقابلہ کا حکم منسوخ کردیا بقولہ۔ الْآنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ۔ اب اللہ تعالیٰ نے تمپر سے تخفیف کردی یعنی ظاہر فرمادیا کہ اگلا حکم صرف اسوقت تک کیلئے تھا اب آئندہ نہین ہے۔ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا اکثرون کی قرأۃ بضم ضاد معجمہ ہے اور حفص و حمزہ وغیرہ کی قرأت بالفتح ہے اور یہ دونون لغت ہین۔ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ منہم یعنی کافرون کے دو سو پر۔ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ لے بارادہ اللہ تعالیٰ۔ اُسی کی ارادت سے پس دس گونہ سے تخفیف کرکے دو گونہ تک گھٹا گیا۔ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ ساتھ ہے صبر کرنیوالون کے یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت صابرون کے ساتھ ہے پھر بھلا کیونکر غالب نہ ہونگے۔ واضح ہو کہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ یہ لوگ کبھی سو بمقابلہ ہزار کے حتیٰ کہ کبھی دس بمقابلہ ہزار کے بھڑ جاتے تھے اور کبھی تنہا ایک آدمی لشکر پر حملہ کرتا اور اُس کو اپنی جان ہلاکت مین ڈالنا نہین خیال کیا جاتا تھا پس آیت کریمہ کے معنی یہ ہین کہ دس آدمی کامل الایمان اگر بمقابلہ دس ہزار کے صبر و ثبات اختیار کرین تو روا ہے اور بھاگ جاوین تو بھی روا ہے لیکن اگر اپنے سے دو چند یعنی بیس آدمیون کے مقابلہ سے بھاگین تو اس عذاب کے مستوجب ہون گے جو جہاد سے بھاگنے والے کے حق مین بیان ہے اور طبقہ صحابہ رضی اللہ عنہم اہل قوت کا زمانہ تھا ان کے بعد تابعین و اتباع سے ضعف ہی ہوتا گیا پس قولہ تعالیٰ۔ ان فیکم ضعفا۔ مین قیامت تک کے ایمان والے داخل ہین اور امید ہے کہ جبتک دو چند کفار کے مقابلہ سے نہ بھاگین مستوجب عذاب نہ ہون گے فافہم ف۔ فی العرائس قولہ یا ایہا النبی حسبک اللہ یعنی مومنون کو ایک دل والفت الا کرکے جو مین نے تجھسے احسان کیا اور تیری مدد مین ان کو توفیق دی تو مقام توحید مین تجکو اُن کی طرف التفات نہ کرنا چاہیئے کیونکہ مخلوق کے حق مین تیری معاونت کی توفیق دینا انھین کے حق مین احسان و سعادت ہے اور یقین کرنا چاہیئے کہ فقط تنہا مین بدون کسی مخلوق کے تیری مراد کیلئے کافی ہون تجھے چاہیئے

کہ میری طرف سیر کرنے میں قدیم کو حدوث سے مفرد رکھو اور کچھ بھی شرک کا لگاؤ مت رکھو۔ یہ حقیقت میں مومنوں کو تعلیم ہے لہذا فرمایا ومن اتبعک من المومنین۔ یعنی میرے سوائے جو کچھ ہے سب میں مومنوں کیلئے کافی ہوں کوئی اُن کے اوپر کچھ موثر نہیں ہو سکتا اگرچہ فرشتہ مقرب یا نبی مرسل کیوں نہ ہو اور توحید حقیقیہ میں روا نہیں ہے کہ میرے سوائے کسی غیر کی طرف نظر ہو اگرچہ وہ غیر میری ہی جہت سے کیوں نہ ہو چنانچہ قولہ تعالیٰ ما علیک من حسابھم من شیٔ۔ میں یہ اشارہ صریح مبین ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ قولہ حسبک اللہ الخ یعنی حسبک باللہ ولیا ناصراً و حافظاً و من اتبعک من المومنین فاللہ حسبھم۔ یعنی تجکو اللہ تعالیٰ حفظ و نصرت وغیرہ میں کافی ہے اور جو تیرے متبع مومن ہیں اُنکو بھی اللہ تعالیٰ کافی ہے مترجم کہتا ہے کہ واسطی رح نے اشارہ کیا کہ قولہ و من اتبعک۔ اسم اللہ تعالیٰ پر معطوف نہیں بلکہ مبتدا ہے جسکی خبر بقرینۂ اول کے محذوف ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کافی ہے اور مومنین کی کفایت آنحضرت صلعم کے حق میں کیونکر ہو سکتی ہے بلکہ مومنوں کے واسطے بھی اللہ تعالیٰ کافی ہے و قد مر مفصلاً پھر اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمائی بقولہ الآن خفف اللہ عنکم۔ جو بندہ کہ مجاہدہ و ریاضت سے جناب باری تعالیٰ کی طرف سے انوار کشف سے سرفراز ہوا وہ خفیف القلب و خفیف البدن و خفیف الحال ہوتا ہے وہ انوار مشاہدہ کے ساتھ عبودیت کے بہت بوجھ نہیں اُٹھا سکتا پس اللہ تعالیٰ رحمت کیساتھ اپنے اولیا پر تخفیف فرماتا ہے تاکہ مراقبہ و حضوری سے ان کے دل کی روح بڑھکر ترقی پاوے چنانچہ جب کثرت عبادت سے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک ورم کر گئے تو رفع مشقت کے واسطے نازل فرمایا قولہ طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی۔ حالانکہ ابتدا میں بقولہ یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا الآیہ حکم دیا تھا کہ دل شب میں جب لوگ غفلت کی نیند پڑے سوتے ہیں تو عبادت و حضوری میں قیام کرے حتی کہ رات میں سے کچھ ہی حصہ کم کیا پھر جب آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس مرتبہ کو پہنچ گئے تو ان پر کرم فرما کر حکم دیا کہ الآن خفف اللہ عنکم یعنی جس قوت تکلیف و امتحان سے تم جہاد و عبادات میں قیام کرتے تھے اس قوت تکلیفیہ پر مدار رکھنے سے تخفیف کر دی اور اپنی قوت بے کلفت سے معاونت دیدی کہ کشف مشاہدہ کے بعد قوت مجاہدہ بہت ہی آسان ہے۔ ابن عطا رح نے کہا جو آسمان میں ہے نہیں ملتا مگر اسی طور سے کہ فقر و محتاجی و عاجزی کے ساتھ جستجو ہو اور جو زمین میں ہے نہیں ملتا مگر اسی طرح کہ اس کی طرف اضطرار ہو۔ نصر آبادی رح نے کہا کہ یہ تخفیف فقط اُمت کے واسطے تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہ تھی کیونکہ جو بندہ نبوت کا بوجھ اُٹھانے کو بھاری نہیں سمجھتا تھا وہ اس تخفیف کیواسطے کیونکر مخاطب ہوگا اور رسول صلعم جب یہ فرماتے کہ بک اصول و بک احول میرا کام سب تیرے حول و قوت سے ہے یعنی وہ از خود فانی اور بقا حق سے باقی تھے تو اُن پر گرانی متصور نہیں جس میں تخفیف ہو سکے۔ قال المترجم یہ افادہ لطیفہ ہے پھر جب بدر کی لڑائی میں کفار قید ہو کر آئے اور مشورت کے بعد اُنسے فدیہ لیا گیا تو نازل ہوا۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ

نبی کو لائق نہیں کہ اس کے ہاں قیدی آویں جب تک نہ خون کرے ملک میں تم چاہتے ہو جنس دنیا کی اور اللہ

يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

چاہتا ہے آخرت اور اللہ زور آور ہے حکمت والا اگر نہ ہوتی ایک بات کہ لکھ چکا اللہ آگے سے تو تم کو آ پڑتا اس لینے میں بڑا عذاب۔

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

سو کھاؤ جو غنیمت لاؤ حلال ستھری اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ ہے بخشنے والا مہربان

مَا كَانَ لے اصح وا استقام لِنَبِيٍّ نہیں ٹھیک ہے کسی نبی کیلئے۔ أَنْ يَكُونَ بیاء تحتیہ اکثر کی قراۃ اور بتاء فوقیہ ابو عمرو کی قراۃ ہے۔ لَهُ أَسْرَىٰ جمع اسیر یعنی گرفتار و قیدی۔ یہ اسم تکون بالتاء الفوقیہ ہے اور بیاء تحتیہ کا بھی اسم بوجہ اُس کے کہ تانیث حقیقی نہیں اور خبر

درمیان مین فاصل بھی ہی اور شاید قراۃ مین للنبی ہی یعنی محمد صلعم یعنی نبی کو ٹھیک نہین کہ اس کے پاس قیدی کفار ہون۔ **حَتّٰى يُثْخِنَ**
فِي الْاَرْضِ یہان تک کہ زمین مین اثخان کرے یعنی کثرت سے قتل کرے اور اسمین مبالغہ کرے تاکہ کفر ذلیل و اسکے لوگ کم ہون اور اسلام
قوی و اسکے لوگ غالب ہو جاوین۔ ثخانہ بمعنی غلظت و کثافت ہی اور اثخنہ المرض۔ فلان کو مرض نے اثخان کیا یعنی بہت ہی گرا دیا۔ و اثخن فلان فی الام
یعنی اُسنے اس کام مین مبالغہ کیا۔ پھر اثخان گہرے گھاؤ سے قتل مین اور بمبالغہ قتل کرنے مین مستعمل ہوا۔ حاصل اس حکم کا یہ ہی کہ جہادین کافرون
کو قتل کر ڈالنا ثواب ہی نہ فدیہ لینے کی نیت سے قید کرنا اور مجاہد رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین آگاہ فرمایا کہ بدر کے روز مشرکون
کو قتل کر ڈالنا بہ نسبت اُنکے قید کر کے فدیہ لیکر چھوڑنے کے اولیٰ تھا پھر جب مسلمانون کا غلبہ کثرت ہوئی تو قولہ فاما منا بعد و اما فداءً سے رخصت
ویدی کہ چاہین یون ہی بطریق احسان کے یا فدیہ لیکر چھوڑ دین جیسا کہ سورۂ قتال مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ **قال الجلال رح** یہان کی آیت منسوخ
ہے بقولہ فاما منا بعد و اما فداء الآیۃ سے یہی امام شافعی و احمد رح نے اختیار کیا ہی کہ جب کوئی حربی کافر قید ہو تو امام المسلمین کو اختیار ہی چاہی اسکو قتل
کرے اور چاہے احسان کر کے چھوڑے اور چاہے فدیہ لیوے اور چاہے رقیق بنائے اور یہی ابن عمر رض سے مروی ہی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا
کہ امام المسلمین پر متعین ہی کہ اسکو یا قتل کرے یا رقیق بنائے اور آیۃ سورۃ القتال یعنی فاما منا بعد الخ خود منسوخ ہی بقولہ فاقتلوا المشرکین حیث
وجدتموہم۔ کیونکہ سورۂ براۃ سب سے آخر نازل ہوئی جیسا کہ ابتداء سورہ براۃ مین صحیحین کی حدیث عثمان رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہی اور یہی ابن عباس رض
کا قول ہی امام رازی نے کہا کہ جس آیت کی تفسیر بیان ہوئی ہی یہ قول فاما منا بعد الآیۃ سے منسوخ نہین ہی بلکہ مفہوم ان دونون آیات کا
متوافق ہی اسلئے کہ دونون اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ پہلے اثخان ہو جانا ضروری ہی پھر اسکے بعد احسان یا فدیہ کا اختیار ہی اسکی توضیح
مین بعض علماء نے کہا کہ یہان جو احسان و فدیہ سے ممانعت ہی اسکی انتہا اثخان تک ہی کما قال حتی یثخن فی الارض۔ اور مقصود اثخان سے اسکا لازم
یعنی ظہور قوت و شوکت اسلام ہی پس حاصل حکم اس آیت کا یہ ہوا کہ کسی نبی کو روا نہین ہی کہ قوت و شوکت اسلام ظاہر ہونے سے پہلے فدیہ لیکر چھوڑے
پھر رہا یہ بیان کہ بعد ظہور قوت و شوکت اسلام کے کیا کرے تو اسکو آیۂ سورۂ قتال مین بیان فرمایا بقولہ فاما منا بعد و اما فداءً۔ یعنی بعد اثخان کے جبکہ کفر
و فساد ذلیل ہو جاوے تو کافر قیدی کو چاہے احسان کر کے چھوڑ و چاہے فدیہ لیکر رہا کر و مترجم کہتا ہے کہ یہ قول جید ہی واللہ اعلم۔ واقعہ سبب نزول
آیت حضرت عبد اللہ بن مسعود رض و ایک جماعت سلف سے مختصر و مطول یون مذکور ہی کہ بدر کی لڑائی ختم ہونے پر آنحضرت صلعم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے
مشورہ لیا کہ قیدیون کے بارے مین کیا کہتے ہو تو ابو بکر رض نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی قوم کے لوگ ہین ان کو باقی رکھئے اور
توبہ کرائیے شاید اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرماوے اور عمر رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ انھون نے آپ کو جھٹلایا اور مکہ سے نکالا آپ اجازت
دین کہ مین انکی گردنین ماردون۔ عبد اللہ بن رواحہ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ لوگ اس لائق ہین کہ جنگل مین بہت لکڑیان جمع کر کے اس مین ان کو
جلا دیا جاوے پس آنحضرت صلعم خاموش رہے اور اندر چلے گئے اور لوگون نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ ہم ابو بکر کا قول لین گے اور بعض نے عمر رض کا اور بعض
نے عبد اللہ بن رواحہ کا قول پسند کیا پھر آنحضرت صلعم باہر آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ بعضے دلون کو نرم کرتا ہی یہانتک کہ دودھ سے زیادہ نرم ہوتے
ہین اور بعض دلون کو سخت کرتا ہی کہ پتھر سے زیادہ کرخت ہوتے ہین اے ابو بکر تیرے مثل مانند ابراہیم علیہ السلام کے ہی کہ کہا فمن تبعنی فانہ منی و من
عصانی فانک غفور رحیم۔ اے ابو بکر رض تیری مثال مانند عیسیٰ کے ہی کہ کہا ان تعذبہم فانہم عبادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ تیری مثال
اے عمر رض مانند موسیٰ کے ہی کہ کہا ربنا اطمس علی اموالہم واشدد علی قلوبہم فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم۔ اے عمر رض تیری مثل مانند نوح کے ہی کہ کہا رب
لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ تم لوگ اسوقت مین مفلس ہو پس ان قیدیون مین سے کوئی رہا نہ ہوگا یہان تک کہ اپنا فدیہ دیوے یا اس کی گردن

آدمی جالیے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے زبان لڑا کر کہا کہ یا رسول اللہ سوائے سہیل بن بیضاء کے کہ وہ اسلام کا ذکر کرتا تھا۔ آنحضرت صلعم خاموش ہو گئے
اور مجھے اس روز ایسا خوف ہوا کہ کہیں مجھ پر آسمان سے پتھر نہ برسیں ایسی خوف میں تھا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سوائے سہیل بن بیضاء کے۔ بالجملہ ان قیدیوں
سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا کہ آیندہ اہل اسلام سے نہ لڑیں۔ اور ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب کفار بدر کے قیدیوں میں عباس بن عبدالمطلب قید ہو کر آئے تو
انصار نے عباس کو وعید کی کہ تجھکو قتل کرینگے اور یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی تو آپنے فرمایا کہ میں اس رات کو بسبب اپنے چچا عباس کے نہیں سویا اور انصار کا
قصد ہے کہ عباس کو قتل کر ڈالیں تو عمرؓ نے کہا کہ میں عباس کو لے آؤں آپنے فرمایا کہ اچھا پس عمرؓ روانہ ہو کر انصار پاس آئے اور کہا کہ عباس کو
چھوڑ دو انھوں نے کہا کہ ہرگز نہیں کیوں چھوڑیں عمرؓ نے کہا کہ اگر اسمیں آنحضرت صلعم کی خوشی ہو تو انصار نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو لیجاؤ پس عمرؓ نے عباس کو
لیکر کہا کہ اے عباس تم مسلمان ہو جاؤ قسم ہے ذات پاک وحدہ لاشریک کی کہ تمھارا اسلام لانا مجھے اپنے باپ خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ میں نے
دیکھا کہ آنحضرت صلعم کو تمھارا مسلمان ہونا بھلا معلوم ہوتا ہے الی آخر ما قال۔ اور علیؓ سے روایت ہے کہ بدر کے روز حضرت جبرئیل اترے اور کہا کہ
یا رسول اللہ قیدیوں کے بارہ میں اپنے اصحاب سے مشورہ لیجئے وہ چاہیں تو قتل کریں اور چاہیں فدیہ لیں اس شرط پر کہ سال آیندہ میں ان میں سے اسی قدر شہید
ہونگے۔ صحابہ راضی ہوئے کہ فدیہ لیویں اور سال آئندہ میں شہید ہوں۔ رواہ الترمذی والنسائی وابن حبانؓ ہے وحدیث غریب جداً۔ اور قوی ثابت یہ ہے
کہ آنحضرت صلعم نے بطریق اجتہاد کے مشورہ لیکر بعد استقرار رائے کے فدیہ لیکر چھوڑ دیا پس ابن مسعودؓ وغیرہ کی روایت میں ہے کہ جب یہ کام ہو چکا
ہوا تو اللہ تعالی نے نازل فرمایا۔ ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض الی آخر الآیہ۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ پھر دوسرے روز عمر رضی اللہ
عنہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ آپ اور ابوبکرؓ روتے ہیں عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اور یہ کیوں روتے ہیں مجھے بھی آگاہ فرمایئے تو
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں تیرے ساتھیوں کے لئے روتا ہوں کہ انھوں نے فدیہ لینا اختیار کر لیا اور اب مجھ پر اُن کے حق میں مواخذہ اس
درخت سے بھی زیادہ نزدیک پیش کیا گیا ہے یعنی سال آیندہ میں اس فدیہ کے عوض مبتلا ہو کر شہید ہوں گے اور عذاب پیش کئے جانے سے آپکی مراد
نزول اس آیت کریمہ کا ہے اور یہ مراد نہیں کہ عذاب نازل ہو گا بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایسا فعل واقع ہوا جس سے عذاب بہت قریب ہے اگرچہ
اللہ تعالی کی مغفرت و رحمت سے بسبب تقدیر سابق کے عذاب نازل نہ ہو گا۔ فافہم پس آیت میں آنحضرت صلعم کو تو لطیف عتاب آمیز یہ خطاب
فرمایا کہ کسی نبی کو ٹھیک نہیں کہ قبل اثخان کے یعنی کفر و اہل کفر کے ذلیل و مغلوب ہو جانے اور اہل اسلام کے غالب و قوی ہو جانے کے
فدیہ لیکر کافر قیدیوں کو رہا کرے پھر مومنوں کو عتاب فرمایا۔ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا۔ اے مومنو تم اسباب دنیا کو یعنی اسکی حقیر
متاع کو چاہتے ہو چنانچہ تم نے کافروں کا فدیہ لیلیا۔ وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْاٰخِرَةَ۔ اور اللہ تعالی آخرت کو چاہتا ہے یعنی تمھارے
لئے ثواب آخرت کو پسندیدہ فرماتا ہے پس تم کو چاہیئے تھا کہ فدیہ لینے سے باز رہتے اور اُن کو قتل کرکے ثواب آخرت لینے پر اکتفا کرتے۔
وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ اور اللہ تعالی عزیز غالب ہے وہ جو چاہے سو کرے حکمت والا ہے۔ واضح ہو کہ آیت میں یہ
مطلب نہیں کہ اللہ تعالی نے تمھارے لئے آخرت کو چاہا تھا مگر وہ نہ ہوا کیونکہ جو اللہ تعالی چاہے وہی ہوتا ہے بلکہ معنی اس کے
فقط یہ ہیں کہ اللہ تعالی نے مومنوں کے لئے آخرت کو پسند کر دیا ہے اور چونکہ یہاں مومنوں نے ثواب آخرت لینے میں چوک
اٹھائی اور چاہا کہ فدیہ لیویں اور سال آیندہ میں شہادت پاویں تو گونہ عتاب فرمایا۔ اور یہ خطا اجتہادی تھی کیونکہ پہلے ان پر
یہ حکم نہیں آیا تھا کہ قتل ہی کرو فدیہ مت لو۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ انبیاء بھی اجتہاد کرتے ہیں اور
کبھی اجتہاد میں چوک جاتے ہیں لیکن ان کو وحی سے مطلع کر دیا جاتا ہے اور واضح رہے کہ اجتہاد کرنا انبیاء کا مختلف فیہ ہے

اوراس آیت سے اسپر دلیل تمام نہین ہے۔ اس آیت سے استنباط ہوسکتا ہے کہ امتحان مین پڑنے کے واسطے دلیری کرنا نہین چاہیے جیسے بعض صحابہؓ نے آینده سال مین شہادت قبول کرکے فدیہ لیلیا۔ اور حدیث لاتتمنوا لقاء العدو واسئلوا اللہ العافیۃ الخ سے یہ امر مستنبط ہے۔ بالجملہ اللہ تعالے نے عتاب کیا کہ تمھارے واسطے آخرت کا ثواب پسندیدہ ہے تم نے دنیا کیون اختیار کی۔ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ۔ اگر اللہ تعالی کی طرف سے پہلے لکھنا نہ ہوچکا ہوتا تو۔ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ البتہ تم پر نازل ہوتا بسبب اس چیز کے جو تم نے لیا ہے عذاب عظیم۔ یعنی اللہ تعالی نے پہلے لکھ دیا تھا کہ مواخذہ نہ ہوگا ورنہ تم نے جو کافرون سے قبل اثخان کے فدیہ لیکر ان کو چھوڑا اسمین تم پر عذاب عظیم نازل ہوتا۔ آیت مین یہ بیان نہین کہ پہلے اللہ تعالی نے کیا لکھ دیا اور مفسرین کے یہان چند اقوال ہین۔ اول آنکہ لوح محفوظ مین یہ سابق ہوچکا کہ جو بندہ مومن اجتہاد مین خطا کرے اسپر عقاب نہ ہوگا۔ دوم یہ کہ جس قوم پر صریح ممانعت سے آگاہی نہوئی ہو اسپر عذاب نہ ہوگا۔ سوم یہ کہ اہل بدر جو فعل کرین بخشے جاوینگے اُن پر عذاب نہ ہوگا۔ چہارم یہ کہ اس اُمت پر مال فدیہ حلال ہوگا۔ واضح ہے کہ آیت مین وعید عذاب نہین بلکہ فقط تنبیہ ہے اور اظہار اس امر کا کہ تم نے دنیا کی طرف کچھ میل کیا اور اس سے بہتر ثواب آخرت تھا اور اعلام کیا کہ اللہ تعالی نے کمال رحمت سے لکھ دیا ہے کہ ایسی صورت مین عقاب نہ ہوگا۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو سوائے عمرؓ اور سعد بن معاذ کے کوئی اس سے نجات نہ پاتا۔ روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اموال غنیمت و فدیہ سے ہاتھ کھینچا اور اسکو لینے سے احتراز کیا پس نازل ہوا۔ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا۔ اے ابحت لکم فکلوا۔ مین نے تم کو حلال کردیا پس کھاؤ جو تم نے غنیمت مین حاصل کیا ہے اکل حلال طیب۔ یا درحالیکہ وہ تمھارے واسطے حلال کیا ہوا طیب ہے پس اول مین تو حلالاً صفت مفعول مطلق ہے اے اکلاً حلالاً۔ اور دوم مین حال از مال غنیمت ہے اور طیبًا سے تاکید ہے جسکا فائدہ یہ ہے کہ معاتبت کیوجہ سے انکے دلون مین اس مال کی طرف سے وسواس آگیا تھا اسکو دور کردیا۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تقوی رکھو اللہ تعالی سے کہ اُسکی مخالفت نکرو اور دنیا کی طرف میل نکرو۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اللہ تعالی غفور ہے چنانچہ جو گناہ تم سے ہوا اسکو معاف کیا اگرچہ صغیرہ تھا اور اسپر یہ رحمت زیادہ ہے کہ غنائم تم کو حلال کردین اگرچہ اگلی اُمتون مین سے کسی کے لئے حلال نتھین اور یہ امر اس اُمت کی خصوصیات سے ہے چنانچہ سابق مین اس کا بیان گزر چکا ہے ف۔ فی العرائس قولہ تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ۔ اللہ تعالی نے اسمین نفس امارہ کی فطرت سے ہوشیار فرمایا کہ اسکی حیلہ گری سے یہ بھی ہے کہ کبھی آدمی کو طاعات کے بہانہ سے دنیا کی طرف جو اس کی عین خواہش ہے مائل کرتی ہے اور یہ نفس کا میلان ہے نہ قالب کا اور آیت کریمہ مین خطرات کا بیان ہے اور تریدون سے جبلت اور جمی ہوئی بات کا بیان نہین ہے کیونکہ قطعًا اللہ تعالی کے فضل وکرم سے صحابہ رضی اللہ عنہم مین یہ بات نہ تھی کہ دنیا کی خواہش اُن مین ہو اور لقاء آخرت نہ چاہتے ہون بلکہ مراد یہ ہے کہ تمھارے نفس نے تم کو یہ خطرہ دلادیا کہ تم سال آینده مین شہادت لینا اور اب یہ مال فدیہ لے لو حالانکہ تم اس سے متنبہ نہوئے اور امتحان مین گھس پڑے اور دنیا کی طرف رغبت ہوگئی جو نفس کی عین خوشی ہے پس اللہ تعالی نے اس کلام پاک سے انکے خطرات ونیات کو پاک کیا کہ نفس امارہ کے فریب سے بچے رہین چنانچہ واتقوا اللہ۔ سے صریح تنبیہ کردی کیونکہ صریح حکم سے یہان کوئی مخالفت نہین پائی گئی اور نہ کوئی فعل حرام تھا بلکہ خلاف اولی اور صغیرہ گناہ کہنا چاہیئے ہے پس مقصود یہ کہ خدمت وطاعت مین خطرات نفس سے تقوی رکھین تو یہ نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلعم کو باوجود جلالت قدر کے دنیا کی طرف نظر ڈالنے سے تحذیر فرمائی بقولہ ولا تعد عیناک عنہم

لہ اطلاع کی کتاب کے دلدادہ عاطفت اگر ۱۲

تریدون عرض الدنیا۔ اور بقولہ لاتمدن عینیک الیٰ ما متعنا بہ الآیۃ۔ وحاصل یہ کہ تم لوگ مجاہدہ میں نفس کے خاطر سے رفاہیت چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ یہ ہو کہ تم کو کشف مشاہدہ و وصول بمقام آخرت و قرب ہو۔ جعفرؒ نے کہا کہ قولہ واللہ یرید الآخرۃ۔ جو بات تمھارے لئے اللہ تعالیٰ کو پسند ہے وہ تمھارے نفوس کی خواہش سے بہتر ہے۔ قولہ فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً۔ اسمین اشارت سے ثابت ہو کہ جو مال کہ جہاد وغیرہ حلال کمائی سے حاصل ہو اس سے غذا ر آدمی کو مورث برکات ہو کیونکہ لقمہ حلال مین نظر لطف سے انوار ہین جن سے صدیقین کے بدن اور مقربین کے دل اور محبین کی ارواح کو تقویت ہوتی ہو اور جو اسمین گوندھا ہوا ہو وہی اس سے پیدا ہوتا ہو یعنی لطف باری تعالیٰ اور اس سے قلب کو وسواس سے طہارت و خبث شیطان سے پاکی حاصل ہوتی ہے۔ جعفرؒ نے کہا کہ حلال کھانا اسوقت پورا حلال ہو کہ اسکی غذا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے اور طیب اسوقت ہو کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے فراموش نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ حلال وہ ہے کہ پاک کمائی جو تو نے بقدر ضرورت لی ہو اور طیب وہ ہو کہ باوجود فقر و فاقہ کے اپنے نفس کی بہ نسبت دوسرے مسلمان کو دینا زیادہ پسند کیا ہو اگرچہ خود بھی اسمین سے کھایا ہو۔ بعض نے کہا کہ حلال وہ ہو جو بدون سبب کے تجھ پر ظاہر ہوا ہو اور طیب وہ ہے جو مسبب الاسباب کی طرف سے تجھے عطا ہوا ہو۔ اور مین نے کسی شیخ کا یہ قول نہین پایا کہ حلال وہ ہے جو حالت مجاہدہ مین کھاوے اور طیب وہ ہو جو حالت مشاہدہ مین کھاوے۔ حلال وہ ہو کہ دل مین اس سے دغدغہ نہ ہو اور طیب وہ ہو کہ قلب کو راحت دے۔ حدیث مین ہو کہ جس سے دل مین شک ہو اسکو چھوڑ کر ایسے رزق کو لے جس سے شک نہ ہو اگرچہ فتویٰ دینے والے تجھے فتویٰ دیتے رہین۔ اور حدیث مین ہو کہ حلال کھلا ہوا ہو اور حرام کھلا ہوا ہو اور ان کے درمیان مین شبہ کی چیزین ہین تو جو کوئی شبہ سے بچ گیا وہ اپنے دین کو بچا لیگیا۔ مترجم کہتا ہے کہ فتاویٰ فقہ مین لکھا ہے کہ جو لوگ خانقاہون مین بیٹھے لوگون کے اموال سے کھاتے اور کمائی کرنے سے باز رہتے ہین وہ شہر بدر کرنے کے قابل ہین اور نیز مشائخ علمار کے اقوال لکھے ہین کہ اسوقت مین حلال گویا عنقا ہو لہذا صریح حرام سے پرہیز کرنے پر کمر مضبوط باندھے اور مسلمانون کے تاجرون و پیشہ ورون کو لازم ہے کہ خرید و فروخت کے مسائل بخوبی سیکھ لین تاکہ بیوع فاسدہ وغیرہ سے احتراز حاصل ہو۔ وتمام البسط فی الفتاوی الہندیہ۔ حدیث مین ہو کہ گناہ وہ ہو جو تیرے دل مین خلش کرے اور تجھے یہ امر مکروہ معلوم ہو کہ لوگ اس سے مطلع ہون۔ استاد رحؒ نے کہا کہ جس کے کھانے کی اجازت ہو وہ حلال ہو اور حلال طیب وہ کہ جس کو تو جانے کہ بدون میرے استحقاق کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہوا ہے۔ فالہم۔ واضح ہو کہ بعد مشورت کے قیدیون سے فدیہ لیکر عہد و پیمان کے ساتھ ان کو رہا کیا گیا اور بعض قیدی باکراہ لڑنے آئے تھے انپر یہ گران گزرا تو استمالت فرمائی۔ بقولہ۔

يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَى إِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ

اے نبی کہہ دے انکو جو تمھارے ہاتھ مین ہین قیدی اگر جانے گا اللہ تمھارے دل مین کچھ نیکی تو دیگا تم کو

خَيْرًا مِمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَإِنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ

بہتر اس سے جو تم سے چھن گیا اور تم کو بخشے گا اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان اور اگر چاہین گے تجھسے دغا کرنی سو

خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

دغا کر چکے ہین پہلے اللہ سے پھر اس نے پکڑوا دیئے اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ۔ اے محمد صلعم۔ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَى۔ کہدے ان لوگون سے جو تمھارے قبضہ مین ہین قیدی لوگ۔ ابو عمرو رحؒ کی قرأۃ مین من الأساریٰ ہو وہ بھی جمع اسیر ہو ماخوذ از اسر بمعنی قید کیونکہ قید سے وہ قیدی کو باندھتے تھے پھر ہر گرفتار کو اسیر

کہنے لگے اگرچہ قد سے بندھا ہوا تھا اور ابن العلاء نے کہا کہ پکڑے جانے کے وقت بندھے ہوئے ہوں تو اُساری کہلاتے ہیں اور نہ ہوں تو اسری کہلاتے ہیں اور شاید یہ بیان اصل لغت کا ہے اور استعمال میں ہر ایک کو دوسرے کے مقام پر بولتے ہیں چنانچہ یہاں بدر کے قیدیوں سے کہنے کا حکم ہے حالانکہ فدیہ لیکر وہ کھول دیئے گئے تھے اور مقولہ یہ ہے کہ۔ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوگی تمہارے دلوں میں خیر یعنی اگر تمہارے دلوں میں ایمان و اخلاص معلوم ہوگا تو يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ۔ عطا کریگا اللہ تعالیٰ تم کو بہتر اس چیز سے جو تم سے فدیہ میں لی گئی۔ بایں طور کہ دنیا میں اس سے کئی گونہ زائد تم کو دیگا اور ثواب آخرت اس سے بھی بڑھکر تم کو ملیگا اور سب سے اعلیٰ یہ کہ وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور تمہاری مغفرت فرمادیگا کہ قبل ایمان و اخلاص کے جو تم نے ایذا و جدال و قتال و فسق و فجور کیا وہ معاف کریگا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اسکی مغفرت جسکو ملجاوے تو اس سے بڑھکر کون نعمت ہے اور اُسکی رحمت کا کون پار پاوے اور معنی قولہ ان یعلم اللہ کے یہ ہیں کہ جملہ قیدیوں کے دلوں کا حال اور جو کچھ آئندہ اُن سے ظاہر ہوگا سب اللہ تعالیٰ کو قطعاً معلوم تھا چنانچہ آخر آیہ یعنی واللہ علیم حکیم سے اسکا استدراک کردیا اور یہاں بطور شرط و صیغہ شک کے بغرض تعمیم ارشاد کیا کیونکہ سب قیدی ایک حال پر نہ تھے بعضوں نے تو سچے دل سے اقرار کیا تھا کہ ہم اب اسلام کے مقابلہ میں قتال نکرینگے اور اپنی قوم کو اسلام کی نصیحت کرینگے اور بعضوں نے مکر و خیانت سے کہا تھا پس اسکو شرطیہ بیان کردیا کہ اگر ایسا ہوگا تو اس کا بدلا یہ ملیگا اور علم سے معلوم مراد ہے یعنی وہ امر جس سے علم متعلق ہوا اور اس سے عذاب و ثواب منوط ہوتا ہے حاصل آنکہ قیدیوں سے جنکو فدیہ لیکر چھوڑنا منظور ہے یہ کہدے کہ اگر تم سے ایسی بات ظاہر ہوئی جو خیر ہے یعنی ایمان و سچائی و اخلاص تو اللہ تعالیٰ تمکو اس مال فدیہ کے عوض میں اس سے بہتر دیدیگا و تمہارے گناہوں کی مغفرت فرمادیگا۔ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ اور اگر ان قیدیوں نے تیرے ساتھ خیانت کرنا چاہی یعنی زبانی قول سے اپنے اوپر نیکخواہی وغیرہ کا عہد و پیمان دیا اور دل میں غدر و خیانت چھپائی ہے اور تجکو دھوکا دینا چاہتے ہیں تو تجکو اس کی پروا نہ کرنی چاہیئے کیونکہ اس سے بڑھکر یہ لوگ پہلے کر چکے۔ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ کیونکہ قبل ماخوذ ہونے کے انھوں نے اللہ تعالیٰ کی خیانت کی اسلئے کہ عہد ازلی اور فطرت کو جو اپنے پروردگار معبود کی توحید کا تھا چھوڑ کر غدر و کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے رسول سے مقاتلہ کیا۔ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ۔ پس اللہ تعالیٰ نے موافق مشیت کے اُن پر قابو دیدیا چنانچہ ضعیف کمزور کم تعداد جماعت مومنین کو اپنے حکم سے زبردست باسامان بہت تعداد والے گروہ کفار پر بدر کے روز غالب کردیا کہ انھوں نے اُن کو قتل کیا اور پکڑ لیا پس اُن کی خیانت سے کچھ مضرت نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کرنا مقدر کیا ہے وہ ضرور پھیل جائے گا اور کتنا ہی لشکر اور کیسی ہی تدبیر اور خیانت کیوں نکریں اس سے کچھ نہ ہوگا اور یہ طریقہ جو فرقۂ اسلام اور فرقۂ کفار کے درمیان جاری ہو رہا ہے یہ بمقتضائے مشیت ازلی و حکمت بالغۂ الٰہی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ چاہے تو دم میں سب کافر ہلاک ہوجاویں یا ایکدم سب مسلمان ہوجاویں ولیکن مومن و منافق کے اظہار کیلئے اور جزاء و ثواب شہادت وغیرہ سے بعض کو سرفراز و بعض کو کفر و نفاق و نافرمانی سے خوار کرنے کیلئے اور دیگر اسرار و حکمت کے واسطے یہ طریقہ مشروع فرمایا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور کامل حکمت والا ہے چنانچہ اسکو معلوم ہے کہ ان قیدیوں میں کون سچا ہے اور کون خیانت کی نیت رکھتا ہے۔ واضح ہو کہ قولہ وان یریدوا خیانتک الخ مشعر ہے کہ ان میں اکثر خائن ہیں اور یہی واقع ہوا کہ دوسرے سال اُحد میں وہ لوگ کفار قریش وغیرہ کیساتھ پھر لڑنے آئے۔ اگر یہ پوچھا جاوے کہ قولہ ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا بھی مشعر ہے کہ بعض کے حق میں اسکا ظہور ہو تو جواب یہ ہے کہ ہاں حضرت عباس بن عبدالمطلب وغیرہ اسکے مصداق ہوئے اور ائمہ تفسیر نے ذکر کیا کہ سبب نزول اسکا بھی حضرت عباسؓ ہوئے ہیں اور اگر تفصیلی علم منظور ہے تو سنو کہ شیخ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر میں صحیح روایات کو جن سے سابق و لاحق مضمون

بحسب واقعہ ظاہر ہو یوں ذکر کیا کہ محمد بن اسحاق نے اپنے اسناد سے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ بدر کے روز لڑائی سے پہلے حضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ بعض بنی ہاشم وغیرہ باکراہ ومجبوری اس گروہ قریش کے ساتھ ہو کر آئے ہیں لہذا جو شخص لڑائی میں ابوالبختری بن ہشام کو پاوے تو اس کو قتل نہ کرے اور جو عباس بن عبدالمطلب کو پاوے تو قتل نہ کرے کیونکہ وہ باکراہ ساتھ ہو لیا ہو تو ابوحذیفہ بن عتبہ نے کہا کہ ہم لڑائی میں اپنے باپ بیٹوں بھائیوں و کنبے والوں کو پاویں تو ماریں ڈالیں۔ اور عباس کو چھوڑ دیں واللہ اگر میں نے عباس کو پایا تو اس تلوار سے مار ڈالوں گا۔ یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی تو عمرؓ سے فرمایا کہ اے ابوحفصؓ۔ عمرؓ کہتے تھے کہ واللہ پہلے پہل اسی روز مجھے آنحضرت صلعم نے ابوحفصؓ سے کنیت کر کے فرمایا کہ یہ پسندیدہ ہو کہ رسول اللہ کے چچا کے منہ پر تلوار ماری جاوے۔ عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ شخص نفاق کا کلمہ بولا ہو مجھے اجازت ہو کہ میں اسکی گردن مار دوں۔ ابوحذیفہ اس واقعہ کے بعد کہا کرتے تھے کہ واللہ میری زبان سے جو کلمہ نکلا مجھے اطمینان نہیں رہا اور برابر میں خوفناک ہوں کہ میرا کیا انجام ہو مگر آنکہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی راہ میں شہادت دے آخر جنگ یمامہ میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ۔ اس روایت سے ظاہر ہوا کہ عباس وغیرہ زبردستی مجبوری سے ساتھ آئے تھے اور عبداللہ بن عباس نے کہا کہ جب واقعہ بدر کا روز گذرا اور شام ہوئی تو قیدی لوگ بندھے ہوئے جکڑے ہوئے قیدگاہ میں پڑے تھے اور رسول اللہ صلعم کو اول رات میں نیند نہیں آتی تھی تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ کیوں نہیں سوتے ہیں فرمایا کہ میں نے اپنے چچا عباس کے کراہنے کی آواز سنی یعنی جکڑ کر باندھے جانے کے درد سے کراہتے تھے اور عباس کو انصار میں سے ایک مرد نے گرفتار کیا تھا پس لوگوں نے عباس کو کھول دیا تب آپ سو رہے۔ محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ بدر کے قیدیوں میں سے جن لوگوں نے فدیہ دیا سب سے زائد عباس کو دینا پڑا کیونکہ وہ مالدار آدمی تھے تو اپنے آپ کو سو اوقیہ سونا دیکر چھڑایا اور صحیح بخاری میں انس بن مالکؓ سے روایت ہو کہ چند انصاریوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو اجازت ہو کہ اپنی بہن کے بیٹے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں۔ (عباس کی والدہ قوم انصار کی بیٹی تھیں)، تو فرمایا کہ نہیں واللہ ایک درم بھی مت چھوڑو۔ ابن اسحاق نے باسناد صحیح مشائخ زہری رح کی ایک جماعت سے روایت کیا کہ قریش نے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا اور ہر قوم نے اپنے قیدی کو جس قدر پر قرارداد ہوئی دیکر چھڑایا اور عباس نے کہا کہ یا رسول اللہ میں تو مسلمان تھا تو فرمایا کہ تیرے اسلام کا حال اللہ تعالیٰ جانے ظاہر میں تو ہم پر چڑھ آیا تھا پس تو اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب اور عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ دے تو عباس نے کہا کہ اتنا میرے پاس کہاں ہو اور ایک روایت میں آیا کہ یہ فدیہ تو دیدیا اور کہا کہ اے میرے بھتیجے محمد تم نے مجھے ایسا مفلس کر کے چھوڑا کہ جیتی زندگی قریش کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ٹکڑے مانگوں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ این وہ مال کہاں گیا جو ام الفضل (زوجہ عباسؓ) اور تم نے چپکے سے زمین میں گاڑا ہو اور تم نے ام الفضل سے کہا تھا کہ دیکھیے اس سفر میں مجھے کیا پیش آوے پس اگر میں نہ لوٹا تو یہ مال جو میں نے دفن کیا ہو اولاد فضل و عبداللہ و قثم کیواسطے ہے۔ عباس نے کہا کہ یا رسول اللہ بتحقیق میں نے جانا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کیونکہ میں نے آدھی رات کے وقت یہ مال گاڑا ہو سوائے ام الفضل کے اس سے کوئی آگاہ نہ تھا۔ اچھا میں فدیہ دیتا ہوں لیکن بیس اوقیہ سونا جو میرے ساتھ تھا اور تم نے لوٹ میں پایا ہو وہ اسمیں حساب کر دو۔ آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں وہ تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا کیا ہو پس عباس نے فدیہ ادا کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یا ایھا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسری الی قولہ غفور رحیم۔ عباس کہا کرتے تھے کہ یہ آیت میرے ہی حق میں نازل ہوئی ہو اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کر دیا۔ کہ بجائے بیس اوقیہ سونے کے حالت اسلام میں مجکو بیس غلام دیے ہیں کہ ہر ایک میرے مال کثیر سے میرے لئے تجارت کرتا ہو اور ہر ایک خود بہت قیمت کا ہے چنانچہ جو ان میں سے گھٹیا ہے وہ بیس ہزار درم کا اندازہ کیا جاتا ہو اور مجھے زمزم عطا کیا کہ اس کے مقابلہ میں مجھے تمام

دنیا پیچ ہوا اور باوجود اس کے میں اللہ تعالیٰ سے ثواب جزیل آخرت کی اور مغفرت کی اُمید رکھتا ہوں۔ مجاہد رح نے کہا کہ آیت عباس کے حق میں نازل ہوئی۔ اور ایسا ہی متعدد طرق سے ابن عباس سے صحیح ہوا ہے۔ اسلام میں عباس کو بہت مال ملا چنانچہ انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کے پاس صوبہ بحرین سے مال کثیر آیا تو فرمایا کہ میری مسجد میں ڈال دو اور لوگ سامنے آئے پس آپ متوجہ نہ ہوئے اور نکلکر مسجد میں نماز پر قیام فرمایا پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو بیٹھکر تقسیم کرنا شروع کیا پس جس کو دیکھتے اُسی کو دیتے یہانتک کہ عباس رض آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ مجھے بھی دیجئے میں نے اپنی جان کا فدیہ دیا اور عقیل کا فدیہ دیا ہی تو حضرت صلعم نے کہا کہ لیلو پس عباس رض نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کپڑے میں رول کر خوب بھرا اور چاہا کہ لادلیجاویں مگر اُٹھ نہ سکا تو عرض کیا کہ آپ کسی کو حکم دیں کہ اُٹھوا دے آپنے مسکرا کر فرمایا کہ نہیں تب عرض کیا کہ اچھا آپ ہی اُٹھوا دیجئے آپنے فرمایا کہ نہیں اُٹھواؤں آخر عباس نے اسمیں سے کچھ نکال دیا پھر باندھکر کاندھے پر لاد اور بڑے بوجھ کے ساتھ اُٹھا لے چلے۔ اور آنحضرت صلعم اُن کی حرص پر تعجب کی نظر سے اُن کو دیکھتے رہے۔ پھر آنحضرت صلعم جب تک ایک درم بھی وہاں رہا نہیں اُٹھے اور بالکل جب تقسیم ہوگیا تو اُٹھے اور اس مال سے ایک درم بھی اپنے گھر نہیں بھجوایا۔ رواہ البخاری وجماعۃ من ائمۃ الحدیث۔

پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے طبقات بیان فرمائے بقولہ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ

جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور لڑے اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں اور

الَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا

جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا

مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ

تم کو اُن کی رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک گھر نہ چھوڑ آویں اور اگر تم سے مدد چاہیں دین میں

فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

تو تم کو لازم ہے مدد کرنی مگر مقابلے میں ایسوں کے جن میں اور تم میں عہد ہے اور اللہ جو کرتے ہو وہ دیکھتا ہے

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ۝

اور جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اگر تم یوں نہ کروگے تو شورش پھیلے گی ملک میں اور بڑی خرابی ہوگی

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے طبقات و اُن کے احکام جو اسوقت بمقتضائے حکمت الٰہیہ مقدر تھے بیان فرمائے اور ائمہ تفسیر کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ نزول ان آیات کا فتح مکہ سے پہلے ہے قال تعالیٰ۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا۔ اسے ہجروا بلادہم وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ مہاجرت ترک وطن گویا اُنھوں نے وطن چھوڑا اور وطن سے بھی اُنکو چھڑایا پس مبالغہ ہے کہ بالکل لگاؤ نہ رکھا اور ہجرت تین طرح کی باعتبار احکام و ثواب کے ہے اوّل وہ ہجرت جو ابتدا میں واقع ہوئی جبکہ اسلام بہت ضعیف تھا اور اسکو ہجرت اولیٰ کہتے ہیں اور دوم وہ ہجرت جو بعد صلح حدیبیہ کے واقع ہوئی کیونکہ بعد فتح مکہ کے ہجرت نہیں لقولہ علیہ السلام لا ہجرۃ بعد الفتح اور یہی محققین کا قول ہے۔ اور سوم وہ ہجرت جو عموماً قیامت تک باقی ہے اور وہ ہر ایسے ملک و دیار سے جو کفرستان ہو ہجرت کرکے کسی ملک اسلام میں چلا جانا خواہ مکہ ہو یا کوئی اور ملک ہو اور اس ہجرت کی دو قسمیں ہیں واجب و مستحب پس جس ملک میں بسبب غلبہ کفر کے آدمی ادائے فرائض پر قادر نہ ہو

سے عاجز ہو وہاں سے ہجرت واجب ہے اور دوم وہ ملک جہاں ادائے فرائض وغیرہ سے عاجز نہ ہو ولیکن غلبہ کفر سے حدود دین فتور ہو تو وہاں سے ہجرت مستحب ہے واللہ اعلم۔ پس آیت میں ہجرت بمعنی اول مراد ہے اور مہاجرین صحابہ انھیں مومنوں کو کہتے ہیں کیونکہ انھوں نے اپنے دیار و اموال و اعزہ و اقربا کو دین کیلئے مہجور و متروک کیا اور رسول اللہ صلعم کے پاس مدینہ منورہ میں اقامت دین کیلئے چلے آئے اور اپنی جان و مال کو جہاد میں خرچ کیا پس قسم اول مسلمین میں سے یہی مہاجرین ہیں اور قولہ تعالیٰ السابقون الاولون من المہاجرین سے مراد ہیں۔ اور قسم دوم وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا یعنی مومنوں میں سے وہ لوگ جنھوں نے ٹھکانا دیا اور مدد کی۔ ایوا، جگہ دینا یہی انصار سابقین اولین ہیں اور یہ اہل مدینہ کے مسلمان ہیں جنھوں نے آنحضرت صلعم اور آپکے ساتھی مہاجرین کو اپنے یہاں جگہ دی اور جان و مال سے اُن کی خدمت کی اور اعلاء کلمۃ الحق میں رسول اللہ صلعم کی مدد کی حالانکہ وہ وقت تھا کہ اسلام ضعیف اور دشمن قوی تھے اور خود یہ لوگ بھی زیادہ وسعت والے نہ تھے مگر انھوں نے اپنی تنگی و تکلیف پر مہاجرین کی راحت کو پسند کیا پس ان دونوں قسموں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ یعنی یہ دونوں فریق ایسے ہیں کہ ان میں بعض کے بعض ولی ہیں اور باہم موالات ثابت ہے پس بہ نسبت اوروں کے اُن میں ہر ایک دوسرے سے احق ہے اسی واسطے آنحضرت صلعم نے مہاجرین و انصار کے درمیان عقد مواخاۃ باندھا تھا یعنی ایک مہاجری و ایک انصاری کو بھائی بھائی بنایا تھا چنانچہ ہر ایک کا ایک بھائی ہو گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ روتے ہوئے آئے کہ آپنے سب کے درمیان مواخات کر دی اور میں خالی رہ گیا تو فرمایا کہ تو میرا بھائی ہے اور یہ امر منجملہ فضائل علی رضی اللہ عنہ کے ہے۔ بالجملہ اس مواخات و موالات کے عقد سے انہیں باہم میراث جاری ہوتی تھی جو وارث قرابت سے مقدم تھی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کی انتہا کر دی اور آیت مواریث نازل فرما کر حکم میراث اسکے مطابق کر دیا جیسا کہ صحیح بخاری میں ابن عباس رض سے ثابت ہے اور بعض نے کہا کہ اولیا ہونا فقط نصرت و مددگاری میں ہے پس حکم اس آیت کا منسوخ نہ ہوگا مگر قول اول اکثر مفسرین نے اختیار کیا ہے اور شیخ جلال رح نے دونوں کو جمع کر دیا کہ نصرت و میراث دونوں طرح سے ایک دوسرے کے ولی ہیں اور اولیا کا اطلاق بھی اسی کو چاہتا ہے ولیکن اسپر ایک اشکال وارد ہوتا ہے اس حدیث سے جو امام احمد رح نے جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ مہاجرین و انصار باہم بعض اولیاء بعض ہیں اور طلقاء قریش و عتقاء ثقیف باہم بعض اولیاء بعض ہیں یہ قیامت تک ہے۔ قال ابن کثیر رح تفرد بہ احمد رح اور ابو یعلیٰ رح نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی کے مانند مرفوع روایت کی ہے اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ حدیث میں ولایت سے خاص ولایت مراد ہے یعنی ولایت نصرت و معونت چنانچہ اگر ان میں سے کسی نے شکار کو تیر مارا اور چوک کر وہ کسی آدمی کے لگا حتی کہ دیت واجب ہوئی تو ایک دوسرے کی مددگار برادری قرار دیجائیگی فلیتامل۔ بالجملہ سابقین اولین از مہاجرین و انصار باقی تمام مومنین پر مقدم ہیں اور شیخ ابن کثیر رح نے مہاجرین کے انصار پر مقدم ہونے پر اجماع نقل کیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے تیسری قسم کو بیان فرمایا بقولہ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا یعنی جو لوگ ایمان لائے مگر اپنے دیار میں رہے وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں نہیں آئے تو۔ مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ تمھارے لیے اُن کی ولایت میں سے کچھ بھی نہیں ہے پس تمھارے و اُن کے درمیان میراث جاری نہ ہوگی اور اُن کو غنیمت میں سے بھی کچھ حصہ نہ ملیگا۔ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا۔ یہانتک کہ وے ہجرت کر کے تمھارے ساتھ لاحق ہو جاویں تب اُن کے واسطے بھی وہی ہوگا جو تمھارے واسطے ہے حاصل آنکہ جنمیں ایمان و ہجرت دونوں باتیں ہیں ان میں تو ولایت متحقق ہے اور جن میں ایمان ہے اور ہجرت نہیں ہے اُن کو میراث و غنیمت نہ ملیگی اگرچہ فریق اول کے قرابت والے ہوں۔ قولہ ولایتہم من شیء۔ قراۃ حمزہ بکسر الواو ہے اور باقیوں کی قراۃ بالفتح ہے اور من زائدہ واسطے تاکید نفی کے ہے یعنی کچھ بھی ولایت نہیں ہے۔ ظاہر اقوال مفسرین سے نکلا کہ ولایت سے ارث و حصہ غنیمت مراد ہے نہ مطلق اعانت کیونکہ ولایت کی بالکل

نفی فرمائی حالانکہ نصرت واجب فرمائی بقولہ۔ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اور اگر ہجرت نہ کرنے والے مومنین دین مین تم سے مدد چاہین تو تم پر نصرت واجب ہو یعنی تم پر واجب ہو کہ کافرون پر جہاد مین اُن کی مدد کرو اور چونکہ یہ عام تھا کہ کافر خواہ ایسے ہون جن سے تمھارا معاہدہ ہو یا ایسے نہون سب پر معاونت واجب ہے، حالانکہ عہد والون پر خلاف شرط کی معاونت نہین ہو سکتی لہذا استثنیٰ فرمایا۔ بقولہ۔ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ سوائے ایسی قوم کافر کے جنکے تمھارے درمیان عہد ہو یعنی یہ مسلمان اگر کسی ایسی قوم کافر پر جہاد کرین جنکے تمھارے درمیان عہد ہو اور تم سے مدد چاہین تو تم ایسی قوم پر انکی مدد نکرو اور غدر و عہد شکنی مت کرو۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور جو تم کرو اللہ تعالیٰ سب دیکھتا ہو پس راہ عدل و صراط مستقیم سے برخلاف کوئی کام مت کرو کہ مستوجب عذاب ہو۔ اس جملہ سے تہدید مقصود ہو اگر کہا جاوے کہ معاہدہ والے کافرون نے اگر ایسے مومنون پر جنھون نے ہجرت نہین کی ہو حملہ کیا تو مومنون پر مومنون کی اعانت واجب ہو جواب یہ کہ اس صورت مین کافرون نے خود خلاف عہد کر کے عہد توڑا تو مدد کرنا خلاف عہد نہین رہا جیسے بنو خزاعہ کی قریش کے مقابلہ مین آنحضرت صلعم نے مدد فرمائی حتی کہ فتح مکہ کا یہی سبب ہوا چنانچہ سورۂ براۃ مین آویگا۔ اور پہلے قول کے موافق ولایت مذکورہ جبکہ بمعنی ارث و معونت لیجاوے موافق قول جمہور کے تو اسکا حکم اس سورہ کی آخری آیت سے منسوخ ہو جیسا کہ عنقریب آویگا پھر واضح ہو کہ ہجرت ان آیات مین قبل فتح مکہ کے ہجرت ہو جیسا کہ پہلے معلوم ہوا پس قولہ حتی یہاجروا سے ہجرت ثانیہ ہوگی جو ہجرت اولیٰ کے بعد ثابت ہوئی اور کلام اسمین عنقریب آتا ہو محصل حکم اس آیت کریمہ مین یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بندون کے اقسام بیان کر کے ہر ایک کو اپنے ولی سے آگاہ کر دیا اور اُس کی ولایت کے احکام بیان فرما دئے چنانچہ مومنون مین تین فریق کئے اول مہاجرین دوم انصار اور ان دونون مین موالات کا حکم دیا۔ اور سوم مومنین غیر مہاجرین سوائے انصار کے پس اُن کے لئے موالات کی نفی فرمائی یعنی تمھارے ان کے درمیان ارث و حصہ غنیمت کی موالات کچھ نہین ہو یہانتک کہ وے بھی ہجرت کر کے آوین اور بعد ہجرت کرنے کے آیا اُن کے لئے موالات کامل ہوگی یا نہین تو اسکا حکم آگے آتا ہو یہ سب اقسام تو مومن بندون کے تھے اور رہے کافر تو اُنکی نسبت فرمایا کہ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ یعنی جو کافر بندے ہین وہ بعض اولیاء بعض ہین اگرچہ طریقہ موالات اُنکا مانند کفر کے خلاف شرع و موافق راہ شیطانی ہو اور مقصود یہ کہ مدد و میراث مین اُن کی ولایت انھین کے درمیان جاری ہوگی پس تمھارے اُن کے درمیان کچھ میراث و موالات نہوگی۔ کافرون کی ملتین مختلف ہونے کے باوجود ان مین کچھ تفصیل نہین فرمائی پس ظاہر کلام مین دلیل ہو کہ اگر باپ ہندو ہو اور بیٹا نصرانی تو اُن مین ارث جاری ہوگا ولیکن حدیث اسامہ رضی اللہ عنہ مین مرفوعاً ہو کہ دو مختلف ملت والے باہم وارث نہون گے اور مسلمان کسی کافر کا وارث نہ ہوگا اور نہ کافر کسی مسلمان کا وارث ہوگا۔ کما رواہ الحاکم۔ اور تفصیلی کلام اسمین فقہ کے ابواب احکام اہل الذمہ سے متعلق ہو حاصل یہ کہ مومنون کو آپس مین موالات بوجہ مذکور چاہیے۔ اور کافرون سے قطع موالات واجب ہو پھر مزید تنبیہ کیلئے تاکید فرمائی بقولہ۔ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ اے فاعلوا فی الموالات کما بین لکم وان لم تفعلوا ما ذکر من تولی المومنین و قطع الکفار۔ یعنی موالات جس طرح بیان کر دی گئی اسی پر تم عمل کرو اور اگر اس کو نہ کرو گے یعنی مومنین ہی سے موالات کرنے کو اور کافرون سے بالکل قطع کرنے کو اگر عمل مین نہ لاؤ گے تو۔ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ۔ زمین مین فتنہ و فساد عظیم پیدا ہوگا جس سے کفر قوی اور اسلام ضعیف ہو جائیگا۔ اور صحیحین مین حدیث اسامہؓ سے مرفوعاً آیا کہ مسلمان کسی کافر کا وارث نہ ہوگا اور نہ کافر کسی مسلمان کا۔ مسند احمد و سنن مین مرفوعاً ہو کہ دو مختلف ملت والے باہم وارث نہ ہونگے۔ قال الترمذی حدیث حسن صحیح۔ و فی الحدیث مین ایسے مسلمان سے بری ہون جو مشرکون مین سکونت رکھے۔ و فی حدیث سمرۃ بن جندب فمن جامع المشرک وسکن معہ فانہ مثلہ۔ جو مشرک کیساتھ یکجا ہوا اور ساتھ بسا وہ اسکے مثل ہو۔ واضح ہو کہ موالات مسلمین اور قطع کفار پر عمل نہ کرنا ایسے ایسے ظاہری

دباطنی اسباب سے موجب فساد ہوتا ہے کہ آدمی کی رائے بسا اوقات نہیں پہونچتی ہے اور منجملہ اُن کے یہ ہے جو شیخ حافظؒ نے ذکر کیا کہ اگر حق میں التباس ہوگا اور کافر و مومن مختلط ہو جاوینگے پس فساد عظیم پیدا ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ بسبب معنوی زیادہ سخت ہے وہ یہ کہ اُمور و دستور کافرون کے اکثر مزین بزینت شیطانی اور مرغوب نفس امارہ ہیں پس ہر وقت مسلمان کو نفس کی رغبات سے ضعف قلب ہوگا اور اکثر انجام یہی ہوگا کہ خود بھی ان اُمور کی طرف راغب ہو کر ایمان سے ضعیف یا گم ہو جاوے۔ اللھم وفقنا وانت ارحم الراحمین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کے کمال ایمان و طاعت کی تعریف فرمائی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ

اور جو لوگ　ایمان لائے　اور گھر چھوڑے اور لڑے　اللہ کی راہ میں　اور جن لوگوں نے جگہ دی اور　مدد کی　وہی ہیں

هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ

تحقیق　مسلمان　اُن کو بخشش ہے اور روزی عزت کی　اور جو ایمان لائے　پیچھے　اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے　تمھارے ساتھ ہو کر

فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

سو وہ تمھیں　میں ہیں　اور ناتے والے　آپس میں حقدار زیادہ ہیں　ایک دوسرے کے　اللہ کے حکم میں　تحقیق اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ۧ

ہر چیز پر　خبردار ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اور جو بندے سبقت کر کے ایمان لائے اور اولی ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا یعنی کافرون سے خالص اس نیت سے لڑتے کہ اللہ تعالیٰ کا بول بالا ہو اور وہ مہاجرین سابقین اولین ہیں بدلیل کلام المعبد یعنی قولہ والذین آمنوا من بعد وہاجروا الخ۔ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا۔ اور وے بندے جنھوں نے رسول اللہ صلعم و مہاجرین کو اپنے یہاں جگہ دی اور اعلاء کلمۃ الحق۔ و تبلیغ رسالت میں آنحضرت صلعم کی جان و مال سے مدد کی۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔ ایسے بندے جن کے اوصاف مذکور ہوئے وہی تو مومنین ہیں۔ یہ بات عین یقین ہے۔ حقاً مفعول مطلق فعل محذوف ہے جو مضمون سابق کی تاکید کرتا ہے اے حق ذلک حقاً پس حذف فعل واجب ہے جیسا کہ علم نحو میں متقرر ہوا۔ اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یون ہے اولئک ہم المومنون ایماناً حقاً۔ اے صدقاً۔ سچے ایمان والے ہیں اور توجیہ اسکی یہ ہے کہ اولئک ہم الذین آمنوا ایماناً حقاً۔ ولیکن اول ارجح ہے۔ ابوالسعودؒ نے لکھا کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان بندون کے واسطے پاکیزہ ثنا و صفت ہے اور خود اللہ تعالیٰ عزوجل نے دنیا ہی میں اُن کے واسطے شہادت دیدی کہ ایمان کی منزلت میں وہ انتہا درجہ بلند پر ہیں جہانتک کہ اتباع نبوت میں لکھا گیا ہے مع وعدہ بزرگ کے۔ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم منزلت نبوت میں نہایت بالاتر ہیں کہ آپ سے اوپر کسی مخلوق کا رتبہ نہیں پس آپکی اتباع سے یہ مومنین اسی قیاس پر اگلون و پچھلون سے بالاتر ہوئے اگر پوچھا جاوے کہ اولئک ہم المومنون۔ میں خبر معرف باللام اور وسط میں تاکید بضمیر منفصل ہے پس مومنون کا انحصار انھیں حضرات مہاجرین و انصار میں ہو گیا تو جواب ہے کہ کامل الایمان یہی مومنین تھے اور مترجم کہتا ہے کہ ان بزرگ بندون کے لئے ثبوت کمال ایمان کیساتھ ثنا مقصود ہے یعنی آنکہ صفت کمال ایمان اُن کے واسطے ثابت ہونے میں کچھ شک نہیں ہے لہٰذا فرقہ رافضہ و خارجہ جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں نقص کا بہتان لگاتے ہیں وہ صریح شہادت الٰہی سے مخالفت کرتے بلکہ گویا اللہ تعالیٰ کی گواہی کے ساتھ معارضہ کرتے ہیں اسیواسطے ائمہ تحقیق

ف: [illegible] ۱۲

وعلمار فقہ واصول نے اُن کی تکفیر کی ہو اور اُن کو مرتد قرار دیا ہے پس اُن کے ساتھ مناکحت وغیرہ جائز نہ ہوگی اور یہ جزئیہ بعض فتاویٰ مین منصوص ہو واللہ اعلم اور اہل حق بسبب انہین آیات کے جو اللہ تعالیٰ عزوجل کی جناب سے اُن کے حق مین پاکیزگی وکمال ایمان کے شہادات ہین اُن کو اہل عدل یقین کرتے ہین اور جملہ وقائع ومعاملات جو اُن کے درمیان واقع ہوئے انہین اپنی رائے سے کوئی فتویٰ خلاف آیات وشہادات الٰہی کے نہین دیتے بلکہ کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے اس کو گذشتہ وآئندہ کا سب علم ہو پس جو آئندہ واقع ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم مین معلوم تھا اور باوجود اسکے جب اللہ تعالیٰ نے انکو کامل الایمان فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ وقائع جو اُن کے درمیان مین واقع ہوئے انہین بوجہ نیت خیر وصدق معاملت وغیرہ کے کسی کو گناہ نہین ہوا کیونکہ اگر ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعدیل نہ ہوتی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صریح آیات کثیرہ مین تعدیل فرمائی ہو پس یہ یقین ہے کہ سب راہ صواب پر ہے ہین اب یہ کہ ان وقائع کو کس طرح محمول کیا جاوے کہ ہمارے علم کے موافق بھی راہ صواب ظاہر ہے تو علماء نے اسکو مشرح بیان کر دیا ہے لیکن اولیٰ یہ ہو کہ ہم اس سے بھی بحث نہ کرین کیونکہ مجمل تو آیات سے یقین ہو کہ سب راہ صواب پر تھے پھر راے لگانے اور توجیہ بیان کرنے مین اپنے دخل در معقولات کی کچھ ضرورت نہین ہو۔ اور یہین سے ظاہر ہوا کہ مرتبہ صحابہؓ تمام اُمت سے افضل ہو خواہ پیچھے قطب وغوث کیون نہ ہو ہرگز اُنکے رتبہ کو نہین پہونچے گا اور حدیث صحیح مین بھی یہ امر منصوص ہو اور نیز حدیث صحیح سے ثابت ہو کہ اُن سے محبت کرنا عین محبت رسول اللہ صلعم ہو اور اُنسے بغض رکھنا عین بغض رسول اللہ صلعم ہو لہذا فرقۂ رافضہ وخارجیہ دونون کے حق مین ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتے ہین اور جو ایسا ہو وہ کافر ہے۔ اور آیت کریمہ کی تفسیر سے ظاہر ہوا کہ آیت مکرر نہین ہو بلکہ اوپر کی آیت تو موالات کے بیان مین تھی جسمین ضمنًا اُنکے فضائل ثابت ہوئے تھے اور یہان صرف اُن کے فضائل ومراتب کا بیان مقصود ہو جس سے بحکم حدیث المرء مع من احب۔ کے انہین سے موالات کرنا ضمنًا نکلتا ہو کیونکہ جو کوئی جس سے محبت کرے اگرچہ ویسے اعمال عمدہ نہ رکھتا ہو بسبب محبت کے اُن کے ساتھ ہوگا پس جنکی یہ ثنا وصفت حضرت پروردگار تعالیٰ بیان فرماوے اُنسے محبت واجب ہو۔ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ۔ اُن کے واسطے مغفرت اور رزق کریم ہو۔ جملہ اسمیہ سے لطافت کیساتھ نکلتا ہو کہ ہمیشہ ودوام واستمرار کے ساتھ اُن کے حق مین اللہ تعالیٰ کی مغفرت ثابت ہو پس جو لغزش اُنسے ہوگئی یا ہو جاوے سب مغفور ہو اور حدیث صحیح مین اہل بدر کے حق مین ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے واسطے حکم دیدیا کہ جو چاہین کرین مین نے اُن کو بخشدیا۔

مترجم کہتا ہو کہ جن بندون کے حق مین اس طرح رحمت الٰہی متوجہ ہو وہ سراسر اپنے معبود برحق عزوجل ہی کی طرف متوجہ ہونگے پس نادان یہ سمجھے گا کہ وہ جو چاہین جتنے گناہ کرین مختار ہین اور سمجھدار یقین کریگا کہ جو بندے اسطرح رحمت مین غرق ہین وہ سوائے اپنے معبود کے اور طرف نظر ہی نکر سکینگے مگر اتنا کہ چوک ہو جاوے اور مثل آدم علیہ السلام کے لغزش ہو جاوے پس وہ خود اللہ کریم کے یہان قابل عفو ومغفرت ہو۔ فافہم۔ اور قولہ رزق کریم۔ سے یہ مراد کہ جنت مین اُن کیلیے رزق کریم ہو اور جملہ اسمیہ سے نکلا کہ یہ رزق دائمی ہو کبھی منقطع نہ ہوگا۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدُ اے بعد السابقین الی الایمان والہجرۃ اور جو بندے کہ ایمان لائے بعد کو یعنی سبقت سے ایمان لانیوالون وہجرت کرنیوالون کے بعد کو ایمان لائے۔ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا۔ فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ۔ تو یہ لوگ بھی تمہین مین سے ہین۔ خطاب سابقین اولین مہاجرین وانصار کو ہو یعنی اے مہاجرین وانصار سابقین یہ لوگ پچھلے بھی تمہارے ساتھ لاحق ہین۔ واضح ہو کہ مفسرین نے اسمین اختلاف کیا کہ قولہ من بعد سے کس کے بعد ہونا مراد ہے پس مفسر جلال رحمہ نے مضاف الیہ اسکا سابقین کو قرار دیا اے بعد السابقین۔ مگر یہان یہ ضرورت باقی رہی کہ سابقین کس وقت تک کے ایمان لانیوالے کہلاتے ہین جنکے بعد والون کی معرفت ہو اور شاید شیخ مفسر رحہ نے اسکو معروف قرار دیا کیونکہ ہجرت بجانب مدینہ منورہ معروف ہو اور بعض نے کہا کہ بعد غزوہ بدر کے مراد ہے اور بعض نے کہا کہ اس آیت کے نزول سے بعد مراد ہو لیکن اس قول پر صیغہ آمنوا مجاز ہوگا کیونکہ الذین یؤمنون بعد نزول ہذہ الآیۃ۔ ظاہر ہو مگر

آنکہ کہا جاوے کہ مبتدا متضمن معنی شرط ہی پس ماضی بمعنی مستقبل ہوگا بدلیل آنکہ خبر پر فاء داخل ہی۔ اور بعض نے کہا کہ بعد صلح حدیبیہ و بیعۃ الرضوان
کے مراد ہی بالجملہ ان سب اقوال مین یہ کلام ہوگا کہ یہ بعدیت کس حد تک ہی اور ظاہر یہ ہے کہ فتح مکہ تک اسکی انتہا ہی کیونکہ بعد فتح مکہ کے ہجرت کا
حکم منقطع ہوگیا کیونکہ وہ دار الاسلام ہوگیا اور یہی جمہور کا قول ہی اور حدیث صحیح مین ہی کہ بعد فتح مکہ کے ہجرت نہین ہی۔ خازن رح نے کہا کہ اصح یہ ہی
کہ قولہ والذین آمنوا من بعد۔ سے دوسری ہجرت والے اہل ایمان مراد ہین جو فتح مکہ سے پہلے ہجرت کر گئے۔ مترجم کہتا ہی کہ علی ہذا خالد بن الولید
وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی ان لوگون مین داخل ہونگے جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لا کر ہجرت کر کے چلے آئے تھے اور قولہ فاولٰئک منکم مین دلالت ہی
کہ دوسری ہجرت والے لوگ بہ نسبت سابقین کے کم رتبہ ہین اور اولین سابقین ان سے اشرف و افضل ہین قرطبی رح نے کہا کہ یہ اسوجہ سے کہ
اگلون کی ہجرت کے بعد دوسری ہجرت کا رتبہ اول سے کم تھا اگر کہا جاوے کہ آیت کریمہ مین تو دوسرون کو پہلون مین سے بیان فرمایا ہی تو جواب
یہ ہی کہ بیان مدح مین دوسرون کو اگلون کے ساتھ کرنا بطور الحاق کے ہی پس جن سے لاحق کیا وہ ضرور افضل ہین بہ نسبت اُن کے جن کو
لاحق فرمایا ہے اور جمل رح نے کہا کہ یہ تنبیہ یہان کسی نے نہین لکھی کہ دوسرون کا الحاق آیا حکم توارث مین بھی ہی یعنی اولین مین موالات وارث جاری تھا
وہی دوسرون سے بھی ہی یا نہین لیکن خطیب رح نے البتہ منصوص بیان کیا کہ میراث و غنیمت وغیرہ مین جو سابقین کا حال تھا وہی اُن کیساتھ
ہے اور مترجم کہتا ہی کہ ہجرت ثانیہ اگر بعد صلح حدیبیہ کے لی جاوے تو آیت مواریث اگر اس سے پہلے نازل ہوئی ہو تو صرف موالات مین الحاق ہوگا
نہ ارث مین کیونکہ آیت المواریث سے حکم توارث بہجرت منسوخ ہوگیا فلیتامل۔ پھر واضح ہو کہ ان آیات سے توارث بہجرت جاری رہا پس
مواخات و ہجرت کو میراث مین قرابت پر تقدیم ہوئی تھی چنانچہ قرابت والا محروم رہ جاتا اور ہجرت سے استحقاق والا وارث ہوتا تھا یہانتک
کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو منسوخ فرمایا بقولہ۔ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اور ناتے والے باہم
بعض کیساتھ بعض اولیٰ ہین اللہ تعالیٰ کے حکم مین یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپس مین ناتے والے میراث کے بارے مین اولیٰ ہین بعض نے
کہا کہ فی کتاب اللہ یعنی لوح محفوظ۔ بعض نے کہا کہ قرآن مجید مراد ہے اور یہ حوالہ ہی آیت المواریث پر جو سورۂ نساء مین گذر چکی لیکن اسپر
وارد ہوتا ہی کہ اگر وہان مقدم حکم ہو چکا تو توارث ہجرت کے کچھ معنی نہ ہونگے اور اس آیت کو حکم توارث بہجرت کا ناسخ نہین کہہ سکتے۔ اسکو یاد رکھنا چاہئے
اسی آیت سے امام ابوحنیفہ وغیرہ نے میراث ذوی الارحام کو ثابت کیا اور علم المواریث یعنی علم الفرائض والترکہ مین ذوی الارحام اُن ناتے دارون کو
کہتے ہین جنکے واسطے کوئی حصہ مقرر نہین ہی اور نہ وے عصبہ ہین اور اسمین جو اختلاف ہی وہ کتب فقہ و فرائض مین معروف و مذکور ہی۔ شیخ ابن کثیر رح نے
کہا کہ آیت مین اولوا الارحام سے مخصوص یہی لوگ نہین مراد ہین جنکو علم الفرائض والے ذوی الارحام کہتے ہین یعنی جو عصبہ ہون اور نہ اُن کے واسطے
سہم مفروض ہو جیسے خالہ و ماموں و پھوپھی وغیرہ۔ اگرچہ بعض علماء نے یہی زعم کیا اور ذوی الارحام کی میراث مین اس آیت کو نص صریح تصور کیا ہی
بلکہ حق یہ ہی کہ آیت مین اولوا الارحام کا لفظ بنا بر لغت کے عام ہی جو جمیع قرابات کو شامل ہی جیسا کہ ابن عباس رض و مجاہد و عکرمہ و حسن رح و قتادہ وغیرہ بہت
علماء نے اس امر پر تنصیص کر دی کہ اسی آیت سے منسوخ ہوا ارث بحلف و مواخات وغیرہ جس سے اول مین وارث ہوتے تھے اور علی ہذا یہ لفظ
ان قرابت والون کو بھی شامل ہی جنکو اصطلاح فرائض مین ذوی الارحام کہتے ہین۔ بالجملہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے جملہ اسباب ارث کو منسوخ
کر دیا سوائے قرابت کے پس یہ امر مستقر ہوا کہ اہل قرابت و ناتے والے اپنے ناتے والون کے وارث ہون جیسا کہ علم الفرائض مین مفصل مذکور ہی۔
اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ اللہ تعالیٰ ہر شئے کا علیم ہی یعنی اسپر کوئی چیز پوشیدہ نہین ہی چاہے کوئی شئے ہو اور منجملہ ہر شئے کے یہ
بھی ہی جو ان آیات مین مذکور تھا کہ آدمی بسبب ایمان و ہجرت کے قرابت سے مقدم رکھکر وارث کیا جاوے اور اسمین جو حکمت و مصلحت

تھی اس سے اللہ تعالیٰ دانا تر ہے پھر فقط قرابت کی وجہ سے میراث کو منحصر کیا پس اب سوائے قرابت کے اور کسی وجہ سے وارث نہیں ہو سکتا
پس ایمان و ہجرت میں شرکت والا وارث نہوگا اور جو قرابت رکھتا ہے اگرچہ وہ ایمان و ہجرت میں مشارک نہووے وارث ہوگا۔ فالہم۔ ف۔
فی العرائس قولہ تعالیٰ۔ والذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے برحق مومنین کی ثنا وصفت بیان فرمائی کہ ایمان
لائے و ہجرت کی و راہ حق میں جہاد کیا پس ایمان لانیوالے وہ ہیں کہ ازل میں جب اللہ عز وجل نے اُن کو اپنی ذات پاک بقولہ الست بربکم فرماکر
پہچنوائی تو ارواح سے ازل میں اُنھوں نے مشاہدہ کرکے قالوا بلیٰ سے جواب دیا پس انوار مشاہدہ ازلی ان ارواح کے ساتھ ازل سے ابد تک باقی ہیں
چنانچہ وہ ان انوار کو معائنہ کرتے اور اس خطاب پاک کے سننے کی لذت و حلاوت پاتے اور ہمیشہ واردات غیب سے وجد میں ہوکر غیب پر ایمان
لاتے ہیں۔ اور ہجرت اُنکی باطنی یہ ہے کہ دونوں جہان کے حوادث سے الگ اور اپنے حظوظ طبیعت کو چھوڑ دیتے ہیں اور جہاد اُن کا یہ ہے کہ محل امتحان
میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے ہجر و دوری کے خوف سے نفس و شیطان پر جہاد کرتے ہیں اور ان دونوں دشمنوں کے وسوسہ و فریب
سے دور بھاگتے و بچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے آپکو قربان کرتے ہیں پس جب یہ اوصاف سے متصف ہوئے اور حقائق ایمان
وعرفان اُنکو حاصل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انکو یقین وایمان میں صادق وسچا وحقیقت کو پہونچنے والا فرمایا بقولہ اولئک ہم المؤمنون حقا یعنی برحق
مومنین ہیں یعنی ایمان کی حقیقت و معرفت ان کو حاصل ہے پھر اسکے ساتھ ان کے حال پر دوسرا احسان مزید مغفرت کا مبذول کیا کیونکہ حیات مستعار
تک بندہ محل امتحان میں ہے پس ناروا حرکات وخطرات سے محفوظ نہیں اور نیز حقیقت عرفان الٰہی میں بندہ ہمیشہ قصوروار ہے لہذا کرم و فضل
بطریق امتنان فرمایا لہم مغفرۃ ورزق کریم۔ ان کو نظر قہر سے پوشیدہ کردیا تاکہ حوادث قہریات ان کو نہ پہونچیں اور کشف و وصال سے انکو
رزق قرب عطا فرمایا۔ شیخ ابو یزید کا قول ہے کہ نفس کے ساتھ جہاد اس طرح کہ اسکو مہجور کردے اسطرح کہ جن چیزوں کی وہ اُلفت رکھتا ہے اُس سے
جدا کردے اور اہل و مال وغیرہ سے اُسکا تعلق توڑکر اسکو راہ حق میں لگادے۔ بعض نے آیت کریمہ کی تفسیر میں کہا ہجرت و جہاد اُنکا یہ تھا کہ بُرے
ساتھیوں کو بد اعمال کو باطل دعووں کو چھوڑکر اہل حق کے ہمنشین صالح ہوگئے بعض نے کہا کہ ایمان لانا اُنکا اسطرح کہ اللہ تعالیٰ کیواسطے دلوں کو
قربان کیا اور ہجرت اس طرح کہ اہل و مال کو اللہ تعالیٰ کے ہی واسطے چھوڑا اور جہاد اسطرح کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کو قربان کیا پس جس نے
قلب کو محبت میں اور ملک کو رضامندی میں اور نفس و روح کو اس کا کلمہ بلند کرنے اور بول بالا کرنے میں قربان کیا اسنے محبت حقیقی کا درجہ پایا
اور جو حقیقی محبت رکھتا ہے وہی سچا مومن ہے۔ شیخ ابو بکر بن الفارسی رح نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دو باتوں سے جو فضیلت
حاصل ہے وہ کسی کو ممکن نہیں اول یہ کہ اُن کو آنحضرت صلعم کا دیدار و ہمنشینی نصیب ہوئی۔ دوم یہ کہ اُنھوں نے آنحضرت صلعم کے ساتھ جہاد کیا
اور باطن سے بالکل اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے منقطع ہوگئے اور اپنے نفوس سے غربت اختیار کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اُن کی
کمال مدح فرمائی ہے کہ وہ ایمان لائے ملکوت غیوب پر اور چھوڑ دیا حوادث کو اور سچی طاعت کیواسطے اپنے نفوس پر جہاد کیا وہی تو مومنین صادقین
ہیں پس اللہ تعالیٰ جن بندوں کی ثنا وصفت فرماتا ہے وہ اوروں سے بدرجہا افضل ہیں کیونکہ معرض مدح میں آنے کیلئے باختیار الٰہی وہ لوگ مختار
ہوئے نہ اگلے نہ پچھلے پس وہ دونوں سے فضل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے اگر وہ اوروں کو ایسی مدح کیواسطے پسند کرتا تو ہو سکتا تھا پس جب اسنے انھیں کو
مختار فرمایا تو وہی افضل ہیں اور اس سے زیادہ شرف کیا ہوگا کہ حضرت رب العزت جل جلالہ جو اُنکا خالق ہے اُن کی مدح فرماتا ہے۔ قولہ تعالیٰ اولوا الارحام
بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ ان اللہ بکل شیء علیم۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے یہاں ارحام سے مشیت قدم یعنی علوم کو اشارہ میں مراد لیکر میراث قرب و
مکاشفات وغیرہ کو وارث میں اُن کے لئے اولیٰ قرار دیا چنانچہ لکھا کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ علوم غیبیہ و حکمتہائے غریبہ و اخبار

عجیبہ ومشاہدات واسرار جذبات وجد وواردات ولطائف مقامات وسیر مجاہدات وغیرہ جو انبیاء وصدیقین کی میراث ہی۔ وہ اولو الارحام ہی کیواسطے مخصوص ہی یعنی انھین سچے مریدون کو ملتی ہی جو طلب مین صادق اور توفیق سے سرفراز اور محبت مین کامل اور یاد حق مین مستغرق اور ذکر افعال وصفات مین متدین ہین کیونکہ ارحام عالم سے تجلی قدم وہ اسی طرح نکلے تھے کہ مشاہدہ انوار ذات وصفات سے ان اوصاف مین کامل ومنظور نظر ولایت ہوئے تھے اور جیسے وہ لوگ جو زبانی دعوے کرتے ہین جیسے یہود ونصاری اپنے آپ کو متبع نبوت حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام قرار دیتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم فرزندان حق واُس کے محبوب بندے ہین حالانکہ اتباع نفس وشیطان مین سرگردان ہین اور اتباع نبوت کا کہین انہین نام بھی نہین اور جیسے اہل اسلام مین جھوٹے دعوے والے عالم ودرویش کہ زبانی خدا رسیدہ وپاک اعتقاد ونیک کردار بنتے ہین حالانکہ اتباع نبوت وسنت سے دور پڑے ہین اپنے نفس کی خواہشون مین گرفتار اور شیطانی خطرات کو ایمان سمجھتے اور چال وچلن خلاف راہ صواب وصراط مستقیم کی اختیار کیے ہوئے لوگون کے مال کھاتے اور دنیا پر نظر رکھتے ہین تو ایسے لوگ کبھی اس میراث نبوت وصدق سے حصہ نہ پاوینگے اور کبھی انکو باغ ملکوت کی پاکیزہ ہوا نہ لگے گی اور کبھی گلشن جبروت سے نسیم گلہائے معطر نہ سونگھین گے اور کبھی اسرار الحان کی آواز اُن کے کانون مین نہ پہونچے گی کیونکہ یہ لوگ نفس وشیطانی پرون سے پرواز کرتے ہین جن کی انتہائی پرواز اُسکے پاؤن تعر بد افعالی وخصائل ذمیمہ اعتقادات فاسدہ ہین جو کنارہ جہنم پر پہونچاتے ہین پس انجام اُن کا اسی فرنج کی بدبو وبدمنظر وبدغذا ہے جو پردہ اسرار مین اُن کو بر عکس مزین نظر آتی ہی اور ان لوگون کے پاس وہ پر نہین ہین جن سے پرواز حقیقی ہوتی ہی کیونکہ وہ پرواز بازو سے رسالت ونبوت ومحبت وصدق وحیا وولایت ہوتی ہی چنانچہ نیک خصلت ونیک انجام کو ہوا گلشن مشاہدہ وصدق وصفا مین انھین پرون کے پرواز سے وصول ہوتا ہی اور وہین پہونچکر نسیم عطر آگین واسرار الحان پاکیزہ سے مشام وروح معطر ہوتے ہین۔ تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصف مین کیونکر علم منطق الطیر وغیرہ کو ذکر فرمایا ہی پس جو کوئی معرفت کے ان طریقون مین سے کسی طریقہ کے ساتھ اُن کی طرف منسوب ہو وہی ولایت مین اسکا نسب وناتا ہی اور اسکو اسی طریقہ کی میراث مین اسی طریق کا علم حقیقت حاصل ہوگا اگرچہ وصول ومنزلت مین سب باہم ایک ہین فرق فقط نزدیکی وزیادہ نیکی کی راہ سے ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ قول جو عوام مین مشہور ہے کہ ہر ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے اسکا محصل یہی ہی جو یہان شیخ کے کلام سے ظاہر ہوا پھر شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب لدنی مین اس میراث کی قسمت بیان فرمائی ہی۔ کما قال تعالیٰ اولی ببعض فی کتاب اللہ پس ہر ایک کی قسمت قبل اسکے اعمال بلکہ قبل وجود کے مقدر ہوچکی ہی پس یہ فضل الٰہی ہی جسکو چاہا عطا فرمایا اور جو تقدیر پر ایمان نہ لایا وہ کافر رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسمت میراث کا اشارہ فرمایا بقولہ العلماء ورثۃ الانبیاء الحدیث یعنی انبیاء علیہم السلام دنیا کمانے کو نہین آئے بلکہ بندون کو دنیا کے انہماک کی اس کی وجہ سے جو بد افعال پیدا ہوتے ہین اُن سے چھڑانے کو آئے تھے پس مال متاع دنیا اُن کی میراث نہین ہی بلکہ علوم حقیقت ومعرفت اُن کی میراث ہی پس اُمت کے مومنون نے بقدر اپنے اپنے حوصلہ وفہم کے ان علوم سے حصہ پایا یعنی جسقدر اتباع شریعت وطریقت مین امتی مومن پیش قدم ہوا اسی قدر اس کا ناتا نزدیک ہوا اور اسی قدر حصہ میراث اسکو زیادہ ملا اگرچہ میراث کا ملنا اللہ عز وجل کیطرف سے مخصوص ہی اسمین انبیاء علیہم السلام کو خود عطا کرنے کا دخل نہین ہی جیسے ظاہری ترکہ کی تقسیم مین خود اللہ تعالیٰ نے تقدیر فرمائی ہی ایسے ہی باطنی حقیقت میراث کی تقسیم بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتی ہے اور اسی وجہ سے اُن کے احوال متفاوت ہوتے ہین اور خود اشارہ فرمایا بقولہ ویأبی اللہ والمومنون الا ابا بکر یعنی حصۂ خلافت وامامت کسی کو نہین مل سکتا سوائے حضرت ابوبکر رضؓ کے کیونکہ اتباع مین انکا قدم سب سے پیشتر تھا پس اُن کا ناتا سب سے اقرب ہوا لہذا حصۂ میراث ان کو جناب الٰہی سے مخصوص ہوا پس اور کسی کو نہین ملیگا پھر اللہ تعالیٰ نے

قولہ ان اللہ بکل شیٔ علیم۔ سے اس سورہ کو ختم فرمایا۔ اور جیسے حضرت باری تعالیٰ عزشانہ کی ثنا و صفت پاک ہو ویسے ہی اسمین تنبیہ ہو کہ او تعالیٰ علم ازلی سے عالم ہو اُسنے ازل مین قبل وجود ان بندون کے جن کو حصہ میراث پہونچا ہو اپنے فضل سے ان کو برگزیدہ فرمایا تھا پس صدیقین کو کرامت صدیقیت اور شہدا و صالحین کو اپنے اپنے مرتبہ کی کرامت اسی علم محیط کے موافق بعد ان کے ایجاد کے پہونچی وقد قال تعالیٰ ولقد اخترناھم علی علم علی العالمین پس ان اللہ بکل شیٔ علیم سے یہ معنی ظاہر ہوئے کہ جو برگزیدگی ان بندون کیلئے ازل سے مقدر فرمائی تھی وہ موافق تقدیر کے ان سے ظاہر ہوگی کہ شوق لقاء الٰہی مین پاکیزہ طور سے طاعات ادا کرینگے اور اتباع مین پیش قدم رہین گے یہان تک کہ تمام عالم سے براءۃ و بیزاری کر کے خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو جائین گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ مَدَنِیَّۃٌ وَھِیَ مِائَۃٌ وَتِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ اٰیَۃً

سورۂ توبہ مدنیہ ہو اور قرطبی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کے مدنیہ ہونے پر اتفاق ہو ولیکن مفسر رح نے اختلاف کی طرف اشارہ کیا بقولہ او الا آیتین آخرہا یا سب مدنیہ ہو سوائے دو آیتون کے جو آخر سورہ ہین۔ اور یہ سورہ ایک سو تیس آیت کی ہو اور مفسر رح نے اسمین بھی اختلاف کا اشارہ کیا بقولہ او الا آیۃ یعنی یا ایک آیت کم پس ایک سو اُنتیس آیات ہوئین۔ اس سورہ کے بھی مانند سورہ الحمد کے بہت نام ہین از انجملہ سورۃ البراءۃ کیونکہ معاہدہ مشرکین سے براءت ہو بقال برئت منہ وانا منہ بریٔ یعنی جو لگاؤ تیرا اس سے تھا وہ تو نے کاٹ دیا۔ سورۃ التوبۃ کہ اسمین مومنین پر توبہ نازل ہونے کا بیان ہے حذیفہ سے روایت ہو کہ تم لوگ اسکو سورہ توبہ کہتے ہو حالانکہ وہ سورۃ العذاب ہو۔ سورۃ الفاضحۃ کیونکہ اس نے اہل نفاق کو فضیحت کر دیا۔ سورۃ البحوث وسورۃ المبعثرۃ وسورۃ المثیرۃ۔ کیونکہ چھپے نفاق کو بحث کر کے کھود نکالا۔ سورۂ مقشقشۃ از تقشقش بمعنی بیزاری کیونکہ نفاق سے براءت کرتی ہو اور ایسی ہی مناسبت سے دیگر نام ہین مانند سورۃ المخزیۃ والحافرۃ والمنکلۃ والمدمدمۃ اسے مہلکۃ المشردۃ والمنقرۃ۔ ابن عباس رض سے روایت ہو کہ بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی وعنہ ایضا مدینہ مین نازل ہوئی۔ اور یہی ابن الزبیر و قتادہ سے مروی ہو۔ براء بن عازب رض نے کہا کہ آخر جو آیت نازل ہوئی قولہ یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ الآیۃ ہو اور آخر جو سورہ نازل ہوئی سورہ براءۃ ہو۔ رواہ البخاری پھر یہان ایک سوال وارد ہوتا ہو چنانچہ ترمذی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جب عثمان رض نے صحابہ رض کے اتفاق سے قرآن مجید کو مصحف مین جمع کر دیا تو مین نے عثمان رض سے کہا کہ سورۃ الانفال تو مثانی مین سے ہو اور سورہ براءۃ مئین مین سے ہو پھر آپ لوگون نے کیون ان دونون کو نزدیک کر دیا اور درمیان مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہین لکھا اور سبع طول مین داخل کر دیا تو عثمان رض نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ زمانہ گذرتا اور آپ پر متعدد آیات کے سورہ نازل ہوتے پس جب آپ پر کچھ نازل ہوتا تو وحی لکھنے والون مین سے کسی کو بلاتے اور فرماتے کہ اس کو فلان فلان مقام پر لکھو[ملہ] اور سورۂ انفال تو مدینہ مین اول مین نازل ہوئیوالیون مین سے تھی اور سورۂ براءۃ آخر مین نازل ہوئی اور قصہ اس کا اُسکے قصہ سے مشابہ تھا اور آنحضرت صلعم نے وفات فرمائی اور ہم کو نہین بتلایا کہ یہ سورہ بھی اسی مین کی ہو اور ہم نے خیال کیا کہ اسی مین سے ہو لہذا دونون کو ملا دیا اور درمیان مین سطر بسم اللہ الرحمن الرحیم نہین لکھی اور دونون کو سبع طوال مین رکھا۔ کذا رواہ احمد وابو داؤد والنسائی وابن حبان والحاکم۔ بعض نے کہا کہ حضرت عثمان رض کے وقت مین جب قرآن لکھا گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم مختلف ہوئے بعض نے کہا کہ سورۂ انفال وسورہ براءۃ دونون واحد ہین اور بعض نے کہا کہ دو ہین پس اسطرح اقتران کر کے درمیان مین بسملہ چھوڑ دی گئی اور کشاف وغیرہ مین کہا کہ جنھون نے ایک ہی سورۃ قرار دیا ان کا قول اظہر ہو اسواسطے کہ مجموعہ دو سو پانچ آیتین ہین پس دونون مل کر طوال سورتون مین ساتوین سورۃ قرار دیجاوینگی۔ وقال المترجم ظاہر یہ ہو کہ حضرات صحابہ رض نے بوجہ عدم تیقن کسی جانب کے

ملہ ہم نے اُن کو لیسے علم پر جانہ بہت شاقہ ۱۲ منہ یعنی مثلاً اول سورہ پہلے اترا پھر آخر سورہ اترا پھر درمیانی اترا تو فرما دیتے کہ اسکو درمیان مین رکھو پھر اور کچھ آیات نازل ہوئین تو بتلا دیتے کہ درمیان مین اسکو فلان فلان جگہ فلان آیت کے پہلے یا فلان آیت کے بعد لکھو ۱۲ م

ساقط بسملہ کو ترک کیا۔ لیکن یہ قول بنا بر اینکہ بسملہ واسطے فصل کے نازل ہوئی ہے جیسا کہ قدماء حنفیہ کا مذہب ہے۔ **وقال المفسر** رح بسملہ اسواسطے نہین لکھی گئی کہ آنحضرت صلعم نے اس کا حکم نہین دیا جیسا کہ مستدرک حاکم کی حدیث سے نکلتا ہے قشیری رح کا بھی یہی مطلب ہے کہ جبرئیل ع اس سورہ کیساتھ بسملہ نہین لائے تھے۔ **قال المترجم** وعلی ہذا یہ سورہ مستقل ہے اور انفال کا ٹکڑا نہین ہے چنانچہ اس کا نام علیحدہ بلکہ متعدد نام سے مسمی ہونا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہ امر زمانہ صحابہ رض سے شائع ہے جیسا کہ حذیفہ رض سے اوپر مذکور ہوا۔ **وقال ابو السعود** رح ان نامون سے مشتہر ہونا اُسکے مستقل سورہ ہونے کی دلیل ہے اور یہ کہنا کہ علیحدہ نام سے انہین صحابہ رض نے مسمی کیا جو اسکو مستقل سورہ جانتے تھے تو یہ خلاف ظاہر ہے علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بسملہ امان ہے اور سورہ براۃ نازل ہوئی تلوار کے ساتھ۔ اسمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ترک تسمیہ کی وجہ کا اشارہ بتلایا۔ اور ایسا ہی سفیان بن عیینہ رح سے بھی مروی ہے۔ **وقال الخفاجی** رح یہی قول صحیح ہے۔ ابو السعود رح نے کہا کہ تسمیہ ترک ہونے کی یہی حکمت ہے کہ سورہ براۃ تو امان دور کرنے کیواسطے نازل ہوئی پس بسملہ سے جو الرحمن الرحیم کو شامل اور موجب امان ہے شروع نہین کی گئی جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کو عہد توڑنے کا خط لکھتے تو ایسے عنوان سے شروع نہین کرتے تھے پس ترک تسمیہ کی وجہ یہ نہین ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اُسکے مستقل سورہ ہونے یا غیر مستقل ہونے مین اشتباہ تھا جیسا کہ ابن عباس رض سے حکایت کیا گیا اور یہ رعایت بھی نہین تھی کہ صحابہ رض مین اختلاف تھا پس ہر دو فریق کی رعایت سے فصل کر دیا گیا کیونکہ ترک تسمیہ وعدم ترک مین کسی کی رائے کو دخل نہین ہے بلکہ یہ امر توقیفی ہے پس جیسے جہان شارع نے واقف کرا دیا ویسا ہی وہان کیا جاوے گا اور اسمین شک نہین کہ یہان بسملہ کا نزول نہین ہوا۔ **قال المترجم** لیکن یہ اشکال وارد ہے کہ انفال مثانی مین سے اور براۃ مئین مین سے ہے ان دونون کو سبع طوال مین کیون داخل کیا گیا ہے اور حق یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کو اجماع کے ساتھ موافق ترتیب لوح محفوظ کے بارشاد آنحضرت صلعم جمع فرمایا اور اللہ تعالی اپنے ذکر پاک کا حافظ ہے پس یہ جمع و ترتیب بعصمت و حفظ الہی ہے اور جو حالت موجود ہے اسمین کسی وہم و گمان شیطانی کو دخل دینا لغو ہے والسلام۔ **قال الحافظ** رحمہ اللہ اس سورہ کا اول حصہ اسوقت نازل ہوا جب آنحضرت صلعم غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور آپنے حج کا قصد فرمایا پھر ذکر ہوا کہ موسم حج مین مشرکین اپنی عادت کے موافق آتے ہین اور وے لوگ ننگے طواف کرتے ہین پس اُن کے ساتھ خلط ملط ہونا مکروہ جان کر ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج قرار دیکر روانہ فرمایا کہ لوگون کو مناسک حج پر قائم کرین اور مشرکون کو آگاہ کرین کہ اس سال کے بعد سے لوگ حج مین نہ آوین اور لوگون مین پکار دین کہ براۃ من اللہ ورسولہ الآیات جب وہ روانہ ہوئے تو اُنکے پیچھے علی بن ابیطالب رض کو روانہ کیا تا کہ آنحضرت صلعم کی طرف سے ایسی بات پہونچانیوالا آپکا عصبہ ہو چنانچہ اسکا بیان عنقریب انشاء اللہ تعالی آتا ہے پس تیس یا چالیس آیتین لیکر روانہ ہوئے۔ من قولہ تعالے۔

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ

جواب ہے اللہ تعالی کی طرف سے اور اُسکے رسول سے اون مشرکون کو جن سے تمکو عہد تھا سو پھر لو اس ملک مین

أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ۝ وَ

چار مہینے اور جان لو کہ تم نہ تھکا سکوگے اللہ کو اور یہ کہ اللہ رسوا کرتا ہے منکرون کو اور

أَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ

سنا دینا ہے اللہ کی طرف سے اور اُسکے رسول سے لوگون کو دن بڑے حج کے کہ اللہ الگ ہے

الْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ

مشرکون سے اور اُس کا رسول سو اگر تم توبہ کرو تو تم کو بھلا ہے اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم

غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ

نہ تھکا سکو گے اللہ کو اور خوشخبری دے منکرون کو دُکھ والی مار کی مگر جن مشرکون سے تم کو عہد تھا پھر

لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

قصور نہ کیا تمھارے ساتھ اور مدد نہ کی تمھارے مقابلہ مین کسی کی سو اون سے پورا ہو نچاؤ عہد اُنکے وعدے تک اللہ کو خوش آتے ہین احتیاط والے

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ خبر مبتدا محذوف اے ہذہ براءۃ۔ من ابتدائیہ ہو متعلق بمحذوف اے واصلۃ من اللہ ورسولہ۔ اور جائز ہو کہ صفت موصوف مل کر مبتدا ہو جائے کیونکہ نکرہ مخصصہ ہو گیا اور خبر اسکی۔ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ ولیکن اول اولی ہے۔ عہد زبانی قول جو قسم کے ساتھ موکد ہوا اور عاہدتم کا خطاب مومنین کو ہے اور الذین موصول مبہم کا بیان من المشرکین ہو اور حال یہ تھا کہ مومنین نے اس سے پہلے مشرکین مکہ اور دیگر مشرکین سے مختلف معاہدے کیے تھے بعض مین مدت کا بیان نہ تھا بلکہ مطلق تھے اور بعض مین مدت تھی پس کسی مین چار مہینہ سے زائد اور کسی مین کم ولیکن اس سے کم مدت کے معاہدہ کا بیان کسی خبر صحیح سے ثابت نہین ہوتا۔ بہرحال المشرکین سے عموماً مشرک مراد ہین یا خاص ہین اور معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ واُس کا رسول دونون بری ہوئے اس عہد سے جو تم نے مشرکون سے باندھا بعض نے کہا کہ کافرون نے نقض عہد کیا اس سبب سے عہد کا پھینک مارنا واجب ہوا ولیکن اس قول مین تامل ہو بلکہ اظہار اسلام سے معاہدہ اہل کفر کی تحقیر فرمائی گئی۔ اور اللہ تعالیٰ کے عہد سے بری ہونے کے یہ معنی ہین کہ مومنون کو مشرکین کا عہد اُن پر پھینک مارنے کی اجازت ملی۔ یا اسم جلال لغرض تہویل ہے جیسے براءۃ کی تنوین بغرض تفخیم شان براءۃ ہے۔ اور براءۃ کو اللہ تعالیٰ ورسول کے ساتھ اور معاہدہ کو مسلمانون کے ساتھ اسواسطے متعلق فرمایا کہ دلالت ہو کہ مسلمانون پر مشرکون کے عہود اُن پر اُلٹے پھینک مارنا واجب ہو اگرچہ مسلمانون نے جو معاہدے کیے تھے وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور رسول اللہ صلعم کے اتفاق سے کیے تھے پھر اسمین اختلاف ہو کہ یہ براءۃ کس عہد سے ہو یعنی عہد مطلق سے جسمین مدت کا کچھ ذکر نہین تھا یا چار مہینہ سے کم مدت والے عہود سے یا چار مہینہ سے زائد والے عہود سے جنمین نقض عہد کیا گیا اور کلام آئندہ مین آتا ہے بالجملہ برأت کے بعد حکم دیا فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ۔ ساح یسیح۔ سیاحۃ سیر کرنا۔ چلنا ابو السعود نے لکھا کہ سیاحت زمین مین چلنے کو کہتے ہین جو آسانی وسہولت کیساتھ ہو بس اسمین اشارہ ہو کہ بہت بے کھٹکے چار مہینہ تک پھرنیکا حکم دیا یعنی اے مشرکو تمکو مباح ہو کہ پھرتے پھرو زمین مین بے کھٹکے چار مہینے تک اس مدت تک تمکو امان ہے کوئی تمکو قتل نہین کریگا جہان جا ہو پھرو اور غور وفکر کر لو۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ اور جان رکھو کہ تم کبھی اللہ تعالیٰ کے عاجز کرنیوالے نہین ہو۔ اور یہ مہلت تم کو اسواسطے نہین دی کہ تمھارے مقہور کرنے مین اب کوئی عجز ہے بلکہ رحمت ومصلحت تمھارے حق مین ہو کہ توبہ کرنیوالا قبل ملنے آبرو کیساتھ توبہ کرے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ اور تم جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کافرون کو خوار کرنے والا ہے۔ مخزیکم نہین فرمایا کیونکہ جو بالفعل مشرک تھے بعضے اُن مین سے ایمان لے آئے پس اشارہ کر دیا کہ بندے سب ہی اللہ تعالیٰ کے ہین مگر جو کفر ونافرمانی کرینگے وہی خوار کیے جاوینگے خواہ دنیا مین بھی چنانچہ مشرکون کے ساتھ واقع ہو لیا اور خواہ دنیا مین یا آخرت مین پس قیامت تک جتنے کافر ہین سب کے لیے تہدید و وعید ہو۔ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ۔ آذان بمعنی اعلام یعنی آگاہ کرنا وخبردار کرنا معنی یہ کہ اور اعلام واشتہار ہو اللہ تعالیٰ واُسکے رسول کی جانب سے جو بڑا اکرم رسول ہو اِلَى النَّاسِ سب لوگون کی طرف يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ حج اکبر کے روز یعنی یوم النحر کے روز جو دسوین تاریخ ذی الحجہ کی قربانی کا دن ہوتا ہو کہ۔ اَنَّ اللّٰهَ اے بان اللہ۔ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ اللہ تعالیٰ بری ہو مشرکون سے اور اللہ تعالیٰ کا رسول بھی مشرکون سے اللہ تعالیٰ واُس کے رسول کے بری ہونے کے یہ معنی ہین کہ مشرکون کے عہد سے بری ہو پس حج مین یوم النحر کے روز یہ اعلام کر دیا کہ سب لوگ جان لین

پس مشرکین تو چار مہینہ تک امان کے بعد اپنے آپ کو بے امان سمجھین اور جملہ مسلمان بھی واقف ہوجاوین کہ چار مہینہ کے بعد کسی مشرک کے لئے عہد وذمہ نہین ہو اور نہ آئندہ کوئی مسلمان کسی مشرک سے معاہدہ کرسکتا ہی اور بخاری رح کی روایت مین ہو کہ نوین سال ہجرت مین آنحضرت صلعم نے حضرت علی رض کو بھیجا کہ اُنھون نے یوم النحر کے روز منی مین باآواز بلند اعلام کردیا ان کلمات کے ساتھ اور یہ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج مین شریک نہ ہو اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے۔ پھر اوتعالی نے کافرون کو توبہ کی طرف بلایا بقولہ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ یعنی اس عرصہ مین اے منکر بندو اگر تم کفر ونافرمانی سے توبہ کرو تو تمھارے لئے بہتر ہے۔ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ اور اگر نہ مانوگے منھ موڑوگے اور نافرمانی پر اڑوگے تو تمھارا بُرا ہوگا کسی کا کچھ نقصان نہین۔ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ اور یہ جان رکھو کہ تم کبھی اللہ تعالی کو عاجز کرنیوالے نہین ہو اور وہ پاک پروردگار اپنا دین اور اپنا نور پورا کریگا۔ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ اور اے محمد صلعم تو کافرون کو عذاب الیم کی خوشخبری سنادے۔ کافرون پر تہکم ہے کہ لو یہ خوشخبری سُن رکھو کہ تم سب مقہور بندے ہو تمھارے لئے کچھ نہین ہوسکتا بلکہ دردناک عذاب اُٹھاؤگے کہ دنیا مین قتل وقید وخوار ہوگے مال واولاد برباد ہوگی اور آخرت مین عذاب جہنم مین پڑوگے بالجملہ یہ ایذان واعلام تمام مشرکون وعہدوالون کو دیا مگر ان مین سے استثنا فرمایا بقولہ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ سوا ان مشرکون کے جن سے تم نے عہد کیا ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا۔ پھر اُنھون نے تم سے عہد کی شرطون مین سے کسی شرط مین کچھ نقص نہین کیا۔ وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا اور نہ تم پر کسی کی مظاہرت کی یعنی کسی گروہ کافر کے جو تم سے لڑا یا مانند اس کے کوئی امر کیا اس کی اُنھون نے معاونت بھی نہین کی تو۔ فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَى مُدَّتِهِمْ پورا کردو اُن کو اُن کا عہد اُن کی مدت تک کیونکہ عہد پورا کرنا از جملہ تقوی ہی اور حال یہ ہو کہ۔ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ اللہ تعالی تقوی والون کو محبوب رکھتا ہی ف مفسرین نے اسمین اختلاف کیا کہ براۃ مذکورہ کن عہدوالون سے اور کیسے عہدوالون سے ہی اور چار مہینہ کی مہلت کب سے کب تک ہی کیونکہ آگے کی آیت مین مہاے حرام گزرنے کے بعد ہی مشرکون کے حق مین یہ حکم ہو کہ جہان پاؤ قتل کرڈالو۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ اختلافی اقوال مین سے ایک یہ ہو کہ اس آیت مین ان عہدوالون سے براءت ہی جن کے ساتھ مطلق عہد بدون بیان مدت کے تھا یا جن سے چار مہینہ سے کم مدت تک عہد تھا پس اُن کے لئے چار مہینہ کی میعاد دی گئی اور جنکے ساتھ اس سے زائد کسی مدت معلومہ تک عہد تھا اُن کا عہد اسی مدت تک باقی ہے بقولہ تعالی۔ فاتموا الیہم عہدہم الی مدتہم۔ اور حدیث مین بھی آیا ہو کہ من کان بینہ وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعہدہ الی مدتہ یعنی جس کے اور رسول اللہ صلعم کے درمیان کسی میعاد معلومہ تک عہد تھا اسکا عہد اپنی مدت تک ہی اور یہی قول منجملہ اقوال کے احسن واقوی ہو اور اسی کو ابن جریر رح نے اختیار کیا ہو اور مفسر رح نے ان عہدوالون کو بھی اسی مین داخل کیا جنکا عہد کسی مدت معلومہ تک چار مہینہ سے زائد تھا مگر اُنھون نے کسی شرط مین خلاف کیا یا مظاہرت کی تو اُنکا عہد بھی باطل ہوگیا اور یہ بھی صحیح ہے۔ مجاہد رح سے مروی ہو کہ اصحاب عہد کو ایذان دیا گیا کہ چار مہینہ امن سے پھرین اور یہ چارون مہینے پے درپے ہین پس گیارہوین ذی الحجہ سے لیکر ربیع الآخر کی دسوین تک ہی۔ یہی جمہور کا قول ہو۔ انس بن مالک رض سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے براۃ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا تھا جب وہ ذوالحلیفہ تک پہونچے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین پہونچاویگا اس بات کو کوئی سوائے میرے یا میرے کسی اہل بیت کے پس اسکو علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ روانہ کیا۔ رواہ احمد والترمذی وبیضاوی رح نے کہا کہ یہ جو حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین پہونچاویگا میری طرف کوئی سوائے میرے یا میرے اہل بیت کے تو یہ عموم پر نہین ہی یعنی ہر بات مین یہی حکم نہین ہی کیونکہ اکثر آنحضرت صلعم نے ایسے لوگون سے تبلیغ فرمائی جو اہل بیت سے نہ تھے بلکہ یہ فقط عہد سے مخصوص ہی کیونکہ عرب کی یہ عادت تھی کہ جس قبیلہ کی طرف نقض عہد کا پیغام ہو اسکو سردار

یا اسی کا گھر والا کوئی پہونچا دے اور دلیل اسپر بعض روایات کے الفاظ ہیں کہ لا یبلغہا کوئی اس براۃ کو نہ پہونچا دے الخ۔ مین کہتا ہون کہ اکثر روایات اسی امر کو مشعر ہین کہ فقط براۃ مذکورہ کے ساتھ تخصیص ہے۔ بعض نے زعم کیا کہ پہلے ابوبکرؓ کو مقرر کیا تھا پھر معزول کر دیا اور حضرت علیؓ کو مقرر کیا حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ حضرت ابوبکرؓ اسی طرح امیر الحاج و امیر الموسم رہے اور براۃ عہود کے پکارنے کیلئے حضرت علیؓ کو بھیجا تھا چنانچہ محمد بن اسحاق نے امام ابوجعفر محمد باقرؒ سے روایت کی کہ جب سورۂ براۃ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے ابوبکرؓ کو حج کے واسطے امیر کر کے روانہ کیا پھر کہا کہ میری طرف کوئی ادائے پیغام نہ کرے سوائے میرے اہل بیت کے پھر علیؓ کو بلا کر فرمایا کہ یہ قصہ براۃ لیجاؤ اور یوم النحر کو جب منیٰ مین جمع ہون تو پکار دو کہ جنت مین کوئی کافر نہین داخل ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے اور جس کسی سے آنحضرت صلعم سے عہد تھا اُسکا عہد اسکی مدت تک ہے۔ پس علیؓ آنحضرت صلعم کے ناقہ عضباء پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اور راہ مین ابوبکرؓ سے مل گئے پس ابوبکرؓ نے دیکھکر فرمایا کہ امیر ہو یا مامور ہو یعنی مجھ پر سردار کر کے بھیجے گئے ہو یا میری ماتحتی مین ہو۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ مامور ہون پھر دونون چلے یہان تک کہ ابوبکرؓ نے لوگون کو حج کرایا الی آخر ما قال۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابوبکرؓ کو اقامت حج اور اعلام براۃ دونون کے واسطے بھیجا تھا اور وہ دونون باتون پر قائم رہے اور حضرت علیؓ کو پیچھے سے اعلام براۃ کے واسطے بھیج دیا تاکہ اہل عرب مین سے کسی کو اپنی عادت کے موافق غدر نہ رہے چنانچہ امام بخاریؒ نے روایت کی کہ ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ ابوبکرؓ نے اس سال جن پکارنیوالون کو بھیجا تھا انہین مجھے بھی مقرر کیا تھا کہ یوم النحر کو منیٰ مین ہم پکارتے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نکرے۔ حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے پیچھے پیچھے علیؓ بن ابی طالب کو بھی بھیجا اور حکم دیا کہ براۃ کو پکار دے۔ ابوہریرہؓ نے کہا کہ ہمارے ساتھ علیؓ نے بھی منیٰ مین یوم النحر کو بھی پکار دیا۔ دوسری روایت بخاری مین اس مضمون کے ساتھ یہ بھی ہے کہ یوم الحج الاکبر وہ یوم النحر ہے اور اکبر اس جہت سے کہا گیا کہ لوگ حج اصغر کہتے تھے پس ابوبکرؓ نے اس سال مین لوگون کے عہد اُن پر پھینک مارے پھر سال حجۃ الوداع جسمین رسول اللہ صلعم نے حج کیا کسی مشرک نے حج نہین کیا۔ انتہی ما فی الروایۃ۔ اور حضرت علیؓ سے ندا مین چار باتین مروی ہین یعنی کوئی کافر کبھی جنت مین داخل نہوگا اور کوئی مشرک اس سال کے بعد حج نہ کرے اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نکرے اور جس کے و آنحضرت صلعم کے درمیان عہد تھا اُس کا عہد اُس کی مدت تک ہے۔ رواہ ابن جریرؒ وغیرہ۔ پھر واضح ہو کہ یوم الحج الاکبر وہ یوم النحر ہے جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے دروایت بخاری از ابوہریرہ اور گذری اور ابن جریرؒ نے خطبہ حجۃ الوداع مین باسناد صحیح مرفوع یہی روایت کیا اور یہی ابن مسعودؓ و ابن ابی اوفی و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم و مجاہد و جماعت تابعین رحمہم اللہ کا قول ہے اور حضرت عمرؓ و ابن عمرؓ و ابن عباسؓ و طاؤس وغیرہم نے کہا کہ وہ یوم عرفہ ہے اور مجاہدؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ جملہ ایام حج ہین حسن بصریؒ و ابن سیرینؒ سے مروی ہے کہ یہ دن فقط حج ابوبکرؓ اور حج رسول اللہ صلعم کا دن تھا اب نہین ہے۔ ارجح قول اول ہے کما نص علیہ ابن جریر رحمہ اللہ۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ براءۃ من اللہ و رسولہ الی الذین عاہدتم الآخ۔ جاننا چاہیئے کہ عہد معرفت و محبت و عبودیت کا پورا کرنا نہین ممکن ہے مگر اسی شخص سے جس نے عدم سے نکلتے وقت ربوبیت کو بنور ازلی مشاہدہ کیا ہے اور جو کوئی محبت و عشق قدیم سے خالی ہو وہ وفا نہین کر سکتا اور کیونکر وفا کرے کیونکہ درگاہ کبریائی سے مردود ہے اور کبھی ابد تک مقبول نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان رعونت والون سے براۃ فرمائی جو اپنے نفوس کی خواہشون و دنیا و اُس کی زینت و جاہ و مال و منال کو پوجتے ہین اور داغ فراق اُن پر لازم کر دیا کیونکہ عہد ازل سے باہر ہوگئے ہین کاش اگر درد فراق سے واقف ہوتے تو اس حسرت مین مر جاتے۔ اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول نے سوائے شرک کے جملہ عذر کو قبول فرمایا کیونکہ شرک سے بڑھکر کوئی ظلم نہین ہے اسلئے کہ مخلوق نے اپنے خالق سے منہ موڑ کر یہ غضب سمیٹا کہ دوسری مخلوق کو اپنے معبود قدیم خالق عز و جل سے شریک کر دیا بعد عہد کے یہ فرقت واقع ہونا

کیسی سخت بات ہی - زمانہ عہد مین تو وصول کی اُمید تھی کہ ناگاہ غیرت کی بجلی گری اور اُن کو اُنکے ہوسات مین جلا کر خاک کر دیا پھر حق تعالیٰ نے اُنکو اتنی مہلت دیدی جسمین کھوئے ہوئے کا تدارک ممکن ہی لیکن یہ بھی اتمام حجت ہی - کما قال تعالیٰ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشہر - اور جمہور خلائق کے درمیان اُنکی بد عہدی کا اشتہار دیدیا بقولہ و اذان من اللہ و رسولہ الے الناس یوم الحج الاکبر - بندون کو یوم عید کی معرفت دیدی اور یہ وہ دن کہ آسمان و زمین و عرش و کرسی سب مستوی تھے کہ اپنے انبیاء و اولیاء کیواسطے کشف جلال فرمایا اور وہ اب بروز عرفہ ظاہر ہوتا ہی پس اس روز یہ اشتہار دیدیا کہ اللہ تعالیٰ ان مشرکون سے جو اپنی خواہش نفس مین اللہ تعالیٰ و اسکے رسول سے محجوب پڑے ہین بری ہی اور اُس کا رسول بھی ان مردون سے بری ہی کیونکہ حبیب اپنے حبیب سے موافقت رکھتا ہی اور غیرت توحید اسی امر کو مقتضی ہی کہ وہی وہ رہی اپنی مراد کا نام بھی نہو - ابن عطاء رح نے کہا کہ جو امر کہ حضرت باری تعالیٰ سے مخصوص ہی خواہ صفت ہو یا فعل ہو اسمین جو کوئی بندہ اسکے ساتھ کسی غیر کو شریک کرے تو اللہ تعالیٰ اُس سے غیرت فرماتا ہی یعنی اپنی درگاہ سے اُس کو محروم کرکے دور کرتا ہی پھر اپنے کرم و رحمت سے اُن کو باغ اُمید سے بالکل خارج نہین کیا اور توبہ طلب کی بقولہ فان تبتم فھو خیر لکم - یعنی اگر اپنے نفوس کے حظوظ دنیاوی مین منہمک ہونے سے پھرو اور اپنے قلوب کے حظوظ مشاہدہ ربانی مین آؤ تو یہ تمہارے واسطے بہتر ہی یعنی یہی ہی جو کچھ ہی کیونکہ سراپا بھلائی قرب و حضور حضرت رب العزت جل سلطانہ مین ہی اہل اشارہ کے نزدیک تو بہ یون ہی کہ مشاہدہ بارگاہ قدیم و درگاہ حی القیوم کے وقت قلب سے حدوث بالکل جاتا رہی یعنی قلب کو حادث چیزون سے حتی کہ اپنے آپ سے بھی لگاؤ نہ رہے اگرچہ خود جیسا حادث ہی ویسا ہی رہیگا یعنی فانی ہو کر باقی ببقاء حی القیوم ہو جائیگا - شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ بحکم قولہ تعالیٰ فان تبتم فھو خیر لکم - توبہ ہر بھلائی کی کنجی ہی - انتہی پھر جن عہد والون سے برأت فرمائی اور اُنکا عہد اُن کو پھینک مارا اور چار مہینہ کی اُن کو مہلت دی تو اُنکے حق مین اور بے عہد تمام مشرکون کے حق مین حکم دیدیا - بقولہ تعالیٰ -

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا

پھر جب گذر جاوین مہینے پناہ کے تو مارو مشرکون کو جہان پاؤ اور پکڑو اور گھیرو اور بیٹھو

لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ہر جگہ اُن کی تاک پر پھر اگر وہ توبہ کرین اور کھڑی رکھین نماز اور دیا کرین زکوۃ تو چھوڑ دو اُن کی راہ اللہ ہے بخشتا مہربان

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ - انسلاخ الشہر دن کرکے مہینہ کا پورا ہوتا جانا یہان تک کہ گزر جاوے - خفاجی رح نے کہا کہ سلخ کبھی بمعنی کشط آتا ہی یعنی پوست و کھال اُتار لینا جیسے سلخت الاہاب عن الشاۃ - مذبوحہ بکری پر سے مین نے کھال کھینچ لی - اور کبھی اخراج و باہر کرنے کے معنی مین آتا ہی جیسے سلخت الشاۃ عن الاہاب - مذبوحہ بکری کو مین نے کھال مین سے نکال لیا - پس مہینہ پر انسلاخ کا اطلاق استعارہ از معنی اول ہے کیونکہ کھال کے مانند زمانہ بھی اشیاء پر محیط ہی - اور بیضاوی رح نے دوسرے معنی سے استعارہ قرار دیا گویا جب گزر گیا تو جس کو محیط تھا وہ اسمین سے نکل آیا - المعنی مومنون کو حکم دیا کہ جب وہ مہینے گزر جاوین جو حرام ہین فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ تو قتل کرو مشرکون کو جہان کہین تم اُن کو پاؤ خواہ ایسے مقام مین پاؤ جو حرم کہلاتا ہی خواہ ایسے مقامون مین جو حل ہین - اور چاہے کوئی وقت ہو - واضح ہو کہ یہان دو مقام ہین ایک یہ کہ اشہر الحرم سے کون مہینے مراد ہین اور مشرکین کا لفظ اہل کتاب و بت پرستون وغیرہ سب کو شامل ہی یا اہل کتاب کو شامل نہین ہی - پس علماء نے اسمین اختلاف کیا ہی ایک قول یہ ہی کہ اشہر الحرم سے ذی القعدہ و ذی الحجہ و محرم اور رجب چار مہینہ مراد ہین کما فی قولہ منہا اربعۃ حرم - اور اسی سورہ مین انشاء اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر آویگی اور یہ قول امام محمد باقر کا ہی ولیکن ابن جریر رح نے کہا کہ آخر مہینہ اسوقت مین اُنکے حق مین محرم ہی اور اسی کو علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے حکایت کیا اور یہی ضحاک رح کا قول ہی - وقال البیضاوی رحمہ اللہ یہ مخل نظم ہی کیونکہ الاشہر الحرم پر الف لام عہدی ہی جو معہود سابق پر

دلالت کرتا ہو اور نیز یہ مخالف اجماع ہو کیونکہ یہ مقتضی ہو کہ مہینے حرام کی حرمت ابھی تک باقی ہو اسلئے کہ جو بعد کو نازل ہوا اسمین اسکا ناسخ کوئی کلام نہین ہے بالجملہ یہ قول منظور فیہ و خلاف سیاق ہو اگرچہ ابن جریر رحمہ نے اسی کو اختیار کیا ہو۔ قول دوم یہ کہ مراد مہینے عہدہ ہین جو قولہ فاتموا الیہم عہدہم مین مقصود ہین اور یہی مجاہد و ابن زید وغیرہ سے حکایت کیا گیا و لیکن یہ قول اضعف ہو اسواسطے کہ مدت معاہدہ چند ماہ جن پر جمع اشہر کا اطلاق جائز نہین اور نہ اشہر کی تعبیر مین کوئی وجہ وجیہ ظاہر ہو اور اسقدر بھی نظم قرآنی مین متحمل نہین ہو سکتا۔ فافہم۔ قول سوم یہ کہ وہ چار مہینے مراد ہین جو قولہ تعالیٰ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشہر مین مذکور ہین اور یہی بنظر سیاق و نظم کلام و ازراہ معنی وجیہ ہو اور یہی ابن عباس رض و مجاہد و عمرو بن شعیب و ابن اسحاق و قتادہ و سدی و ابن زید سے مروی ہو اور یہی ائمہ اہل علم کے قول پر درست ہو اور ان چار مہینون کو اشہر الحرم اسواسطے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مہینون تک مشرکون کی جانون و مالون کو حرام فرمایا ہو۔ المعنی پھر جب چار مہینہ گذر جاوین جنمین ہم نے تم پر ان کا قتل کرنا حرام کیا ہو تب اُن کے گذرنے کے بعد مشرکون کو جہان کہین اور جب کبھی پاؤ قتل کر ڈالو۔ لیکن خانہ کعبہ مین قتال اکثر علماء کے نزدیک حلال نہین ہو وہو الاصح۔ اور مشرکین اگرچہ آیت مین عام ہو لیکن مخصوص ہو چنانچہ سنت مین عموماً عورت و طفل کے قتل سے ممانعت ہو اور بوڑھا ضعیف جس سے مضرت نہو وہ بھی قتل نہ کیا جاوے اور ایسی ہی ایلچی قتل نہ کیا جاوے یا جو امان لیکر آوے اور سدی رحمہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے براءۃ کے بعد کسی مشرک سے معاہدہ نہین کیا۔ اور اہل کتاب ایک قول پر داخل ہین تو وہ بھی دو صورتین لکہ خوار ہین۔ اگر جزیہ دینا منظور کرین اُس سے مخصوص ہونگے اور ایک قول پر داخل ہی نہین بس کچھ اشکال نہین ہو اور ابن کثیر رحمہ نے ذکر کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار تلوارون کے ساتھ مبعوث ہوئے ایک تلوار تو مشرکین عرب کے حق مین کما قال تعالیٰ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم الآیۃ۔ کذا رواہ ابن ابی حاتم مختصراً۔ اور میرا گمان یہ ہو کہ دوسری تلوار اہل کتاب کے حق مین تھی۔ کما قال تعالیٰ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون۔ اور تیسری تلوار منافقون کے حق مین کما قال تعالیٰ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین الآیۃ۔ اور چوتھی تلوار باغیون کے حق مین کما قال تعالیٰ وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احدٰہما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الی امر اللہ الآیۃ۔ انتہی اور جمہور کے قول پر جن مشرکون کا عہد معادی بسبب اُن کی وفاداری کے پورا کرنے کا حکم ہے ان کے حق مین جیسے چار ماہ کی مدت نہ تھی ویسے ہی بعد چار ماہ مذکورہ گذرنے کے قبل اُن کی مدت تمام ہونے کے اُن پر یہ حکم بھی نہین کہ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم مار ڈالو مشرکین کو جہان کہین جب پاؤ۔ وَخُذُوْهُمْ۔ اور اُن کو گرفتار کرو یعنی قیدی و اسیر بناؤ۔ آخیذ بروزن فعیل بمعنی ماخوذ یعنی پکڑا ہوا۔ وَاحْصُرُوْهُمْ بعض نے کہا یعنی حرم مین اُن کے آنے کو روکو اور حائل ہو جاؤ اور صحیح معنی یہ کہ اُن کو حصار مین محبوس کرو اور قلعون کا محاصرہ کرو یہان تک کہ ناچار قتل ہونے پر راضی ہون یا اسلام لاوین کہ فساد شرک و بداعمالی مٹ جاوے۔ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔ مرصد ظرف ہو جہان دشمن کے انتظار مین بیٹھا جاوے یعنی گھات کی جگہ و کمین گاہ۔ اور نصب اسکو بنا بر نیکہ ظرف ہو اور بعض نے کہا کہ علیٰ کل مرصد پس منصوب بنزع الخافض ہو و لیکن اول اصح ہو۔ المعنی اُن کے لئے ہر گھات کی جگہ بیٹھو یعنی اُن کے لئے تاک لگاؤ جدھر اور جس راہ جاوین اسی طرف اُنکا فساد دور کرنے کیلئے اُن کو مارو پکڑو۔ فَاِنْ تَابُوْا پھر اگر وہ توبہ کرین یعنی جو سبب فتنہ کا تھا اس سے توبہ کرین یعنی شرک و کفر سے توبہ کرین۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور اس کو اس طرح ظاہر و ثابت کرین کہ بدنی اعمال مین سے جو سب سے اعلیٰ ہو یعنی نماز اُس کو قائم کرین یعنی ٹھیک طور سے جمعہ و جماعات کے ساتھ ادا کرین۔ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور مالی اُمور مین سے جو سب سے اعلیٰ عمل ہو یعنی زکوٰۃ اُس کو ادا کرین۔ انھین دونون باتون پر اسی وجہ سے اکتفا کیا کہ بدنی و مالی عبادات مین سے یہی دونون اشرف ہین اور باقی اُن کے تابع ہین پس مقصود آنکہ فرائض

وواجبات اسلام کو ادا کرین جنہین سے اعلی واشرف یہ دو ہین اور کیا آسان ہین فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ - تو تم اُن کی راہ خالی کر دو پس اُنکو
قتل کرو نہ قید کرو نہ اُنکا محاصرہ کرو اور نہ اُنکو شرع کے موافق تصرف کرنے سے روکو - إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ کیونکہ البتہ تعالی غفور رحیم ہے
اگلے زمانہ مین جو شرک و فساد و بندگان خدا کی ایذا رسانی جو بوجہ جہالت و کفر کے اُن سے صادر ہوئی اُسکو اللہ تعالی بخشنے والا ہے - قال البیضاوی رح
آیت مین تنبیہ ہے کہ جو شخص نماز کو چھوڑتا یا زکوۃ نہ دیتا ہو اُس کی راہ نہ چھوڑی جائے گی - قال ابن کثیر رحمہ اللہ - ابن عمر رض سے مرفوع روایت ہے کہ آنحضرت صلعم
نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ مین لوگون سے قتال کرون یہانتک کہ گواہی دین کہ کوئی معبود نہین سوائے اللہ تعالی کے اور یہ کہ محمد اللہ تعالی کے بندے رسول
ہین اور نماز قائم کرین اور زکوۃ ادا کرین - الحدیث فی الصحیحین - ابن مسعود رض نے کہا کہ تم لوگون کو حکم دیا گیا ہے کہ نماز کو ٹھیک ادا کرو اور زکوۃ دو پس جس نے
زکوۃ نہ دی اُس نے نماز بھی نہ پڑھی - بالجملہ ارکان اسلام وجود اسلام و شرکت ہے تو یہ کیواسطے ضرور ہین لہذا احادیث صحیح مین نماز چھوڑنے والے پر کفر کا
اطلاق آیا ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زکوۃ سے مانع لوگون پر جہاد کرنے مین اسی آیت کریمہ و اُسکے امثال پر اعتماد کیا اور احادیث مانند
روایت ابن عمر رض کے اسکی مؤید بہت ہین - وقال عبدالرحمن بن زید بن اسلم رح اللہ تعالی نے انکار فرمایا کہ بدون زکوۃ کے نماز کو قبول کرے اور کہا کہ حضرت
صدیق رضی اللہ عنہ کیا اچھے کامل فقیہ تھے - ربیع بن انس رح سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے دنیا کو اس حال سے چھوڑا کہ خالص اللہ تعالی
ہی کیواسطے توحید کرتا اوسی کی عبادت کرتا تھا کبھی اُس سے شرک نہین کرتا تھا تو اُس نے دنیا کو ایسے حال مین چھوڑا کہ اللہ تعالی اُس سے راضی ہے
اور کہا کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ اللہ تعالی کا وہ دین ہے کہ جس کو اُس کے رسول لائے اور اپنے پروردگار کے حکمون کو پہنچا دیا لیکن یہ سب
یعنی ربیع نے اپنے شیخ کا قول بیان کیا ۱۲
اس سے پہلے کہ لوگون کی گڑھی باتین اور نفسانی خواہشون کے مقتضی اختلاف آمیز مل جاوین اور اس کی تصدیق کتاب الٰہی عز و جل مین موجود ہے
کہ فرمایا - فان تابوا واقاموا الصلوۃ الآیہ - کیونکہ اُن کی توبہ یون تھی کہ بتون سے یا جو چیزین بتون کے حکم مین ہین ان سے اپنی گردن چھوڑا کر فقط
اپنے پروردگار وحدہ لاشریک کی عبادت کرین اور نماز ٹھیک ادا کرین و زکوۃ خلوص سے دیدین پھر دوسری آیت مین فرمایا فان تابوا واقاموا الصلوۃ
وآتوا الزکوۃ فاخوانکم فی الدین - رواہ ابن جریر و ابن مردویہ و محمد بن نصر المروزی - انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ
مین لوگون سے مقاتلہ کرون اسوقت تک کہ یہ گواہی دین کہ لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ - پس جب یہ گواہی دی کہ فقط اللہ تعالی ہی پروردگار معبود ہے
کوئی اور ایسا نہین جسکے واسطے عبودیت کی کوئی بات لائق ہو اور گواہی دی کہ محمد اللہ تعالی کے رسول ہین اور ہمارے قبلہ کا استقبال کیا اور ہمارا
ذبیحہ کھایا اور ہماری نماز پڑھی تو اُن کی جانین اُن کے مال سب حرام ہوگئے مگر بحق شرع (یعنی مثلاً زکوۃ لی جائے گی اور اگر دھوکے سے کسی کو مار ڈالا تو دیت
دینا پڑے گی یا عمداً مارا تو قصاص مین قتل کیا جائے گا) اُن کے واسطے وہی سب برتاؤ ہوگا جو مسلمانون کے لیے ہے اور اُن پر وہی سب لازم ہوگا
جو مسلمانون پر لازم ہے - رواہ البخاری واہل السنن الا ابن ماجہ - واضح ہو کہ آیت السیف یہی کہلاتی ہے اس کے بعد تمام وہ احکام مرتفع ہوگئے جو
مشرکون کے بد افعال سے چشم پوشی و صبر وغیرہ کے تھے اور حکم دیدیا گیا کہ اگر حقوق الٰہی توحید و عبادت سے لیکر بندون بلکہ مردہ لوگون تک عدل و انصاف
و مکارم اخلاق و آدمیت سے برتاؤ نہ کرین تو مار کر اُن کو راہ راست پر رکھو اور اُن کا فتنہ و فساد بندگان خدا سے دور کر دو - پھر مفسرین رح نے اسمین
اختلاف کیا کہ اس آیت مین سے بھی کچھ منسوخ ہے یا نہین ضحاک و سدی و عطاء نے کہا کہ منسوخ ہے بقولہ تعالی فاما منا بعد و اما فداء - یعنی مشرک قیدی
پر احسان کر کے چھوڑ دیا فدیہ لیلو - مجاہد و قتادہ رح نے کہا کہ نہین بلکہ وہی اس سے منسوخ ہے پس احسان و فدیہ کچھ نہین جائز ہے بلکہ اسلام لاوے یا قتل کیا
جاوے - اور ابن زید رح نے کہا کہ نہین بلکہ دونون محکمہ ہین کوئی منسوخ نہین ہے اور قرطبی رح نے کہا کہ یہی قول صحیح ہے کیونکہ احسان کے طور پر چھوڑنا یا
فدیہ لینا یا قتل کر دینا اول ہی لڑائی بدر سے برابر بحکم رسول اللہ صلعم جاری رہا - امام رازی رح نے کہا کہ دونون آیتین باہم متوافق ہین اور دونون

اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ پہلے سخت گرفت کے بعد بھی فدیہ لینا اختیاری ہے واللہ اعلم۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ

اور اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو اُسکو پناہ دے جبتک وہ سن لے کلام اللہ کا پھر پہونچا دے اُسکو جہاں وہ نڈر ہو یہ اسواسطے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے

وَاِنْ اَحَدٌ۔ ان حرف شرط جو فعل ہی پر داخل ہوتا ہے لہذا اضرور فعل محذوف ہے اور وہی احدٌ میں عامل رفع ہے اور مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ متعلق احد یعنی مشرکین میں سے کوئی آدمی۔ اور فعل محذوف کی تفسیر کرتا ہے۔ قولہ اسْتَجَارَكَ یعنی وان استجارک احد من المشرکین اور استجارہ طلب الجوار۔ و مراد امان چاہنا۔ اور مشرکین سے وہی مراد ہیں جنسے بعد انقضاء چار ماہ کے تعرض کا حکم دیا ہے۔ والمعنی اور اگر مدت امن گزرنے کے بعد امان مانگے تجھ سے کوئی شخص ان مشرکون میں سے جن سے بعد چار ماہ کے تعرض کا حکم دیا گیا ہے۔ فَاَجِرْهُ تو اُسکو امان دیدے حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ۔ تاکہ وہ کلام الٰہی کو سنے اور سمجھکر معلوم کرے کہ وہ ایمان کیا ہے جسکی طرف تم ان کو دعوت کرتے ہو اور اُس کی خوبیان و بھلائیان اسکو معلوم ہون۔ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ۔ مامن جائے امن یعنی پھر اسکو اس کے دیار میں جہان سے آیا ہے پہونچا دے اور اگر وہ بالفعل اسلام نہ لاوے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔ یہ حکم امن دینے کا اسوجہ سے ہے کہ مشرکین ایسی قوم ہے کہ وہ جانتے نہیں ہیں کہ ایمان کیا چیز ہے اور عدل و اخلاق جمیلہ سے کیونکر بھرا ہوا ہے پس ضرور اُن کو اسطرح امان دیکر سنانا چاہیئے تاکہ اس کی خوبیون پر واقف ہون اور حجت الٰہی ان پر پوری ہو جاوے۔ قال ابن کثیر رح ومن ہذا کان صلعم یعطی الامان لما جاءہ یوم الحدیبیۃ جماعۃ الی آخرہ۔ مراد شیخ کی یہ ہے کہ یہی حکمت آنحضرت صلعم پہلے سے برتتے تھے پس جو کوئی راہ ہدایت دریافت کرنے آتا یا ایلچی بنکر آتا اس کو امان دیتے چنانچہ حدیبیہ کے روز قریش کی ایک جماعت آئی جنہیں سے عروہ بن مسعود اور سہیل بن عمرو وغیرہ تھے کہ صلح کی بابت طرفین سے گفتگو کرتے اور انھون نے یہان دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و محبت میں صحابہ رضی اللہ عنہم ایسا مبالغہ کرتے ہیں کہ کسی بادشاہ کے یہان نہیں دیکھا گیا۔ اور اگر آپ دہن مبارک پھینکتے ہیں تو وہ لوگ اپنے دامنون میں لیتے ہیں پس حیران و مبہوت رہ گئے اور واپس ہوکر قوم کو اس سے آگاہ کیا اور یہی اُن میں سے اکثرون کی ہدایت پر آجانے کا باعث ہوا۔ الحاصل جو کوئی دار الحرب سے دار الاسلام میں پیغام پہونچانے یا تجارت یا صلح چاہنے یا جزیہ لیکر آنے وغیرہ کامون کے لئے آنا چاہے اور امام المسلمین یا اسکے نائب سے امان مانگے تو اُس کو امان دیکر آنے دے یہان تک کہ وہ اپنے وطن کو لوٹ جاوے ولیکن علماء نے کہا ہے کہ اسکو یہ اجازت نہ دیجائے گی کہ یہین رہا کرے الا آنکہ ذمی ہوکر رہے پھر کبھی دار الحرب میں نہ جانے پاویگا الا بطریق تجارت وغیرہ ورنہ یہان نہ رہنے پاویگا۔ ان چار مہینہ تک رہ سکتا ہے اور اس سے زیادہ ایک سال سے کم تک میں علماء کے دو قول ہیں۔ پھر ظاہر یہ ہے کہ اگر سوائے دین کے حقیقت سے واقف ہونے کے اور کسی غرض تجارت وغیرہ کے لئے امان چاہے تو امام کو اختیار ہے چاہے آنے دے یا نہیں۔ واللہ اعلم۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ

کیونکر ہووے مشرکون کو عہد اللہ پاس اور اُس کے رسول پاس مگر جن سے تم نے عہد کیا مسجد الحرام پاس

الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ

سو جبتک تم سے سیدھے رہیں تم اُنسے سیدھے رہو اللہ کو خوش آتے ہیں احتیاط والے کیونکر صلح رہے اگر وہ

لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

ہاتھ پاویں نہ لحاظ کریں تمھاری دینداری کا نہ عہد کا تم کو راضی کر دیتے ہیں اپنے منھ کی بات سے اور اُنکے دل نہیں مانتے اور بہت اُن میں بے حکم ہیں

كَيْفَ استفہام تعجب لانے کو متضمن معنی انکار ہے اے لا یکون نہین ہوگا۔ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ مشرکون کے لئے کوئی عہد عِنْدَ اللّٰهِ
وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اُس کے رسول کے نزدیک۔ حالانکہ مشرکون کا یہ حال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول سے
منکر و غدر کرنیوالے ہین یعنی جس نے عہد شکنی کیا اللہ تعالیٰ اُس کے عہد وفا کرنے کا حکم نہ فرمائے گا۔ اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ ان لوگون
کے پاس عہد ہونا تعجب ہے۔ نہین ہوگا کیونکہ تمھارے حق مین وہ غدر دل مین رکھتے ہین پس تم اُن کی طرف سے عہد کا خیال جی مین نہ لاؤ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ
عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔ بعض نے کہا استثنا متصل ہے اے لا یکون للمشرکین عہد الا الذین عاہدتم الخ۔ پس مشرکین اپنے
عموم پر ہوگا اور بعض نے کہا کہ الا بمعنی لکن ہے پس مشرکین سے وہی مراد ہین جن سے براءۃ کی گئی ہے اور معنی یہ کہ لیکن وہ مشرکین جن سے تم نے مسجد
الحرام کے پاس معاہدہ کیا یعنی قریب مسجد الحرام کے حدیبیہ مین معاہدہ کیا اور وہ قریش ہین کہ حدیبیہ مین دس سال تک کا عہد اُن سے کیا گیا تھا
اور وہی سابق مین قولہ الا الذین عاہدتم من المشرکین الخ سے مستثنیٰ ہوئے تھے۔ یہی ابن عباسؓ و قتادہؒ سے روایت ہے انھین کے حق مین حکم دیا کہ
فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۔ پس جبتک عہد پر وہ لوگ ٹھیک قائم رہین اور نہ توڑین تب تک تم بھی اُن کیلئے قائم رہو۔ اسمین
اشارہ ہے کہ ادھر سے استقامت انھین کے نفع کیلئے ہے۔ پھر قریش نے آخر مین یہ حرکت کی کہ بنو خزاعہ جو حضرت صلعم کے حلف مین تھے اُن سے
بنو بکر سے جھگڑا تھا پس قریش نے بنو بکر کی خزاعہ پر مدد کی اور کچھ لوگ اُن کے قتل کئے پس عہد توڑا اور آنحضرت صلعم نے بحکم الٰہی حملہ کر کے مکہ فتح
کر لیا اور عنقریب آ ویگا اور نظم کلام مین مشرکون کی طرف سے عہد ہونے پر تعجب لانے سے اور قولہ فما استقاموا سے یعنی جبتک وہ قائم رہین۔ اسطرف
اشارہ ہے کہ اُن کا عہد کچھ نہین ہے لیکن تم بنظر تقوی قائم رہو کہ وہی آخر توڑینگے۔ سدیؒ و ابن اسحاق نے کہا کہ مراد مستثنیٰ سے بنو ضمرہ ہین کہ قریش کیساتھ
آنحضرت صلعم نے اُن سے بھی معاہدہ کیا تھا اور قریش کے عہد توڑنے کے وقت انھون نے نہین توڑا پس وہ مراد ہین نہ قریش کیونکہ امر گذشتہ کی
نسبت کیونکر یہ فرمایا کہ فما استقاموا لکم فاستقیموا لہم کیونکہ آیت بعد فتح کے ہے۔ اور بعض نے کہا کہ قریش کے ساتھ جنھون نے تفسیر کی ہے شاید وہ
اس بنا پر ہو کہ یہ آیات قبل فتح مکہ نازل ہوئی ہین اور جامع البیان مین بھی کہا کہ آیات مین تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض کا نزول قبل فتح مکہ کے
ہے واللہ اعلم۔ بالجملہ نزول اگر قبل فتح مکہ کے ہے اور قریش مراد ہین یا بعد فتح مکہ کے ہے اور بنو ضمرہ مراد ہین تو جنھون نے جبتک نقض عہد نہین کیا تب تک
اہل ایمان کو وفاء عہد کا حکم دیا کہ عہد پورا کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ یہ جملہ تعلیل ایفاء عہد ہے یعنی عہد پورا کرو کہ یہ تقوی ہے اور اللہ تعالیٰ
اہل تقوی کو دوست رکھتا ہے۔ مفسرؒ نے قریش ہی کے ساتھ تفسیر اختیار کی لہذا کہا کہ اس حکم آلٰہی کے موافق آنحضرت صلعم اپنے عہد پر قائم رہے
یہان تک کہ قریش نے خزاعہ پر بنو بکر کی مدد کی اور عہد توڑا۔ اور بنو بکر سے قریش محالفت یعنی باہمی قسم رکھتے تھے اور خزاعہ نے عبد المطلب سے بھی قسم
مضبوط کر لی تھی چنانچہ جب وہ لوگ آنحضرت صلعم کے پاس عبد المطلب کا نوشتہ لائے تو آپ نے اسکو برقرار رکھا اور فرمایا کہ جاہلیت مین جو قسم تھی اسکو اسلام
سے اور مضبوطی ہوگئی ولیکن اسلام مین کوئی حلف نہین ہے پھر بنو بکر و خزاعہ مین کچھ خون کے دعوے چلے آتے تھے پس بنو بکر نے قریش سے درخواست
کی کہ خزاعہ سے ہم بدلا چاہتے ہین تم ہماری مدد کرو پس قریش نے مدد کی اور خزاعہ کو قتل کیا۔ آخر اُنھون نے آنحضرت صلعم کو نظم ایک عریضہ
لکھا اور قسم یاد دلائی اور جب حضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپ نے مدد فرمائی اور قریش نے ہرچند دوبارہ عہد و میثاق چاہا مگر منظور نہوا اور مکہ فتح ہوگیا
والحمد للہ رب العالمین۔ پھر ظاہر یہ ہے کہ قولہ تعالیٰ کیف یکون للمشرکین عہد۔ مین مشرکین کا لفظ مشرکین عرب و مشرکین اہل کتاب یعنی یہود وغیرہ
و قیامت تک کے مشرکین عجم وغیرہ کو شامل ہے اور مستثنیٰ کی طرف بھی کلام ہے چنانچہ عنقریب بیان آویگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ بالجملہ یہان اہل ایمان کو استفہام
انکاری کیساتھ مشرکین کے عہد سے تعجب دلایا اگرچہ عہد اُن کے ساتھ اپنی طرف سے بدون اُن کی بدعہدی کرنے کے عہد شکنی سے منع

کردیا کیونکہ عہد توڑنا خلاف تقوی ہے پھر ظاہر فرمایا کہ شرک والے بسبب عدم نور ایمان کے امانت سے خارج اور اپنی ہوا و ہوس کے بندے ہوتے ہین
لہذا جب جیسا موقع پاتے ہین ویسا کرنے لگتے ہین اور نفس اُنکا مقید نہین چنانچہ فرمایا۔ كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ اے کیف یکون
للمشرکین عہد والحال انہم ان یظفروا بکم۔ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۔ لایراعوا فیکم قرابۃ ولا عہدا بل یؤذوکم ما استطاعوا یعنی
مشرکون کیلئے عہد کہان سے یا کیونکر ہوگا اُن کی تو یہ حالت ہے کہ اگر وے تم پر قابو پا جاوین تو نہ لحاظ کرین تمھاری قرابت کا اور نہ کسی عہد کا بلکہ
جہان تک اُن سے ہوسکے تم کو ایذا پہونچاوین۔ ظہور بتعدیہ علی بمعنی غلبہ و قابو پانا۔ یقال ظہر علیہ۔ اسپر غالب ہوا۔ الال بمعنی قرابت و عہد۔ کما فی
الصحاح و یہان مراد قرابت ہے بقرینہ قولہ ولا ذمۃ اے ضمان و عہد پس دونون لفظ کو ایک معنی پر لیکر تاکید قرار دینے سے تاسیس اولی ہے۔ کما اختارہ
المفسر رح کیونکہ ذمہ بمعنی عہد و ضمان متعین ہے اور اسی سے ان لوگون کو جو دارالاسلام مین جزیہ قبول کرکے کسی دین باطل پر رہتے ہین ان کو اہل الذمہ
کہتے ہین کیونکہ وہ مسلمانون کی ضمانت مین داخل و اُن کے معاہد ہین چنانچہ اہل اسلام پر اُن کے جان و مال کی حفاظت موافق شرع کے لازم ہے۔ الحاصل
مشرکین نے اپنے نفس کی پیروی کی یہ کیفیت ہے کہ کیسا ہی اُنھون نے اللہ تعالیٰ کے حلف و قسم سے عہد باندھا ہو لیکن اگر تم پر قابو پا جاوین تو نفس
کی عداوت سے اپنی قسم وغیرہ کا یا قرابت کی رعایت کا جو مکارم اخلاق مین سے ہے کچھ لحاظ نہ کرین گے بلکہ جہان تک ممکن ہوگا بدی پہونچا دین گے
چنانچہ یہود نے بارہا آنحضرت صلعم سے عہد و پیمان کیے کہ ہم تمھارے خیرخواہ ہون گے اور تمھارے دشمنون کی اعانت وغیرہ کچھ نہ کرین گے پھر جب
موقع پایا تو عہد و قسم کا کچھ لحاظ نہ کیا اور قریش کے ساتھ سازش کرلی اور دل سے یہی چاہا کہ مسلمانون کو ضرر پہونچے بلکہ مٹ جاوین پس اُن کے پاس
امانت و صدق و دیانت کا نام نہین ہے منہ سے کچھ اور دل مین کچھ اپنے نفس کے بندے اور مصداق اس حدیث شریف کے ہین کہ آدمیون مین سے
بدتر وہ ہے جو دو منہ والا ہو اس سے ایک منہ سے ملتا اور اس سے دوسرے منہ سے ملتا ہے۔ اگرچہ اصلی بیباکی مین مشرک سب یکسان ہین کہ اپنے نفس
کے بندے ہوتے ہین مگر قریش جیسے امانت مین فی الجملہ اچھے تھے ویسے ہی یہود امین سب سے بدتر تھے۔ وقد قال تعالیٰ۔ يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ
وے لوگ تم کو اپنے منھ سے یعنی میٹھی باتون سے راضی کرتے ہین۔ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ اور اُن کے دل انکار کرتے ہین یعنی عہد پورا کرنے کی
اور جو زبانی تمھارے بھلائی کی باتین کہی ہین اُن کے پورا ہونے سے ان کے دل منکر ہین بلکہ قابو نہین پاتے تو ایسا کہتے ہین اور دل سے ویسے ہی
بدخواہ ہین۔ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ اور اُن مین سے بہتیرے فاسق ہین یعنی عہد توڑنے والے ہین۔ وقال البیضاوی قولہ تعالیٰ
یرضونکم بافواہہم۔ جملہ مستانفہ ہے اسمین ایسی حالت کا بیان ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے عہد پر ثابت نہین رہ سکتے۔ اور نہ قابو پانے کی صورت مین
اُن کی رعایت و مروت کر سکتے ہین اور یہ جملہ قولہ لایرقبوا کے فاعل سے حال نہین ہوسکتا کیونکہ بعد غلبہ پانے کے وہ مومنون کو زبان سے
راضی نہین کرینگے اور نیز اسوجہ سے کہ مراد تو یہ ہے کہ مومنون کو فی الحال اسطرح راضی کرتے ہین کہ عہد وفا کرین گے اور ہر طرح شریک ہین گے
حتی کہ آخر مسلمان ہو جاوین گے اور دل مین کفر و عداوت پوشیدہ رکھتے ہین یہان تک کہ قابو پاوین تو زندہ نچھوڑین پس حالیہ جملہ کیونکر قرار
دیا جاسکتا ہے کیونکہ اس سے تو یہ نکلیگا کہ آیندہ بروقت ظفر کے راضی کرینگے اور یہ خلاف مقصود ہے اور قولہ تعالیٰ وتابی قلوبہم یعنے جو زبان سے منھ دیکھی
باتین بکتے ہین ان کے دل مین ان باتون سے انکار ہے اسکے خلاف ہوتا ہے۔ اور قولہ واکثرہم فاسقون یعنی سرکش متمرد ہین اُنکا کوئی عقیدہ نہین یعنی
یقین نہین کہ وہ انکو روکے اور نہ مروت ہے کہ وہ انکو باز رکھے۔ اور اکثر کی تخصیص اسواسطے ہے کہ بعضے کافرون مشرکون مین ایسی خصلت ہوتی ہے کہ غدر و بیوفائی سے
بچتے ہین اور جن باتون سے انکے حق مین بدگوئی و مذمت بیان کیجاوے انسے باز رہتے ہین قلت انھین بعض مشرکون مین سے اہل قریش تھے چنانچہ
آنحضرت صلعم نے قریش کے حق مین فرمایا کہ وہ لوگ اہل امانت و دیانت ہین اور عنقریب تو اُن کے کامون کے مقابلہ مین اپنے اعمال کو حقیر دیکھے گا لیکن

یہ انکی ازلی جبلت کا بیان ہے ورنہ حالت شرک و کفر مین بسبب اندھے پن کے و بسبب پیروی نفس کے انکے عہد کا بھی عموماً کچھ اعتبار نہین چنانچہ آخرکار انھون نے بدعہدی کی۔ اور انھین اکثر مین سے سب سے اول یہود تھے کہ بڑے بیہودہ بکنے والے منافق بدعقیدہ بددیانت تھے۔ وقد قال تعالی۔

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

بیچے انھون نے حکم اللہ کے تھوڑی قیمت پر پھر اٹکے اُن کی راہ سے وہ لوگ بُرے کام ہین جو کر رہے ہین

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ○

نہ لحاظ کرین کسی مسلمان کے حق مین دینداری کا نہ عہد کا اور وہی ہین زیادتی پر

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔ لے استبدلوا القرآن قلیلا من الدنیا یعنی قرآن کے بدلے لیا۔ انھون نے قلیل داموں کو دنیا مین سے کیونکہ کل دنیا محض قلیل ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ دنیا کی قدر اگر اللہ تعالی کے نزدیک مچھر کے پر برابر ہوتی تو کسی کافر کو گھونٹ پانی نہ ملتا۔ بس باوجود اس حقارت کے انکو کل دنیا حاصل نہوئی بلکہ اسمین سے بھی بہت قلیل ملی تو اسی کے پیچھے انھون نے آیات آلہی کو نہ مانا اور اشترا خرید لینا جیسے یہان بمعنی استبدال بدل لینا مجازاً ہے تو استبدال بھی باین معنی کہ قرآن چھوڑ کر دنیا اختیار کی۔ حاصل آنکہ خواہش نفس کیلئے اتباع حق و آیات قرآن کو چھوڑ کر دنیا کو اختیار کیا اور یہود اسمین بھی سب مشرکون سے بڑھے ہوئے تھے۔ فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ۔ پس انھون نے دین آلہی سے روکا۔ یا خود منھ موڑ گئے۔ مروی ہے کہ ابوسفیان عرب کی دعوت کر کے چند لقمہ طعام پر آنحضرت صلعم کے مقابلہ مین لڑنے لایا اور مروی ہے کہ اہل طائف نے مشرکین مکہ کو مال سے مدد دی تھی کہ اللہ تعالی جل جلالہ کے رسول سے لڑین۔ اور یہود کے عالم تو جان بوجھکر اپنے نذرانہ و ہدیئے وعدہ مین جاتے رہنے کے خوف سے آپ اسلام نہ لاتے اور لوگون کو آنحضرت صلعم کے شمائل پاک و صفت و نعت سے بہکاتے مثلاً کہتے کہ آخرالزمان پیغمبر تو سانولا گھونگروالے بال والا ایسا ایسا ہوگا بس عوام یہود سچ مان لیتے اور حضرت صلعم و قرآن پر ایمان نہ لاتے تھے۔ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اُن کا یہ عمل بہت بُرا عمل تھا کہ شرک کرتے و عہد توڑتے و آیات آلہی کو چھوڑ کر اتباع نفس و متاع قلیل دنیا لیتے و لوگون کو راہ حق سے بہکاتے تھے۔ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً۔ اُس کی تفسیر اوپر گذر چکی اور معنی یہ کہ کسی مومن کے حق مین قرابت و عہد کا لحاظ نہین رکھتے ہین۔ نحاس نے کہا کہ یہ تکرار کلام نہین ہے بلکہ اول جو گذرا وہ تو تمام مشرکون کی حالت کا بیان تھا اور یہ مخصوص یہود کا حال ہے بدلیل قولہ تعالی اشتروا بآیات اللہ ثمنا قلیلا یعنی منجملہ مشرکین کے یہود ایسے ہین۔ بعض نے کہا کہ اول مین تو مخصوص ایک گروہ مومنین کے حقوق لحاظ نہ رکھنے کا بیان ہے اور اسمین عموماً سب مومنین کا بیان ہے اور بعض نے کہا کہ اول تو قولہ وان یظہروا علیکم لا یرقبوا الخ جواب بصورت غلبہ ہے اور یہان اُنکے قبیح اعمال کا شمار ہے۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ۔ اور یہی لوگ جن کے اوصاف ذمیمہ بیان ہوئے یہی حد سے تجاوز کرنیوالے ہین یعنی عہد شکنی مین۔ یا یہ معنی کہ سرکشی و شرارت و بدکاری مین حد سے گذر جانیوالے ہین ف۔ فی العرائس قولہ لا یرقبون فی مومن الا ولا ذمۃ الخ بیان ہے کہ مخالف دوزخی لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اہل جنت کی رعایت نہین کرتے اور اہل معرفت کا احترام نہین کرتے کیونکہ انکو معرفت سے نصیب نہین ہے اور اہل معرفت پر جو کرامات کے انوار ہین اُن کو نظر نہین آتے ہین۔ محمد بن الفضل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مومن کی حرمت کرنا اور اسکی تکریم کرنا بڑی طاعت ہے اسی آیت کی دلیل سے۔ قال المترجم اہل فقہ نے بھی کتاب الکراہتہ مین اسکے مسائل ذکر فرمائے ہین اور شیخ کا استنباط اچھا ہے بالجملہ چھوٹون کو بڑون کی تعظیم واجب ہے اور مسلمان کا دل خوش کرنا ثواب ہے وفی الحدیث ان تلقی اخاک بوجہ طلیق۔ نیکی ہے کہ بھائی مومن سے خندہ پیشانی ملے۔ پھر اللہ تعالی نے حالت کفر و شرک کے انکے اطوار ذمیمہ بیان کر کے لطافت کیساتھ ایمان و ہدایت و اخلاق کریمہ کیطرف اشارہ کیا بقولہ

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۗ وَنُفَصِّلُ الْآيٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ○

سو اگر توبہ کریں اور کھڑی رکھیں نماز اور دیتے رہیں زکات تو تمھارے بھائی ہیں حکم شرع میں اور ہم کھولتے ہیں پتے ایک جاننے والے لوگوں کو

فَإِنْ تَابُوا۔ پھر اگر وہ لوگ توبہ کریں یعنی نقض عہد و اتباع نفس و اختیار دنیا و ترک دین وغیرہ سے۔ قتادہ رح نے کہا یعنی لات وعزی وغیرہ کو چھوڑیں اور لا الہ الا اللہ و محمد الرسول اللہ کی شہادت دیں وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور ٹھیک طور پر نماز قائم کریں جو فرض و واجب ہیں وَآتَوُا الزَّكٰوةَ اور زکوۃ اموال ادا کریں جن پر واجب آوے چنانچہ اُن کے تونگروں سے لیکر انھیں کے فقیروں پر تقسیم کر دیجائیگی اور آنحضرت صلعم اور آپکے اہل قرابت بنی ہاشم پر مال زکوۃ حرام تھا۔ یہان بھی اللہ تعالی نے صلوۃ و زکوۃ کو جو اشرف ہو ذکر فرمایا اور مراد یہ کہ تمام شرائع اسلام کا التزام کریں جنمین سے اشرف صلوۃ و زکوۃ ہو اور ایک بدون دوسرے کے مقبول نہین جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مصرح گذرا اور اسی واسطے حضرت خیر الامۃ صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوۃ کے اوپر جہاد کرنے مین صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا تھا کہ واللہ مین ان دو چیزون کو جدا نہ ہونے دونگا جن کو اللہ تعالی نے یکجا جمع فرمایا ہو بالجملہ اللہ تعالی نے جملہ اقسام مشرکین کے حق مین حکم دیا کہ اگر توبہ کرلین اور نماز قائم و زکوۃ ادا کرین۔ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ۔ تو دین مین تمھارے بھائی ہین یعنی اسلام مین جو تمھارے واسطے ہو وہی اُن کے واسطے اور جو تمھارے اوپر ہو وہ ان پر بھی ہوگا۔ اور رہا ایمان تو اسکا علم اللہ تعالی کو ہو اگرچہ جن لوگون کے ایمان کامل ہین وہ آپس مین ایک دوسرے کیلئے آئینہ ہین اور اُن کے مراتب اتحاد کے بہت بڑھے ہوئے ہین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس آیت نے نمازیون سے قتال حرام کیا یعنی جو لوگ فرائض و ارکان اسلام کے پابند ہین ان سے قتال حرام ہو وَنُفَصِّلُ الْآيٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ۔ اور مفصل بیان فرماتے ہین ہم آیات کو ایسی قوم کیلئے جو جانتے ہین یعنی علم و فہم رکھتے ہین اور آیات سے مراد اوپر کی آیات متعلقہ باحوال مشرکین ہین کہ ہر ایک مین قلبی بیماری بعد شرک کے وجوہ مختلفہ سے مختلف اقسام کی ہوگئی ہو اور چونکہ ان بیماریون کو اہل علم الٰہی جانتے ہین جو منور بنور ایمان ہین لہذا انھین کو خاص کیا اور یہ جملہ معترضہ ہو۔ حاصل یہ کہ مشرکین کے حالات بیان فرمانے کے بعد حکم مین تفصیل فرمائی کہ فَإِنْ تَابُوا الخ۔ یعنی اگر توبہ کرین اور اصل مرض شرک و کفر سے توبہ کرین تو اُن کا یہ حکم ہو کہ دین مین تمھارے بھائی ہوگئے پس جو تمھارا برتاؤ ہو وہی انکا ہوگا اور اگر توبہ نہ کرین تو فرمایا۔

وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ ○

اور اگر توڑین اپنی قسمین عہد کئے پیچھے اور عیب دلویں تمھارے دین مین تو لڑو کفر کے سردارون سے اُن کی قسمین کچھ نہین شاید وہ باز آدین

وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ۔ ایمان بفتح اول جمع یمین بمعنی قسم و سوگند۔ نکث دراصل ڈورے کے بٹن کھول دینا پھر ہر ادھیڑنے مین استعمال ہوا اور عہد توڑنے مین مستعار بولا گیا اور مراد ایمان سے یہ نہین کہ فقط قسم ہو تا کہ ہر قسم توڑنیوالے سے قتال لازم آوے بلکہ عہود و مواثیق مراد ہین یعنی اگر انھون نے شرک سے توبہ نہ کی بلکہ تم سے قسم کے ساتھ عہد و پیمان کیا تھا تو جب تک وفا کرتے ہین تم بھی قائم رہو جیسا اوپر گذرا اور اگر ان عہود کو توڑین۔ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ بعد ازانکہ تم سے انھون نے عہد باندھا اور قسم سے مؤکد کیا ہو وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ۔ اور تمھارے دین مین طعن کرین یعنی صریح اس کو جھٹلا دین اور لوگون سے جھوٹا ہونا کھلم کھلا بیان کرین اور اس دین کے احکام کو جو عین عدل و انصاف و صریح اخلاق جمیلہ و پسندیدہ ہین عداوت کی آنکھ سے دیکھکر قبیح کہین۔ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ

تو قتال کرو ائمۂ کفر سے۔ اسے فقاتلوہم پس ان لوگون سے قتال کرو۔ واضح ہو کہ نکث عہد بھی ان سے قتال کرنے کیلئے کافی ہے مگر قولہ وطعنوا۔ کو
جو اسپر عطف کرکے قتال کا حکم دیا تو مومنون کو آمادگی دلادی کہ عہد توڑنا ایسے ہی فسادی آدمیون کا کام ہے جو اچھے اخلاق کے پابند نہین ہوتے
کیونکہ اپنے پروردگار سے ڈرتے نہین اور آخرت سے بیخوف ہین جو اُن کا جی چاہتا ہے وہ کرتے ہین تو ایسے لوگون سے دنیا مین مخلوق کو ہمیشہ خوف
و ایذا پہونچنے کی کوئی کام اور کوئی قاعدہ ٹھیک نہوگا لہذا ان کو درمیان سے دور کرکے امن و عدل قائم کرو۔ پھر بجائے قاتلوہم ضمیر کے قاتلوا ائمۃ
الکفر۔ سے اُن کا حال قبیح ظاہر کردیا کہ ایسے لوگ کفر ہی پر نہین بلکہ کفر کے سرغنہ ہین اور وہ اس فعل سے کفر مین سردار بنے اور قتل کئے
جانے کے مستحق ہوئے کیونکہ باقی رہین تو انہین کی دیکھا دیکھی اور لوگ اُن کے تابع ہونگے۔ بعض نے کہا کہ ائمۃ الکفر سے مشرکون کے بڈھے اور
سردار مراد ہین پس اُن کی تخصیص اسواسطے ہے کہ بڈھے ہونے کی وجہ سے اُن کے قتل مین زیادہ اہتمام کردیا اس لئے کہ اسلام کے اخلاق مین سے
یہ بات ہے کہ جب کسی قوم کا سردار آوے تو اُس کو اُسکی لیاقت کے موافق ملحوظ رکھین اور حکم ہے کہ لوگون کو اپنے اپنے درجہ پر رکھین لیکن یہان منع
کردیا کہ ایسے سردار شرک کے بڑے مفسد ہین اُن کی کچھ رعایت مت کرو۔ اِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ ایمان بفتح اول اکثر کی قرأت ہے اور ابن عامرؒ
نے ایمان بکسر اول پڑھا۔ قال الزمخشریؒ جملہ تعلیل ماقبل ہے یعنی قتال اسواسطے کرو کہ یہ لوگ ایسے ہین کہ ان کے واسطے عہد کا وجود نہین یعنی
خواہش نفسانی کے پابند ہین پس قسم وغیرہ کسی چیز سے اُن کا نفس مقید نہین تو اُن کے پاس عہد کہان سے آیا۔ اور قسم کہان سے ہوگی علماء
حنفیہ رح نے اسی سے استشہاد کیا کہ کافر کی قسم کچھ قسم نہین ہے۔ وقال البیضاویؒ یہ ضعیف ہے کیونکہ معنی یہ ہین لا ایمان لہم علی الحقیقۃ اُنکے
واسطے درحقیقت قسم نہین ہے اور مراد اس سے یہ کہ اسپر وثوق نہین ہے اور یہ معنی نہین کہ قسم بھی نہین ہے کیونکہ قولہ تعالیٰ وان نکثوا ایمانہم۔ دلیل
ہے کہ قسم کا انعقاد تھا اُس کو توڑدیا۔ مترجم کہتا ہے کہ کافر کی قسم مشروع ہونے مین یہ خلاف ہے اور قولہ نکثوا ایمانہم سے استدلال ضعیف
ہے اسلئے کہ مراد عہد ہے ورنہ قسم کے ساتھ نکث مستعمل نہین بلکہ حنث وغیرہ ہے اور قسم شرعی نہونا کافر کی قسم کا ظاہر ہے حالانکہ حقیقتاً قسم نہونے
پر اتفاق ہے علاوہ برین عدم وثوق سے قسم بیفائدہ ہے پس مشروع ہونا بیکار ہے لہذا فرمایا کہ انہم لا ایمان لہم۔ اُن کی طرف سے ایمان کا وجود
ہی نہین پس ان سے قتال کرو۔ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ تاکہ وے باز رہین اس حال سے جس پر ثابت ہین یعنی قتال سے تمہاری غرض یہ ہو
کہ ان اخلاق ذمیمہ سے اُن کو پھیر دو کہ جن سے وہ خود خراب اور دوسرون کو خراب کرتے و فساد پھیلاتے ہین اور یہ مقصود اصلی نہو کہ ان کو موذیون
کے طور پر اپنی خوشی کے لئے ایذا پہونچادین۔ بعض نے ان دونون آیتون کے معنی یون بیان کئے کہ قولہ تعالیٰ فان تابوا واقاموا الخ یعنی اگر مشرک لوگ
شرک سے توبہ کرین اور نماز قائم کرین زکوٰۃ دین تو تمہارے بھائی ہین ان کے ساتھ برتاؤ ایسا ہوگا جیسے بھائیون سے ہوتا ہے اور اگر انھون
نے عہد توڑا یعنی اسلام کا عہد توڑا اور مرتد ہوگئے اور دین اسلام مین طعن کئے تو وہ کفر کے سردار ہین اُن کو قتل کرو کیونکہ شرک و کفر کے بد افعال انہین ایسے رچے ہوئے
ہین کہ عمدہ اخلاق مین داخل ہو کر ان سے واقف ہو کر پھر گئے بلکہ اُسکے لئے اُنہین عیب لگایا۔ انہم لا ایمان لہم۔ ان کے لئے اسلام و ایمان کا ثبوت نہین
قال البیضاوی رحمہ اللہ اس سے بعض نے حجت پکڑی کہ مرتد کی توبہ قبول نہین بلکہ قتل کیا جاوے اور یہ حجت ضعیف ہے اسواسطے کہ شاید یہ ایسی
قوم کا حال ہو کہ علم آلٰہی مین ان کیلئے ایمان نہین یعنی کسی قوم خاص کی خبر ہو کہ وے ایمان نہ لاوینگے واقول یہ جواب کچھ نہین اسلئے کہ عموم مشرکین
کے حق مین کلام ہے ہان دوسرا جواب جو دیا وہ البتہ قوی ہے کہ قولہ انہم لا ایمان لہم کے یہ معنی کہ اُن کے پاس ایمان نہین جس کی وجہ سے انکی
رعایت کرکے قتال نہ کیا جاوے فعلیٰ ہذا اگر توبہ کرکے ایمان کا اعادہ کرین تو مقتول نہ ہونگے اور یہ ظاہر ہے۔ واضح ہو کہ اکثر مفسرین نے آیت کو
مشرکین کے عہد توڑنے کے بیان مین لیا ہے مرتدون کے ارتداد کے معنی نہین لئے۔ اور اسی سے استدلال کیا کہ جو مشرک دارالاسلام مین عہد

پیمان کرکے مطیع ہوکر رہی جس کو ذمی کہتے ہیں اگر وہ دین اسلام میں طعن کرے تو اُس نے عہد توڑا۔ **قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ**۔ یہاں سے استنباط کیا گیا کہ جو شخص کہ آنحضرت صلعم کی شان میں بدگوئی کرے کوئی طعن یا عیب لگاوے وہ قتل کیا جاوے جیسے دین اسلام میں ایسا کرنے سے قتل کیا جاوے۔ **مترجم** کہتا ہو کہ حضرت سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین کی شان میں طعن سے قتل کیا جانا میرے نزدیک بھی مختار ہی اگرچہ فقہائے حنفیہ نے اُس کے خلاف اختیار کیا ہی۔ پھر جاننا چاہیئے کہ قولہ ائمۃ الکفر۔ کی تفسیر میں اختلاف ہی۔ قتادہ رح وغیرہ نے فرمایا کہ جیسے ابوجہل و عتبہ و شیبہ و امیہ بن خلف وغیرہ چند مشرکین کے نام بیان کئے جو مشرکون کے سردار تھے۔ ولیکن مترجم کہتا ہو کہ قتادہ رح کی یہ مراد نہیں کہ جن ائمۃ الکفر سے قتال کا حکم ہی وہ یہ لوگ مراد ہیں اسلئے کہ یہ لوگ تو بدر و احد ہی میں فی النار ہو چکے تھے۔ اور آیت کریمہ ظاہر انوین سال ہجرت میں بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی اور اگر اس سے پہلے بھی نازل ہوئی ہو جیسا کہ بعض آیات میں تامل سے ظاہر ہوتا ہے تو بھی بعینہ یہ لوگ مقصود نہیں بلکہ مثال دی کہ ائمۃ الکفر ایسے لوگ ہیں اور سعد بن ابی وقاص رضہ ایک خارجی کی طرف گذرے اُس نے طعن سے کہا کہ یہ شخص بھی ائمۃ الکفر میں سی ہے تو سعد رضہ نے فرمایا کہ بدبخت جھوٹے میں ایسا نہیں ہون بلکہ میں نے ائمۃ الکفر سے قتال کیا ہی۔ رواہ ابن مردویہ۔ حذیفہ رضہ سے مروی ہی کہ جو لوگ اس آیت میں مراد ہیں ابھی تک اُن سے قتال نہیں کیا گیا اور علی بن ابی طالب رضہ سے بھی اسی کے مثل مروی ہی۔ **قال المترجم** یعنی اللہ تعالیٰ عز و جل نے مومنوں کو آگاہ فرما دیا تھا کہ ایسے ایسے لوگ ہون گے پس جب ایسا کریں تو تم ان سے قتال کرنا ولیکن شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ سبب نزول ان آیات کا مشرکین قریش ہیں اور صحیح یہ ہی کہ آیت کریمہ عام ہی اور مشرکین قریش و دوسرون کو جو ان کے مانند ہون سب کو شامل ہی اور اسی پر دلالت کرتا ہی جو عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر سے مروی ہی کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جب لشکر مومنین کو شام کی طرف متوجہ کیا تو اُن کو فرمایا کہ عنقریب تم ایسی کافر قوم پاؤگے جن کے سرون پر چندیا مونڈی ہوئی اور آس پاس بال ہون گے یعنی بیچ میں شیطان کی کھڈی رکھائے ہونگے پس شیطان کی کھڈی پر تلوارین مارو قسم ہی اللہ تعالیٰ عز و جل کی کہ اگر میں اُن میں سے ایک کو قتل کر ڈالون تو دوسرے کافرون میں سے ستر کو قتل کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ فقاتلوا ائمۃ الکفر الآیۃ۔ اسکو ابن ابی حاتم نے روایت کیا یعنی یہ لوگ کفار جن کی یہ پہچان بتلائی کہ سرون کے بال بیچ میں سے منڈائے ہوئے شیطان کی کھڈی بنائے ہون گے یہ لوگ دنیا میں بڑے مفسد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بڑی گستاخ باتین کہتے اور رسولون پر بہتان باندھتے ہیں اور باوجود اس کے مالدار ملک و دولت والے ہیں پس کفر کی اُن سے بہت ترقی اور بڑا فساد پھیلتا ہے پس اُن کو دفع کرنا بہت بہتر ہے۔ مجاہد رح سے روایت ہی کہ ائمۃ الکفر اہل فارس و روم تھے یعنی اُس زمانہ میں یہ لوگ مجوسی و نصرانی تھے اور حسن رح سے روایت ہی کہ یہ لوگ اہل دیلم ہیں۔ صحیح وہی ہے کہ آیت عام ہی کسی زمانہ و کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں ہی چنانچہ اس زمانے میں بھی جو قومیں کفر و شرک پر ایسی صفت سے موجود ہیں سب ائمۃ الکفر ہیں اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اہل حق کو ہدایت فرما کر قوت دے کہ خود ایمان کامل پر ہو کر زمانہ میں دین حق و عدل پھیلا دین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو فساد شرک و کفر مٹانے پر آمادہ کیا۔ بقولہ تعالیٰ۔

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوٓا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ

کیون نہ لڑو ایسے لوگون سے کہ توڑین اپنی قسمین اور فکر مین رہین کہ رسول کو نکال دین اور انھون نے پہلے چھیڑ کی تم سے

أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ○ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ

کیا اون سے ڈرتے ہو سو اللہ کا ڈر چاہیے تم کو زیادہ اگر ایمان رکھتے ہو لڑو اُن سے تا عذاب کرے اللہ اُن کو

بِاَیۡدِیۡکُمۡ وَیُخۡزِہِمۡ وَیَنۡصُرۡکُمۡ عَلَیۡہِمۡ وَیَشۡفِ صُدُوۡرَ قَوۡمٍ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۙ وَیُذۡہِبۡ

تمھارے ہاتھون اور رسوا کرے اور تم کو اُن پر غالب کرے اور ٹھنڈے کرے دل کتنے مسلمان لوگون کے اور نکالے

غَیۡظَ قُلُوۡبِہِمۡ ؕ وَیَتُوۡبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ۝

اون کے دل کی جلن اور اللہ توبہ دیگا جس کو چاہے گا اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

اَلَا تُقَاتِلُوۡنَ - ہمزہ انکاری داخل ہوا نفی فعل پر پس نفی کی نفی سے اثبات ہوا اور فائدہ اُسکا مبالغہ وجود فعل مین ہے کیونکہ کسی فعل کے کرنے کا حکم دینا اس فعل کے وجود کو مقتضی ہے اور اس طرح حکم دینا کہ اس فعل کا عدم نہ ہونے سے زیادہ مبالغہ ہے لہذا مفسر رح نے کہا کہ اسمین تحضیض ہے یعنی خوب برانگیختہ و آمادہ کیا یعنی کیون نہین مقابلہ کرتے ہو اے مومنو۔ قَوۡمًا نَّکَثُوۡۤا اَیۡمَانَہُمۡ ایسی قوم سے جسکا حال یہ ہے کہ اُنھون نے اپنی قسمون کو یعنی معاہدے کو توڑ دیا جو قسم کے ساتھ تھا اور اسمین یہ بھی تھا کہ تم پر ہم کبھی معاونت بھی نہ کرینگے پس جبھون نے اپنی قسمین توڑ دین اس طرح کہ خزاعہ جو آنحضرت صلعم کے حلیف تھے ان پر جو بنو بکر نے شبخون کے ساتھ چھاپا مارا تو قریش نے اپنے حلیفون بنی بکر کی معاونت کی اور حرم تک ان بیچارون کو فریب سے مارا اور یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہونچی اور خزاعہ نے نظم عو لیغہ بھیجکر آنحضرت صلعم کو اپنی مصیبت سے آگاہ کیا اور عبدالمطلب حضرت صلعم کے دادا کے ساتھ حلف قرار پانا یاد دلایا پس آیت کریمہ مین قوم سے یہی قریش مراد ہین جنھون نے باوجود قسم و عہد و پیمان کے اسطرح عہد توڑا اور انھین سے قتال کرنے پر مبالغہ مومنون کو آمادہ کیا اور کتب سیر مین یہ قصہ مفصل مذکور ہے اور قریش کا عہد جب اُن کی بدعہدی سے ٹوٹا تو حضرت صلعم نے اپنے خلفاء خزاعہ کے ظلم کا بدلہ لینے کو مکہ پر چڑھائی کی اور یہ آٹھوان سال ہجرت تھا اور آخر مکہ فتح ہو گیا اور بہت سے قریش مسلمان ہو گئے اور بہت سے بھاگ گئے آخر وہ بھی آکر مسلمان ہو گئے اور تھوڑے سے لوگ لڑائی مین مارے گئے۔ الحاصل مومنون کو حکم دیا کہ ضرور تم ایسی قوم سے لڑو جن کا یہ حال ہے کہ اُنھون نے عہد توڑ دیا اور اپنی قسمون کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ وَہَمُّوۡا بِاِخۡرَاجِ الرَّسُوۡلِ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کو نکال دینے کا قصد کیا یعنی جبکہ دارالندوہ مین شیخ نجدی شیطان کیساتھ بیٹھکر آنحضرت صلعم کے بارے مین مشورہ کیا تھا جیسا کہ قولہ واذ یمکر بک الذین کفروا الآیۃ کی تفسیر مین مذکور ہوا اور ان لوگون نے نکال دینے و قید کرنے و مار ڈالنے ہر ایک کا مشورہ کیا تھا لیکن یہان اخراج ہی پر اقتصار کیا اسوجہ سے کہ ظاہر مین یہی واقع ہوا اگرچہ آنحضرت صلعم اپنے اختیار سے بحکم الٰہی وہان سے نکل کر ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ یہ یہود کے حق مین ہے کہ اُنھون نے رسول اللہ صلعم کے عہد کو توڑا اور یہ قصد کیا تھا کہ سب مل کر آپ کو مدینہ سے نکال دین بلکہ فریب سے مار ڈالنے کا بھی قصد کیا تھا و اقول فعلی ہذا آیت کریمہ کے بعد فتح مکہ نازل ہونے مین چندان اشکال نہین اور بنا بر قول اول کے کہنا چاہیے کہ قولہ براءۃ من اللہ و رسولہ الآیات جو بعد فتح مکہ نازل ہوئی ہین اُن سے یہ آیت پہلے بلکہ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی ہے کیونکہ اسمین ایسی قوم سے قتال کا حکم ہے جنھون نے عہد توڑا اور اخراج الرسول کا قصد کیا تھا۔ دارالندوہ ایک مکان تھا جسکو قریش کے جد اعلیٰ قصی نے مشورت کیواسطے بنایا تھا اور جب اللہ تعالیٰ عز و جل نے کفر توڑا اور وہ مقام داخل مسجد ہوا تو اب مصلائے حنفی ہے پس معبد دین شرک باطل ہو کر معبد دین حنیف ہو گیا والحمد للہ علیٰ ذلک پھر اس قوم کا حال فرمایا۔ وَہُمۡ بَدَءُوۡکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ؕ اور حال یہ کہ اُنھین نے ابتدا کی تمھارے ساتھ اول بار اسطرح کہ تمھارے ساتھ دشمنی و مقابلہ کیا کیونکہ آنحضرت صلعم نے اُن کو دین حق و اخلاق جمیلہ و عادات کی دعوت کی اور قرآن مجید سے اُنکو آیات دین اور اُس کا خیال باطل توڑنے کو قرآن کے مانند لانے کی تحدی کی مگر جب اُن سے یہ نہ ہو سکا تو دشمنی کرنے و ایذا دینے

اور مار پیٹ و فساد و ظلم پھیلانے کی طرف لوٹ پڑے پس مومنون کو آمادہ کیا کہ تم کو اُن کے فساد دور کرنے و دنیا مین عدل قائم کرنے کے لیے اُن سے لڑکر
اُن کو زیر کرنے سے کون بات روکتی ہے۔ اَتَخْشَوْنَهُمْ ارے کیا تم یہ ڈرتے ہو کہ اگر اُن سے لڑوگے تو تم کو اُن کی طرف سے بُرائی پہونچیگی
پس تم اُن سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے قبضۂ قدرت مین تمام مخلوقات ہین بدون اُس کی تاثیر کے ایک ذرہ نہین جنبش کرتا۔ فَاللّٰهُ
اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ پس اللہ تعالیٰ ہی سزاوار ہی کہ اُس سے ڈرو پس جب اُس نے حکم دیا تو بے کھٹکے اُنکا شر و فساد و ظلم و عناد مٹانے کیلیے اُن پر
جہاد کرو۔ اور حکم بجالانے مین ذرا درنگ نہ کرو۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو کیونکہ ایمان تو یہی اثر دیتا ہے کہ سوائے حق عزوجل کے
کسی سے نہ ڈرے۔ جملہ شرطیہ سے شک مقصود نہین بلکہ آمادگی دلائی کہ تم تو مومن ہو اور ایمان یہی چاہتا ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈرے
پس فوراً حکم کی تعمیل کرو اور کافرون سے مت ڈرو۔ اس کلام پاک سے جب اُن کے دلون مین اطمینان دیدیا کہ موجب جہاد موجود ہی تو پھر
حکم دیا کہ قَاتِلُوْهُمْ ایسی شریر قوم کافر سے قتال کرو اُس کا نتیجہ فرمایا کہ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ اللہ تعالیٰ اُن کو تمھارے
ہاتھون عذاب دے اگرچہ اوتعالیٰ جس طرح چاہے اُن کو عذاب دیوے اور ایکدم مین نیست کردے لیکن تمھاری بہتری کے لیے یہی چاہا کہ تمھارے
ہاتھون اُن کو عذاب دے۔ وَيُخْزِهِمْ اور اُن کو خوار کرے جیسے وہ تکبر و غرور کرتے و نیک چال چلن والون کو ستاتے و اپنے نفس کی خواہش
پر چلنا چاہتے اور راہ راست مین عیب لگاتے ہین۔ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ اور تم کو ان پر غلبہ و فتح دے۔ یہ مومنون کو وعدہ ہی کہ لڑینگے
تو اُن پر فتح پاوینگے اور اُنکو قتل و خوار کرنے پر قادر ہونگے۔ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ اور قوم مومنین کے سینونکو
شفا دے یعنی بنوخزاعہ جن کو بنوبکر کے ساتھ مدد کرکے قریش نے مارا تھا اُن کے سینہ جو غم سے بھر رہے ہین دشمنون بدعہدون کو مار کر
خوار و ذلیل دیکھکر راحت پاوین۔ بعض نے کہا کہ یمن و سبا کے بعض خاندان والے مکہ مین آکر مسلمان ہوگئے تھے اُن کو قریش نے سخت اذیت و
تکلیف دی تھی اُنھون نے رسول اللہ صلعم سے شکایت کی تو کہا گیا کہ خوشخبری سنو کہ عنقریب فرحت و راحت آیا چاہتی ہی۔ وَيُذْهِبْ
غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ اور مومنین کے دل کا غیظ دور کرے یعنی اُن کی طرف سے دُکھ درد اُٹھانے سے جو اُن کے دلون مین جوش غم سے غیظ
بھرا ہی اُس کو اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھون اُن کے دشمنون کو خوار کرکے دور کردے پوچھا گیا کہ شفاء الصدور عطا کرنا اور غیظ قلوب دور کرنا تو ایک ہی ہے
جواب دیا گیا کہ نہین بلکہ سینہ کے بہ نسبت دل محل خاص ہی اور بعض نے یون جواب دیا کہ شفاء الصدور وعدۂ فتح ہی جس سے سینے خوشی مین
بھولے جاتے ہین اور غیظ قلوب دور کرنا وقوع فتح سے ہی اور مترجم کہتا ہی کہ صدور مین مرض غم تھا اور قلوب اُن کے بسبب ایمان کے بالکل
تندرست تھے لیکن ایمان کی ضد جو کفر و شرک ہے اُسکا غلبہ دیکھکر اُن کے قلوب مین غیظ تھا وہ دور کردینے کا وعدہ دیا۔ قال البیضاوی رح
یہ آیت کریمہ منجملہ معجزات کے ہی کہ وقوع سے پہلے خبر فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ان سب باتون کو پورا کردیا۔ فالحمد للہ العلی العظیم۔ یعنی بعض اُمور
محسوسات سے ہین وہ بھی پورے ہوئے اور بعض اُمور مخفی دلون کے اندر تھے وہ بھی پورے کئے اور مفصل قصہ سے ثابت ہی کہ ابوسفیان نے اہل مکہ
کی طرف سے پھر جدید عہدنامہ کرنا چاہا وہ منظور نہین کیا گیا پھر مکہ پہونچکر بسبب امان چاہنے سردار مشرکین کے امان دی ولیکن ایک گروہ مشرکین
کا لڑائی پر اڑ گیا اور مارا گیا پھر آنحضرت صلعم نے خالد بن الولید سردار بعض لشکر کو قتل سے منع کر بھیجا لیکن ایلچی کے سننے مین فرق ہوا اُسنے ایسا لفظ
کہا کہ جس سے قتل سے ہاتھ نہ اُٹھانا نکلتا تھا پس بنوخزاعہ وغیرہ کے دل خوب ٹھنڈے ہوگئے اور یہ تقدیر الٰہی عزوجل تھی کہ جو موافق ارشاد
آیہ کریمہ کے پوری ہوئی پھر فرمایا۔ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۔ یہان سے پھر اخبار شروع ہی کہ کافرون مین سے بعضے کفر سے توبہ
کرینگے یعنی وہی جن کے حق مین مشیت الٰہی علم قدیم مین جاری ہو چکی ہی۔ المعنی اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماویگا جس کے حق مین چاہے یعنی

ازلی مشیت سے جس کو چاہا اسکو توبہ کی ہدایت فرماویگا پس اسکی توبہ قبول کریگا۔ قال البیضاوی رح اور یہ خبر غیب بھی واقع ہوئی یعنی اُن میں سے مثل ابوسفیان و عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ کے مسلمان ہوئے اور اچھے مسلمان ہوئے۔ ایک قرأۃ میں یتوب بنصب ہی پس اَن مقدر ہی اور یہ بھی جواب امر یعنی قاتلوا ہم کے جوابات میں داخل ہی کیونکہ جہاد جیسے ایک قوم کے حق میں تعذیب ہی کہ اس سے وہ قوم اپنی بدکرداری کی سزا پاتی ہی ویسے ہی دوسری قوم کے لئے وسیلہ توبہ ہی۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہی ہر چیز کو جو ہو چکی اور جو ہونیوالی ہی حَكِيْمٌ وہ بڑا حکمت والا ہی کوئی فعل اسکا حکمت سے خالی نہیں اور کوئی بندہ اس کی حکمت کو نہیں گھیر سکتا ہی بیچاری مخلوق کی کیا طاقت ہی کہ حضرت خالق عزوجل کی حکمت پر حاوی ہو سکے۔ اُس کی حکمت بے انتہا ہے پس جو اُسنے فرمایا وہ سب برحق ہی اور جو حکم دیا وہ عین صواب اور جس سے منع کیا وہ عین حکمت ہی۔ وہی علیم و حکیم ہی اللھم اہدنی وتوفنی مومنا مسلما وانت ارحم الراحمین ف۔ فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ اتخشونہم فاللہ احق ان تخشوہ الآیۃ۔ اس میں حق تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جو کوئی حق تعالیٰ کے سوائے کسی اور چیز سے ڈرے کہ اس سے مجھے ضرر پہونچے گا یعنی اُس کو خود کچھ قدرت مجھے ضرر پہونچانے کی ہی تو اُس کو معرفت میں کچھ نصیب نہیں۔ دشمنوں کو اپنے مطیع بندوں کی آنکھوں میں حقیر کر دیا کہ بھلی باتیں سمجھاتے و کہتے ہیں اور بڑی باتوں سے ممانعت و روکنے میں کچھ گھبراہٹ نہ کریں۔ اور اپنی ہیبت و جلال کے نور سے اُن کے دل بھر دیئے اور دین میں مداہنت و نرمی و دبی زبان باتیں کرنے سے اُن کو پرہیز کرنے کا حکم دیدیا اور اپنا جلال و کمال پہچنوا کر ان پر ظاہر کر دیا کہ تمام مخلوق اُسکے قبضۂ قدرت میں مسخر ہے کسی کو کچھ طاقت نہیں کہ سر ہلاوے اور کسی میں قوت نہیں کہ بے قدرت حق جنبش کرے سب کے سب عاجز مخلوق ہیں معنی یہ کہ کیا تم ان مخلوق سے ڈرتے ہو حالانکہ وے قہر ربوبیت کے تحت میں مقہور و مسخر بندے ہیں۔ ہاں مجھ سے ڈرو کہ میں پروردگار قاہر جبار ہوں جو میرے اولیا سے لڑا وہ میرے قہر و عذاب میں تا ابد مقہور ہوا۔ اور اُن کو اپنے سے خوف کرنے کا حکم دیا تو نام پاک جامع یعنی اللہ۔ ذکر فرمایا اور یہ نام پاک عین الجمع میں عین ذات و صفات ہی بعض نے کہا کہ خشیہ تو ذات کے واسطے ہی اور خوف صفات کیلئے ہی۔ کما قال تعالیٰ یخشون ربہم ویخافون سوء الحساب۔ پھر مومنین کا امتحان فرمایا بقولہ تعالیٰ

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کیا جانتے ہو کہ چھوٹ جاؤ گے اور ابھی معلوم نہیں کئے اللہ نے تم میں سے جو لوگ لڑے ہیں اور نہیں پکڑا انھوں نے سوائے اللہ کے

وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ع ۱۰

اور اُس کے رسول کے اور مسلمانوں کے کسی کو بھیدی اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے تمھارے کام کی

اَمْ حَسِبْتُمْ خطاب مومنوں کو ہی کہ بعض نے بمقتضائے طبیعت قتال سے کراہت کی اور بعضے مفسرین نے کہا کہ خطاب منافقوں کو ہی اور حق یہ ہی کہ خطاب اہل ایمان کو ہی لیکن منافقین چونکہ ظاہر میں اسلامی احکام میں شریک تھے لہذا امتحان میں ان کا اخراج مقصود ہی اَمْ منقطعہ بمعنی بل ہی اور یہ اضراب ہی ایک کلام سے دوسرے کلام کی طرف پس اب بیان ہی کہ جہاد جیسے دنیا میں باعث عزت و حرمت و امن و عدل ہی ویسے ہی دین میں علامت ایمان و کمال رغبت آخرت و مورث ثواب جزیل ہی۔ اور استفہام اس میں توبیخ کے لئے ہی اور توبیخ اس حسبان[1] و خیال کرنے پر ہی اور معنی یہ کہ کیونکر تم نے یہ خیال باندھ لیا کہ۔ اَنْ تُتْرَكُوْا کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ یعنی جس حال پر ہو اسی پر چھوڑ دیئے جاؤ۔ سیبویہ رح کے قول پر ان تترکوا حسبان کے دونوں مفعول کے قائم مقام ہی اور مبرد کے نزدیک مفعول دوم محذوف ہی لیس ام حسبتم ان تترکوا کذلک من غیران تبتلوا بما یظہر بہ المومن من المنافق یعنی کیونکر تم نے خیال کیا کہ تم لوگ ایسے ہی چھوڑ دیئے جاؤ بدون اسکے کہ امتحان کئے جاؤ ایسی بات سے جس سے مومن منافق کھل جاوے اور وہ جہاد ہی۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ اور حال یہ کہ ظاہر نہیں ہوئے تم میں خاص لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں ان لوگوں سے جو خالص نہیں ہیں۔ واو حالیہ

[1] حسبان بالضم شمردن و گمان بردن ۱۲

لما حرف نفی مع معنی توقع یعنی اب تک نہین کھلے ولیکن آیندہ کھل سکتے ہین بخلاف معنی لم کے اور یہی دونون مین فرق ہے اسمین علم کی نفی فرمائی حالانکہ مراد
اس سے ان لوگون کی نفی ہے جن سے ایسا علم متعلق ہو پس یہ بطریق مبالغہ ہے کیونکہ علم کی نفی گویا دلیل ہے معلوم کی نفی پر کیونکہ علم ہونا تو مستلزم ہے کہ معلوم
کا وجود ہو پس جب علم نہین تو معلوم بھی نہین کیونکہ ہوتا تو اس کا بھی علم ہوتا ولیکن حرف لمّا بین جو معنی توقع ہین اس سے تنبیہ کردی کہ عنقریب ایسا
واقع ہوگا اور اس طرح تعبیر کرنے مین کہ علم الٰہی نہین ہے یہ فائدہ ہے کہ ایسا ظہور مقصود ہے جو مدار ثواب وعقاب ہوتا ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ تم نے
کیونکر خیال کرلیا کہ تم ایسے ہی خلط ملط چھوڑ دئیے جاؤگے اور قتال و جہاد کے بجالانے پر مامور نہ ہوگے جس سے اخلاص والے اور نفاق والے
ظاہر ہوکر ثواب و عقاب کے مستحق ہون اور حال یہ ہے کہ ابھی تک مخلص و منافق متمیز نہین ہوئے اور علم الٰہی ان لوگون سے متعلق نہین ہوا جو تم مین سے
خالص مجاہد ہین یعنی اخلاص والے متمیز نہین ہوئے اگرچہ تم مین سے خلط ملط مین سے اللہ تعالیٰ کو مخلص و منافق ہر ایک معلوم ہین اور قولہ۔ وَلَمْ
يَتَّخِذُوا مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً عطف ہے جاہدوا پر اور داخل صلہ ہے یعنی ظاہر نہین ہوئے
تم مین سے وہ لوگ جنھون نے جہاد کیا یعنی مخلص ہین اور نہ وہ لوگ جنھون نے نہین بنایا سوائے اللہ تعالیٰ و اسکے رسول و مومنین کے اور کسی کو ولیجہ
یعنی بطانہ اندرونی دوست جس سے موالات کرین اور اپنا بھید اس سے ظاہر کرین۔ الولوج بمعنی دخول از ولج یلج پس ولیجہ بمعنی دخیلہ۔ ابوعبید
نے کہا کہ کسی چیز مین جو ایسی چیز داخل کی جائے کہ اسمین سے نہین ہے وہ ولیجہ و دخیلہ ہے اور مفرد و تثنیہ و جمع سب کے واسطے یہی لفظ واحد کافی ہوتا ہے
اور کبھی جمع اس کی ولائج و ولج بمانند صحائف و صحف جمع صحیفہ کے لاتے ہین اور منافقین چونکہ اہل شرک و کفر مین سے پوشیدہ دوست بناتے تھے
بدین نظر قتادہ و ضحاک نے خطیہ دوست کے ساتھ تفسیر فرمائی اور راغب نے مفردات مین کہا کہ ولیجہ از دخیلہ نہین بلکہ جس کو آدمی اپنا معتمد علیہ
بنالے وہ ولیجہ ہے و بنابرین حاصل یہ ہوگا کہ ایسے لوگ متمیز نہین ہوئے جنھون نے سوائے اللہ تعالیٰ و اس کے رسول و مومنین کے کسی کو اپنا
معتمد علیہ نہین بنایا اور مقصود یہ کہ تم لوگ ضرور جہاد سے مکلف کئے جاؤگے تاکہ ظاہر ہوجاوین جہاد والے اور جنھون نے سوائے اللہ تعالیٰ و رسول
و مومنین کے باطنی دوست نہین بنایا یعنی مخلصین و منافقین کھل جاوین۔ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ اور جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے
خبردار ہے یعنی تمھارے کامون سے جو تمھاری غرض ہے اور جو تمھاری نیت ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور یہ جو فرمایا کہ لما یعلم اللہ الذین الخ اس سے
جاہل بیوقوف مشرک و منافق یہ خیال نہ کرین کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم نہین بلکہ وہ تعالیٰ عالم الغیب و الشہادۃ ہے دلون کے بھید کو جانتا اور تمام
مخلوق کی حقیقت و ماہیت کو اور جو کچھ ہوا اور جو ہوگا سب کچھ اسکے حضور و علم مین قطعاً ایسی طرح معلوم ہے کہ کسی کا علم ایسا ممکن نہین ہے
لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد و ہو علی کل شئ قدیر۔ **فی العرائس** قولہ تعالیٰ ام حسبتم ان تترکوا و لما یعلم اللہ الذین جاہدوا
منکم اشارت ہے خطاب مین وہ مدعی بھی داخل ہین جو یہ گمان کرتے ہین کہ مرتبہ احسان یعنی حقیقت خالی دعوے سے حاصل ہوجاتا ہے بدون
اسکے کہ معنوی تحقق ہو پس ان کو ایسے خیالات پر مغرور ہونے سے ملامت فرمائی گئی اور ارشاد ہوا کہ جو کوئی اپنی ہستی کو اپنے خالق پاک کے لئے
قربان کرنے والا نہ ہوا اور خلوص کے ساتھ بشریت کے خصائل ذمیمہ زائل کرکے معرفت حاصل کرنیوالا نہ ہوا اور اولیاء الٰہی کی صحبت مین صدق
ارادت سے کمال حاصل کرنیوالا نہ ہو وہ اپنے اوہام مین غلط و خیالات مین خطا کار ہے کما اشیر الیہ بقولہ تعالیٰ ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ
ولا المومنین ولیجۃ۔ پھر اپنے کلام پاک یعنی قولہ واللہ خبیر بما تعملون سے اُنکو محال دعوی و باطل خیال سے ڈرایا کہ وہ تعالیٰ سب خیالات دنیا
و خطرات سے آگاہ ہے اسلئے ہردم اپنی نیست و حال کا عالم تصور کرکے شرم رکھو اور ہوشیار رہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اوہام کو باب بعض افعال
کے جو بھلے کامون کی صورت ہین خصوص مشرکین مکہ کے اوہام کو تنبیہ کے ساتھ مٹایا۔ بقولہ تعالیٰ۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَن يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنفُسِهِم بِالْكُفْرِ ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ

مشرکون کا کام نہین کہ آباد کرین اللہ کی مسجدین اور مانتے جاوین اپنے اوپر کفر کو وہ لوگ خراب گئے

أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ۝ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

اون کے کئے اور آگ مین رہین گے وہ ہمیشہ وہی آباد کرے مسجدین اللہ کی جو یقین لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر

الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ ۖ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَن يَكُونُوا

اور کھڑی کی نماز اور دی زکوٰۃ اور نہ ڈرا سوائے اللہ کے کسی سے سو امیدوار ہین وہ لوگ کہ ہو وین

مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ

ہدایت والون مین کیا تم نے ٹھہرایا حاجیون کا پانی پلانا اور مسجد حرام کا بسانا برابر اسکے جو یقین لایا اللہ پر

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

اور پچھلے دن پر اور لڑا اللہ کی راہ مین نہین برابر اللہ کے پاس اور اللہ راہ نہین دیتا

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ

بے انصاف لوگون کو جو یقین لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ مین اپنے مال اور جان سے

أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ

اُن کو بڑا درجہ ہے اللہ کے پاس اور وہی پہونچے مراد کو خوشخبری دیتا ہے اُن کو پروردگار انکا اپنی طرف سے مہربانی کی اور رضامندی کی

وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

اور باغون کی جن مین اُن کو آرام ہے ہمیشہ کا رہا کرین اُنہین مدام اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ - اے ما صح لہم یعنی مشرکین کے حق مین صحیح نہین ہے۔ اَن یَّعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللّٰہِ ۔ یہ فعل کہ اللہ تعالیٰ کی مسجدون کی عمارت کرین۔ یعنی کسی مسجد کی عمارت اُن سے صحیح نہین تو بھلا مسجد الحرام جو سب سے افضل ہے اس کی عمارت کا دعویٰ مشرکون کی طرف سے محض وہم و غلط ہے اور یہ معنی بنظر آنکہ عموم مساجد سے نفی فرمائی ہے پس مسجد الحرام جو خاص ہے اُس سے بالضرور نفی بطریق بلیغ ہو گئی۔ اور بعض نے کہا کہ مساجد اللہ سے مسجد الحرام مراد ہے یعنی مسجد الحرام کی عمارت مشرکین سے صحیح نہین۔ اور بصیغۂ جمع اس وجہ سے کہ مسجد الحرام جملہ مساجد کیلئے قبلہ و امام ہے پس اسکی عمارت کرنے والا گویا تمام مساجد کا عامر ہے یا اسلئے کہ اسکا ہر بقعہ و ناحیہ ہر جہت سے قبلہ ہے پس وہ مساجد ہے اور قراءۃ ابن کثیر و ابو عمرو اور یعقوب رحمہم اللہ کی مسجد اللہ بصیغۂ مفرد بھی اسی کی مؤید ہے جیسے قولہ وعمارۃ المسجد الحرام۔ بھی اسی تفسیر کا مؤید ہے۔ پھر عمارت سے یا معنی حقیقی مراد ہین یعنی مسجد کی عمارت بنانا مشرک سے صحیح نہین یا معنی مجازی مراد ہین یعنی مسجد مین حاضر رہنا و داخل ہونا و اسمین عبادت کرنا وغیرہ اور یہ بھی مشرک سے صحیح نہین کیونکہ کافرون کی عبادت کچھ نہین باوجودیکہ مسجد الحرام سے نزدیک ہونے سے اُن کو ممانعت ہے یہین سے کہا گیا کہ اگر دار الاسلام مین کسی ذمی کافر نے وصیت کی کہ میرے مال سے مسجد بنائی جاوے تو اسکی وصیت قبول نہ ہوگی۔ اگر کافر نے مسجد مین داخل ہونے کا قصد کیا تو امام مالک رحمہ کے نزدیک روا نہین ہے۔ اور بعض ائمہ نے کہا کہ مسلمان کی بلا اجازت نہین روا ہے حتی کہ اگر بلا اجازت جاوے تو سزا دیجاویگی اور اجازت لیکر بھی بدون حاجت کے روا نہین پس اگر حاجت ہو اور مسلمان سے اجازت لیوے تو داخل ہو سکتا ہے اور بخاری رحمہ وغیرہ نے مسجد مین جواز دخول کافر پر

اس حدیث سے استدلال کیا جسمین آنحضرت صلعم نے ثمامہ بن اثال کو ستون مسجد سے باندھا تھا حالانکہ وہ کافر تھا اور حق یہ ہو کہ اس فعل خاص سے یہان استدلال نہین چاہیے کیونکہ حکمت خاصہ کا احتمال ہی چنانچہ جب اسکو رہا کر دیا تو خوشی و رغبت سے وہ جاکر نہا کر حاضر ہوا اور اسلام سے آیا پس مختار قول جمہور ہو اور کفار کے لوث سے مسجد پاک رکھی جائے۔ شَاهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ - جملہ حال از ضمیر یعمروا۔ ہو اور یہ شہادت یا تو بہا شرک و تکذیب الرسول صلعم ہو اور بعض نے کہا کہ درحالیکہ شاہد ہین وہ لوگ اپنے اوپر کفر کے ساتھ بحال و قال یعنی یہ کہ مشرکین سے یہ بات ٹھیک نہین کہ دو امر متنافی جمع کرین ایک بیت اللہ تعالی کی عمارت اور دوم اللہ تعالی کے سوائے غیر کی عبادت۔ پس جب غیر کی عبادت سے مشرک ہین تو اللہ تعالی کی مسجد کی عمارت اُن سے صحیح نہین۔ روایت ہو کہ جب عباس بن عبدالمطلب جنگ بدر مین قید ہو کر آسئے اور مسلمانون نے انکو ملامت کی اور عار دلایا کہ تم لوگ شرک کرتے اور ناتا کاٹتے ہو اور سب سے زیادہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُن کو سخت سخت باتین اسی قسم کی کہین تو عباس نے کہا کہ یہ تمھارا کیا انصاف ہو کہ تم ہماری برائیان تو بیان کرتے ہو اور جو ہماری بھلائیان ہین اُن کو نہین کہتے دیکھو کہ ہم مسجد الحرام کی عمارت کرتے ہین اور خانہ کعبہ کے حاجب ہین اور حاجیون کو پانی پلاتے ہین اور قیدی کو مال خرچ کر کے چھوڑاتے ہین تب یہ آیت نازل ہوئی اور سمجھا یا گیا کہ مشرک جو کام کرے وہ ہیچ ہو۔ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ یعنی جو لوگ شرک و کفر مین گرفتار ہین اُن کے اعمال جن پر فخر کرتے ہین بسبب شرک کے سب حبط ہین۔ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَ اور اس شرک کی وجہ سے وہ ہمیشہ دوزخ ہی مین رہین گے۔ مشرک کو اپنے اعمال کا بدلا دنیا مین جو کچھ مل جائے وہ تو ملا لیکن دنیا خود ہیچ ہے ملا تو کیا اور عاقبت مین اسکے لئے کچھ نہین سوائے دوزخ کے کیونکہ اللہ تعالی نے ختم کر دیا کہ مشرک کبھی نہین بخشا جائیگا۔ پھر اُن بندون کو بیان فرمایا جن سے عمارت مسجد درست ہو بقولہ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ - یعنی مساجد کی عمارت ایسی صفات کے لوگون سے درست ہی جن کے اعتقاد شرک سے پاک و توحید کے ہین اور اُن کے اعمال موافق حکم الٰہی کے ہین۔ صلوٰۃ و زکوٰۃ کو جمع کیا اور اعمال مفروضہ مین سے دو عمل اشرف ذکر کیے اور مراد جملہ ارکان اسلام ہین اور ایمان برسول اللہ صلعم اسلیے نہین مذکور ہو کہ اللہ تعالی پر ایمان نہین ہو سکتا جبتک کہ رسول پر ایمان نہو اسلیے کہ رسول ہی سے معرفت حاصل کی اور صفات کے واسطہ سے پہچان کر اُسی پر معبود ہونے کا اعتقاد کیا۔ اور یوم الآخر کے یہان ذکر مین نکتہ ہو کہ عمارت مسجد کا فائدہ ثواب آخرت ہی جو روز جزا یعنی قیامت کو حاصل ہوگا اور مشرکین اسکے قائل نہ تھے پس عمارت مسجد انھین لوگون سے مستقیم ہو جو روز جزا پر ایمان رکھتے ہین کہ یہان مسجد بنا دین اور وہان اچھا بدلا پاوین۔ انس رض سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جس نے اللہ تعالی کے واسطے کوئی مسجد بنائی خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو اللہ تعالی اُسکے واسطے جنت مین گھر دیتا ہو۔ رواہ الترمذی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے مانند مرفوع روایت ہی اور اصح ہو کہ ظاہر کلام اکثر مفسرین کا یہ ہو کہ عمارت یہان بطور عموم مجاز کے حقیقی عمارت بنانے اور مجازی عمارت کرنے یعنی آباد کرنے دونون کو شامل ہو۔ وقال البیضاوی رح منجملہ مسجد کی عمارت کے یہ بھی ہو کہ اس کو فرش سے آراستہ کرے اور چراغ روشن کرے اور ہمیشہ اسمین عبادت یا ذکر الٰہی و علم شریعت کا پڑھنا پڑھانا جاری رکھے اور جن باتون کیلئے مسجد نہین بنائی گئی ہو اُن سے محفوظ رکھے جیسے دنیا کی باتین کرنا۔ قلت و حنفیہ رح نے کہا کہ سونے کیلئے جس کا گھر ہو اسکو مسجد مین سونا مکروہ ہو اور ابن عمر رض وغیرہ سے جو مسجد مین سونا مروی ہو وہ بظاہر اس غرض سے تھا کہ عبادت و تہجد ادا کرنے مین مقام پاک ملنے سے آسانی ہو واللہ اعلم۔ ابو سعید خدری رض سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اذا رأیتم الرجل الخ یعنی جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ معتاد طور پر مسجدون مین آمد و رفت رکھتا ہو تو شہادت دو کہ وہ مومن ہو کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ الآیۃ۔ رواہ احمد والدارمی وابن ماجہ وابن المنذر و عبد بن حمید والبیہقی و حسنہ الترمذی۔ اس حدیث مین سے

فائدہ بھی یاد رکھو کہ اگر دیکھنے سے کوئی امر ثابت ہو تو گواہی ادا کرنا روا ہے۔ اگرچہ حق متعلق ہو والکلام فی الفقہ۔ بالجملہ مسجد سے دل لگائے رہنے و اسکو آباد کرنے و اُس کی تعمیر و عبادت کیلئے وہاں آمد و رفت کرنے وغیرہ میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ انسؓ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مسجدوں کے آباد کرنیوالے وہی اہل اللہ تعالیٰ ہیں یعنی اولیاء اللہ وہی ہیں و اہل حق ہیں رواہ عبد بن حمید والبزار اور عبد الرزاق نے عمرو بن میمون الاودی سے روایت کی کہ میں نے اصحاب رسول اللہ صلعم کو پایا کہ لوگ فرماتے تھے کہ زمین میں مسجدیں خانہ خدا ہیں و جو اُن میں زیارت الٰہی کو حاضر ہوا اللہ تعالیٰ اپنے دیدار کے طالب کو کرامت عطا فرماویگا۔ و فی تفسیر الحافظ رح۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس نے اذان کی آواز سنی پھر وہ تعمیل کر کے مسجد میں حاضر نہوا تو اُسکی نماز نہیں اور اُسنے اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کی نافرمانی کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما یعمر مساجد اللہ الآیۃ۔ رواہ ابن مردویہ و قد روی مرفوعا من وجہ آخر ولہ شواہد انتہی۔ بالجملہ ایمان سے ہے کہ مسجدیں آباد ہوں لہذا آخر زمانہ میں جب ضعف اسلام کا حال بطور معجزہ و خبر غیب کے آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا تھا تو اسمیں یہ بھی فرمایا تھا کہ قریب قیامت کے مسجدیں اُن لوگوں کی ویران ہونگی اور گھر اُن کے آباد ہونگے۔ و المترجم بعد الاستغفار و طلب التوفیق والہدایۃ کہتا ہے کہ یہ معجزہ نبوت ابھی مشاہدہ کرو اور دیکھو کہ یہی حال ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حاصل آنکہ مسجد کی عمارت و آبادانی ایسے لوگوں سے درست ہے جو اللہ تعالیٰ پر بواسطہ تعریف رسول اللہ صلعم کے اور روز آخرت پر ایمان لایا اور نماز ٹھیک ادا کرتا اور زکوۃ دیتا ہے۔ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ۔ اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اسکو کسی سے خوف نہیں و فی البیضاوی رح یعنی دین کے امور میں اسکو سوائے حق تعالیٰ کے کسی بھوت پلید بت و جن کسی کا خوف نہیں۔ اور رہا خوف ایسی چیزوں سے جن سے ضرر پہونچا کرتا ہے مثلاً شیر سامنے آیا تو خوفناک ہو جانا جبلت کی بات ہے اسمیں آدمی کا اختیار نہیں ہے۔ و قال المترجم ظاہرا کامل ایمان والے جب تاثیر فقط اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقین جانتے ہیں تو اُن کو کسی چیز سے خوف نہیں ہوتا اور تحقیق یہ ہے کہ جو امر خوفناک پیش آیا وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اسمیں کوئی حکم از جانب حق تعالیٰ قرآن یا حدیث میں موجود ہے مثلاً دو ہزار لشکر اسلام کے مقابلہ میں چار ہزار کافر آگئے تو خوف کرنا مقتضائے ایمان ہے کیونکہ بھاگنا یہاں حرام و کبیرہ گناہ ہے اور یا ایسا ہوگا کہ اسمیں کوئی حکم شرع اس طور پر نہیں مثلاً جنگل میں شیر سامنے آگیا تو خوف یہ آئے کہ شاید عذاب کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اسکو بھیجا تو میں ضرور مارا جاؤنگا پس اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرا اور چونکہ بنظر احتیاط اُسکے سامنے سے ہٹنے و بچاؤ کرنے کا حکم ہے لہذا اس نظر سے بھاگنا وغیرہ تدبیر کو عمل میں لاویگا۔ پس ہر صورت میں خوف اسکو فقط اللہ تعالیٰ ہی سے ہوا اور مقام بہت وسعت چاہتا ہے اور اسقدر اشارہ اُمید ہے کہ کافی ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ پس ایسے لوگ البتہ ہدایت یافتہ ہیں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرف عسیٰ بمعنی تحقیق ہے و ابن اسحاق کا بھی ایسا ہی قول ہے اور شاید عسیٰ بندوں کی طرف ہو یعنی تم اُمید رکھو اور معنی یہ کہ پس ایسے لوگوں کو توقع ہے کہ ہدایت پائے ہوؤں میں سے ہوں لفظ اُمید کیساتھ انکو ذکر فرمانے میں مشرکین کی طمع کاٹ دی یعنی جب ایسے بندے باوجود ان اعمال کے اُمیدوار ٹھہرے تو مشرکین باوجود نجاست شرک کے اپنے اعمال سے راہ پر ہونیکے یا ان اعمال سے انتفاع حاصل کرنے کی کیا طمع کرینگے اور نیز مشرکوں کو ملامت کی کہ کس برتے پر قطعی دعوی کرتے ہیں کہ ہم لوگ بڑے محبوب کردگار ہیں حالانکہ جن اہل ایمان کا حال مذکور ہوا باوجودیکہ نجاست شرک سے پاک اور مسجدیں آباد کرنیوالے اور اعتقاد و عمل دونوں طرح سے کامل ہیں اُن کا حال تو توقع و اُمید میں دائر ہے اور مشرکین تو صریح اُن کے برعکس ہیں۔ اور نیز بحرف توقع فرما کر مومنوں کو تنبیہ کردی کہ کبھی اپنے اعمال پر نظر نہ رکھیں اور غرہ نہوں کیونکہ عظمت و جلال الٰہی کے سامنے کسی مخلوق کی کچھ ہستی نہیں ہے بلکہ ہمیشہ عجز و بندگی سے سر بسجدہ ہوں کہ اے پروردگار ہم تو اولاد آدم سب ظلوم جہول ہیں ہم تیری بندگی کی قدرت کہاں رکھتے ہیں تیرے لائق کون بندگی

کرسکتا ہی تیری مخلوق مین جو سب سے اشرف تیرا رسول ہی وہ تو فرماتا ہی کہ ماعبدناک حق عبادتک میرے مولا مین تیری شان کے لائق تیری بندگی نکرسکا
وہ تو گڑگڑاتا ہی کہ ماعرفناک حق معرفتک ۔ میرے مولیٰ تو نے مجھے اپنی معرفت حاصل کرنے ہی کیلیے پیدا کیا تھا مگر مین تیری معرفت جیسی چاہیے نہین
حاصل کرسکتا تو عفو کر دے تو بخشدے ۔ پھر ہم ناچیز کس شمار مین ہین جو ہم سے ادا ہو تیرا فضل ہی جو ہم سے خدمت ہو وہ تیری ہی توفیق کا کرم ہے
جب تو نے ازل سے کرم ہی کرم فرمایا تو اب بھی ہم تیرے ہی کرم پر نظر لگائے ہین ۔ ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وتوفنا
مع الابرار ۔ پھر اہل شرک کا دعویٰ ایک تنبیہ سے رد فرمایا ۔ بقولہ ۔ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
کیا قرار دیا تم نے اے مشرکو حاجیون کے پانی پلانے اور مسجد الحرام کی عمارت کرنے کو ۔ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ مانند اُس شخص کے جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر اور راہ خدا مین جہاد کیا جسکو تشبیہ دی وہ تو مصدر ہے
یعنی سقایہ و عمارۃ اور جس سے تشبیہ دی ذاتِ آدمی ہی یعنی کمن آمن یعنی مومن ۔ اور مصدر کی تشبیہ اعیان سے ظاہر نہین ہی لہٰذا تقدیر کلام دو طرح سے ہی ایک
یہ کہ ۔ اجعلتم اہل سقایۃ الحاج کمن آمن یعنی کیا تم نے حاجیون کے پانی پلانے والون کو مانند قرار دیا ایسے شخص کے جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر الخ ۔
پس معنی اُسکا یہ کہ ایسی صفت والون کو اُس صفت والون کے مثل کیا ۔ دوم یہ کہ ۔ اجعلتم سقایۃ الحاج کا بیان من آمن ۔ یعنی کیا تم نے حاجیون
کے پانی پلانے کو مانند کیا اُس شخص کے ایمان لانے کے جو الخ ۔ اسکا معنی یہ کہ تم نے یہ فعل مشابہ اُس فعل کے قرار دیا ۔ تقدیر و توجیہ اول کی
مؤید اُس شخص کی قراۃ ہی جسنے آیت مین یون پڑھا ۔ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمرۃ المسجد الحرام ۔ سقاۃ جمع ساقی یعنی پانی پلانیوالے ۔ عمرۃ
بمانند کفرۃ جمع عامر ہے ۔ ہمزہ اجعلتم ۔ انکاری ہی ۔ المعنی انکار ہی اس بات سے کہ مشابہ ہو وین مشرکین یا مشرکون کے اعمال حبط شدہ اہل ایمان
یا اُن کے اعمال مثبتہ سے ۔ یعنی موافق تقدیر اول کے معنی یہ ہین کہ مشرکین کبھی مومنین سے مشابہ نہین اور دوسری تقدیر پر معنی یہ کہ مشرکون
کے کام جو حبط ہین وہ کبھی مومنین کے اعمال سے مشابہ نہین جن کے عوض خصوص آخرت مین ثواب جمیل پاوینگے ۔ پھر اسی امر کو مصرح فرمایا
بقولہ ۔ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہین ہین یعنی مشرکین و مومنین یکسان نہین ۔ یہ بھی مؤید توجیہ
اول ہی ۔ پھر اُن کے یکسان نہ ہونیکی وجہ کیطرف اشارہ فرمایا ۔ بقولہ ۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ یعنی کافر لوگ بوجہ
شرک کے جو انتہا درجہ کا ظلم ہی ظالم ہین اور آنحضرت صلعم کی عداوت سے مردود اور چاہ ضلالت مین ڈوبے ہوئے ہین وہ کیونکر ایسے بندون
کے برابر ہوسکتے ہین جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی اور اُن کو راہ صواب کی توفیق دی ۔ بعض نے کہا کہ ظالمین سے وہ مشرک مراد ہین جو
اپنے آپ کو مومنون سے مساوی کہتے تھے ۔ پھر مومنین کا درجہ بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۔ یعنی اہل ایمان جن کے ایسے ایسے نیک کام ہین وے ۔ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ
اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑے درجہ والے ہین اُن کے درجہ کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا اور جو کرامت اُن پر ہی وہ خیال مین
نہین آسکتی ۔ کما قال تعالیٰ ۔ فلا تعلم نفس ما اُخفی لہم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون ۔ اور حدیث مین ہی کہ اللہ تعالیٰ نے جو بندگان
صالحین کیلیے مہیا فرمایا وہ ایسی چیزین ہین کہ نہ آنکھون نے دیکھی اور نہ کانون نے سنی اور نہ کسی بشر کے دل پر بطور خطرہ گذری ہین ۔ قال
المترجم یہ تفسیر بنابر آنکہ اعظم علی الاطلاق ہی اور اگر اسم تفضیل کسی کی نسبت سے ہی تو کہا گیا کہ اعلیٰ ہین درجہ و کرامت مین بہ نسبت ان
مومنون کے جن کے ساتھ ایسی صفات نہین ہین ۔ یا مشرکون پر رد ہی کہ سقاۃ الحاج وعمرۃ المسجد کا جو مرتبہ تمھارے نزدیک ہی اسکی بہ نسبت
مومنین کا درجہ اللہ تعالیٰ کے یہان بہت بڑھا ہوا ہے اگرچہ تمھارے زعم والون کا درحقیقت کچھ بھی درجہ نہین ہی ۔ پھر مومنین ہی ہین فلاح کا

انحصار فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثواب و درجات سے فائز ہونیوالے یہی مومنین ہیں اور مشرک
کچھ نہیں بلکہ عذاب و خواری میں پڑیں گے پھر بھلا مشرکین کیسے مومنین کی برابری کا دعویٰ کرتے ہیں باوجود اس کے مومنین کا یہ حال ہے کہ۔
يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ مومن بندوں کا پروردگار سبحانہ جو تمام جہان کا خالق ہے اپنے
ان بندوں کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے رحمت و رضوان کی اور جنتوں کی کہ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ کہ جن میں اُن کیلئے دائمی
نعمتیں ہیں اور رحمت و رضوان وغیرہ کو نکرہ فرما کر اشارہ کیا کہ یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی معرفت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے بندوں کے حق میں تعریف
نہیں ہو سکتی اور جنت میں بھی جو نعمتیں ہیں اُن کی تعریف نہیں ہو سکتی ہاں یہ فرما دیا کہ وہ نعمتیں پائدار ہیں پس اہل جنت بھی ان نعمتوں والے
ہو کر ضرور پائدار ہیں اور مصرح فرمایا۔ خَالِدِينَ فِيهَا۔ ان جنتوں میں یہ لوگ خلود کے ساتھ رہیں گے اور چونکہ خلود کو عرب والے کبھی مدت
دراز تک ہونے کے معنی میں بولتے ہیں اور یہاں مراد ہمیشگی ہے لہذا فرمایا۔ أَبَدًا۔ یعنی خلود ابد تک ہوگا جسکی چھور نہیں یعنی ہمیشہ رہیں گے
ابو حیان رح وغیرہ نے ذکر کیا کہ قولہ برحمة منه ورضوان وجنات۔ ان تینوں میں تنوین تنکیر کی تعظیمی ہے یعنی اُن کی تعریف بندوں کے فہم کیلئے نہیں ہو سکتی
اور کسی کے تصور میں نہیں آ سکتی ہیں اور جبکہ مومنین کے تین وصف بیان فرمائے یعنی ایمان اور جہاد بجان و مال اور ہجرت از وطن تو اُن کے مقابلہ میں
اُنکو تین نعمتوں سے بشارت دی رحمت و رضوان و جنات۔ پس رحمت بمقابلہ ایمان کے ہے کیونکہ رحمت اسی پر موقوف ہے۔ اور رضوان بمقابلہ جہاد
کیونکہ جان و مال سے قربان ہوئے تو انتہا درجہ بالغہ احسان کے لائق ہوئے اور جنات بمقابلہ ہجرت کے اپنے ناپائدار وطن چھوڑے تو اُن کو جنات
نعیم پائدار دائمی عطا ہوئیں۔ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے یہاں اجر عظیم ہے کہ جس کے عوض میں اس اجر
کے لائق ہوئے وہ بہت حقیر ہے یا دنیاوی چیزیں اُسکے مقابلہ میں بہت حقیر ہیں یا اشارہ ہے کہ یہ بشارت بھی یہاں تک ہے کہ نعمت کے نام سے سمجھ سکیں
ورنہ اُنکے واسطے زیادت ہے جسکو پاویں گے تو جانیں گے والحمد للہ رب العالمین ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ انما یعمر مساجد اللہ من آمن جس شخص سے
عمارت مسجد صحیح ہے اور وہ اہل معرفت و عبادت کی مجلس کے لائق ہے اُس کے چند اوصاف ذکر فرمائے کہ ایمان و یقین میں کامل ہو اور معرفت
میں واثق و فرائض و سنن ادا کرنے میں مداوم ہو۔ یہ عمارت اس طرح ہوتی ہے کہ مساجد میں جانے کے وقت اسکا دل سوائے اللہ تعالیٰ کے سب
چیز سے خالی ہو اور وسوسہ و خیال و خطرہ اُسکے سر باطن میں نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ مسجد کی عمارت و آبادی اسطرح ہے کہ دل آباد ہو یعنی اسمیں
صدق نیت و طہارت با خلاق حمیدہ ہو پس جمیع اشغال و موانع خارج کر کے پوری طہارت سے مسجد میں داخل ہو و قولہ تعالیٰ یبشرہم ربہم
برحمة منه ورضوان وجنات۔ اول میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کا یہ وصف فرمایا کہ رضوان و مغفرت کے طلب میں ماسوائے حق تعالیٰ کے سب سے
خارج ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اُن کو طلب مشاہدہ و دوام محبت میں گرفتار پایا اور سوائے نور ایقان و عرفان کے اُن کے دل میں کچھ نہیں پایا
تو بلا واسطہ اُن کو بشارت فرمائی اور یہ بات بہت بڑی نعمت ہے خصوص جبکہ حبیب خود بشارت فرما دے پس بشارت اُس کا خطاب بکشف
مشاہدہ ہے اور کشف جمال کے ساتھ بشارت خطاب کی کون طاقت رکھتا ہے۔ اس کشف کے ساتھ بشارت رحمت اول درجہ عارفین ہے پھر رضوان
کی بشارت دی اور وہ ایسے وصال کو کہتے ہیں جسمیں خوف ہجران نہ ہو پھر اُن کو جنات میں داخل ہونے کی بشارت دی یعنی جنت قرب و انس صفات
سے بشارت دی جس سے علوم ازل و ابد حاصل ہوتے ہیں اور ہمیشہ اسکی نعمتوں میں باقی رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی تجلی جلال و
جمال سے بڑھکر کون نعمت اور کون جنت ہے بعض نے کہا کہ مومنوں کو رحمت کی اور مطیع بندوں کو جنت کی اور عارفوں کو رضوان وصلت کی
بشارت ہے۔ اور نیز توبہ کرنیوالوں کو رحمت کی اور صادقین کو مشاہدہ کی اور محبین کو جنات قرب کی بشارت فرمائی ابو عثمان رح نے کہا کہ رضوان سے

قرب وجوار جنت ملتا ہے جن سے دوام نعمت حاصل ہے۔ بعض نے کہا کہ دلون کی جبلت یہ ہو کہ جو انکو بھلائی کی خوشخبری دے اس سے محبت کرتے ہین پس حق سبحانہ تعالیٰ نے خصوص محبت سے کرامت کرنے کو خود بشارت فرمائی اور کوئی واسطہ درمیان مین نہین رکھا فافہم۔ واضح ہو کہ تفسیر قولہ اجعلتم سقایۃ الحاج الخ جو مذکور ہوئی اس تقدیر پر تھی کہ عباس بن عبد المطلب وغیرہ نے جنگ بدر مین مقید ہو کر سقایۃ الحاج وغیرہ کو افضل اعمال مین قرار دیکر مشرکین کو مؤمنین سے مساوی قرار دیا پس یہ آیہ نازل ہوئی اور اُن کا قول رد کر دیا گیا پس خطاب مشرکین کو ہوا اور ابن جریرؒ نے محمد بن کعب القرظی سے اس کی تفسیر مین یہ روایت کیا کہ عثمان بن طلحہ از بنی عبد الدار اور عباس بن عبد المطلب و علی بن ابی طالبؓ نے باہم افتخار کیا۔ عثمان بن طلحہ نے کہا کہ مین خانہ کعبہ کا حاجب ہون میرے پاس اس کی کنجی ہو چاہون اسی مین رہون اور عباسؓ نے کہا کہ مین پانی پلانیوالا ہون چاہ زمزم سے اور چاہون مسجد مین سو رہون اور علیؓ نے کہا کہ مین نہین سمجھتا کہ تم کیا کہتے ہو مین نے لوگون سے چھ مہینے پہلے قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور مین صاحب جہاد ہون پس نازل ہوا قولہ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام الآیۃ۔ اور اسی کے مانند سدیؒ کا قول مروی ہے۔ رواہ عبد الرزاق باسنادہ عن الحسن بنحوہ مترجم کہتا ہے کہ ایسی گفتگو کی نسبت حضرت امیر المومنین علیؓ کی طرف اہل تحقیق کے نزدیک بدین عنوان خالی از بعد نہین ہے۔ قال الحافظ اس آیت کی تفسیر مین ایک حدیث مرفوع بھی وارد ہوئی جسکا یہان ذکر کرنا ضرور ہے نعمان بن بشیر انصاریؓ سے روایت ہے کہ مین چند صحابہ کے مجمع مین منبر رسول صلعم کے پاس بیٹھا تھا ان مین سے ایک بولا کہ مجھے پروا نہین کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی عمل نہ کرون بعد اسلام کے الا آنکہ حاجیون کو پانی پلا دُون۔ دوسرے نے کہا بلکہ مین مسجد الحرام کی عمارت کرون اور تیسرے نے کہا بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرنا اس سے بہتر ہے جو تم نے کہا پس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان سب کو جھڑک دیا اور کہا کہ تم لوگ منبر رسول اللہ صلعم کے پاس آواز مت بلند کرو اور یہ واقعہ جمعہ کے روز تھا تو کہا کہ لیکن مین جمعہ پڑھکر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہون گا اور آپ سے اس بارہ مین فتویٰ لیلون گا جسمین تم جھگڑتے ہو۔ نعمان بن بشیرؓ نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے یہی کیا تو اللہ عزوجل نے نازل فرمایا قولہ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام۔ تا قولہ۔ واللہ لا یہدی القوم الظالمین۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکو مسلم و ابو داؤد و ابن جریر و ابن مردویہ و ابن ابی حاتم و ابن حبان وغیرہم نے روایت کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ قوی ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ اجعلتم کا خطاب مؤمنین کی طرف ہے ولیکن مقصود یہ ہو گا کہ جو افعال مشرکین کے زعم مین ہین اور اُن سے وہ فخر کرتے ہین ان کو تم مومنون کے برابر کرتے ہو حالانکہ وہ مشرک ظالم ہین اور اللہ تعالیٰ قوم ظالم کو ہدایت نہین کرتا اور شاید مفاخرت کرنیوالے چند مشرک ہون جنھون نے بعض مومنون کے ساتھ گفتگو کی ہو جیسا کہ محمد بن کعب و سدی رحمہ اللہ کے کلام سے ظاہر ہوا۔ فلیتامل فی المقام لتنقیح المرام

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ط

اے ایمان والو نہ پکڑو اپنے باپون کو اور بھائیون کو رفیق اگر وہ عزیز رکھین کفر کو ایمان سے

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ

اور جو تم مین انکی رفاقت کرے سو وہی لوگ ہین گناہگار تو کہہ اگر تمھارے باپ اور بیٹے اور بھائی

وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ

اور عورتین اور برادری اور مال جو کماتے ہین اور سوداگری جسکے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور حویلیان جو پسند رکھتے ہو تمکو عزیز ہین

مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ع

اللہ سے اور اسکے رسول سے اور لڑنے سے اسکی راہ مین تو راہ دیکھو جبتک بھیجے اللہ حکم اپنا اور اللہ راہ نہین دیتا نافرمان لوگون کو

اللہ تعالیٰ نے راہ الٰہی مین خواہ جہاد ہو یا ہجرت ہو یا کوئی اور امر ہو ہر مانع سے قطع کی نصیحت کی اگرچہ مخالف راہ مین والدین و اولاد کیون نہو چنانچہ فرمایا۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔ یہ خطاب جملہ مومنین کو عموماً قیامت تک باقی ہی اور یہی ظاہر خطاب ہے اور بنظر اصول اسی کا اعتبار ہے رہا سبب نزول تو مجاہد رح نے کہا کہ یہ آیت اپنے ماقبل سے متصل ہی اور قصہ عباس و طلحہ حجبی اور اُن کے امتناع ہجرت کے بارہ مین نازل ہوئی مترجم کہتا ہی کہ شاید یہ مراد ہی کہ اُن کے انکار ایمان پر مومنون کو بطریق عبرت کے نصیحت فرمائی ورنہ ظاہر ہی کہ اسوقت تک عباس مسلمان نہوئے تھے پھر خطاب اُنکو کیونکر ہو سکتا ہی ابن عباس رض نے کہا کہ جب مومنون کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو بعضون کی آل و اولاد اُن سے لپٹتی و قسمین دلاتی کہ ہم کو ضائع و برباد مت چھوڑو تو وہ سست ہو جاتے اور کہتے کہ اگر ہم ہجرت کر جاوین تو اپنے والدین و اولاد و اقارب کا ناتا قطع کرین اور ہماری تجارات جاتی رہین اور ہم برباد ہونگے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ مقاتل رح نے کہا کہ نو آدمی جو مرتد ہو کر کفار مکہ سے جا ملے تھے اُن کے اقارب کو اُنسے موالات کرنے سے ممانعت مراد ہی اور معنی یہ ہین کہ تم ان کو اپنے ایسے دوست مت بناؤ کہ تمکو ایمان و طاعت سے روکین اور حق یہ ہی کہ یہ اسباب جزوی ہین اور اعتبار عموم لفظ کا ہی اور جو معنی ہین وہ یہ ہین کہ اے ایمان والو لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ مت بناؤ اپنے والدین و بھائیون کو اولیا کہ اُنکے ساتھ موالات کرو۔ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۔ بشرطیکہ اُن کی یہ حالت ہو کہ کفر کو ایمان پر محبوب رکھین یعنی ایمان سے نفرت و انکار کرین اور کفر کو محبوب رکھین و اختیار کرین پس تم کو بھی برباد کرینگے۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ اور جو کوئی تم مین سے اُن کو ولی بناوے پس ایسے ہی لوگ ظالم ہین کیونکہ موالات جسکا موقع اللہ تعالیٰ و رسول و مومنین تھے اُس کو بے موقع مشرکون و کافرون مین رکھا۔ کلام مجید مین بہت جگہ موالات اہل شرک سے منع فرمایا اور اُنکے موالات کرنیوالیکو اُنھین مین سے قرار دیا۔ علما رح نے کہا کہ اسلام کے فرقون مین سے جو ایسے ہین کہ شرع اُن پر مشرک و مرتد ہونے کا حکم دیتی ہی جیسے بعض فرقہ رافضہ و جہمیہ و باطنیہ و فرقہ نیچریہ وغیرہ وہ تو صریح اسی حکم مین داخل ہین اور جو فرقہ مبتدعہ اس حد تک بحکم ظاہر شرع نہین پہونچا مگر راہ سنت و طریق مستقیم سے خلاف ہی وہ فاسق ہین اور اُن کا و جملہ فساق کا یہ حکم ہے کہ اُن سے موالات حرام ہی۔ ائمہ تصوف بجد تصریح کرتے ہین کہ صحبت و موالات دلی مورث اثر عجیب بتاثیر الٰہی ہی اسمین زیادہ تقریری استدلال کی نہ گنجائش ہی نہ حاجت کیونکہ آیات و احادیث مین اس سے ممانعت کافی ہی چنانچہ یہان بھی اہل ایمان کیواسطے سخت ممانعت فرمائی کہ کافر سے موالات نکرین گو باپ بھائی ہو اور اس سے یہ لازم نہین کہ نان و نفقہ بھی کافر والدین کو نہ دین بلکہ دل کی حفاظت مقصود ہی۔ بیہقی نے روایت کی کہ ابو عبیدہ بن الجراح رض کے باپ نے جنگ بدر کے روز ابو عبیدہ رض سے بتون کی تعریف اور اُنکی پرستش کی خوبیان بیان کرنی شروع کین اور دین اسلام سے بے رغبتی دلائی اور ابو عبیدہ رض برابر اُسکو رد کرتے اور منع کرتے تھے یہان تک کہ جب اُن کے باپ نے مبالغہ کیا تو قصد کر کے ابو عبیدہ رض نے خالص اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول صلعم کی رضا کیلئے قتل کر دیا پس اللہ عز و جل نے نازل فرمایا۔ لا تجد قوماً یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ الآیۃ یعنی اے محمد صلعم تو نہین پاویگا ایسی قوم کو جو اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان لائے ہین اس حال مین کہ دوستی کرین ایسے کافرون سے جو دشمنی رکھتے ہین اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول سے الیٰ آخرہ۔ ایسے ہی یہان بھی کافرون سے موالات کرنے کو منع کیا بلکہ موالات والون کو ظالم فرمایا پھر سخت تہدید کی کہ۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ اے اقربا رکم و تمہارے ناتے دار لوگ۔ اور ابوبکر رح کی قراۃ مین وعشیراتکم جمع ہی اور شاذ قراۃ مین وعشائرکم ہی اور معنی واحد ہین وَ اَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا اور وہ اموال جن کو تم نے اقتراف کیا یعنی کمایا ہے۔ وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا اور وہ تجارت جس کے کساد سے ڈرتے ہو یعنی تجارت نہ چلیگی یا وقت نکل جائے گا۔

وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ ۔ اور ایسے مسکن جن کو تم اپنی مرضی کے موافق و پسندیدہ رکھتے ۔ حاصل آنکہ اے محمد صلعم تو اُن لوگون سے کہدے کہ اگر تمھارے والدین و اولاد و جورو ین وغیرہ اُمور مذکورہ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ تم کو زیادہ محبوب ہون مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ ۔ بہ نسبت اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کے و اسکی راہ مین جہاد کرنے کے ۔ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۔ تو منتظر بیٹھے رہو یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنا امر لاوے یعنی اُسکا عذاب تم پر آوے خواہ جیتی زندگی مین یا مرنے پر ۔ بعض نے کہا یعنی مکہ فتح ہو جاوے مگر اول اصح ہی اسواسطے کہ یہ سورہ بعد فتح کے نازل ہوئی ۔ اِلّا آنکہ یہ آیات اس سے پہلے اُتری ہون واللہ اعلم ۔ مساق آیت یا تو درباره جہاد ہی یا دربارہ ہجرت ہی اور تلخیص یہ کہ تو ایمان لانیوالون سے کہدے کہ اگر والدین و اولاد وغیرہ امور مذکورہ تمکو بہ نسبت اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول و جہاد کے زیادہ محبوب ہین تو تم بیٹھے انتظار کرو جہاد مین قدم نہ دھرو بخوف ان چیزون کے جو تمھین محبوب ہین یا اپنے وطنون سے ہجرت نکرو یہان تک کہ تم پر عذاب آوے اور تمھاری آنکھین کھلین اور بے فائدہ پچھتاؤ ۔ اور مراد تربصوا ۔ امر ہے اسکی تعمیل نہین ہی بلکہ بطور تہدید کے ہی اور حاصل آنکہ ایسا کرنیوالا فاسق و طاعت سے خارج ہوگا ۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۔ اور اللہ تعالیٰ قوم فاسق کو راہ نہین دیتا ہی پس ان چیزون کی محبت سے اپنے آپکو راہ حق و ایمان سے خارج نہ کرنا چاہیئے ورنہ عاقبت کی بربادی ہی اللھم اہدنا وسہل علینا السداد انت ربی نعم المولی و نعم الوکیل ۔ اور قولہ احب الیکم ۔ مین کمال رحمت و آسانی ہی کیونکہ در واقع مخلوق کو سوائے اپنے خالق پاک کے جس نے اسکو پیدا کیا اور ایسے ایسے انعام غیر متناہی تعداد سے سرفراز کیا ہی اور کسی سے محبت کے کیا معنی ہین اسکو ہمہ تن اپنے معبود پاک ہی سے محبت ہونا چاہیئے یا اسی کے واسطے اور جس سے ہو جو درحقیقت اسی کی محبت ہی ولیکن آدمی ضعیف البنیان اپنی اولاد وغیرہ کی محبت مین بمقتضائے طبیعت پھنسا ہوا ہی کہ طبیعت اسپر غالب ہوتی ہی لہٰذا کرم سے اسقدر رکھا کہ جملہ اشیاء کی محبت سے حب الٰہی غالب ہو پس کوئی چیز اس کو ہرگز تعمیل حکم الٰہی سے مانع نہ ہونے پاوے ۔ مفسرین نے کہا کہ محبت سے محبت اختیاری مراد ہی کیونکہ محبت طبعی بے اختیاری ہی اس سے بندہ مکلف نہین ہو سکتا ۔ اور حق یہ ہی کہ یہ بات براہ حکم ہی ورنہ عند التحقیق جب محبت ایمانی متحقق ہوتی ہی تو محبت طبعی پست ہو جاتی ہی اگرچہ فی الجملہ معارض ہی اور یہ ادنیٰ درجہ ہی ورنہ اہل کمال مین معارضہ نہین رہتا واللہ اعلم ۔ وقد قال تعالیٰ والذین آمنوا اشد حبا للہ ۔ اور امام احمدؒ نے عبداللہ بن ہشامؓ سے روایت کی کہ ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلعم کیساتھ تھے اور آپ حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے تھے پس عمرؓ نے عرض کیا کہ واللہ یا رسول اللہ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہین سوائے میری اپنی جان کے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کوئی تم مین سے مومن نہ ہوگا یہان تک کہ مین اسکو اسکی جان سے زیادہ محبوب ہو جاؤن تو عمرؓ نے عرض کیا کہ واللہ یا رسول اللہ اب تو آپ مجھے میری جان سے زیادہ محبوب ہین تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہان اب اے عمر تو پورا مومن ہوا ۔ رواہ البخاری ۔ مترجم کہتا ہے کہ ایمان فضل الٰہی ہے سبحان اللہ تعالیٰ عمرؓ سے سچے صحابی کو فوراً اس فیض سے سرفراز فرمایا والحمد للہ علی ذالک ۔ اور صحیحین کی حدیث مین ہی کہ قسم اُس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت مین میری جان ہی کہ کوئی تم مین سے مومن نہین ہوگا یہان تک کہ مین اسکو اُسکے والدین و اولاد و تمام لوگون سے زیادہ محبوب ہون ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ جب تم لوگ بطور عینہ خرید و فروخت کروگے اور گاؤن کی دمین پکڑوگے اور زراعت پر راضی ہوگے اور جہاد چھوڑ دوگے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت کو مسلط و غالب کر دیگا اُس کو تم سے نہین ہٹا دیگا یہان تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ جاؤ ۔ رواہ احمد و ابو داؤد و قد رواہ احمد من طریق شہر بن حوشب باسنادہ عن عبداللہ بن عمرو ایضاً بنحو ذلک ۔ مترجم کہتا ہی کہ عینہ کی خرید و فروخت بالاتفاق مکروہ ہی اور اسکی تفسیر مین خلاف ہی چنانچہ ترجمہ عالمگیریہ کتاب البیوع سے مفصل تلاش کرنا چاہیئے ۔ بیضاوی رحؒ نے کشاف کی تبعیت مین بعد تفسیر اس آیت کریمہ کے لکھا کہ اس آیت مین تشدید عظیم ہے یعنی بڑی سختی ہے

کمتر اس سے کوئی چھوٹا ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ یہ الفاظ ناکارہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جس کو ایمان عطا فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے حول و قوت سے
بآسانی اُس سے چھوٹے اور خوش ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ دعا مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے صدقے میں ہم کو
ایمان کی توفیق و ہدایت دے اور خاتمہ بخیر کرے آمین یا ارحم الراحمین۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ
مدد کر چکا ہے اللہ تمکو بہت میدانوں میں اور دن حنین کے جب اترا گئے تم اپنی بہتایت پر پھر وہ کچھ کام
شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۚ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ
نہ آئی تمہارے اور تنگ ہوگئی تم پر زمین ساتھ اپنی فراخی کے پھر ہٹے تم پیٹھ دے کر پھر اتاری اللہ نے
سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ
اپنی طرف سے تسکین اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اور اتاری فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور مار دی
كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
کافروں کو اور یہی سزا ہے منکروں کی پھر توبہ دیگا اللہ اسکے بعد جس کو چاہے اور اللہ بخشتا ہے مہربان

فی تفسیر الحافظ ابن جریرؒ نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کی کہ سورۂ براءۃ میں یہ آیت سب سے پہلے نازل ہوئی۔ **وقال المترجم** یہ صریح ہے کہ موافق قول ابن عباسؓ کے سورۂ براءۃ بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی پس جن آیات میں توہم ہوتا ہے کہ قبل فتح مکہ نازل ہوئیں مانند قولہ الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانہم وھموا باخراج الرسول الآیات وہ یہود وغیرہ کے حق میں محمول ہیں ان بیان بنظر اصلی مقصود کے تمام اہل کفر و شرک کو شامل ہے بدین معنی کہ اتباع نفس و ہوی میں تمام وہ قلوب جو نور ایمان سے خالی ہیں مضاہات و مشابہت رکھتے ہیں پس مشرکین مکہ کا بھی وہی حال ہے اگرچہ یہود جان بوجھکر چاہ ضلالت میں گرنے سے زیادہ قابل ملامت ہوئے۔ اور مترجم نے ان آیات کی تفسیر میں مفصل یہ اشارہ کر دیا ہے وہاں تامل کرنا چاہیئے بالجملہ کلام الٰہی سب اپنے موقع و معنی میں استوار و صحیح و مستقیم بے اغلاق و تعقید ہے۔ چنانچہ ائمہ صحابہؓ و تابعین رضی اللہ عنہم سب سے آگاہ تھے اور انھوں نے سب بتلا دیا لیکن پچھلوں کی کمند فہم اس کنگرۂ بلند تک کبھی پہونچنے میں قصور کر جاتی ہے۔ فاحفظہ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد و ہجرت بجالانے میں متردد ہونیوالوں کو مطمئن فرمایا کہ جب کسی امر میں حکم حق تعالیٰ صریح ہو تو اسمیں تردد کی کوئی جگہ نہیں کیونکہ وہ تمھارے اجتہاد پر نہیں چھوڑا گیا کہ اسمیں خداداد عقل سے سمجھ بوجھکر جو رائے میں آئے وہ کرو بلکہ متعین کر دیا کہ یوں کرو پس تمھاری اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ خود کریم کارساز ہے اور سامان و اسباب پر نظر رکھنا حکم منصوص میں بیہودہ ہے اور جہاد و ہجرت اسی قسم سے ہے پس انکو اپنے حکم کی پابندی کرنے کی صورتوں میں اپنے فضل و کرم سے اُن کا کام درست کرنیکی نعمتیں یاد دلائیں کہ بدون سامان ظاہری کے تم کو فتح و نصرت دی تاکہ مطمئن ہو جاویں کہ فتح و نصرت و کارسازی سب اللہ عزوجل کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اسباب پر کچھ بھی بھروسا نہیں بلکہ اسپر بھروسا کرنا الٹا ضرر ہے چنانچہ یاد دلایا بقولہ۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ۔ یعنی امر جہاد وغیرہ میں فقط اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کر کے فرمانبرداری کرو کہ واللہ بیشک تم کو اللہ تعالیٰ نے مواطن کثیرۃ میں نصرت دی اور تم اس کو آزما چکے حالانکہ بے سامان تھے مگر اللہ تعالیٰ پر بھروسا کئے تھے۔ مواطن جمع موطن۔ جائے قرار و بود و باش اور یہ وطن بمعنی واحد ہیں اور دلیر لوگ چونکہ مقام جنگ سے ہٹنا نہیں چاہتے بلکہ وہیں کھیت رہنا منظور کرتے ہیں یا دشمن کو ماریں تو اسکو بھی موطن کہنے لگے اور جائز ہے کہ موطن ظرف زمان

لیا جائے یا ظرف مکان پر مضاف مقدر کر کے ایام مواطن کہا جاوے اور فائدہ اس کا عنقریب ظاہر ہوگا ۔ ولام لقد موطئۃ القسم ہے اور مکثر بدون قد مستقل ہے بلکہ شاید ہو لما مرفی ما سلف مستوفاۃ ۔ والمعنی البتہ تمکو نصرت دی اللہ تعالیٰ نے مواطن کثیرہ میں ۔ یعنی بہت سے مقامات یا ایام حرب میں مانند بدر و قریظہ و نضیر کے اور صحیح بخاری وغیرہ میں جملہ غزوات رسول اللہ صلعم کے بروایت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی انیس مذکور ہیں اور بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ان غزوات میں سے آٹھ میں قتال کیا ۔ اور بعضون نے کہا ہے کہ غزوات وسرایا و بعوث سب ملا کر ستر ہیں اور بعض نے کہا کہ اسی ہیں اور قولہ ۔ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ کے اعراب میں دو وجہ ہیں ایک یہ کہ ظرف منصوب بفعل مقدر ہے یعنی واذکر یوم حنین ۔ اور فعل ظاہر یعنی نصرکم سے منصوب نہیں کیونکہ قولہ ۔ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ بدل از یوم ہے پس اگر منصوب بفعل مذکور ہو تو محل قولہ فی مواطن پر عطف ہوگا ۔ حالانکہ جمیع مواطن میں اُن کی کثرت نے اُن کو اعجاب میں نہیں ڈالا بلکہ جمیع مواطن میں وہ کثرت سے نہ تھے لہٰذا منصوب بفعل مقدر ہے اور وجہ دوم یہ کہ یوم حنین عطف ہے فی مواطن پر اور اذ اعجبتکم کا بدل ہونا کچھ مضر نہیں کیونکہ یہ عطف اس امر کو مقتضی نہیں کہ معطوف کی طرف جو بات مضاف ہے یعنی کثرت اعجاب اسمین معطوف علیہ اپنے معطوف کیساتھ جمیع مواطن میں مشارک ہو پس جب یہ بات نہیں تو تقدیر فعل کی کچھ ضرورت نہیں اور یہی بیضاوی رح نے اختیار کیا اور اول تفاسیر مفسرین رح ہے اور وجہ اول پر معنی یہ ہیں کہ یاد دلائے روز حنین کو اسوقت کو کہ اعجاب میں ڈالا تمکو تمھاری کثرت نے ۔ اور وجہ دوم پر یہ معنی کہ فتح دی اللہ تعالیٰ نے تم کو مواطن کثیرہ میں اور حنین کے روز جبکہ تم کو تمھاری کثرت نے اعجاب میں ڈالا انتہا ۔ واضح ہو کہ واقعہ حنین اور دیگر مواطن میں یہ فرق ہوا کہ دیگر مواطن میں اہل اسلام کی نہ کثرت تھی اور نہ ان کو اعجاب ہوا اور حنین میں کثرت تھی اور اعجاب ہوا پس اللہ تعالیٰ پر تمام توکل سے نظر چوک گئی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو نتیجہ دکھلا دیا کہ کثرت و ظاہری اسباب کچھ کام نہ آئے اور شکست اُٹھائی پھر اللہ تعالیٰ نے معدودے چند اہل توکل کو فتح دی حنین بروزن سہیل ایک وادی ہے درمیان مکہ و طائف کے اٹھارہ میل مکہ سے اسمین اہل اسلام اور مشرکین سے مقاتلہ ہوا ۔ اور قصہ مختصر یون ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب اکثر لوگ مسلمان ہو گئے اور قیدیون کو آنحضرت صلعم نے رہا کیا اور وہان کا انتظام کر دیا تو آپ کو خبر پہونچی کہ قبیلہ ہوازن نے لڑائی کے لیے لشکر جمع کیا ہے اور مالک بن عوف نضری اُن کا سردار ہے اور بنو ثقیف تمام اور بنو جشم اور بنو سعد بن بکر اور تھوڑے سے بنی ہلال و بنی عمرو بن عامر و عون بن عامر اُنکے ساتھ شریک ہیں اور وے لوگ جان پر کھیل کر مع عورتون و بچون و ذرہ ذرہ اسباب کے اس میدان میں آکر متفق ہوئے ہیں کہ ہرگز نہ بھاگین گے اور ہوازن تیراندازی میں مشہور تھے پس آنحضرت صلعم آٹھوین سال ہجرت کے ماہ شوال میں اُن کی طرف روانہ ہوئے اور آپکے ساتھ مہاجرین و انصار و قبائل عرب کا لشکر دس ہزار تھا جو فتح مکہ کیلئے ساتھ آیا تھا اور دو ہزار کے اندر وہ اہل مکہ تھے جو مسلمان ہوئے تھے اور اُن کو طلقاء کہتے تھے اور بعضے اُن میں سے دل سے مسلمان بھی نہ تھے اور بہتیرے اسوجہ سے ساتھ ہو لئے تھے کہ ہوازن فتح نہ پاوین کیونکہ قریش کی سُبکی ہوگی پس راہ میں یہ قصہ ہوا کہ بعض نے ذات الانواط دیکھکر حضرت صلعم سے درخواست کی کہ ہمارے لئے بھی مشرکون کا سا ایک ذات الانواط بنوا دیجئے تو فرمایا کہ اللہ اکبر یہ تو ویسا ہی قول ہے جیسے بنو اسرائیل نے موسیٰ سے کہا تھا کہ اجعل لنا الٰھا کما لھم الٰھۃ ۔ یہ اُمت بھی اگلون کے قدم بقدم ہو جائے گی ۔ بعض نے کہا کہ اب اہل مکہ و مدینہ ایک ہو گئے ہیں فتوحات خوب ہون گے اس کلام کو آنحضرت صلعم نے مکروہ جانا اور بعض نے اپنی جماعت کی کثرت دیکھکر کہا کہ قلت کی وجہ سے جو شکست ہوتی تھی اب ہمکو نہ ہوگی اور یہ کلمہ بھی آنحضرت صلعم کو ناگوار ہوا ۔ بالجملہ جب وادی حنین میں پہونچے تو وادی میں پوپھٹے ترکے اُترے اور ہوازن نے اس کے نالون میں گھات لگائی تھی اور اموال سب ظاہر کر دیئے تھے پس سوارون نے حملہ کیا اور قوم ہوازن پیٹھ پھیر کر بھاگی اور یہ اُن کی دغا تھی اور لشکر کے آزمودہ کار صحابہ مہاجرین و انصار پیچھے تھے وہ ابتک پہونچے نہ تھے اور بعض جو موجود تھے انھون نے منع کیا

کہ یہ قوم کافر ہے ہرگز نادان نو مسلم لوگون نے نہ سنا اور قوم نے گھات سے نکل کر تیر اندازی کی تو گھوڑے بھڑے اور لشکر والون نے شکست کھائی اور بھاگے اور ایسے فرار ہوئے کہ بعض نے مکہ مین آکر دم لیا مگر رسول اللہ صلعم اپنی جگہ پر قائم تھے اور اسپ بغلہ شہبا پر سوار تھے اور اسکو دشمن کی جانب بڑھاتے - صحیحین مین برار بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اُن سے کہا کہ اے ابو عمارہ یوم حنین کو تم لوگون نے فرار کیا تو فرمایا کہ لیکن رسول اللہ صلعم نے فرار نہین کیا - ہوازن تیر انداز قوم تھی جب ہم اُن سے ملاقی ہوئے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے پس لوگ اموال غنیمت پر ٹوٹ پڑے اس حال مین اُن لوگون نے تیر برسائے اور تلوارین کھینچکر ایکدم سے سب کے سب حملہ آور ہوئے پس لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور واللہ مین نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ آپ بغلہ بیضا پر سوار اور ابوسفیان بن الحارث اسکی لگام پکڑے تھے آپ فرماتے تھے کہ انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب یعنی کچھ دروغ نہین مین اللہ تعالیٰ کا رسول ہون مین اسکا بندہ اور نسب مین عبد المطلب کا فرزند ہون - سبحان اللہ تعالیٰ اپنے رسول علیہ کو صفات مخلوق مین فرد اکمل فرمایا کہ آپ کا مثل نہین چنانچہ یہ شجاعت اور یہ وثوق وایقان ہے جو تم نے سنا - بالجملہ آنحضرت صلعم اس کمال شجاعت سے قائم اور عباس بن عبد المطلب آپکی رکاب تھامے اور ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب آگے سے بغلہ بیضا کی لگام مضبوط پکڑے تھے کیونکہ آپ اس کو اس حال مین آگے بڑھاتے تھے اور وہی فرماتے تھے جو بیان ہوا - اور آپکے ساتھ قریب ایکسو صحابہ کے ثابت قدم رہے جنمین ابو بکر و عمر و عباس و فضل بن عباس و علی بن ابی طالب و اُسامہ بن زید وغیرہم تھے اور برار بن عازب و ابن مسعود و رض بھی انھین مین تھے - بالجملہ آنحضرت صلعم لوگون کو پکارتے کہ اے بندگان خدا میری طرف آؤ میری طرف آؤ پھر اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو جو بہت بلند آواز تھے حکم دیا کہ اصحاب الشجرۃ کو آواز دین یعنی سال حدیبیہ مین درخت کے نیچے جن لوگون نے بیعۃ الرضوان اس عہد پر کی تھی کہ لڑائی مین نہین بھاگین گے پس عباس رض نے آواز دینی شروع کی کہ اے اصحاب سمرہ اور کبھی کہتے کہ اے اصحاب سورہ البقرہ پس لوگون نے لبیک کہتے ہوئے قبول کیا اور بڑھے - ابن جریر نے عبد الرحمن مولی اُم برثن سے روایت کی کہ ایک شخص نے جو اُس دن مشرکین کے ساتھ تھا ہم سے بیان کیا کہ جب ہم لوگ اصحاب رسول اللہ صلعم سے بھڑ گئے تو وہ ہمارے سامنے اتنی دیر بھی نہ ٹھہرے کہ جتنی دیر مین بکری کا دودھ دوہا جاتا ہے اور بھاگے تو ہم نے اُنکو بھگانا شروع کیا یہان تک کہ ہم وہان تک پہونچے کہ جہان بغلہ بیضا پر ایک شخص سوار تھا جب دیکھا تو وہ رسول اللہ صلعم تھے اور آپکے گرد ہم کو گورے گورے خوبصورت لوگ ملے اور اسی حال مین تھے کہ آنحضرت صلعم نے لوگون کی طرف جھڑک کر فرمایا - شاہت الوجوہ یعنی بُرے ہوا - تمھارے چہرے خوار ہون پیچھے پھرو - اور ہم نے گھبرا کر بھاگنا شروع کیا اور وہ لوگ ہمارے کندھون پر سوار ہو گئے گویا وہی ہمارے کندھے ہین جب عباس رض کی آواز سے اصحاب بڑھے تو تیزی کیساتھ وہ آنحضرت صلعم کی حضور مین حاضر ہوئے یہانتک کہ اگر کسی کا اونٹ بڑھنے مین جلدی نکرتا تو وہ زرہ پھینک کر اسپر سے کود پڑتا اور پیرون دوڑتا ہوا آپکے پاس حاضر ہوتا - ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب تھوڑے لوگ آنحضرت صلعم کے پاس ہو گئے تو حکم دیا کہ صدق نیت سے حملہ کرو اور دعا کر کے ایک مشت خاک مشرکون کو پھینک ماری اور وہ لوگ بھاگے - امام احمد نے یہ قصہ جو ابو عبد الرحمن الفہری سے روایت کیا اسمین ہے کہ پھر شاہت الوجوہ کہکر وہ مشت خاک اُنکو پھینک ماری اور مشرکین بھاگے اور یعلی بن عطاء نے کہا کہ مشرکین کے بیٹون نے جو مسلمان ہو گئے اپنے باپون سے یہ قصہ روایت کیا کہ ہم لوگون مین سے کوئی نہین بچا ہر ایک کی آنکھ و منھ مین خاک کنکریان بھر ہوئین اور ہمارے کانون مین ایک سخت جھنکار سمائی جیسے طشت پر کوئی لوہے کی زنجیر رگڑتا و گھسیٹتا ہے پس بدحواس ہو کر ہم لوگ بھاگ نکلے - وقد رواہ البیہقی رح فی دلائل النبوۃ - پس اللہ تعالیٰ عز و جل نے یہان یہی واقعہ یاد دلایا کہ جہاد وغیرہ مین اسباب ظاہری پر نظر مت کرو اور حکم منصوص مین عقل مت لڑاؤ دیکھو کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے فتح دی

بہت مواطن مین اور حنین کے روز بھی جبکہ تم نے اپنی کثرت پر اعجاب کیا تھا یعنی بعض نے کہا تھا کہ اب ہم لوگ بوجہ قلت کے مغلوب نہ ہون گے پس اسی کلمہ پر پکڑے گئے کہ بھروسا تمام اللہ تعالیٰ پر نہین کیا۔ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا ۔ اغنا راسقدر دینا کہ حاجت دور کر دے لہٰذا لن تدفع کثرتکم عنکم شیئًا تمھاری کثرت نے تم سے کچھ دور نہ کیا بلکہ تم بھاگ نکلے یعنی تم مین سے اکثر بھاگے اگرچہ تینتیس مہاجرین ستر انصار حضرت صلعم کیساتھ ثابت قدم رہے تھے اور عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت بیہقیؒ مین اسی مہاجرین وانصار مذکور ہین بالجملہ اکثر بھاگے۔ وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ۔ رحب بالضم وسعت اور بالفتح مقام وسیع اور با بمعنی مع و بعض نے کہا کہ بمعنی علی ہو اور ما مصدریہ لہٰذا مع رحبہا یا علی رحبہا معنی یہ کہ تنگ ہوگئی تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے یعنی تم ایسے بدحواس ہوئے کہ ایسی فراخ زمین مین تمھین کہین جائے قرار نہ ملی جیسے بے ٹھکانے والے آدمی کا حال ہوتا ہو۔ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ادبار دبر یعنی پیٹھ پھیر کر اُلٹے جانا بخلاف اقبال کے اور مدبرین حال ہو یعنی پھر تم نے کافرون کو اپنے پیٹھون کا متولی کیا درحالیکہ تم پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے تھے۔ کلام مین تعبیر بالملامت ہو اور اشارت لطیف مشعر ملامت ظاہر ہی جب شکست ہوئی تو بعضے منافقون ومذبذب لوگون نے کہا کہ جادو زور ختم ہوا اب یہ شکست مکہ تک نہین رکیگی اور محمد بن اسحاق نے جابر بن عبداللہؓ سے قصہ حنین روایت کیا آخر مین ہو کہ بھاگنے کے بعد پہلے جو لوگ بلائے گئے وہ انصار تھے اور اُن مین خزرج بعد اوس کے تھے اور یہ لوگ جہاد مین بہت ثابت قدم تھے پس یہ لوگ حاضر ہو کر قوم ہوازن سے بھڑ گئے اور اللہ تعالیٰ و رسول کے روبرو جانین فدا کرنے کی نیت کی اور رسول اللہ صلعم نے رکاب پر ٹیک دیکر نظر فرمائی کہ قوم انصار اس قلت کے ساتھ اس گروہ کفار سے جو چار ہزار تھے دلیری سے لڑتی ہو تو فرمایا کہ اب البتہ تنور گرم ہوا پھر عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک مشت خاک لیکر مشرکون کو پھینک ماری اور کہا کہ شاہت الوجوہ انھزموا ورب الکعبۃ۔ یہ چہرے شرک کیساتھ خوار ہون قسم ہو رب کعبہ کی اب بھاگے ادھر پھینکنا تھا کہ کافرون کی آنکھین ومنھ کنکریون و ریگ سے بھر گئے اور وہ بھاگ نکلے۔ بالجملہ پہلے لشکر اسلام ہی نے شکست اُٹھائی فقط رسول اللہ صلعم مع عباس بن عبدالمطلب کے اور ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کے بنابر مختار مفسرؒ کے یا آنحضرت صلعم مع سو آدمیون کے باقی رہے۔ کما قال تعالیٰ۔ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ یہان ثم ترتیب بیانی ہو کیونکہ آنحضرت صلعم پر سکینہ وطمانینہ ہر حال مین نازل تھی معنی یہ کہ پھر سنو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے جو طمانینت اُتاری وہ اپنے رسول صلعم پر وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ اور مومنین پر۔ مفسرؒ نے کہا یعنی آنحضرت صلعم کی اجازت سے عباسؓ نے جب آواز دی اور وہ پھرے تو اُن پر ثابت قدمی وطمانینت نازل تھی پس جمکر لڑے۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ جو آپکے ساتھ قائم رہے تھے اُن پر نازل ہوئی بیہقی واحمد نے ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ حنین کے روز مین رسول اللہ صلعم کیساتھ تھا پس لوگون نے پیٹھ پھیری اور مین اسی مہاجرین وانصار مین رسول اللہ صلعم کیساتھ رہگیا اور ہم لوگ قائم رہے اور ہمنے پیٹھ نہین پھیری اور یہی لوگ ہین جنپر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے طمانینت اُتاری تھی مترجم کہتا ہے کہ وجہ توفیق روایات کی طرف مین نے بیان قصہ مین اشارہ کر دیا ہی کہ کچھ جانباز لوگ دلیری کرکے آگے بڑھ گئے تھے اور وہی فریب مین پڑ کر بھاگ نکلے اور اسوقت آنحضرت صلعم کے پاس سوائے عباسؓ وابوسفیانؓ کے کوئی نہین تھا ہان اسی آدمی یا سو آدمی بہت قریب تھے وہ ریلے والون کے شریک نہ ہوئے بلکہ فوراً اُنھون نے آنحضرت صلعم کے سامنے سے قوم کو روکا اور عباسؓ کے آواز دینے سے سابقین مہاجرین وانصار جو پیچھے تھے تیزی کے ساتھ دوڑے حتی کہ اگر اونٹ جلدی نہ کرتا تو کود پڑتے اور پیدل دوڑتے اور چونکہ خلط ملط زیادہ ہوگیا تھا لہٰذا راویون مین اختلاف ہوگیا حتی کہ پہلے لشکر والون کو بعض نے بھاگ کر واپس آنیوالا تصور کیا۔ فافہم واللہ اعلم وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا ۔ اور ایسے جنود یعنی جتھے ولشکر اُتارے جن کو تم نے نہین دیکھا یعنی ملائکہ کو نازل کیا اور قصہ بدر مین تحقیق گذر چکی کہ ملائکہ نے قتال نہین کیا سوائے بدر کے واللہ اعلم ولیکن کثرت جماعت کیواسطے نزول ضرور ہوا چنانچہ روایت ابن جریر

از عبدالرحمن مولی ام برثن رح اثنائے قصہ مین گذر چکی بیہقی رح نے اپنی اسناد سے شیبہ بن عثمان سے جو فتح مکہ کے نومسلم لوگون مین سے ہین روایت کی
کہ جنگ حنین مین رسول اللہ صلعم کے ساتھ مین بھی نکلا تھا ولیکن واللہ مین کچھ اسلام یا اُسکی معرفت سے نہین نکلا بلکہ اس حمیت کیواسطے کہ ہوازن
والے قریش پر غالب ہونے پاوین پس مین نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ یا رسول اللہ مین ابلق گھوڑون کے سوار دیکھتا ہون تو فرمایا کہ اے شیبہ اُن کو
سوائے کافر کے کوئی نہین دیکھتا پھر میرے سینہ پر اپنا ہاتھ مار کر فرمایا کہ اے اللہ تعالی پاک میرے تو شیبہ کو ہدایت فرمادے ایسا ہی تین مرتبہ کیا پھر واللہ
تیسری مرتبہ میرے سینہ سے ابھی ہاتھ نہین اُٹھایا تھا کہ میری یہ کیفیت ہوگئی کہ تمام مخلوق الٰہی مین کوئی بھی مجھے آنحضرت صلعم سے زیادہ محبوب تھا
پھر جنگ کا تمام قصہ لوگون کا بھاگنا اور شکست اُٹھانا و عباس رح کا پکارنا اور آنحضرت صلعم کا فتح کی دعا کرکے ایک مٹھی خاک مارنا اور مشرکون
کا بھاگنا سب بیان کیا - جبیر بن مطعم سے روایت ہی کہ حنین کے روز مین رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھا اور لوگ لڑتے تھے کہ ناگاہ مین نے دیکھا
کہ ایک سیاہ کملی آسمان سے گرتی نظر آئی یہان تک کہ زمین پر مومنون و مشرکون کے درمیان گری اور ناگاہ اُسمین سے چیونٹیان نکلین جن سے
تمام وادی بھر گیا اور یہ ہوتے ہی مشرکین نے شکست کھائی پس ہم کو کچھ شک نہ تھا کہ وہ ملائکہ ہین - رواہ ابن اسحاق - مترجم کہتا ہی کہ مشرکون
کو ابلق گھوڑون کے سوار نظر آتے تھے اور مومنون کو اس حال خوفناک سے نہین معلوم ہوتے بلکہ مرغوب اوضاع و اطوار سے نظر آتے اور اکابر اہل اللہ کو
بعمائم بھی دکھلائی دیتے تھے - یزید بن عامر السوائی سے روایت ہی کہ مین حنین کے روز مشرکین کے ساتھ تھا اور رعب کی یہ کیفیت تھی جیسے طشت
مین کوئی کنکریان ڈالکر بجائے پس ہم لوگ اپنے سینہ مین اسطرح اضطراب پاتے تھے اور بکثرت روایات سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم نے ایک مٹھی خاک کنکریلی لیکر
مشرکون کو ماری کہ ہر ایک کی آنکھون و منھ مین یہ کنکر بھر گئے اور وہ مضطرب ہوکر بھاگے اور قتل و قید ہوئے و مسلمانون مین سے صرف
چار آدمی شہید ہوئے - قال تعالی - وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا - اور کافرون کو اللہ تعالی نے عذاب کیا یعنی قتل و قید ہوئے
و اُنکے مال لئے و سدی رح نے کہا کہ تلوار سے مقتول ہونے کا عذاب کیا بعض نے کہا کہ عورتین و بچے سمیت چھ ہزار قیدی تھے اور غنیمت اتنی بڑی
ہاتھ آئی کہ اس سے پہلے کبھی نہین ملی تھی چنانچہ فقط بارہ ہزار اونٹ تھے اور بکریون و غیرہ کا شمار نہین - وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ - اور
یہ جو کچھ اُن کے ساتھ کیا گیا کافرون کی جزاء ہی یعنی دنیا مین اُن کے کردار کی یہ جزاء ہی اگرچہ آخرت مین جو کفر پر مرے اُن کی سزا بہت سخت
ہے - ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ - پھر اسکے بعد اللہ تعالی توبہ کی توفیق دیگا - انہین سے جسکو چاہے یعنی
کفر سے توبہ کرکے اسلام لانے کی توفیق دیگا - وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ - اور اللہ تعالی غفور رحیم ہی اُن کے گذشتہ اعمال سے تجاوز کرکے
اُن پر فضل کریگا چنانچہ یہی ہوا کہ ہوازن کے جسقدر لوگ باقی بچے تھے وہ سب مسلمان ہوگئے اور واقعہ جنگ کے تین روز بعد روانہ ہوکر آنحضرت صلعم سے
جعرانہ مین قریب مکہ کے ملے اور درخواست کی تو آنحضرت صلعم نے اُنکو مختار کیا کہ قیدیون یا مال دونون مین سے ایک چیز جو چاہو پسند کرکے لیلو
پس اُنھون نے اپنے قیدیون کو لینا پسند کیا پس آپ نے منادی کراکے منگواکر اُن کو واپس کردیئے اور اس سے استدلال کیا گیا کہ غنیمت کا اختیار حضرت
رسول اللہ صلعم کو تھا جسکو چاہین دیوین اور اول سورۂ انفال مین کچھ کلام و آیۃ الخمس مین کچھ بحث گذر چکی ہی اور نیز اسی پر دلالت کرتا ہی یہ
قصہ کہ قیدی اُن کو واپس کردیئے اور باقی اموال غنیمت کو آپ نے تقسیم کیا اور اسمین سے طلقاء یعنی مکہ کے نومسلم لوگون مین سے بعض کو تالیف
قلوب کے طور پر سو سو اونٹ دیئے اور مالک بن عوف نضری سردار قبیلہ ہوازن کو بھی سو اونٹ دیئے اور اسی کو اسکی قوم پر بدستور سردار کیا اور
اُسنے آنحضرت صلعم کی مدح مین قصیدہ لکھا جسکے دو تین اشعار مین یہ مضمون ہی کہ محمد صلعم کا مثل نہین ہی بیمثل ہین جب سخاوت سے عطا
فرمادین اور خبر غیب پوچھو تو بتلادین شجاعت ایسی کہ اگر تیر و تلوار سے لشکر کے چھکے چھوٹ جاوین تو اپنے مقابل والون پر تنہا مثل شیر کے

حملہ آور ہوں اور دشمن بھاگیں تو ہر طرف سے راہ روکتے ہیں وہ بھاگتے راہ نہ پاویں آخر سر تسلیم جھکا کر اُنکے سامنے آویں۔ قال المترجم اشعار صحیح
بلا مبالغہ ہیں واللہ اعلم ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین الآیۃ۔ استدلال حقیقت سے ثابت ہو کہ اولیا کے
قلوب بھی امتحانی خطرات سے خالی نہیں ہوتے ہیں باوجودیکہ اُن کو شرف ولایت حاصل ہو اور اس سے یہ بھی مقصود ہوتا ہو کہ معلوم ہو جاوے کہ بدرجۂ ولایت
اُن کا مشرف ہونا کچھ اُن کے اعمال سے متعلق نہیں ہو اور اس سے اُن کو معرفت حاصل ہو کہ یہ نعمت ولایت جو اُن کے واسطے پسند فرمائی محض
تفضل و رحمت ہو اس میں اُنکا کچھ دخل نہیں ہو معنی آیت کے یہ ہیں کہ جہاں تم نے اپنی طاقت و قوت سے لگاؤ الگ کیا اور میری ہی طرف محتاج
ہوئے اور مجھ سے میری ہی طرف فرار کیا تو میں نے اپنے حول و قوت سے تم کو تمھارے دشمن پر فتح دی کہ تمھاری نگاہ میری ہی عظمت و جلال پر تھی
اور جب تمھاری نظر جو کی اور اپنے حول و قوت پر بھی پڑی اور مشاہدۂ قدرت حقہ سے محجوب ہوئے تو میں نے تم کو تمھارے نفوس پر چھوڑ دیا جعفر نے
فرمایا کہ نصرت کا حصول ایک ہی چیز پر تھا اور وہ ذلت و عاجزی و محتاجی بجناب باری تعالیٰ ہو لقولہ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ۔ ایسے بہت
مواطن ہیں جہاں تم نے اپنے نفوس کے ساتھ قیام نہیں کیا اور اپنی قوت کثرت کو مشاہدہ نہیں کیا اور یقین دکھا کہ نصرت کچھ اپنی قوت و اسباب سے
نہیں ہوتی ہو بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی نصرت تمہاری ہو اور جب بندہ اپنی حقیقی عاجزی پر یقین رکھے تو اللہ تعالیٰ اسکی نصرت فرماتا ہو اور خواری کا آنا بھی
ایک ہی چیز سے ہو اور وہ عجب ہو لقولہ تعالیٰ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم۔ چنانچہ جب اُنھوں نے اپنے نفوس کی کثرت سے قوت کو دیکھا تو
حق تعالیٰ نے اُن کو ہیبت دکھلائی اور زمین وسیع اُن پر تنگ کر دی۔ قولہ تعالیٰ ثم ولیتم مدبرین۔ ادبار یہ تھا کہ اپنے حول قوت و کثرت کے حوالہ کیے
اور اسی کی وکالت میں سونپے گئے تھے۔ پھر جب اُنھوں نے اس تقصیر کو جان لیا کہ مشاہدۂ الٰہی سے آنکھ اُٹھا کر اپنی طرف ڈالی تھی اور اس پر نادم ہوئے
تو امتحان سے نکال کر پھر اُن کو لباس انوار قدرت سے اور آثار ہیبت سے مزین کر دیا۔ کما قال تعالیٰ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین
آنحضرت صلعم اگرچہ برابر ثابت قدم تھے اور تن تنہا اس مجمع خاص کیلئے فتح و نصرت ایک مشت خاک سے ظاہر فرمائی اور آنکھیں کھولدیں کہ عدم و وجود
تمام مخلوق و لشکر و انصار کا برابر ہو اور تن تنہا وہ شہسوار عرصۂ رسالت واسطے اعلاء کلمۂ حق کے کافی و وافی ہو لیکن جب آفتاب عظمت و جلال کا ظہور
ہو تو مخلوق پردۂ عدم میں ہو پس رسول اللہ صلعم پر انزال طمانینت سے اشارہ ہو کہ قلب آنحضرت صلعم بھی شواہد امتحان سے خالی نہیں کیونکہ
حق عز و جل ہی حق ہو اور مخلوق پھر مخلوق ہو اور ایسے معنی میں حضرت صلعم نے فرمایا انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی الیوم سبعین
مرۃ۔ یعنی میرے قلب پر بھی غین آ جاتا ہو اور میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے ستر مرتبہ مغفرت مانگتا ہوں اور غایت ما فی الباب یہ ہو کہ علی قدر
مراتب خطوط ہو پس انہزام اصحاب کا خطرہ اس شان میں اس امتحان کا مرتبہ ہو گیا کہ انزال سکینہ کی عنایت و دستگیری کی ضرورت ہوئی۔ سکینہ یادیت
انوار کشف مشاہدہ ہو جب کہ مکر ازل سے خوف کیا تو اللہ تعالیٰ نے اصطفائیت ازلی کا نمونہ دکھلا کر خوف مکر سے مطمئن کر دیا اور یہ نہیں ہوا
تھا کہ ایک دم بھی اسکا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کی طرف ملتفت ہوا ہو لیکن یہ ہوا کہ جب وہ دریائے قدم میں غرق ہوا تو حدث کا کچھ
اثر نہ دیکھا اور تمام حادث و مخلوق کو قبضۂ عظمت میں متلاشی و نابود دیکھا پس اس سے فزع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے کرم سے اسکو اپنی طرف
جگہ دی پس سکینہ و طمانینت آپکو قربت سے حاصل ہوئی۔ کما قال تعالیٰ ودنا فتدلیٰ۔ اور کمال ثبات بسبب قرب القرب کے کما قال فکان قاب قوسین
او ادنیٰ پس جب مرتبۂ اعلیٰ میں آپ سے مشاہدۂ قدم کی حالت میں ادب سے حادث پر نظر کرنا بالکل صادر نہوا تو مزید وصف فرمایا بقولہ ما زاغ
البصر وما طغیٰ سکینہ و طمانینت جو آنحضرت صلعم کو حاصل ہوئی وہ دیدار ذات سے تھی اور مومنین کو دیدار صفات سے تھی۔ بعض نے کہا کہ سکینہ
الرسول وہ تھی جو سدرۃ المنتہیٰ کے وقت شب معراج میں ظاہر ہوئی۔ کما قال تعالیٰ ما زاغ البصر الآیۃ بلکہ مقام قرب میں حسن ادب سے

قیام اور حق کی طرف کان لگانا اسی سے ثبات ہی بقولہ علیہ السلام التحیات للہ والصلوات الخ اور سکینۃ المومنین وہ صدق اعتقاد انکو ہو
پر جو حضرت مصطفیٰ علیہ السلام لائے از قسم وعدہ و وعید و بشارت وغیرہ۔ بعض مشائخ نے کہا کہ سکینہ یہ وہ قیام مع اللہ تعالیٰ بفنائے حظوظ
نفسانیہ ہی۔ استاد رح نے کہا کہ سکینہ اسطرح ہی کہ حکم پروردگار تعالیٰ جاری ہونے کے وقت قلب کا مستحکم ہونا بصفت طمانینت اور دفع معارضہ
بشریت اسطرح کہ مقتضائے نفس بالکل بجھا ہوا کالمعدوم ہو اور جو کچھ غیب کے احکام ظاہر ہوں اُن پر خوشی خاطر سے راضی ہو جاوے اور بعض
نے کہا کہ مقام مشاہدہ میں بیداری و ہوشیاری کے ساتھ قائم رہنا اور آداب عبودیت اچھی طرح ادا کرنا بدون اسکے کہ گرانی و مشقت کو
جبر سے برداشت کرے اور رگ نفس اچھلتی و کودتی رہی۔ قال المترجم حدیث میں آیا ہی کہ صحابہ میں سے بعض نے رات میں قرآن مجید کی قراۃ
کی پس گھوڑا جو قریب بندھا تھا وہ بھڑکا اور آخر ہوتے ہوتے مانند ابر سپید نے جسمیں بکثرت شمع تھیں انکو گھیر لیا اور صبح تک یہی حال رہا پھر وہ
اونچا ہو کر غائب ہو گیا جب ان بزرگ نے اپنے سرتاج حضرت سید عالم صلعم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سکینہ تھی قرآن کی تلاوت پر نازل ہوئی
تھی فہم پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اتار کر اس موقع کے انعام کو پورا کیا۔ کما قال تعالیٰ وانزل جنودا لم تروہا۔ اسمیں لطیف اشارہ ہی کہ جنود روادف
آثار قوت تجلی الحق سبحانہ تعالیٰ بغیر احتجاب یا انقطاع ہی۔ استاد رح نے کہا کہ جنود میں سے یہاں اشارت بہ نور یقین و زوائد استبصار ہی۔ پھر
اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ازل میں بعض لوگ جو نور سعادت سے داغ دیئے گئے تھے اور یہاں اپنی بد افعالی سے پنجہ بدبختی و قہر میں گرفتار
تھے ان کو سابقہ رحمت و حکمت سے نکالا بقولہ ثم یتوب اللہ من بعد ذلک علی من یشاء یعنی انوار غیب ان پر منکشف فرما کر شہود کی ہدایت فرمائی اور
عین احسان و رحمت سے نور ہدایت میں غرق کیا۔ واللہ غفور رحیم۔ یہ کیا اچھا کرم و رحمت ہی کہ ازل میں بدون وجود کے ان انوار ایمان سے
سرفراز کیا جن کا حال مومن ہی جانتا ہی حالانکہ بعد وجود کے اُنکے گناہ و کردار بد کی یہاں تک نوبت پہونچی کہ اس نعمت عظمیٰ سے ہبہ کرنیوالے
سے تنازل کرتے تھے۔ کیا بڑی مغفرت ہی کہ سب پر پردہ پوشی فرما کر اس نور سے سرفراز کیا کہ اسکا مثل و مانند نہیں ہی۔ استاد رح نے فرمایا کہ
جہالت سے اُنکو حقائق علم دیئے اور اس تاریک جنگل سے مشاہد یقین کھلائے پھر اس متفرق وحشت سے انکو عین الجمع وصلت میں پہونچایا
سبحان اللہ بحمدہ و سبحان اللہ العظیم والحمد للہ رب العالمین۔ پھر تم کو آگاہ فرمایا کہ جو بجز توحید سے پاک و طاہر نہوا ہو وہ پلید ہی لائق مقام قرب نہیں ہی بقولہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ وَ
اے ایمان والو مشرک جو ہیں سو پلید ہیں سو نزدیک آویں مسجد حرام کے اس برس کے بعد اور
إِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○
اگر تم ڈرتے ہو فقر سے تو آگے غنی کریگا تمکو اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے اللہ ہے سب جانتا حکمت والا

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ممانعت کر دی کہ مسجد الحرام میں مشرکوں کو نہ آنے دیں بقولہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ
فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا۔ اے ایمان والو وہ لوگ جو مشرک ہیں وہ تو نجس ہیں پس اس سال
کے بعد وے لوگ مسجد الحرام کے قریب نہ آویں۔ نجس بفتحتین و بکسر جیم و نیز بضم جیم و بکسر اول و سکون ثانی بروزن رجس و اکثر تابع رجس بولا
بھی جاتا ہے۔ یقال رجل رجس نجس اور اصل میں مصدر ہی لہذا حالت تثنیہ و جمع و تذکیر و تانیث میں مفرد ہی رہتا ہی اسی واسطے یہاں جمع نہیں
آیا اور بعض نے کہا کہ نجس بفتحتین اسم جنس بمعنی عین نجاست یعنی پلیدی ہی لہذا ابن عباس نے کہا کہ مشرکین کے اعیان مانند کتے و سور کے
نجس ہیں اور یہی حسن بصری رح سے مروی ہے اور حسن بن صالح نے کہا کہ جو کوئی کسی مشرک سے مصافحہ کرے وہ وضو کرے مترجم

کہتا ہے کہ حسن بن صالح کے قول سے استدلال اُن کے نجس العین ہونے پر نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ حکم بنظر استحباب ہو سکتا ہے تو نہیں دیکھتا کہ حنفیہ اگرچہ نجس العین کے قائل نہیں لیکن مصافحہ میں یہی حکم دیتے ہیں۔ کما فی الفتاوی الہندیہ۔ و مراد وضو سے ہاتھ دھو ڈالنا چنانچہ بعض احادیث میں یہ استعمال آیا ہے اور واضح ہو کہ ظاہریہ بھی نجس العین ہونے کے قائل ہیں اور امام مالک کی طرف بھی یہی قول منسوب کیا جاتا ہے لیکن اصح قول مالک سے مانند قول جمہور علماء صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و فقہاء مذاہب اربعہ کے یہ ہے کہ کافر کی ذات نجس نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکا طعام حلال کر دیا اور حضرت صلعم نے اُن کے برتنوں میں کھایا پیا بلکہ یہودیہ کا پکا کھانا بھی کھایا جسمیں اس خبیثہ نے زہر ملایا اور ثمامہ بن اثال کو مسجد کے ستون سے باندھا اور وفد ثقیف کو مسجد میں اُتارا بالجملہ بدلائل جیدہ یہی صحیح ہے کہ ظاہری حکم نجاست اُن کے نفس ذات پر نہیں ہے پس معنی قولہ تعالیٰ انما المشرکون نجس۔ اے ذو نجس یعنی مشرکین نجاست والے ہیں بسبب اسکے کہ اُن کے باطن میں خبث و پلیدی شرک کی ہے یا بسبب اُس کے کہ طہارت نہیں کرتے اور غسل نہیں کرتے اور نجاسات سے پرہیز نہیں کرتے پس نجاستوں میں لتھڑے رہتے ہیں۔ کما قال قتادہ و معمر وغیرہما رحمہم اللہ۔ بالجملہ طہارت کا طریقہ ان کا خود ناپاک ہے وہ کبھی پاک نہیں ہوتے ہیں اور کیونکر بدون نام پاک پروردگار کے کسی طرح سے پاک ہو سکتے ہیں۔ اور مضاف حذف کرکے نجس اُن پر محمول ہوتا مبالغہ ہے کہ اُنکی باطنی خباثت اس درجہ کی بڑھی ہوئی ہے کہ گویا ظاہر و باطن بالکل نجس ہیں پس جب سمجھا دیا کہ مشرکین نجس ہیں تو اُس پر تفریع فرمائی کہ فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا۔ فالتفریع بر علت سابقہ ہے یعنی جب نجس ہیں تو بعد اس سال کے مسجد الحرام سے قریب نہوں۔ مسجد الحرام کا اطلاق کبھی نفس مسجد پر ہوتا ہے اور وہ بیت الحرام ہے اور کبھی تمام حرم پر ہوتا ہے جیسے قولہ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام۔ حالانکہ اس رات آپ حضرت ام ہانی اپنی پھوپھی کے گھر تھے اور وہ داخل حرم ہے پس مسجد الحرام سے قریب ہونے سے ممانعت فرمائی حالانکہ مقصود یہ ہے کہ داخل نہ ہوں اسلئے کہ قریب نہ آوینگے تو مقصود خوب حاصل ہے کہ داخل ہو نہیں سکتے اور نیز خاص مسجد میں بالضرور نہیں داخل ہو سکتے اور اشارہ ہے کہ نجاست ایسی بڑھی ہوئی ہے کہ قریب ہونیکے قابل نہیں ہے جیسے پاک آدمی نجاست کو پاس نہیں آنے دیتا ہے چھونا کیسا بیضاوی رح نے کہا کہ فلا یقربوا کا حکم جو مشرکوں کو دیا گیا اس سے دلیل نکلی کہ فروع اعمال کا مشرکوں سے خطاب ہے یعنی ایسے ہی روزہ و نماز زکوٰۃ وغیرہ کا بھی اُن کو خطاب ہے اور یہی شافعیہ کا قول ہے اور حنفیہ رح نے کہا کہ ان کو ایمان لانے کا خطاب ہے پھر جب ایمان لاویں تب ان اعمال کا خطاب البتہ مفید ہے ورنہ حالت کفر میں یہ خطاب بیکار ہوگا کیونکہ مشرک کی کیا نماز و کیا روزہ لہذا صاحب کشاف نے کہا کہ فلا یقربوا سے نہی راجع بجانب مومنین ہے یعنی اے مومنو یہ لوگ نجس ہیں تم اُن کو مسجد الحرام کے پاس مت آنے دو۔ یہی ابو السعود وغیرہ نے ذکر کیا اور یہی اوجہ ہے اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ مشرکین قریب مسجد الحرام نہ آویں مگر آنکہ کوئی مشرک تمہارا خادم ہو یا تمہارے ملک میں عہد و ذمہ کیساتھ رہتا ہو یعنی مشرکین سے ذمی خادم مستثنیٰ ہیں وقد روی عنہ مرفوعا۔ وقال الحافظ والموقوف اصح۔ اب رہا یہ کہ مسجد الحرام سے دونوں اطلاق میں سے کون معنی مراد ہیں پس عطاء رح نے کہا کہ تمام حرم مراد ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس و عطاء و سعید بن جبیر و مجاہد سے روایت کی کہ قرآن میں جہاں اطلاق مسجد الحرام ہے وہاں حرم مراد ہے پس تمام حرم سے مشرکین منع کئے جاویں گے و یہی قول امام شافعی رح نے اختیار کیا کہ سوائے مسلمانوں کی مصلحت کے امام سے اجازت لیکر اور کسی وجہ سے تجارت وغیرہ کے لئے مشرک کسی وقت حرم میں نہ آنے پاویگا۔ اور دیگر اہل علم کے نزدیک معنی دوم مراد ہیں پس نفس مسجد سے منع کیا جاتا ہے نہ تمام حرم سے۔ اور بیضاوی رح نے امام ابو حنیفہ رح کا قول اس سے بھی اخص ذکر کیا کہ مسجد الحرام سے بھی حج وعمرہ ادا کرنے کی غرض سے منع کیا جاوے نہ مطلقاً۔ اور کمالین میں کہا کہ آیت محمول ہے کہ بطور غلبہ کے یا بغرض حج وعمرہ کے

یا ننگے طواف کرنے کے داخل مت ہونے دو۔ حق یہ ہے کہ نجاست کی علت پہلے بیان کر کے ممانعت ہر حال میں داخل ہونے سے ثابت ہے اور ضرورت
کا وقت شرع میں مستثنیٰ ہونا مشہور ہے۔ پھر مفسرین کے دو قول ہیں کہ مشرکین سے خاص مراد ہیں یا عام پس بعض نے کہا کہ خاص بت پرست
مراد ہیں نہ دیگر اصناف اور یہ تخصیص ظاہراً اس وجہ سے کہ اسوقت مسجد الحرام میں آنیوالے بت پرست ہی تھے ورنہ لفظ عام ہے لہذا قول دوم یہ کہ عام
مراد ہیں خواہ بت پرست ہوں یا یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ۔ اور یہی شافعیؒ کا قول ہے اوزاعی رح نے کہا کہ عمر رح بن عبدالعزیز نے عمال کو لکھ بھیجا کہ
مسلمانوں کی مسجدوں میں یہود و نصاریٰ کو گھسنے سے منع کرو اور پیچھے یہ آیت لکھی قال اللہ تعالیٰ انما المشرکون نجس الآیۃ۔ یہی قول صحیح ہے کہ عموماً
مشرکین کو دخول مسجد الحرام سے منع کیا جائے۔ رہا یہ کلام کہ سوائے مسجد الحرام کے دیگر مساجد میں کیا حکم ہے تو علماء مدینہ منورہ کا مذہب یہ ہے کہ مشرک
کو ہر مسجد سے منع کیا جائے اور عمر بن عبدالعزیز سے اوپر منصوص مذکور ہوا اور یہی امام مالکؒ کا قول ہے اور شافعی رح نے کہا کہ سوائے مسجد الحرام کے دیگر مساجد سے
منع نہ کئے جاویں اور امام ابوحنیفہ رح سے مثل قول شافعی کے مروی ہے اور قتادہ رح نے کہا کہ جو مشرک کہ ذمی ہو اسکو روا ہے اور حربیوں کو ممانعت ہے
اور ابن العربی رح نے اس قول سے بنظر تنصیص علت نجاست کے استبعاد کیا اور قول اول ہی اختیار کیا بعض نے کہا کہ کافروں کے لحاظ سے
بلاد اسلام کے تین اقسام ہیں۔ اول حرم پس کسی کافر کو خواہ ذمی ہو یا امان لیکر آیا ہو یہ روا نہیں ہے کہ وہاں داخل ہو بنا بر قول شافعیؒ و احمدؒ و مالکؒ
کے لہذا سردار لوگ حرم سے باہر نکل کر کافر ایلچی سے ملاقات کرنا چاہیئے یا کسی امین کے ذریعہ سے اس کی بات دریافت کرائے۔ دوم حجاز
اور وہ یمامہ و یمن و نجد و مدینہ شریفہ کے درمیان ہے اور بعض نے اس سے وسیع بیان کیا ہے امام کی اجازت سے کافر وہاں جا سکتا ہے لیکن
تین روز سے زیادہ نہ رہنے پائے کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا ہے کہ وہاں سوائے مسلمان کے اور کوئی نہ رکھا جائے اور درحقیقت یہ حکم تمام
جزیرہ عرب کے حق میں ہے۔ سوم دیگر بلاد اسلام پس ان میں امان و اجازت و عہد سے کافر رہ سکتے ہیں لیکن بنا بر قول شافعی وغیرہ علماء کے
بدون حاجت و اجازت کے ان کی مسجد میں داخل نہ ہونے پاویں گے اور قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسجد الحرام میں اوپر مذکور ہوا اور دیگر مقامات
و بلاد میں اسی اصل پر قیاس کرنا چاہیئے۔ بالجملہ آیت کریمہ سے مومنوں کو جو ازراہ دین و ذات کے پاک پاکیزہ ہیں یہ حکم ہوا کہ مشرکوں کو جو دین کی
راہ سے نجس ہیں مسجد الحرام کے قریب آنے دیں بعد اس سال کے اور یہ نواں سال ہجرت تھا جس میں آنحضرت صلعم نے حضرت علی رض کو حضرت ابوبکر الصدیق رض کے ساتھ
روانہ کیا تھا کہ مشرکین کو منادی کریں کہ بعد اس سال کے کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی ننگا حاجی کعبہ کا طواف نہ کرے کما فی تفسیر البراۃ۔ اور
جو قتادہ رح سے مروی ہے کہ قولہ بعد عامھم ہذا مراد سال دہم ہے تو یہ خلاف ظاہر ہے اور شاید مراد ان کی ابتدائیت کے تفسیر ہے یعنی اس سال نہم کے
بعد سال دہم سے کوئی مشرک قریب آنے پائے وہذا محمل صحیح۔ ابن عباس رض و مجاہد و عکرمہ و سعید و قتادہ وغیرہم رح نے کہا کہ جب یہ حکم دیا گیا
تو بعض لوگوں کو پریشانی ہوئی کہ ایسی صورت میں ہماری بازاریں بند ہو جاویں گی اور تجارت منقطع ہو جائے گی اور جو آرام و راحت ملتی تھی وہ جاتی رہیگی تو اللہ تعالیٰ
نے اس سے اطمینان کے لئے نازل فرمایا قولہ۔ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ
عیلۃ بالفتح فقر و محتاجی از باب ضرب یا قبل من باب نصر اور علقمہ رح کی قراۃ میں عائلۃ مصدر مانند عافیہ وغیرہ کے ہے اور بعض نے کہا عیلۃ سے مراد
صورت مشقت ہے ماخوذ از محاورہ۔ عالہ الامر اے شق علیہ۔ یہ امر اسپر شاق گذرا۔ یہ معنی اگرچہ آیت میں محتمل ہیں لیکن بقرینہ وعدہ تو نگری
کے اول ارجح ہے۔ والمعنی اور اگر تم فقر و محتاجی کا خوف کرتے ہو بسبب ان کے حرم میں آنے سے روکنے کے کیونکہ جو راحت تم کو ان کے
آنے سے ملتی تھی وہ منقطع ہو جائے گی تو عنقریب تم کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے غنی کر دیگا یعنی دوسرے طور سے تم کو عطا فرماویگا اور یہ وعدہ
اللہ تعالیٰ نے پورا فرمایا کہ آسمان سے اچھی بارش ہوئی جس سے پیداوار غلہ خود ان کے یہاں خوب ہوئی اور اہل صنعا و یمن وغیرہ کو

اسلام کی ہدایت فرمائی جو مکہ مین بہت سا اناج وغیرہ کی لائی پھر شام و روم وغیرہ فتح کر دیئے کہ اموال غنیمت و جزیہ وغیرہ سے مالامال ہو گئے اور
آیت مین قولہ ان شاء کی قید لگائی یعنی اپنے فضل سے تم کو تونگر کریگا اگر چاہے تو یہ قید اسواسطے ہے کہ ہر چیز سے اُمید توڑ کر خالص اللہ تعالیٰ ہی کی طرف
اُمید لگا دین اور اسواسطے کہ آگاہ رہین کہ یہ تفضل محض ہے کچھ ان کے اعمال کا اللہ تعالیٰ پر استحقاق نہین ہے اور جان رکھین کہ جس تونگری کا وعدہ ہے وہ
یکسان سب کو ہر وقت نہین بلکہ موافق مشیت آلہی کے بعض وقت اور بعض آدمیون کے واسطے ہوگی۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اللہ تعالیٰ
علیم حکیم ہے اسکی حکمت و علم سے بعض کو ملتا اور بعض کو نہین اور بعض چیز ملتی اور بعض نہین اور بعض وقت ملتی ہے اور بعض وقت نہین ملتی ہے اور یہی
عین حکمت و صواب ہے پس امر قضا و قدر پر راضی رہین اور عقل و تدبیر جس واسطے عطا ہوئی ہے اسکو کام مین لاوین ولیکن اسپر اعتماد نہ کرین۔ فـ
فی العرائس قولہ یا ایہا الذین آمنوا انما المشرکون نجس الخ. شیخ رح نے اول بیان کر دیا ہے کہ مسجد الحرام کے کلمہ سے بطریق اشارت وہ مقامات
داخل ہین جن سے اللہ تعالیٰ کی جناب مین قرب و رسائی حاصل ہوتی ہے پس یہان رمز و اشارہ ذکر کیا کہ اس کلام سے ظاہر ہوا کہ جس بندے
کے دل مین اپنے معبود کی بندگی مین غیر کی طرف لگاؤ و خطرہ رہا اگرچہ اپنے نفس کی طرف کیون نہو وہ نجس ہے اس قابل نہین ہے کہ جن مجالس
و مقامات سے قرب حاصل ہوتا ہے اُن کے پاس جائے کیونکہ اُس کے جانے سے اہل مجلس صالحین کے خاطر پریشان ہونگے اور اُس کے
دم کی نجاست سے اُن کے انفاس پاکیزہ مکدر ہونگے اور اس کلام مین عارفون کو بھی نصیحت ہے کہ خلاف راہ حق مین چلنے والون کی صحبت سے اپنے آپکو
بچاوین جنید رح نے کہا کہ صوفیہ لوگ ایک گھرانے کے ہین انہین غیر داخل نہین ہو سکتا۔ اسمین یہ بھی اشارہ ہے کہ جس پر قہر قدم کے آثار کا عکس پڑا
وہ اپنے نفس کی طرف نگاہ کرنے لگتا ہے اور یہی نظر اُسکے حق مین اُس کے دل کی نجاست ہے جس سے وہ پاکیزہ عالم ملکوت و جبروت
کے پاس نہین جا سکتا۔ شیخ حمدون ابو صالح رح نے کہا کہ اعمال مین مشرک وہ شخص ہے جو لوگون کی ملاقات کیلئے اپنے آپ کو آراستہ کرے اور جو
بھلائی اس سے ممکن ہو مخلوق کیلئے ظاہر کرے اور نفس کی عبادات ظاہر کرنے سے اسکو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے پس اُسکا باطن بسبب
مخالفت ظاہر کے نجس ہوتا ہے اور وہ ریا و شہوات و دیگر مخالفات ہین پس یہی شخص اپنے اعمال عبادت سے مشرک ہے اور مقام قرب کے لائق
نہین کیونکہ منزل قدس کے لائق وہی ہوتا ہے جو ظاہر و باطن و پوشیدہ و علانیہ یکسان پاک پاکیزہ ہو چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا انما المشرکون نجس۔
پس جو شخص نجس ہوا وہ کسی مقام کی برکت سے پاک نہین ہوتا اور ظاہری پردہ کی وجہ سے وہ درواقع پاکیزہ نہ ہو جائے گا۔ اُستاد رح نے مشرکون
کے نجس ہونے کا نکتہ یہ بیان کیا کہ آب توحید سے اُن کے اسرار دُھل جاتے اسکو چھوڑ بیٹھے اور اپنے وہم و گمان سے گڑھے اعتقادات کو دلمین
جگہ دی جو دلیل و حجت سے محض مضمحل ہین پس اس گندے پانی مین ڈوبے اسی واسطے اُن کو مساجد کے پاس پھٹکنے سے ممانعت فرمائی اسلئے کہ
یہ جگہین تو انوار قرب سے منور ہونے کیلئے ہین اور وہ اندھیرے کے سوائے نور کے قابل نہین۔ پھر حق تعالیٰ نے عارفین کو وعدہ دیا کہ ان کو لباس تونگری
جاوید سے آراستہ کیا جائیگا کہ غیر کی طرف محتاجی کی نظر کرکے ناپائداری کی برہنگی سے محفوظ رہین بقولہ تعالیٰ وان خفتم عیلۃ فسوف الخ۔ اسمین
اشارت ہے ان لوگون کیلئے بھی حکم موجود ہے جو اہل اسلام مین سے تقوی طہارت کی راہ سے امیر اُمرا مالدار اہل فسق و فساد سے پرہیز کرتے ہین
یعنی جب تم نے دنیا دارون کو اپنی نظر سے دور کیا اور دلی تعلق کچھ نہ رکھا اور انھین لوگون سے ملے جو فقیر و صاف باطن و ظاہر صوفی ہین
اور اپنے معبود برحق کے سوائے کسی قول و عمل وغیرہ مین کچھ شرک نہین کرتے اور خالص اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہین پھر تمہارے دلون مین یہ
خطرہ گذرا کہ دنیا دارون سے ملنا جلنا چھوڑنے مین سخت مشقت و محتاجی و پریشانی ہوگی کام کیسے چلے گا تو وعدہ دیا جاتا ہے کہ تم کو ایسے وسیلہ سے
رزق دیا جائے گا جس سے تم درگاہ حق سے محجوب نہ ہو جاؤ۔ قال المترجم حدیث مین ہے کہ اچھی تونگری نفس کی تونگری ہے اور دوسری حدیث

سے ثابت ہو کہ قناعت نہ کرنیوالا مالدار ہو تو بھی خوار و حریص ہر وقت محتاج بنا ہوا داغ ذلت سے رسوا ہوتا ہو و فی الباب طائفۃ صالحۃ من الاحادیث
فلیطلب فی الصحاح ۔ استاد رح نے کہا کہ جو سبب حیلہ آدمی نکالتا ہو ایسی بیہودی کی اُمید کرنے سے شرک میں پڑا اور توحید کا در دولت بند ہو گیا
اور وہ دربدر پریشان پھریگا ۔ اور جس نے یقین کر لیا کہ میرے معبود نے جو میری قسمت میں مقدر کیا وہ لامحالہ مجھے ملیگا اور جو نہین مقدر کیا وہ کبھی نہ
ملیگا پس وہی خالق قادر ہو تقدیر اسی کی ہو تو وہ تونگر ہو اور جس نے یقین نہین کیا وہ ہمیشہ خوار محتاج نقیر ہو ۔ **قال المترجم** بعضے نادان یہ سمجھے
ہین کہ پھر ہم محنت و مشقت کیون[1] اُٹھاوین تو یہ اُن کی جہالت ہو کیونکہ ہاتھ پاؤن ہوش و حواس فقط اسلئے دیئے ہین کہ تدبیر سے کام کرو اور اسکا
اثر تمھاری تدبیر وغیرہ پر نہین ہو لہذا اسقدر حکم بجالانا ضرور ہو پھر دینا نہ دینا اُسکے اختیار مین ہے اور جو کوئی لنجا اپاہج بن بیٹھے اسکو بھی اسکا
رزق مقدر پہونچ جائیگا ۔ رہا یہ کہ گنہگار ہوگا یا نہین تو اسمین علماء نے اختلاف کیا اور اصح یہ ہو کہ اپاہج بننا بُرا کام ہو اور تفصیل ترجمہ عالمگیری
یعنی فتاوی ہندیہ مین سے تلاش کرو واللہ اعلم ۔ بعض نے کہا کہ جس نے کرم مولی پر اعتماد کیا اور اسی کے باران رحمت پر ٹکٹکی لگائی وہ بے سبب
و تدبیر سے تونگر ہوا اور اُس نے بے مشقت سے راحت پائی اور اسکی ہر اُمید برآئی اور بے مانگے مراد پائی ۔ والحمد للہ رب العالمین پھر اللہ تعالی
عز و جل نے نجس مشرکون مفسدون کا پتہ بتلا کر اُن پر جہاد کا حکم دیا بقولہ تعالی ۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ
لڑو ان لوگون سے جو یقین نہین رکھتے اللہ پر نہ پچھلے دن پر نہ حرام جانین جو حرام کیا اللہ نے اور اسکے رسول نے
ع وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صٰغِرُونَ ۝
اور نہ قبول کرین دین سچا وہ جو کتاب والے ہین یہانتک کہ دیوین جزیہ سب ایک ہاتھ سے اور وہ بے قدر ہین ۔

سورہ براءۃ شروع سے یہان تک مشرکین عرب کے حق مین کلام فرمایا اب اہل کتاب کے حق مین شروع کیا ۔ مجاہد رح نے فرمایا کہ اہل روم پر جہاد کا حکم ہو اور اسی کے بعد
آنحضرت صلعم نے غزوہ تبوک کا سفر کیا ۔ کلبی رح نے کہا کہ مدینہ کے یہود بنو قریظہ و نضیر پر جہاد کا حکم ہے پس اُنھون نے جزیہ دینا قبول کیا اور یہ پہلا جزیہ اور پہلی
خواری اہل کتاب کی ہوئی ۔ اقول اہل کتاب سے غالباً مراد دونون فریق یہود و نصاری ہوتے ہین جیسے بنی اسرائیل سے یہود اور نصاری سے
عیسائی مراد ہوتے ہین ۔ پس اصح یہ ہو کہ یہ حکم ہر دو فریق کے حق مین ہے ۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ۔ قتال کرو ان لوگون
سے جنکی صفت یہ ہو کہ ایمان نہین لاتے ہین اللہ تعالی پر ۔ الذین سے اہل کتاب مراد ہین چنانچہ آگے بیان آتا ہو ۔ حافظ رح نے لکھا کہ جزیرہ
عرب مین مشرکین کی اصلاح ہونے کے بعد نوین سال ہجرت کے یہ پہلا حکم اہل کتاب پر جہاد کا آیا لہذا آنحضرت صلعم نے سخت گرمی و قحط کے موسم
مین تیس ہزار اہل مدینہ و اطراف کے لوگ جمع کر کے قتال اہل روم کا قصد فرمایا جس کو غزوہ تبوک کہتے ہین اور اسی غزوہ سے بعضے مومنین
بھی پیچھے رہے تھے جن کا عجیب قصہ انشاء اللہ تعالی آگے آویگا اقول اس آیت مین نص صریح ہو کہ اہل کتاب کا اللہ تعالی پر ایمان نہین ہے
پس ہم اسکو تو یقین رکھتے ہین پھر مفسرین نے مختلف وجوہ بیان کئے کہ عدم ایمان کیونکر ہو پس مفسر جلال رح نے لکھا کہ ایمان نہین ہو ورنہ آنحضرت صلعم
پر ایمان لاتے اور توضیح اسکی تشریح حافظ کی تفسیر مین ہو کہ ایمان اللہ تعالی پر بدون متابعت کسی رسول کے ممکن نہین ہو اور سب رسولون نے
حضرت سید الرسل محمد صلعم کی بشارت دی اُن پر ایمان لانا فرض عین کر دیا اور اُن کی کتابون مین صریح بشارت ہو پس اگر کسی نبی پر ایمان
ہوتا تو ضرور محمد صلعم پر ایمان لاتے پس جب کسی نبی پر ایمان نہوا بلکہ صرف اپنی رائے و ہوا و ہوس کے پابند ٹھہرے تو اللہ تعالی پر ان کا ایمان نہ ہوا ۔
بعض نے کہا کہ اللہ تعالی پر اسلئے ان کا ایمان ٹھیک نہین ہو کہ یہود تو ایسے خدا پر ایمان لائے جس کے واسطے ناقص صفتین ثابت کرتے ہین اور

[1] چنانچہ جہاد اسلئے سامان و تدبیرات کو چھوڑ بیٹھے ۱۲

عزیز علیہ السلام کو اُس کا بیٹا بتلاتے ہین پس باپ بھی اپنے بیٹے کی جنس سے آدمی یا مخلوق ہوا حالانکہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک جل جلالہ ہر نقص و عیب سے پاک ہو اسپر یہود کا ایمان ثابت نہین۔ اور یہی حال نصاری کا ہو کہ کمال نادانی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہین پس درحقیقت یہ لوگ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک پر ایمان نہین رکھتے بلکہ ایسے خدا پر ایمان لائے ہین جسکا بیٹا مسیح ؑ اور جورو مریم ؑ ہو اور وہ کوئی چیز ہوگا کیونکہ بالیقین اللہ تعالیٰ جل جلالہ ایسا نہین ہو بس حضرت معبود برحق خالق مطلق جامع صفات کمال منزہ از نقص و زوال و مشابہت مخلوق پر جو اللہ تعالیٰ سبحانہ ہو اسپر انکا ایمان نہوا لہذا حکم دیا کہ جہاد کرو ایسے لوگون پر جو ایمان نہین لائے اللہ تعالیٰ پر وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ اور نہ ایمان لائے روز آخر یعنی روز قیامت پر۔ یہ بھی صریح نص ہو کہ یہود و نصاری مین سے کسی کو روز آخرت پر ایمان نہین ہو اگر کوئی کہے کہ نصاری بھی قیامت کے قائل ہین اور یہود بھی چنانچہ قرآن مجید مین خود مذکور ہو کہ قالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ہودًا او نصاری۔ یعنی یہود دعوی کرتے کہ جنتی فقط یہودی ہین اور نصاری کہتے کہ فقط نصرانی ہین۔ اور ایسے ہی دیگر آیات پس اس سے تو نکلتا ہو کہ قائل ہین مین جواب دیتا ہون کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا بھی یہ لوگ دعوی کرتے ہین مگر جو حال ہو وہ تم او پر سن چکے پس یہی روز قیامت پر ایمان لانے کا حال ہو۔ حاصل آنکہ جو چیز جس طور پر واقع مین ہو اگر اسی طور سے اس پر ایمان نہوا تو دوسری چیز پر ایمان ہوا اسپر بالکل بھی ایمان نہین۔ چنانچہ روز آخرت یہود تو اس دن کو کہتے ہین جسمین وہ لوگ بڑے آرام سے جنت مین داخل ہون گے اُن کی چوری دغابازی ظلم فریب زناکاری کسی کا مواخذہ اُن سے نہوگا اور فقط وہی جنت بھر کے مالک ہون گے کسی اور کا نام بھی نہ ہوگا اور نصاری بھی مدعی ہین کہ مسیح ہمارے گناہون کے بدلے خود سولی چڑھ چکے اب ہمین ہم جنت مین نظر آوینگے اور کوئی نہین اور دنیا مین جو کچھ گناہ کرین ہم سے کچھ پوچھ کچھ نہ ہوگی۔ پس یہ لوگ ایسے روز آخر کے قائل ہین اور حقیقت مین ایسا کوئی دن نہ ہوگا بلکہ روز قیامت تو وہ دن ہو کہ ذرہ ذرہ حساب ہوگا اور پورا عدل و انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور نیک کام کئے وہ ثواب و آرام پاویگا چاہے کوئی ہو اور جو کافر یا مشرک بدکار گناہگار موذی ظالم رہا وہ اپنے کئے پر گرفتار ہو کر عذاب پاویگا اور کوئی دوسرے کا بوجھ اپنے سر نہین اُٹھاویگا اور نہ کسی کی بدکاری مین دوسرا پکڑا جائیگا بلکہ ہر ایک اپنے کئے کی سزا پاوے گا بعض علماء نے کہا کہ اہل کتاب اس لئے قیامت کے منکر ٹھہرے کہ اُنکا یہ اعتقاد ہو کہ خالی روح کا حشر ہوگا نہ جسم کا اور اُن کا اعتقاد ہو کہ جنت مین نہ کھانا نہ پینا نہ حور نہ قصور کچھ بھی نہین ہو خالی روح کو فرحت یا غم ہوگا اور ایسے ہی بہت سے واہیات اعتقاد ہین سو ایسا اعتقاد ہونا اور نہ ہونا برابر ہو روز آخرت قیامت جو واقعی ہو اُس کا وہ ہرگز معتقد نہوا پس مومن نہین اگرچہ دعوی کرے مترجم کہتا ہو کہ ہمارے زمانہ مین فرقہ نیچر کا بھی یہی اعتقاد ہو پس اس قول سے نکل آیا کہ نیچری بھی مومن نہین ہین۔ بعض علماء نے اگرچہ احتیاطًا اس فرقہ کی تکفیر مین تامل کیا و لیکن اصح یہی ہو کہ اُن کے کافر ہونے کا فتوی شرع سے ثابت ہوتا ہو اور نیز ثابت ہوا کہ فلاسفہ کا جیسا اعتقاد فقط روح کی لذت یا الم کا مذکور ہو کہ یہی جنت و دوزخ ہو تو اسکا معتقد بھی کافر رہیگا یہان تک کہ جو بات اللہ تعالیٰ و رسول نے فرمائی ہو اسپر اعتقاد لاوے اور دین مین وہ برتاؤ کرے جو اللہ تعالیٰ و رسول نے بتلایا اور اگر یہ برتاؤ نہ کیا بلکہ رشوت و حرامخواری و فسق و فجور پر کمر باندھی اور یہ سمجھا کہ اُوہ جی اُن کے کرنے مین کچھ پرواہ نہین تو کافر ہوا اور اگر ڈرتے ڈرتے کیا تو فاسق ہوا لیکن ایک دو مرتبہ تو ڈرتے ڈرتے کرتا ہو پھر آخر نڈر ہو کر بے دھڑک کرنے لگتا اور کافر ہو جاتا ہو دیکھو یہود کا یہی حال ہوا چنانچہ فرمایا۔ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ اور حرام نہین رکھتے اُس چیز کو جسکو اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول نے حرام کر دیا چنانچہ یہود پر چربی کھانا حرام کی گئی تھی انھون نے اسکو پگھلا کر فروخت کر کے اُسکے دام لئے اور کھائے۔ حدیث صحیح مین یہود کے اس فعل پر لعنت آئی ہو اور حضرت صلعم نے اس سے اپنی اُمت کو تنبیہ

کر دی ہو کہ یہودیون کے مانند حیلہ و فریب نہ کرین اسی واسطے علمار ربانی سمجھاتے ہین کہ بعضے لوگ جب سال ختم ہونے کو آیا تو اپنا تمام مال جورو وغیرہ کو ہبہ کیا تاکہ زکوۃ نہ دینی پڑے پھر جب سال ہو چکا تو مہینہ دو مہینہ بعد پھر ہبہ سے رجوع کر لیا تو یہ حرکت حرام ہے جیسے یہود کی حرکت تھی بعض نے کہا کہ رسولہ مین رسول سے آنحضرت صلعم مراد ہین یعنی جو اللہ تعالی نے کتاب مین حرام کیا جیسے سور کو اور جو آنحضرت صلعم نے سنت مین حرام کیا جیسے رشوت جسکو حرام نہین رکھتے یا اللہ تعالی و رسول کی حرام کی ہوئی چیز جیسے شراب کو حرام نہین رکھتے ہین اور بعض نے کہا کہ رسولہ سے انکا رسول مراد ہو جس کی پیروی کا وے دعوی کرتے ہین چنانچہ حضرت موسی نے یہود پر چربی حرام کی اسکو نہین کرتے بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اللہ تعالی و رسول نے جس کے وے معتقد ہین جو کچھ توریت و انجیل مین حرام کیا اسپر عمل نہین کرتے ہین بلکہ اسکو تحریف کر کے بدل ڈالا اور بجائے ان کے اپنے مطلب و غرض سے عبارتین بنا کر لکھ لین چنانچہ انجیل کے نسخے جب مقابلہ ہوئے تو کئی لاکھ جگہ فرق ایک دوسرے مین نکلا اور پتہ نہین لگتا کہ اصل انجیل کیا ہوئی اور اسمین کیا مضمون تھا اور یہی یہود کا حال ہو اور ان کے عوام جاہلون کا یہ طریقہ ہو کہ جو کچھ ان کے علمار نے کہا اسکو یقین ایمان کر لیتے ہین یہ نہین پوچھتے کہ اللہ تعالی اور رسول کا حکم کیا ہو چنانچہ قولہ تعالی اتخذوا احبارہم و رہبانہم اربابا من دون اللہ الآیۃ سے ثابت ہو اور مسلمان بھی اب ایسی ہی کرتے اور فتوی یون مانگتے ہین کہ "چہ میفرمایند علمائے دین الخ" یعنی اس مسئلہ مین علمار کیا فرماتے ہین حالانکہ یون لکھنا چاہیے کہ اس مسئلہ مین شرع سے اللہ تعالی و اسکے رسول کا کیا حکم ثابت ہوتا ہو جسکو ہمارے علمائے دین بیان فرما کر بڑا ثواب کماوین بالجملہ اہل کتاب جن پر جہاد کا حکم دیا گیا ان کا یہ حال تھا کہ جو اللہ تعالی و رسول اللہ نے حرام کیا اسکو حرام نہین رکھتے یعنی اسپر نہین چلتے ورنہ اسکے حکم کے موافق سید الانبیا محمد صلعم پر ایمان لاتے اسی واسطے فرمایا۔ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ۔ اور برتاو نہین پکڑتے دین حق کا یعنی دین اسلام کا جس نے اور دینون کو منسوخ کیا اور اب یہی دین ثابت و برقرار رہیگا یہان تک کہ قیامت آ جاوے عیسائی تو کہتے ہین کہ نسخ نہین ہو سکتا اور یہودی بھی یہی دعوی کرتے ہین اور نادانی سے اپنے اوپر قیاس کر کے عجیب واہی تباہی باتین کرتے اور اس کو دلیل سمجھتے اور لوگون کو بہکاتے ہین لہذا مین مختصر لکھ دون۔ واضح ہو کہ نسخ مین ایک حکم پہلا برتاو سے جاتا رہتا اور جدید کا عمل درآمد ہوتا ہو پس اول کو منسوخ اور دوم کو ناسخ کہتے ہین اور دونون حکم اپنے اپنے موقع پر اچھے و صحیح ہوتے ہین۔ اسکا بیان یہ ہو کہ اللہ تعالی نے اپنی حکمت کاملہ سے مخلوق کو پیدا کیا اور ہر ایک کی حالت و قوت و نفع و ضرر ہر زمانہ مین جدا جدا رکھا حتی کہ پوری حالت سے کوئی بندہ خود واقف نہین ہو سکتا پھر تمام مخلوق کو مہمل نہین چھوڑا کہ چھٹ بندون جو چاہین کرتے پھرین بلکہ ان کو عقل و شرع کے موافق پابند کر دیا چنانچہ عقلمند آدمی قطع نظر شرع کے اپنی عقل سے جھوٹ بولنا و گالی دینا وغیرہ برا جانتا ہو اور بعض امور ایسے ہین کہ عقل انکو جس قدر دی ہو وہ حکمت الہی کی ماہیت کو نہین پہونچتی اور حکمت الہیہ مین بعض کام کرنے کا اور بعض سے باز رہنے کا حکم ہو پس بندہ وہی سمجھدار ہے کہ اپنی کملی سے پاؤن نہ نکالے اور حکمت الہی کا اپنے خالق کا مقابلہ نکرے بلکہ یقین کرے کہ یہ کام عین مصلحت و حکمت ہین اگرچہ میری ذرہ سی عقل اسکو نہین پہونچتی ہو پس ان کامون کا برتاو کرے پھر انہین مین سے بعضے کام ایسے ہین کہ وہ بعض قوم کیلئے مفید ہین اور بعض کیلئے نہین اور بعض زمانہ تک مفید ہین اور اسکے بعد نہین یا اسکے بعد دوسرا کام اس سے زیادہ مفید ہو چنانچہ طبیب کو دیکھو کہ بچہ کیلئے ایک غذا تجویز کر دیتا ہو حالانکہ عمر بھر اسکا استعمال رکھنا حماقت ہو وہ بچپن ہی تک کیلئے تھی پھر جوان ہوا تو مضر ہو گی اسی طرح ایک زمانہ مین اللہ تعالی نے ایک رسول بھیجا اور اسپر ایک حکم نازل کیا تو قیامت تک یہی حکم مراد نہین ہو بلکہ یہ سمجھنا حماقت ہو بلکہ جب تک اسکا وقت تھا تب تک اور رسول آئے وہ بھی اسی حکم کا برتاو کرنے پر تاکید کرتے رہے جیسے موسی کے بعد بہت رسول آتے گئے اور توریت ہی کا حکم رہا پھر جب

سلہ [illegible] ۱۲

اُس حکم کا زمانہ ختم ہوا تو عیسیٰ بھیجے گئے اور بہت سے احکام منسوخ ہوئے منجملہ اُن کے جہاد ہو چنانچہ موسیٰ و یوشع و سلیمان علیہم السلام وغیرہم نے خوب خوب جہاد کئے پھر انجیل میں یہ حکم منسوخ ہوا۔ اس سے معلوم کر لو کہ نسخ کے یہ معنی ہین کہ ناسخ سے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ پہلا حکم جو منسوخ ہوا اسکی انتہا اسی وقت تک کے واسطے تھی اب آگے وہ نہین بلکہ ناسخ حکم ہے اور اللہ تعالیٰ جب چاہے جو چاہے وہ حکم کرے وہ قادر ہے وہ مختار ہے اسپر کوئی اعتراض نہین ہو لیکن سوائے کافر بے ایمان کے ہر شخص یقین کریگا کہ جسوقت جو حکم دیا وہ عین مصلحت و سراسر حکمت الٰہی ہو اگرچہ بندہ کو وہ حکمت معلوم نہین ہو سکتی ہے تعجب ہو کہ نصاریٰ توریت کو عہد عتیق اور انجیل کو عہد جدید کہتے ہین اور توریت کے احکام فرض ہونیکے قائل ہین حالانکہ توریت مین خود جہاد کا حکم بڑے زور و شور سے ہو اور انجیل مین تلوار نکالنے تک سے ممانعت پھر یہ نسخ نہین تو اور کیا ہے ولیکن ہٹ دھرمی سے مسلمانون پر اعتراض کرتے ہین اور اللہ تعالیٰ عز و جل نے سچ فرمایا کہ لا یدینون دین الحق۔ دین حق کی پیروی اختیار نہین کرتے حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا ایسے لوگون پر جن کے صفات یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین لاتے اور نہ روز قیامت کو مانتے اور نہ ان چیزون کو حرام رکھتے جن کو اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول نے حرام فرمایا ہو اور نہ دین حق کی پیروی کرتے ہین۔ پھر ان لوگون کو صریح بیان کر دیا بقولہ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ۔ من بیانیہ اور کتاب پر الف لام جنس کا یعنی کتاب آسمانی خواہ توریت ہو یا انجیل ہو یعنی ایسے لوگ جنکا حال اوپر بیان ہوا وہ لوگ ہین جن کو آسمانی کتاب دی گئی ہو یعنی یہود و نصاریٰ۔ واضح ہو کہ پہلے اوصاف تو مجوس و ہندؤن پر بھی صادق تھے لیکن من بیانیہ سے ظاہر ہو گیا کہ مراد اہل کتاب ہین اور اس سے نکلا کہ مجوس اہل کتاب نہین جیسا کہ بعض لوگون کو وہم ہوا اور حضرت عمرؓ کو مجوس سے جزیہ قبول کرنے مین تامل ہوا تھا یہان تک کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے حدیث سنائی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا سنوا بہم سنۃ اہل الکتاب۔ یعنی اہل کتاب سے جو برتاؤ ہو وہی اُن کے ساتھ بھی برتو یعنی حق جزیہ مین مجوس کا حکم مانند اہل کتاب کے ہو اور علماءرح مین اتفاق ہے کہ یہان فقط یہود و نصاریٰ مراد ہین بدلیل اوتوا الکتاب اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قل یا اہل الکتاب لستم علی شئی حتی تقیموا التوراۃ والانجیل الآیۃ۔ اگر پوچھا جاوے کہ پہلے کیون بلفظ الذین موصول مبہم فرمایا پھر بیان کر دیا تو جواب یہ ہے کہ پہلے قتال کا حکم دیا ایسے ایسے لوگون کو جن کے یہ اوصاف ہین تاکہ اہل ایمان کو اُن کے اوصاف سے خوب رسوخ ہو جاوے کہ یہ لوگ اچھی ظالم و مفسد قابل جہاد ہین پھر متوجہ ہون کہ دنیا مین وہ کون ہین پھر بیان کر دیا کہ خوب جم جاوے اور یہ بہت اچھی بلاغت ہو۔ ابو الوفاؒ نے کہا کہ قولہ قاتلوا سے سزا دینے کا حکم دیا۔ الذین مبہم کو پھر قولہ لا یومنون باللہ سے انکا جرم جس سے مستوجب عقوبت ہین بیان کیا۔ پھر قولہ ولا بالیوم الآخر۔ سے اعتقادی جرم کی تاکید کی۔ پھر قولہ ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ سے عملی جرم کا بیان ہو اور اس سے اظہار ہے کہ اعتقادی جرم موکد ہی پر اکتفا نہین بلکہ اس سے بڑھکر بھی عملی مجرم اور دنیا مین فساد پھیلانے والے ہین۔ پھر قولہ ولا یدینون دین الحق سے اس جرم کی مزید تاکید ہو کہ زبانی فہمایش پر اکتفا نہین ہو سکتا کیونکہ ان کو راہ راست سے انحراف و عناد اور چڑھ ہو پھر قولہ من الذین اوتوا الکتاب سے اُن کے عناد و ہٹ دھرمی کا بیان بتاکید حجت ہو کیونکہ یہ لوگ اپنی آسمانی کتابون مین آنحضرت صلعم و دین اسلام و اُسکی خوبی کو لکھا پاتے تھے مگر ہٹ دھرمی و عناد سے انکار کرتے تھے پس ایسے مجرم کا فساد و ظلم دور کرنے اور اُس کو راہ راست پر رکھنے کا یہ طریقہ بتلایا کہ ان پر جہاد کر کے ان کو ٹھیک راہ پر رکھو پھر انتہا بیان فرمائی کہ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۔ یہان تک قتال کرو کہ وے لوگ جزیہ دین ہاتھ سے در حالیکہ وے ذلیل ہونیوالے ہون۔ یعنی قتال کئے جاؤ یہان تک کہ اگر اسلام لا دین تب راہ راست پر ہو جاوینگے پس تمھارا اور اُن کا حال یکسان ہو جائیگا اور دین مین تمھارے بھائی ہو جاؤ

اور یا اسلام نہ لاوینگے تو جزیہ دین اپنے ہاتھ سے ذلت وخواری کے ساتھ کیونکہ کفر پر رہ کر تمہارے برابر والے نہین ہو سکتے ہین اگر کہا جاوے کہ حدیث امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ الخ یعنی مجھے حکم دیا گیا کہ لوگون سے قتال کرون یہانتک کہ لا الٰہ الا اللہ کہین الخ۔ مین قتال کی انتہا یہ کہ اسلام لاوین جزیہ مذکور نہین تو جواب یہ ہو کہ حدیث مین لفظ الناس سے معہود یعنی عرب کے مشرکین مراد ہین کہ ان سے سوائے اسلام کے اور کچھ قبول نہین ولیکن عرب مین جو اہل کتاب یہود ونصاری تھے اُن سے بھی جزیہ قبول ہو۔ وقال الحافظ رح اسی آیت سے امام شافعی واحمد وغیرہ نے استدلال کیا کہ جزیہ سوائے اہل کتاب کے اور کسی قسم کے کافرون سے قبول نہوگا اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ عرب مین یہی حکم ہے اور عجمیون مین سب سے جزیہ قبول ہو خواہ اہل کتاب ہون یا نہون اور امام مالک رح نے کہا کہ جملہ اصناف کفار سے جزیہ قبول کیا جائے گا مؤلف فتح البیان نے نقل کیا کہ امام شافعی و احمد و ابو حنیفہ و اصحاب امام ابو حنیفہ و ثوری و اوزاعی وغیرہم کا یہ مذہب ہے کہ سوائے اہل کتاب کے اور کسی سے جزیہ قبول نہ ہوگا۔ وقال المترجم صحیح قول امام ابو حنیفہ رح کا اسی تفصیل سے ہو جو شیخ حافظ رح نے ذکر فرمائی ہو۔ واللہ اعلم۔ پھر بنا بر قول شافعی رح کے مجوس بدلیل حدیث صحیح مذکورہ بالا کے داخل اہل کتاب ہین اور امام ابو حنیفہ رح کے قول پر کچھ اشکال ہی نہین کما لا یخفی۔ پھر اہل علم مین مقدار جزیہ مین اختلاف ہو عطاء و یحیی بن آدم وغیرہ نے کہا کہ جسقدر پر صلح کرین وہی مقدار ہو اور یہی مختار شیخ ابن جریر رح ہو لیکن کہا کہ کمتر ایک دینار سالانہ ہو اور شافعی رح نے کہا کہ ہر آزاد بالغ پر ایک دینار ہو کم نہ ہوگا خواہ غنی ہو یا فقیر ہو اور اگر اس سے زیادہ پر صلح ہو تو جائز ہو اور خوشی سے بڑھاوین تو روا ہو و امام مالک رح نے کہا کہ سونے کی مالیت والون پر چار دینار اور چاندی والون پر چالیس درم ہین خواہ غنی ہون یا فقیر ہون اور مراد یہ کہ سونے سے ادا کرین تو چار دینار اور چاندی سے ادا کرین تو چالیس درم ہین۔ اور امام ابو حنیفہ و اُن کے اصحاب و امام احمد کے نزدیک باعتبار وسعت کے ہو چنانچہ اعلی درجہ کے مالدار پر اڑتالیس درم اور اوسط درجہ پر چوبیس درم اور ادنی درجہ پر بارہ درم ہین اور جو فقیر کمائی والا نہو اسپر کچھ نہین ہو اور اس امر پر اجماع ہو کہ طفل و عورت و مجنون سے کچھ نہین لیا جائے گا اور دیگر تفاصیل وقت ادا وغیرہ کتب فقہ مین مبسوط ہین اور صحیح مسلم مین حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً ظاہر صریح ہو کہ جن کفار پر جہاد کیا جائے پہلے اُن کو دعوت اسلام کی جاوے و علماء رح نے کہا کہ تین مرتبہ سمجھانا مستحب ہے پھر نہ مانین تو اُن سے صلح و جزیہ دینے کو کہا جاوے پھر اُس کو بھی نہ مانین تو آخر اُن سے قتال کیا جاوے خالص واسطے اللہ تعالی کے یہانتک کہ قدم پیچھے نہ ہٹاوین اور مفسد کافرون کو مغلوب کرلین پھر علماء کا قول ہو کہ امام کو اختیار ہو کہ مغلوب کر کے ان پر احسان کرے اور جزیہ پر اُن کو آباد رکھے۔ پھر علماء رح مین دو قول ہین بعض نے کہا کہ جزیہ بغرض حفظ جان ہو اور بعض نے کہا کہ بغرض اذلال اہل کفر ہے اور اسی قول کو شیخ ابن القیم نے ترجیح دی اور علی ہذا جزیہ کا اشتقاق از جزاء ہو یعنی جزاء کفر و شرک و فساد یہ ہو کہ ذلت کیساتھ اس قدر مال ادا کیا کرین اور بنا بر قول اول کے جزاء امن ہو ولیکن سیاق قولہ حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون۔ دلالت کرتا ہو کہ یہ جزاء راجح بمعنی عقوبت ہو یعنی بطریق عقوبت اسکو ادا کرین اور اسی سے واضح ہوا کہ اعطاء بمعنی ادا ہو اور مراد اس سے ادا کا التزام ہو اگرچہ ہنوز وقت ادا نہ آیا ہو یعنی اُنکی سزا ہو کہ اسلام نہ لائین تو جزیہ ادا کرنے کا التزام کرین بدلیل قولہ عن ید۔ یہ حال ہو یا تو ضمیر یعطوا سے اور یا الجزیۃ سے پس اول پر معنی یہ کہ یعطوا عن ید یعنی بحال انقیاد ادا کرین یا اپنے ہاتھون آپ ادا کرین کسی غیر کے ہاتھ نہین بھیجین اسیواسطے جزیہ ادا کرنے پر وکیل کرنا منع ہے یا ید بمعنی دسترس و توانگری ہو یعنی اسقدر دسترس ہو کہ ادا کر سکین اسی واسطے امام ابو حنیفہ رح و احمد رح نے کہا کہ فقیر بے کمائی والے پر کچھ نہین ہو اور اگر ید سے جزیہ لینے والے کا ہاتھ مراد ہو تو بنا بر اس قول کے کہ جزیہ بغرض عقوبت و اذلال ہو عن ید۔ مین ید سے ید قہر مراد لینا اولی ہو یعنی قہر و غلبہ کے ہاتھ کے نیچے ذلیل و عاجز ہو کر ادا کرین اور بنا بر قول اول کے کہا گیا کہ ید بمعنی انعام سے ماخوذ ہو یعنی عن ید بمعنی عن انعام ہو کیونکہ جزیہ لیکر انکو باقی

چھوڑ دینا اُن کے حق مین بڑی نعمت ہو اور بعض نے کہا کہ نقد مسلّم ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین مراد ہو اور حق یہ ہو کہ بمعنی اذلال وحقارت ہی کی ترکیب اسخ ہو کیونکہ عامہ آثار اسی کے مؤید ہین اور نیز قولہ وھم صاغرون - اسی پر دلیل ہو - الصَّغار ذلت وخواری پھر اس صغار مین اختلاف ہو کہ تاکید مفہوم سابق ہو یا کوئی مزید صورت صغار مراد ہو - عن عکرمہ کھڑے ہو کر نذرانہ کی طرح وصول کرنیوالے بیٹھے ہوئے کو ادا کرے - بعض نے کہا کہ جہان لینے والا بیٹھا ہو وہان اسکو کھینچ لیجاوین اور وہ ذلیل بنا ہوا ادا کرے - بعض نے کہا کہ وہ دیتا ہو تب بھی اس سے کہا جائے کہ ادا کرے جزیہ جلدی اور ابن عباس سے روایت کی جاتی ہو کہ ٹھوکرایا جائے اور ایسے ہی دیگر اقوال ہین کہ اُن مین سے کوئی پسندیدہ نہین ہو اور سلمان فارسی رضؓ سے مروی ہو کہ صاغرین کے یہی معنی کہ غیر محمود ہین یعنی اسلام چھوڑ کر یہ اختیار کرنا اُن کے حق مین تعریف نہین کیونکہ خصائل حمیدہ وصفات پسندیدہ چھوڑے مسلمانون کی برابری چھوڑی اور حماقت وجہالت سے بُری باتون کو ان دامون خریدا اور مرجع اس قول کا یہ ہو کہ یہ ذلت ہی مفہوم سابق ہو کچھ اور نہین ہو اور یہی صحیح ہو وحاصل یہ کہ اسلام نہ لائین اور نہ مانین تو قتال کرو یہان تک کہ مغلوب وذلیل ہو کر جزیہ ادا کرین کہ یہ فعل اُن کے حق مین خواری ہو اور ابن القیم رحؒ نے کہا کہ مزید صغار کے جو اقوال مذکور ہوئے وہ ثابت نہین اور بلا دلیل ہین اور صواب یہ ہو کہ صغار یہی ہو کہ اُنھون نے ادائے جزیہ کا اور دیگر احکام قوانین شرع کا التزام اپنے اوپر جارناچار قبول کیا - وقال المترجم یہی قول قریب ہو اسواسطے کہ ٹھوکرانا اور اُن سے سخت کلامی کرنا وغیرہ بلا ضرورت اُن کے حق مین ایذا ہو کیونکہ اُنکا شر وفساد بسبب اُنکے مغلوب ہونیکے دفع ہوا اور ایمان کی ہدایت باختیار الٰہی عزّ وجل ہو پس خواہ مخواہ اسلام پر مجبور کرنا بدون علم مشیت الٰہی کے نہین ہو سکتا اور یہ علم فقط اہل عرب کے حق مین معلوم ہوا تھا اور دوسرے کے حق مین متعین نہین علاوہ برین بعد التزام جزیہ کے وہ لوگ عہد وذمہ مین ہین اور محققین علماء نے اتفاق کیا کہ موافق مفاد قول حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے یہ حلال نہین کہ ذمیون کو عمداً ایسے امر کی تکلیف دیجائے جسکی وہ قدرت نہین رکھتے یا خلاف شرع وحکم الٰہی کے اُن کو ماخوذ کیا جائے جیسے ظالم بادشاہ وحاکم ذمیون کو مفت بیگار مین پکڑتے ہین جیسے بنی اسرائیل کو فرعون پکڑتا تھا اور حلال نہین کہ ادائے جزیہ کیلئے انکو بیجا طور سے عذاب دے چنانچہ جزیہ کیلئے مقام فلسطین مین کسی قوم ذمی کو دھوپ مین سزا دیجاتی تھی اُدہر سے ہشام گذرے تو فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ جو لوگ دنیا مین لوگون کو عذاب دیتے ہین اللہ تعالیٰ قیامت کے روز جو بدلا دینے کا دن ہو اُن کو عذاب کریگا عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے مثل مروی ہو اور حضرت عمر رضؓ کے پاس بہت سا مال جزیہ لایا گیا تو فرمایا کہ تم نے لوگون کو تباہ تو نہین کیا - عرض کیا گیا کہ واللہ نہین بلکہ ہم نے اُن کے بچے ہوئے مین سے لیا ہو فرمایا کہ بدون سخت کلامی وزبان درازی اور ہاتھ چھوڑنے کے - عرض کیا گیا کہ ہان واللہ تو حضرت عمر رضؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا کہ الحمد للہ کہ میرے ہاتھ سے ایسا نہوا اور میری خلافت مین دوسرون کے ہاتھ سے بھی نہین ہوا - حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عکبری پر جو عامل مقرر کیا تھا اُسکو تاکید فرمائی کہ خراج وجزیہ کیلئے لوگون کے گائے گدہا نہ بیچنا اور نہ مال واسباب کچھ بھی بلکہ اُن کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ رسّی والے سے رسّی اور کمہار سے برتن اور اسی طرح ان چیزون کو لے لیتے تاکہ ان لوگون پر آسانی ہو اور ابو عبید رحؒ نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ ان پیشہ والون پر جو روپیہ جزیہ کا ہوتا اسکے واسطے اُن کے اموال کو فروخت نہ کراتے بلکہ بھرلو قیمت مین اُن سے یہ چیزین اسکے عوض خرید لیتے اور مقصود اُس سے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے راحت وآرام سے عدل وانصاف کے سایہ مین بسر کرین اور رہی اسلام کی ہدایت تو وہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہے عطا فرماوے اسپر کچھ جبر نہین ہو ہان یہ ضرور ہو کہ ذمیون کی جن حرکات سے شر وفساد پیدا ہوتا ہو اُن سے وہ ضرور منع کیے جاوینگے جیسے شراب پینا اور ناچنا وغیرہ اور نیز اُن کی تعظیم اسوجہ سے نہ کی جاویگی کہ عوام اُن کی اچھائی پر

گمان نکرین یا ان کو عدل و انصاف والا نیک چال چلن نہ سمجھین لہذا حدیث مین حکم دیا کہ یہود وغیرہ کو سلام کرنے مین پہل مت کرو اور راستہ مین پھیل کر چلو تاکہ تسے دبکر نکل جاوین۔ **قال المترجم** اللہم اعز الاسلام واہلہ فانہم یختلفون وانت العزیز القدیر۔ اور اسی قسم سے بعض شروط جو اہل ذمہ کے اوپر باندھے جاوین وہ بھی مصلحت وحکمت کیساتھ اسی غرض سے ہوتے ہین کہ کفر وشرک کی اہانت ہو کیونکہ اللہ تعالی کی تعلیم عدل وانصاف کو چھوڑ کر راہ شر وفساد وظلم وعناد اختیار کرتے وشیطنت بتلاتے ہین تاکہ فساد مٹ جاوے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہدنامہ جو شام کے نصاری پر باندھا تھا عبداللہ بن احمد نے اپنے اسناد سے عبدالرحمن بن غنم رضہ سے روایت کیا کہ جب شام کے نصاری نے صلح چاہی تو مین نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اُن کی طرف سے یہ خط لکھدیا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط فلان فلان شہر کے نصاری کی طرف سے حضرت عبداللہ عمر بن الخطاب امیرالمومنین کو ہے کہ جب آپ ہمارے یہان آئے تو ہم نے آپسے اپنی جان ومال واولاد واہل ملت کیواسطے امان مانگی اور آپکے واسطے اپنے اوپر یہ شرط کی کہ ہم اپنے شہر یا اُسکے نواح مین کوئی دیر یا کنیسہ یا قلایہ یا صومعہ راہب جدید نہین ایجاد کرین گے اور جو اسمین سے خراب ہو جاوے اسکی تجدید عمارت نکرین گے اور جو اسمین سے خطہ مسلمین ہو اسکی احیا ہم نکرین گے اور رات یا دن مین جسوقت کوئی مسلمان ہمارے کنیسہ مین اُترے ہم اُسکو مانع نہ ہونگے اور گذرنیوالون مسافرون کیلیے اسکے دروازے وسیع کرینگے اور جو مسلمان ہماری طرف سے گذرینگے۔ تین دن تک اُنکو اُتارکر دعوت وضیافت کرین گے اور اپنے کنیسہ یا گھرون وغیرہ مین کسی جاسوس کو جگہ نہ دینگے اور مسلمانون کیلیے کوئی غش پوشیدہ نہ کرینگے اور اپنی اولاد کو قرآن نہ پڑھاوینگے اور شرک کو کھلم کھلا اظہار نہ کرینگے اور کسی کو شرک کی طرف نہ بلاوینگے اور اپنے قرابت والون مین سے کسی کو اسلام مین داخل ہونے سے ممانعت نہ کرینگے جبکہ وہ اسلام مین داخل ہونیکا ارادہ کرین۔ اور مسلمانون کی توقیر کرتے رہین گے اور اگر ہماری مجلس مین بیٹھنا چاہین تو اُن کی توقیر کے واسطے ہم کھڑے ہو جائین گے اور مسلمانون کے لباس مین سے کسی چیز سے مشابہت نہ کرینگے نہ ٹوپی مین نہ عمامہ مین نہ نعلین مین اور نہ سر کے بالون کے بیچ سے مانگ نکالنے مین اور نہ اُن کے کلام سے گفتگو کرین گے اور نہ اُن کی کنیتون سے اپنی کنیت رکھین گے اور نہ زینون پر سوار ہون گے اور نہ تلوارین حمائل کرینگے اور نہ ہتھیارون مین سے کوئی ہتھیار بناوینگے اور نہ اپنے ساتھ رکھین گے اور نہ عربی مین اپنی انگوٹھیون کے نقش کرینگے اور نہ شراب فروخت کرینگے اور ہم شرط کرتے ہین کہ سرون کو آگے سے کچھ کترا وینگے اور جیسے ہماری پوشش ہے ایسی ہی رکھین گے اور کمر پر زنار باندھین گے اور اپنے کنیسون پر صلیب بلند نہ کرینگے اور نہ مسلمانون کی راہون وبازارون مین سے کسی راہ وبازار پر اپنی کتابین ظاہر کرین گے اور اپنے کنائس مین ناقوس خفی آواز سے بجاوینگے اس سے زیادہ آواز سے نہ بجاوینگے اور مسلمانون کے حضور مین ہم اپنی کنائس مین کسی چیز کے پڑھنے سے آواز بلند نہ کرینگے اور ہم لوگ شعائین وبعوث نہ نکالین گے اور مردون کے ساتھ اپنی آوازین بلند نکرینگے اور مسلمانون کی راہون مین سے کسی راہ مین ہم آگ ظاہر نہ کرین گے اور نہ اُن کی بازارون مین ایسا کرینگے اور اپنے مردون کو اُن کے آگے نہ بڑھاوین گے اور جو مسلمانون کے حصے مین آچکا اُس کو اپنا مملوک نہین بناوینگے اور مسلمانون کے حق مین بھلائی چاہین گے اور اُنکے گھرون مین نہین جھانکین گے۔ عبدالرحمن بن غنم رضنے کہا کہ جب مین مسودہ عہدنامہ کالیکر حضرت عمر رضہ کے پاس آیا تو آپنے اسمین یہ عبارت اور بڑھائی۔ اور ہم کسی مسلمان کو نہ مارین گے یہ سب ہم نے آپ لوگون کے واسطے اپنے اوپر اور اپنی ملت والون پر شرط کیا اور انھین شرطون پہ ہم نے اپنے حق مین امان لینا قبول کیا پھر اگر ہم نے ان شرطون مین سے جو ہم نے تمھارے واسطے قبول کرکے اپنے ذمہ مشروط کی ہین کسی شرط مین خلاف کیا تو ہمارے واسطے کچھ ذمہ نہوگا اور آپ کو ہم سے وہ سب کرنا حلال ہوگا جو اہل شقاق وعناد سے حلال ہے۔ **قال الحافظ** وقد رواہ الائمۃ الحفاظ انتہی وقال الشیخ ابن القیم وشہرۃ ہذہ الشروط تغنی عن اسنادہا فان الائمۃ تلقوہا بالقبول وذکروہا فی کتبہم واحتجوا بہا ولم یزل ذکر الشروط العمریۃ علی السنتہم فی کتبہم

وقد انفذ ابو بعدہ الخلفاء وعملوا ابو جہالی آخر ما قال رحمہ اللہ۔ واضح ہو کہ دیر فقط نصاریٰ کا ہوتا ہے اسکو باہر شہر کے اسواسطے بناتے ہین کہ رہبانیت کیلئے وہان جمع ہون اور قلایہ بکسر قاف وبیا رموحدہ اسکو راہب بناتا ہے اور اسمین دروازہ وغیرہ کچھ نہین ہوتا صرف ایک طاقہ ہوتا ہے جسمین سے اسکو کھانا پانی پہونچایا جاتا ہے اور وہ فقط ایک آدمی کیلئے ہوتا ہے اور صومعہ بمانند قلایہ فقط ایک ہی راہب کیلئے ہوتا ہے اور بیعہ گرجا گھر اور کنائس جمع کنیسہ عام ہے کہ عبادتگاہ نصاریٰ ہو یا یہود ہو پھر اللہ عز وجل نے اہل کتاب کے مومن نہونے کے باوجود سخت بہتان کی باتین کہنے وانکے مفسدہ کو تمام جہان مین پھیلانے کو اس غرض سے کہ اہل ایمان ان کلمات کو جن سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین سُنکر تہ دل سے جہاد پر آمادہ ہو جاوین بیان فرمایا بقولہ۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ

اور یہود نے کہا عزیز بیٹا اللہ کا اور نصاریٰ نے کہا مسیح بیٹا اللہ کا یہ باتین کہتے ہین اپنے منہ سے

يُضَاهِـُٔونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ؕ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ○

ریس کرنے لگے اگلے منکرون کی بات کی مارے انکو اللہ کہان سے پھرے جاتے ہین

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ۔ ایک قراۃ مین عزیر بتنوین بنا برانیکہ اسم عربی سوائے علمیت کے منع صرف کا دوسرا سبب نہین رکھتا پس منصرف ہے اور بعض کے نزدیک علم عجمی ہونے سے غیر منصرف ہے یہی دوسری قراۃ ہے بہرحال وہ مبتدا اور ابن اللہ خبر ہے اسی واسطے ابن مین الف باقی رہا کیونکہ صفت ہونے کی صورت مین حذف ہوتا ہے علاوہ ازینکہ قولہ والمسیح ابن مریم مین باوجود صفت کے رسم الخط قرآنی مین باقی ہے وسیاقی۔ بالجملہ یہود نے عزیرؑ کو کہا کہ وہ ابن اللہ ہے اور یہ اُن کا افترا وشرک پلید ہے اور ظاہر یہ ہے کہ سب یہود ایسا کہتے تھے اور اصح یہ ہے کہ بعض کا مقولہ سب کی طرف منسوب ہوا اور کہنے والے یہود مدینہ تھے یا بعض متقدمین بعض علما نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلعم سے بعض یہود مدینہ نے کہا تھا اور شاید نصاریٰ نجران کے ساتھ مباحثہ مین یہود سے یہ قول سرزد ہوا ہو۔ اور اشبہ یہ ہے کہ جب نصاریٰ سے مسیح علیہ السلام کی نسبت یہ قول سرزد ہوا تو یہود نے اُنکا مقابلہ حرص وہوس کے ساتھ اس طرح کیا واللہ اعلم۔ اور سدی وغیرہ علما رح نے ذکر کیا کہ یہود نے یہ عقیدہ قائم کرنے کا شبہہ یون پیدا کیا کہ جب عمالقہ نے بنی اسرائیل پر غلبہ پاکر علما اور رؤسا کو قید کیا اور توریت کے نسخے چُن چُن کر تلف کردیئے تو عزیرؑ جنگل مین علم الٰہی گم ہونے پر روتے پھرتے یہانتک کہ پلکین جھڑ گئین ناگاہ ایک قبر پر ایک بڑھیا کو روتے دیکھا کہ ہائے میرے کھانا وکپڑا دینے والے تو اُس سے کہا کہ تجھے کون کھانا کپڑا دیا کرتا تھا اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو فرمایا کہ پھر کیون روتی ہے وہ حی قیوم ہمیشہ زندہ ہے وہ بولی کہ پھر وہی علم دینے والا ہے تم کیون روتے ہو پس متنبہ ہوئے پھر حکم ہوا کہ فلان نہر پر جاکر غسل کرکے دو رکعت پڑھو وہان ایک بڈھے سے ملاقات ہوگی پس ایسا ہی ہوا۔ اُسنے تین انگارے کی صورت لال چیزین اُن کے منہ مین بھردین جس سے اُنکو تمام توریت حفظ ہو گئی پھر ایک زمانہ کے بعد جب بنو اسرائیل چھوٹ کر اپنی زمین مین آکر آباد ہوئے اور علما نے جو بعض نسخ توریت کے پہاڑون وغیرہ مین پوشیدہ کر دیئے تھے اُنکو نکالا تو عزیرؑ کے ہاتھ سے زبانی یاد پر لکھی توریت کے مطابق پایا پھر یہ عجب مشہور رہا یہانتک کہ ایک وقت مین بعض جاہلون نے کہا کہ یہ امر اسی سبب سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا تھا۔ اور بعض نے یہ وجہ شبہہ کی ذکر کی کہ قولہ تعالیٰ او کالذی مر علی قریۃ وہی خاویۃ علی عروشہا مین یہی حضرت عزیرؑ تھے چنانچہ بعد سو برس کے جب زندہ ہوکر گھر پہونچے تو بیٹے پوتے اُن کے سن سے زیادہ تھے۔ پھر بعض جاہلون نے اُن کے عجیب قصہ کی نسبت یہ رائے جمائی کہ اسکی اسقدر عمر اور یہ حالت اسوجہ سے تھی کہ وہ ابن اللہ تھا۔ بہرحال یہ منصوص ہے کہ

کہ یہود نے عزیر کی نسبت ابن اللہ ہونے کا افترا باندھا تھا جیسے نصاریٰ کا حال بیان فرمایا۔ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ
نصاریٰ نے کہا عیسیٰ بیٹا ہے اللہ کا کا علماء رح نے کہا کہ سبب اس شبہہ کا یہ ہوا کہ وہ بدون باپ کے پیدا ہوئے اور باوجود اس کے مردہ کو زندہ کرتے
تھے اور اللہ تعالیٰ نے یہ رد فرمایا کہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔ اس سے توجیہ مذکورہ کا استیناس نکلتا ہے کہ عیسیٰ کی اس طرح پیدائش
موجب حکم الوہیت یا ابن اللہ نہیں ہوسکتی ورنہ آدم علیہ السلام زیادہ مستحق ہوں گے کیونکہ وہ بدون ماں و باپ کے تھے بعض نے کہا کہ انجیل
میں بعض جگہ عیسیٰ کی نسبت خدا کا فرزند موافق محاورہ اسوقت کے اور اس زبان کے بولا گیا پس نصاریٰ نے جہالت سے غلو کرکے ایسا
کہنا شروع کیا حالانکہ اسمیں دو امر غور طلب ہیں اول یہ کہ ابتدا میں نصرانیوں کا جو جلسہ قسطنطین نے جمع کیا تھا اور اس قول پر رائے لی تھی
تو ایک جماعت کثیر دنیا کی لالچ سے اسپر متفق ہوئے اور بعضے خداپرست علماء نصاریٰ اس سے منکر ہوئے جنکو سزائے سخت دی گئی پس احتمال
ہے کہ جماعت اتفاق کنندہ نے تحریف کرکے اپنے مطلب کے ثابت کرنے کو ترجمہ میں یا اصل میں یہ لفظ بے موقع بڑھایا ہو اور دوم یہ امر ہے
کہ جب اس زمانہ کی بول چال تھی تو یہ لفظ ہو لیکن حقیقی معنی میں قطعاً نہیں ہے جیسے مولوی روم کا شعر ہے ع اولیا اطفال حق اند اے پسر۔ در حضور
و غائب از ایشان با خبر۔ پس مجاز مراد ہے علاوہ بریں تعجب ہے کہ سوائے عیسیٰ کے انجیل میں نیک لوگوں بلکہ عام لوگوں تک یہی لفظ مستعمل
ہوا چنانچہ تحریف کئے ہوئے ترجمے جو اسوقت انجیل کے پائے جاتے ہیں ان میں خود بہت جگہ یہی محاورہ عام لوگوں کے ساتھ موجود ہے
پھر تعجب ہے کہ نصاریٰ نے خلاف عقل و خلاف اصول کے حضرت عیسیٰ کی نسبت حقیقی معنی لئے اور ایسا سخت شرک و بہتان اختیار کیا
اور شیطان نے اُن کو سمجھایا کہ تم رسول اللہ عیسیٰ سے بڑی محبت کرنیوالے ہو۔ امام رازی رح نے تفسیر کبیر میں لکھا کہ میرے نزدیک
لگتی ہوئی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ انجیل میں عیسیٰ کی نسبت بیٹے کا لفظ جیسے ابراہیم کی نسبت خلیل کا لفظ جو محض شرافت و بزرگی ظاہر
کرنے کی غرض سے تھا اُس کو اُن کے بعض علماء نے غلو کرکے حقیقی بیٹے کے معنی میں تفسیر کیا اور جاہلوں نے اسکو قبول کر لیا یہانتک کہ
یہ اعتقاد ہو کر پھیل گیا اور سخت شرک میں پڑ گئے بہرحال عیسائی تو جب دلیل عقل و دلیل نقل سے پکڑے جاتے ہیں تو ہر طرح بغلیں جھانکتے اور مبہوت
ہو کر رہ جاتے ہیں اور بیٹا ثابت کرنیکی کوئی راہ نہیں پاتے ہیں لیکن کمال ہٹ دھرمی اور دلیری سے کھُلم کھُلا یہی کہے جاتے ہیں کہ عیسیٰ خدا کا
بیٹا۔ بالجملہ اس بہتان و شرک میں یہود و نصاریٰ مشابہ ہیں اگرچہ اصل میں یہود قائل توحید تھے اور جتنے یہودی اسی توحید کے مدعی ہیں ہاں ثابت ہوا کہ بعضے مانند
نصاریٰ کے شرک کے قائل ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسکو رد کر دیا۔ بقولہ تعالیٰ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ۔ یہ انکی بات انکے منہ کی ہے یعنی سوائے
افترا و بہتان کے اسبات پر انکے پاس کچھ بھی حجت و دلیل نہیں ہے۔ بافواہہم سے یہ فائدہ نکلا کہ یہ باتیں ایسی ہیں کہ صرف انکے منہ سے نکلتی ہیں خارج میں اسکے معنی کا وجود
نہیں جیسے مہمل لفظ ہوتا ہے کہ اُسکے کچھ معنی نہیں پس کلمہ بافواہہم کی تاکید اسی فائدہ کیواسطے ہے ورنہ قول تو منہ ہی سے ہوا کرتا ہے اور بعض اہل علم نے
کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی بات کو بتاکید افواہ و السنہ (جمع لسان معنی زبان ۱۲) ذکر کیا جو قول باطل ہے جیسے قولہ یقولون بافواہہم مالیس فی قلوبہم۔ اور جیسے قولہ
کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم۔ اور قولہ یقولون بالسنتہم مالیس فی قلوبہم۔ بعض نے کہا کہ کلمہ بافواہہم کی تاکید کے فوائد میں سے ایک یہ ہے
کہ اہل ایمان بسبب کمال شناعت و ظہور فساد اس قول کے ایسا نہ سمجھیں کہ یہ قول اُن کا حقیقی نہیں بلکہ بطریق مجاز ہے بدلیل آنکہ جس کو
ذرہ برابر عقل ہو وہ بھی ایسا نہیں کہیگا پس بافواہہم سے مؤکد فرمایا کہ یہ بے عقل درحقیقت اس کو زبان سے کہتے ہیں پس جب یہ حالت
ہے تو ان کو معرفت الٰہی سے لگاؤ بھی نہیں پھر ایمان اُن سے کوسوں دور ہے لہذا فرمایا۔ يُضَاهِـُٔوْنَ اے یضاہی قولہم ہذا۔ قَوْلَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ مشابہ ہوتے ہیں یعنی مشابہ ہے یہ قول اُن کا قول ان لوگوں سے جو کافر ہوئے مِنْ قَبْلُ اُن کے پہلے اور مراد

اس سے اُن کے اگلے لوگ ہین بر تقدیر یکہ یضاہئون کا فاعل یہود و فریق یہود و نصاری ہون یعنی یہود و نصاری اس قول مین اپنے اگلے
کافرون سے مشابہ ہین پس ثابت ہوا کہ اُن مین کفر کا وجود قدیم سے ہی اور اگر یضاہئون کا فاعل فقط ضمیر نصاری ہو تو اگلون سے مراد یہود ہین
یعنی یہود نے جو عزیر علیہ السلام کو فرزند خدا کہا تھا انھین کی مشابہت مین نصاری نے مسیح علیہ السلام کو بھی کہا۔ یا اگلے کافرون سے مشرکین
مراد ہین کہ وہ ملائکہ کو خدا کی بیٹیان کہتے تھے پس یہود و نصاری نے اُن کی مشابہت مین عزیر و مسیح کو بیٹا بنایا۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ
ان کافرون سے مقاتلہ کرے یعنی ہلاک کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس سے مقاتلہ فرمائے وہ خواہ مخواہ مارا جاویگا اور مقصود اس سے ان مشرکون پر
بد دعا ہی جیسا کہ عرب کا دستور ہی کہ ایسے موقع پر اسی لفظ سے بد دعا و تشنیع کرتے ہین یا مقصود اس سے تعجب لانا اُن کے اس شنیع قول
سے۔ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ کیف یصرفون عن الحق۔ دیکھو تو حق سے کیسے پھرے ہوئے باطل و بہتان کی طرف سر جھکائے گھسے جاتے
ہین اور باوجودیکہ نہ عقل السی بیہودہ بات کو تسلیم کرتی اور نہ شرع اسکو حلال رکھتی ہو نہ کسی طرح اجازت دیتی ہو بلکہ صریح رد کرتی ہو مگر نفس
کی خوشی اور کفر کی چاہ مین افترا کیے جاتے اور جو کچھ اُن کے اگلے پڑھے لکھے اور درویش لوگ کفر کی بات کہہ گئے اسی کو بدون دلیل شرعی
اور دلیل عقلی کے مانتے اور حکم خدا و رسول سے باہر ہو کر کفر مین منہمک ہوئے جاتے ہین لہذا فرمایا۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا
ٹھہرائے ہین اپنے عالم اور درویش خدا اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح بیٹا مریم کا اور حکم یہی ہوا تھا
اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ يُرِيْدُوْنَ
کہ بندگی کرین ایک صاحب کی کسی کی بندگی نہین اسکے سوائے وہ پاک ہے اُن کے شریک بنانے سے چاہتے ہین
اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ
کہ بجھا دین روشنی اللہ کی اپنے منہ سے اور اللہ نرہیگا بن پوری کیے اپنی روشنی اور پڑے بُرا مانین
الْكٰفِرُوْنَ ○ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ
منکر اسی نے بھیجا اپنا رسول ہدایت لیکر اور دین سچا تا اُسکو اوپر کرے
كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○
ہر دین سے اور پڑے بُرا مانین مشرک

النصف

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ احبار جمع حبر بفتح اول و بقول فراء ح فتح و کسرہ دونون طرح ہی اس شخص کو کہتے ہین جو خوش
تقریر و شائستہ گفتگو کرتا ہو لیث نے کہا کہ حبر بمعنی عالم ہی جو اہل کتاب مین سے ہو خواہ ذمی ہو یا مسلمان ہو گیا ہو اور یہ عام ہی اور مفسر
وغیرہ نے علمائ یہود سے تفسیر کی۔ رہبان جمع راہب یا خوذ از رہبہ اور بعض نے کہا کہ نصاری مین سے زاہدون کو کہتے ہین اور بعض نے کہا کہ
علمائ نصاری بمقابلہ احبار علمائ یہود کے اور بعض نے کہا کہ صومعہ کے رہنے والے اور ظاہر یہ ہی کہ نصاری مین سے ایسے علما جو صومعہ مین
بیٹھ رہے ہین زیادہ مستند سمجھے جاتے تھے اور وہی درویش ہوتے تھے اور معنی یہ کہ یہود نے اپنے احبار کو اور نصاری نے اپنے رہبان کو اَرْبَابًا
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ تعالیٰ کے ارباب بنالیا۔ ارباب جمع رب جسکی پرستش کیجاوے یعنی اُسکے حق مین کوئی ایسا عمل اختیار کرے جو
حضرت باری تعالیٰ کی جناب مین لائق ہی مثلاً چیزون کے حلال و حرام کرنے کو کسی کی طرف سے مان لیا۔ عدی بن حاتم طائی سے روایت ہی کہ

جب عدی کو آنحضرت صلعم کی دعوت پہونچی تو شام کو بھاگ گیا اور زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا پھر گروہ بنی عنبر کے ساتھ عدی کی بہن بھی
قید ہو کر آئی پس آنحضرت صلعم نے بلحاظ حاتم طائی اسکے باپ کے جو سخاوت و کرم میں مشہور تھا اس لڑکی کو واسکی سفارش سے تمام قوم کو چھوڑ دیا وہ
چھوٹ کر اپنے بھائی کے پاس گئی اور اسکو اسلام کی خوبیان و عدل و خلق کریم سے آگاہ کر کے رغبت دلائی پس عدی بن حاتم روانہ ہو کر مدینہ
آیا اور لوگون مین اُسکے آنے کا چرچا ہوا اور عدی کی گردن مین چاندی کی صلیب پڑی تھی پس آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا اور آنحضرت صلعم
نے یہ آیت پڑھی ۔ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ ۔ عدی رضؓ نے روایت کی کہ مین نے عرض کیا کہ ان لوگون نے رب نہین بنایا اور احبار
و رہبان کی عبادت نہین کی تو فرمایا کہ لرے ضرور رب بنایا اس طرح کہ احبار نے یا رہبان نے جو کچھ حرام کیا اسکو حرام مان لیا اور جو حلال کر دیا
اسکو حلال مان لیا پس یہی ان لوگون کی انکے واسطے عبادت تھی ۔ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے عدی بھلا تجھے اسمین کون ضرر نظر آتا ہے
کہ تو کہے کہ اللہ اکبر بھلا تجھے اللہ تعالی سے کوئی اور چیز اکبر معلوم ہوتی ہو اور تجھے کیا ضرر نظر آتا ہو کہ تو کہے کہ لا الہ الا اللہ بھلا تو سوائے اللہ تعالی
کے کوئی اور بھی معبود جانتا ہو پھر اسکو اسلام کی دعوت کی پس عدی نے صدق دل سے کلمہ توحید پڑھا ۔ عدی رضؓ کہتے ہین کہ مین نے رسول اللہ صلعم
کو دیکھا کہ آپ کا چہرہ مبارک لہلہانے لگا پھر فرمایا کہ اے عدی جن پر اللہ تعالی کی طرف سے غضب ہوا ہو وہ یہود ہین اور قولہ غیر المغضوب
علیہم مین وہی مراد ہین اور فرمایا کہ الضالین نصاری ہین رواہ احمد والترمذی وغیرہ اور ایک روایت مین ہو کہ عدی رضؓ نے کہا کہ حضرت صلعم نے
فرمایا کہ سنو صحیح ہے کہ وے لوگ اُن کو سجدہ وغیرہ سے عبادت نہین کرتے تھے و لیکن یہ بات تھی کہ جب احبار و رہبان کسی چیز کو حلال کرتے تو اسکو
حلال جان لیتے اور جسکو حرام کرتے اُسکو حرام جان لیتے تھے رواہ احمد وابن جریر وابن مردویہ وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن المنذر وابن حمید والترمذی
والبیہقی ۔ حاصل آنکہ رب بنا لینا یون تھا کہ وے لوگ اپنے احبار و رہبان کی اطاعت اس درجہ کرتے تھے کہ جیسے رب معبود کی اطاعت ہو حالانکہ
جس قدر حکم الہی کے موافق اُن کی تکریم لازم تھی اسی قدر رکھتے نہ آنکہ اس درجہ تک پہونچایا جو حضرت حق تعالی کی شان ہو ربیع بن انس نے کہا کہ
مین نے ابو العالیہ رحہ سے پوچھا کہ رب بنا لینا کیونکر تھا تو شیخ نے فرمایا کہ بنو اسرائیل کی یہ حالت پہونچی تھی کہ بسا اوقات وہ لوگ کتاب الہی مین
ایسی بات پاتے جس سے اُن کے احبار و رہبان کا قول برخلاف ہوتا تو کتاب الہی کا حکم قبول نہین کرتے بلکہ اپنے احبار و رہبان کا قول قبول
کر لیتے تھے ۔ امام رازی نے تفسیر کبیر مین لکھا کہ ہمارے شیخ استاد ذکر فرماتے تھے کہ مین نے فقہاء کے مقلد بہت لوگ ایسے دیکھے کہ بعض مسائل مین مین نے
اُن کو بہت سی آیات سنائین حالانکہ اُن کا مذہب ان آیات کے برخلاف تھا پس اُنھون نے ان آیات کو قبول نہ کیا بلکہ اپنے فقہاء مجتہدین
ہی کا قول مانا ۔ اور میری طرف تعجب کی نگاہ سے دیکھنے لگے یعنی ان آیات کے ظاہر کا برتاو کیونکر ممکن ہو جبکہ اگلے فقہاء سے اسکے برخلاف
ثابت ہو اور اگر تو خوب تامل سے دیکھے تو تجھے نظر آنے لگے گا کہ بہت سے دنیاداروں مین یہ بیماری پھیلی ہوئی ہو ۔ ہذہ ترجمۃ کلامہ اور مترجم کہتا
ہے کہ شیخ کی غرض اس کلام سے یہ ہو کہ یہود و نصاری مین جو بلا پھیل کر اس حد تک پہونچی کہ اللہ عز و جل نے اُن کو اتخاذ ارباب کا مشرک فرمایا
اسکی ابتدا ایسی ہی تھی جیسے اس اُمت کے سفہاء مین ہو اگرچہ وہ علماء کی صورت مین ہون اور حاصل کلام صادق مصدوق حضرت رسول اللہ صلعم کا
کہ یہ اُمت بھی قدم بقدم یہود و نصاری کا اتباع کریگی ضرور واقع ہو گا حتی کہ جو کوئی ان کو اس فساد سے روکے گا اُس کے دشمن ہو جاوینگے
اور آگ کے پتنگون کی طرح اپنے نفس کی پیروی مین اسپر غالب آکر ضرور اس فساد کی آگ مین گرینگے اور در واقع یہ بات کبھی زیبا نہین ہو
کہ آیات الہی جل سلطانہ واحادیث رسالت پناہی صلعم سے کسی بندہ کا قول معارض کیا جائے بلکہ آیت و حدیث کو سنکر دل مین جگہ دے
اور اُسکے لیے نرم ہو جائے اور پڑھے آمنا باللہ وما انزل الینا جیسا کہ اللہ تعالی شانہ نے اہل ایمان کا شیوہ بیان کیا ہے ۔ والسلام

امام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر مین ایک وہ معنی بیان کئے ہین اور چند تین وجہین ذکر کی ہین چنانچہ اُس کا ترجمہ یہ ہو کہ احبار و رہبان کو رب بنانے
کی یہ بھی صورت ہو کہ جیسے اس اُمت مین جاہل صوفی اور حشویہ لوگ جب اپنے پیر کی تعظیم مین مبالغہ کرتے ہین تو یہانتک نوبت پہونچ جاتی
ہے کہ ان کی طبیعت اس جانب مائل ہوتی ہو کہ شیخ مین الوہیت کا حلول ہو یا یہان مرتبہ اتحاد ہو اور اُن کا پیر اگر طالب دنیا ہو اور دین سے
دور اُن منھ موڑے ہو تو بسا اوقات اپنے مریدون کو حکم دیتا ہو کہ مجھے سجدہ کرو یا میرا طواف کرو اور اُن سے کہتا ہو کہ تم میرے بندے ہو
اور حلول و اتحاد کی بہت سی باتین اُن کو سمجھاتا ہو اور اکثر اوقات جب بعضے احمق مریدون کو خلوت مین پاتا ہو تو واہی قصہ کہانی کہکر
اُن کے سامنے الوہیت کا دعوی کرتا ہو پس جب اس اُمت مین یہ باتین مشاہدہ ہین تو اگلی اُمتون مین جو بحکم قولہ یا موسی اجعل لنا الٰہا
کما لھم آلھۃ حلول کیلیے مستعد اور بچھڑا پوجنے پر اُدھار کھائے بیٹھے تھے کیونکر یہ باتین بعید ہو سکتی ہین قال المترجم اس اُمت مین تو
بہت مبالغہ موجود ہو چنانچہ شیعہ ان کے بہکانے سے نعت کا بہانہ کرکے شاعر کہتا ہو ؎ بشکل انسان مین خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا۔ بعضے ایسے
ہین کہ حضرت صلعم کو بشر نہین کہتے اور اسکو عار جانتے ہین انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ اُمور قول اہل کتاب سے بھی بڑھتے ہوئے ہین اللھم اھدنا الصراط
المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین آمین۔ پھر امام رازیؒ نے لکھا کہ حاصل کلام یہ ہو کہ رب بنا لینے مین یہ صورتین ہین
ایک یہ کہ خلاف حکم الٰہی کے جو کچھ اُن کے پیر و عالم حکم لگاتے اسکو ماننے پر مستعد ہو جاتے تھے اور دوم یہ کہ اُنھون نے انواع کفر کو قبول
کیا گویا اُنھون نے ارباب بنا لیے سوم یہ کہ احبار و رہبان کے حق مین حلول ربوبیت کا اعتقاد کیا اور اتحاد و وحدت وجود سمجھے اور یہ تو
اس اُمت مین بھی مشاہدہ ہو مترجم کہتا ہو اعتماد ان وجوہ مین سے قول اول پر ہے کیونکہ مرفوع حدیث مین آچکا پس باقی وجوہ داخل عموم
آیت ہین یا بدلیل آیت کریمہ وہ بھی اتخاذ ارباب کو مستلزم ہونے کی وجہ سے انواع کفر مین داخل ہین پس تشنیع یہ ہو کہ یہود و نصاری نے
احبار و رہبان کو ارباب بنا لیا۔ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ۔ اور رب بنایا نصاری نے مسیح کو جو مریم کا بیٹا ہو اور اسمین اشارہ ہو کہ یہود نے
عزیر کو رب معبود نہین بنایا تھا بخلاف نصاری کے کہ اُنھون نے حلول و اتحاد و انفصال کا کوئی دقیقہ جو عقل سے ہزارون کوس دور ہو نہین
چھوڑا۔ حاصل آنکہ یہود و نصاری نے عالمون و پیرون فقیرون کو رب بنایا اور نصاری نے مسیح ابن مریم کو بھی رب بنایا۔ وَمَا أُمِرُوا
إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا اور حال یہ ہو کہ کتاب الٰہی و رسول کی زبانی یہ لوگ فقط یہی حکم کئے گئے تھے کہ الٰہ واحد کی عبادت
کرین اور وہ اللہ تعالی ہے اسی کے حرام کرنے سے چیز حرام ہوتی اور اسی نے جس چیز کو حلال فرمایا وہ حلال ہو اور کسی کو یہ اختیار نہین ہے
احتمال ہو کہ اُمروا کا فاعل خود یہی احبار و رہبان و مسیح ہون یعنی ان لوگون نے تو احبار و مسیح وغیرہ کو رب بنایا حالانکہ وہ نیک بندے
ان لوگون کو یہی حکم دیتے تھے کہ اللہ واحد کی پرستش کرو۔ کما قال تعالی وقال المسیح یا بنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم الآیۃ۔ پھر کیونکر سزاوار
ہوتے کہ اُنھین کو ارباب بنا دین اگر کہا جاوے کہ جب سوائے اللہ تعالی کی طاعت کے اور کسی کی طاعت اختیار کرنا شرک ہو تو رسول علیہ السلام
وغیرہ کی طاعت کیونکر ہو سکتی ہو تو جواب یہ ہو کہ رسول وغیرہ کی طاعت اگر مستقل ہو یعنی اُن کے نفس ذات کے لحاظ سے قطع نظر
رسالت وغیرہ کے اُنکی طاعت اپنے اوپر فرض کرے تو مشرک ہو اور اگر اس نظر سے اُنکی طاعت کرے کہ اللہ تعالی نے ان کی طاعت کا
حکم دیا پس وہ عین طاعت الٰہی ہو تو کچھ تردد نہین ہو بالجملہ یہی حکم ہو کہ طاعت اپنے معبود حق سبحانہ کی بجا لا دین۔ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ
یہ جملہ الٰہا کی دوسری صفت ہو یعنی ایسے الٰہ کی جو واحد ہو اور جس کی دوسری یہ صفت ہو کہ کوئی معبود نہین مگر وہی۔ یا یہ جملہ مستانفہ ہے
جس سے توحید کی تقریر ہوتی ہے۔ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ لے تنزیہا لہ عن الاشراک مطلقاً فی طاعۃ او عبادۃ او غیرہما۔

تنزیہ دہا کی ہواس کے لئے اشراک سے خواہ طاعت مین ہو یا کسی اور چیز مین ہو یعنی اسکی درگاہ مین شرک کو بالکل دخل نہین ہی - یہ سب تو اُن کی گمراہی کا بیان تھا جسمین توفیق سے دور ہو کر راہ جہالت وضلالت مین پڑے تھے اب دوسری قسم سے اُن کی ضلالت کا بیان شروع کیا - بقولہ - يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ یعنی پھولا کھٹکا جو نیکبخت ہی روشنی کا متمنی ہوتا ہوا اور اسکو پاکر راہ پر آجاتا ہی برخلاف ان بدبختون کے کہ یہ چاہتے ہین کہ بجھا دین نور الٰہی کو اپنے منھون سے یعنی چاہتے ہین کہ اپنے منھون سے شرک کی باتین بنا کر یا رسول اللہ صلعم یا قرآن کو جھٹلا کر نور الٰہی کو یعنی روشن دلائل کو جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور فرزند وغیرہ ہر نقص سے پاک ہونے پر دلالت کرتی ہین مٹا دین - وَيَأْبَى اللَّهُ اور انکار کرتا ہی اللہ تعالیٰ یعنی اسکی رضا نہین ہی - إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ مگر یہی کہ اپنے نور کو پورا کرے باین طور کہ کلمۂ توحید کو بلند اور اسلام کو عزت دے - حاصل آنکہ یہ مشرک گمراہ چاہتے ہین کہ شرک کی باتون سے یا رسول و قرآن کو جھٹلا کر توحید کو نہ پھیلنے دین ولیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی ہی کہ توحید کی روشنی پھیلادے پس ضرور یہی واقع ہوگا اگرچہ تمام مخلوق توحید سے سرفراز نہو کیونکہ مشیت الٰہی مین جاری نہین ہوا جیسا کہ اور بہت سی آیات قرآنی اسپر صریح دلالت کرتی ہین پس جن بندون کے ساتھ مشیت متعلق ہے وہی موحد ہو جاوین گے اور جن سے متعلق نہین وہ کافر ومشرک ہی رہین گے - بعض مفسرین نے کہا کہ یہ مشرکین جو توحید کو مٹانا چاہتے تھے آیت کریمہ مین اُن کے حال کی تمثیل ہی یعنی یہ لوگ جو محض زبان بک بک اور بہتان باندھنے سے نور توحید کو مٹانا چاہتے ہین تو اُن کی مثال اس فعل مین ایسی ہی جیسے کوئی شخص چاہتا ہو کہ پھونک مار کر سورج یا چاند کے نور کو بجھادے حالانکہ درحقیقت اسکی کوئی راہ نہین بلکہ وہ نور تو ضرور چمکنے والا ہی ایسی ہی آنحضرت صلعم جس نور کے ساتھ بھیجے گئے وہ ایسے مشرکون کی باتون سے نہین مٹ سکتا بلکہ ضرور پھیلنے والا ہی - وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ - اگرچہ کافر بڑے بُرا مانا کرین اللہ تعالیٰ ضرور اُس کو پورا فرمادیگا - بالجملہ کوئی تفسیر لیجائے بہر تقدیر اس آیت کریمہ مین بڑا معجزہ ہے جو قیامت تک ہر ایسے شخص پر حجت واضح ہی جو اسلام کا منکر ہی - دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سچی رسالت اور وحی سے آگاہ کر دیا کہ دین اسلام ضرور پھیل جائیگا - حالانکہ اسوقت تمام عرب ہی اسلام لانے کو پڑا تھا علاوہ برین شام وروم وفارس ومصر وغیرہ مین بڑی زبردست سلطنتین قوم نصاریٰ کی تھین کہ تمام عرب متفق ہو کر ظاہر مین کسی طرح سامان ولشکر وہتھیار وزر وجواہر وتعداد مین انکا مقابلہ نہین کر سکتا تھا پھر بڑا ہٹ دھرم وہ شخص ہی کہ اس کلام معجز نظام پر غور نہین کرتا کہ بدون وحی الٰہی کے کیونکر ایک سچا آدمی جس کے دشمن بھی اسکے بچپن سے اُسکے نہایت سچے امانت دار ہونیکے مقر تھے ایسی بات کہتا جس پر چشم ظاہر بین کسی طرح از راہ تجربہ وعادت ونظر تدبیر کے واقع ہونے کا کبھی حکم نہین لگا سکتے تھے اور اس سچے آدمی کو اپنے جھوٹے بنائے جانے کا خوف نہوتا ولیکن چونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم بوحی الٰہی آگاہ کرتے تھے پس قطعی یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قدرت کاملہ بشر کی نظر سے بہت بالاتر ہی جو وہ چاہے خواہ مخواہ واقع ہوگا اس کو کوئی روک نہین سکتا کیونکہ وہ پاک پروردگار تمام جہان کا خالق ہی عیسیٰ ہون یا کوئی ہو سب اُسکے عاجز بندے مخلوق ہین وہ ہر بات پر قادر ہی - هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ وہی آسمانون وزمین کا اس تمام صنعت وخوبی کیساتھ پیدا کرنیوالا ہی جسکی عظمت وجلال کا بیان نہین ہو سکتا اسی نے بھیجا اپنے رسول کو یعنی محمد مصطفیٰ رسولون کے سردار رسول کو ہدیٰ ودین حق کیساتھ یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل کی معرفت کے اچھے صحیح وٹھیک اعتقادات توحید کے ساتھ جو علم وہدیٰ ہین اور پاکیزہ اخلاق واعمال کے ساتھ جو دین حق ہین اور دنیا ودین مین جو علم وعمل بندے کے نفع کا ہی کوئی اسمین چھوٹ نہین رہا پھر مصرح کر دیا کہ حضرت محمد صلعم کا بھیجنا اسی غایت تک نہین تھا کہ کافر چاہے ایمان لاوین یا نہ لاوین اور کوئی اس دین پر ہو یا نہ ہو جیسے بعض دیگر انبیاء کے ساتھ

واقع ہوا بلکہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ اسواسطے کہ تمام دینوں پر غلبہ دے ف شرک نصرانیت وبت پرستی وآتش پرستی وغیرہ جو
ظلم ودروغ کے ساتھ پھیل رہے ہیں سب پر غالب کرے۔ الحمد للہ تعالیٰ کہ ایسا ہی واقع ہوا اور جو وحی الٰہی سے اُسکے رسول نے خبر دی تھی
ایسی حالت میں کہ کافر ومنافق ہنستے تھے اور سچ نہیں مانتے تھے وہ ٹھیک ٹھیک پوری اُتری۔ پس اسلام سے ورسالت رسول اللہ صلعم و
توحید سے انکار کرنیوالے عجب ہٹ دھرمی کرتے ہیں کہ ایسے ایسے کھلے معجزے دیکھکر پھر بھی اسلام سے منکر ہیں قطع نظر اسکے جو اعتقادات
توحید اور جو اخلاق جمیلہ اس دین میں تعلیم ہوئے ہیں وہ خود اس امر کیلئے کافی تھے کہ ایک بے پڑھے لکھے کی طرف سے ان کمالات کی تعلیم اگر
معجزہ ووحی نہیں تو اور کیا ہے اور اس سے قطع نظر اگر تم اپنے خالق کو پہچانتے ہو تو تم کو اُس کی معرفت واخلاق آدمیت کے سوائے جس سے دین
ودنیا کا نفع دونوں ملتا ہے اور کیا چاہیئے اور سوائے اس کے دوسری بات اس پاک دین توحید میں نہیں ہے۔ افسوس اگر قرآن مجید پر
سچی آنکھ سے نظر کریں اور غور سے دیکھیں تو اُن کو بہت سے معجزہ ملیں جو صریح اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ کلام پاک وحی الٰہی ہے اور
صحیحین کی حدیث میں ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کی مشرق ومغرب کو تہ کیا یعنی مجھے ایک حد پر مطلع کر دیا اور عنقریب میری اُمت
کا ملک وہاں تک پہونچے گا جسقدر میرے لئے تہ کی گئی ہے۔ امام احمدؒ نے قبیصہ بن مسعودؓ سے مرفوع روایت کی کہ عنقریب تمہارے واسطے زمین کے
مشارق ومغارب مفتوح کر دیئے جاوینگے ولیکن ان ملکوں پر جو حاکم ہونگے وہ دوزخ میں جاوینگے سوائے ایسے حاکموں کے جو
اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور تقویٰ پر ثابت قدم رہے۔ اور امام احمدؒ نے حدیث عدی بن حاتم سے روایت کیا جسمیں ہے کہ پھر آنحضرت صلعم نے
مجھ سے فرمایا کہ تو خبردار رہ مجھے معلوم ہے کہ جو خیال تجھکو مسلمان ہونے سے روکتا ہے تو اس خیال میں پڑا ہے کہ اس شخص پر ایمان لانیوالے
وپیروی کرنیوالے لوگوں میں سے ضعیف کمزور بیچارے غریب ہیں اور عرب کے زبردست لوگوں نے مانا نہیں بلکہ پھینک دیا اور نہیں قبول کیا
سو بھلا تو نے حیرہ (نام شہر) دیکھا ہے میں نے عرض کی کہ میں نے دیکھا نہیں مگر سنا ہے تو فرمایا کہ قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان
ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس امر کو یعنی اسلام وتوحید کو پورا کریگا یہانتک کہ عورت بدون کسی کے ساتھ ہونے کے حیرہ سے آکر خانۂ کعبہ کا
طواف کر جاویگی اور واللہ تم لوگ کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کرکے قبضہ میں لاؤگے۔ میں نے کہا کہ کسریٰ بن ہرمز بادشاہ فارس
کے خزانے یعنی جس سے آج کوئی بادشاہ مقابلہ نہیں کرسکتا۔ فرمایا کہ ہاں کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کروگے واللہ یہ ہوگا کہ مال خیرات
کیا جاویگا اور کوئی اسکو قبول نہیں کریگا یعنی تونگری کے سبب سے خیرات جو فقیر لے سکتا ہے کوئی نہیں لے سکیگا۔ عدی بن حاتم نے یہ حدیث
بیان کرنے کے وقت کہا کہ آنحضرت صلعم کا فرمانا آنکھوں دیکھو کہ حیرہ سے مکہ تک بے کھٹکے عورت جاتی اور طواف وحج کرکے چلی آتی ہے حالانکہ
کوئی بھی اُسکے ساتھ نہیں ہوتا اور کسریٰ بن ہرمز کے خزائن فتح ہونے کے وقت واللہ میں شریک تھا اور واللہ باللہ کہ تیسری بات بھی
ضرور واقع ہوگی (امام مہدی آخر الزمان کے عہد میں ۱۲) کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو فرمایا ہے۔ رواہ احمد۔ اور اس قسم کی احادیث بہت کثرت سے ہیں جن کا یہاں لانا موجب
طوالت ہے پھر بہت تعجب وبڑا افسوس ہے کہ کوئی فرقہ راہ توحید واسلام ورسالت حضرت خیر الانام سے منکر ہو ولیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت
دیتا ہے وہی اپنی مخلوق کا دانا تر ہے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ اگرچہ مشرکین بُرا مانا کریں ف یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل دین کو غالب
کریگا اگر کہا جاوے کہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰؑ کی اتباع کرنیوالوں کے حق میں قیامت تک غلبہ کا حکم آیا ہے۔ کما فی قولہ تعالیٰ اذ قال اللہ یا
عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ الآیۃ۔ پھر مسلمان کیونکر نصاریٰ پر غالب ہوئے تو
جواب یہ ہے کہ آیت میں حضرت عیسیٰؑ سے کفر وانکار کرنے والوں پر غلبہ کی خبر ہے جیسے یہود کہ حضرت عیسیٰؑ کے منکر ہیں پس نصاریٰ قیامت تک

اُن پر غالب ہین گے اور مسلمان کبھی حضرت عیسیٰ کے منکر نہین ہین بلکہ اُن کو اللہ تعالیٰ عزوجل کا بندہ رسول جانتے ہین اور یہ آیت کریمہ بھی صریح
معجزہ ہی کہ قیامت تک کی خبر برابر صادق رہی پھر افسوس ہی کہ ہٹ دھرم انکار کرتے ہین۔ اب رہے مسلمان و نصاریٰ تو اُن مین سے جو
متبع حضرت عیسیٰ ہوگا وہ بطریق اشارت کے غالب معلوم ہوتا ہی اور تحقیق تفصیلی اس آیت کی تفسیر مین گذر چکی اور خلاصہ یہ ہی کہ اتباع
دو طرح کی ہی ایک بحقیقت دوسری برائے نام پس اتباع بحقیقت یہ کہ حضرت عیسیٰ کو بندہ و رسول جانکر جو کچھ اُنھون نے اللہ تعالیٰ کی توحید و معرفت
سکھلائی ہی اسپر یقین و ایمان سے رکھے اور اتباع برائے نام یہ کہ اُن کی پیروی کا دعوی کرے اور نام لیوا کہلائے اگرچہ درحقیقت اُن سے
کوسون دور بلکہ بالکل دروغ و زور ہو جیسے متاخرین نصاریٰ ہین پس حقیقی اتباع کرنیوالے تو ضرور بدلیل اشارت کے غالب ہین اور جو شخص
سچا مسلمان ہی اور دل سے اسلام کا یقین رکھتا ہی وہ درحقیقت عیسیٰ کا متبع ہی بلکہ اُمت محمدی صلعم مین سے سچے مسلمان گستاخی نہو تو
حضرت عیسیٰ کے واسطے متبع ہونے مین فخر ہین اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم تمام نصاریٰ پر غالب ہوئے اور برابر نصرانیون سے کہتے تھے کہ حضرت
عیسیٰ کے تم کون ہو ہم ہی اُن کی اتباع کے واسطے اولی ہین۔ اور رہے وہ لوگ جو نام کے مسلمان ہین راہ توحید سے غافل ہین دل مین یقین
نہین ہی کہین سیتلا پوجتے دوڑتے اور کہین شیخ سدو کے نام پر بکرے مارے اور کہین قبرون پر ناک رگڑی گرد پھرے۔ جب اعتقادی امور مین
یہ حال ہی تو نور ایمان کہان سے آیا پھر اُن کے اعمال پوچھنا کیا۔ کوئی بدفعلی اُن سے نہین چھوٹی اور کوئی بدخلقی نہین بچی رہی۔ زناکاری شرابخواری
جھوٹ فریب مکاری فتنہ پردازی مرغ بازی بٹیر بازی غرض کوئی کہان تک بیان کریگا یہ اُن کے اعتقاد اور یہ اُن کے اعمال ہین اور اُنکے
عالم لوگ تو اپنا معتقد بنانے پر مرتے ہین اور پیر لوگ اپنے مریدون کو مسئلہ وحدت وجود سکھلانے پر فخر کرتے ہین جب یہ نوبت پہونچی
تو اللہ تعالیٰ اُن کے ایمان کا داتا رہی پھر اُن مین حاکم کی حرکتین ظاہر اور قاضی کی رشوت خواری ظاہر اور ثقہ گواہ کہان جسپر فیصلہ
ہو پھر حکومت سوائے ظلم و فساد کے اور کیا ہوگی لہذا ایسی صورت مین سب نام لیوا منتج معلوم ہوتے ہین تو اللہ تعالیٰ جسکو چاہے حاکم فرمائے اور وہی
ہر چیز پر قادر ہی اللّٰہم اعز الاسلام و اہلہ و وفقنا و انت ارحم الراحمین۔ اے لوگو راہ توحید و اسلام کو مضبوط پکڑو تاکہ دین و دنیا مین اللہ تعالیٰ
کی نصرت سے سرفراز ہو اور علماء پہلے صلاحیت اختیار کرین اور اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماوے۔ اس بیان سے ظاہر ہوا کہ یہود و نصاریٰ
و مجوس جو اسلام مین اس نظر سے عیب لگاتے ہین کہ جتنے بُرے کام ہین وہ دنیا کے لوگون مین سے اہل اسلام مین زیادہ ہین لہذا یہ مذہب
قابل قدر نہین ہی تو جواب اسکا یہ ہی کہ اس طرح کسی مذہب کی خوبی نہین دکھلائی دیتی ہی بلکہ اس مذہب کے اعتقاد و اعمال کو دیکھو تو معلوم ہو
اور اُن لوگون کو مت دیکھو جو برائے نام اس مذہب کے مدعی ہین کیونکہ یہ لوگ تو برائے نام اس مذہب کے ہین نام لیوا ہوکر گویا بدنام کرتے ہین
مترجم کہتا ہی کہ بنظر انصاف دیکھو تو یہ بات بھی حقیقت اسلام و صدق رسالت کی دلیل ہی اور غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی
اس امر کی بھی خبر فرمائی تھی کہ جیسے اگلی اُمتون نے دین بگاڑا ویسی یہ اُمت بھی اُن سے ایک عدد زائد تہتر فرقہ ہو جاوے گی۔ اور امام مسلم
نے اپنی صحیح مین ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ رات دن ختم نہوینگے یہانتک
کہ لات و عزی پوجے جاوینگے تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو له هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق
لیظهره علی الدین کله۔ الآیۃ تو مجھے یقین تھا کہ یہ تمام و کمال ہوگا آپ نے فرمایا کہ ہان جسقدر اللہ عزوجل کی مشیت ہوگی وہان تک ہوگا۔ پھر
اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا چلا دیگا جس سے ہر وہ شخص مر جاویگا جس کے دل مین رائی کے دانہ برابر ایمان ہوگا اور باقی وہ لوگ
رہ جاوینگے جنمین کچھ بھلائی نہین ہی بس وے لوگ اپنے باپ دادونکے دین کی طرف پھر جاوینگے۔ رواہ مسلم۔ اگر کہا جاوے کہ قوله علی الدین کله

مفرد کیونکر ہو تو جواب آنکہ کفر کے دین سب شیطانی راہ وکج ہونے مین یکسان ہین کما قیل الکفر ملۃ واحدۃ۔ اگر کہا جاوے کہ دین موکد بلفظ کل ہو اور دین اسلام بھی ایک دین ہو وہ بھی داخل ہو جائیگا تو جواب یہ کہ الدین مین الف لام عہد کا ہو اور مراد کل ادیان باطلہ ہین پس دین اسلام اسمین داخل نہین ہو۔ واضح ہو کہ راہ مستقیم مانند خط مستقیم کے ایک ہی ہو سکتی ہو اور ماسوائے اسکے جانب افراط یا تفریط مین جملہ راہین کج ہو نگی لہذا اہل سلام اُمت قسط وعدل ہین اُن پر لازم ہو کہ اپنے دین مین جو اُمور قرآن وحدیث سے ثابت ہین بس ٹھیک ٹھیک انھین پر اُنکی حد تک مستقیم رہین کسی جانب کو ہوا وہوس سے تجاوز و میلان نہ کرین ورنہ اسلام سے خارج ہو جاوینگے اگرچہ اپنے زعم مین توحید کے مدعی بنے رہین اور اپنے آپ کو محب رسول اللہ صلعم تصور کرین کیونکہ دعوی دروغ ہو والسلام ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارہم و رہبانہم اربابا من الخ مقتدی نے جس شخص کی اقتدا وتقلید کی اگر اسی پر نظر رکھی اور دیدار حق تعالیٰ سے نظر غافل کئے رہا تو اُس کو رب بنانیوالا و مشرک قرار دیا یعنی طاعت فقط حق تعالیٰ عزوجل کی ہو اگرچہ درمیان مین انبیا و اولیا وسیلہ ہوتے ہین پس ان وسائل کی طاعت کرنے مین یہ لحاظ نہ رکھے کہ یہ طاعت اُن کی طاعت ہو بلکہ یہ طاعت عین طاعت آلہی ہو جو بوسیلہ اُن کے معلوم ہوئی ہو کیونکہ توحید کے دین مین یہی ہو کہ قِدم کو جو فقط باری تعالیٰ جل جلالہ ہو حدث سے جو تمام ماسوائے حق تعالیٰ ہو مفرد کرے اور اس افراد مین وسائط و وسائل پر نظر رکھنا شرک ہو اور تصدیق اُسکی پوری آیت مین ہو یعنی قولہ وما اُمروا الا لیعبدوا الٰہا واحدا۔ وحدانیت کی غیرت نے درمیان مین شاہد و آیات وجملہ مخلوقات مین سے کسی کو باقی نہین رکھا چنانچہ فرمایا۔ قل اللہ ثم ذرہم یعنی دین توحید مین صرف اللہ ہی اللہ تعالیٰ ہے اور ماسوائے اسکے جو کچھ ہو وہ کچھ نہین ہو۔ اسیواسطے جب آنحضرت علیہ السلام نے غیرت قدم کو لحاظ کیا تو اپنی مدح مین اپنی حد سے تجاوز کرنا منع کیا یعنی حدوث کی تعریف اسی کی حد تک ہو اور شان قدم تک نہ پہونچنے پاوے چنانچہ فرمایا۔ لا تطرونی کما اطرت النصاری المسیح۔ یعنی میری تعریف مین تم ایسے نہ اطرا کرنا جیسے مسیح کی شان مین نصرانی اطرا ر چلے اور مشرک ہو کر ضال وگمراہ ہو گئے چنانچہ قولہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ کی تفسیر صحیح حدیث مین یہی آئی ہو کہ مغضوب علیہم یہودی ہین اور ضالین نصرانی ہین اور ان دونون کی راہون سے پناہ مانگنے کی سورۂ فاتحہ کی اس آیت مین تعلیم ہو۔ آنحضرت علیہ السلام کو ملت ابراہیم حنیف علیہ السلام کی متابعت کا حکم اسی معنی کر تھا کہ درگاہ قدم کو حدث کے لگاؤ سے پاک منزہ رکھنے مین ابراہیم بمرتبہ خلت فائز تھے یہ نہین دیکھتے کہ نمرود ملعون نے جب آگ مین ڈالنے کا قصد کیا اسوقت ملائکہ آسمان وزمین کو اضطراب وجنبش ہوئی کہ الٰہی یہ کیا شان ہو جہان مخلوق کو دم مارنے کی مجال نہین کہ کافر منکر ایک موحد خلیل کو آگ مین ڈالنے پر قابو دیا گیا اور اُن کو اجازت ملی کہ جا ابراہیم تم سے مدد چاہے وہ مدد دو لیکن حضرت خلیل علیہ السلام تمام یقین رکھتے تھے کہ تاثیر فقط قدرت آلہی کی ہو کسی اور کی حرکت سے کچھ نہین ہو سکتا لہذا کمال مطمئن تھے کہ جب درمیان مین غیر کا وجود محض ہیچ ہو اگرچہ جس حکمت کیواسطے حدث پیدا ہوئے ہین وہ حکمت اُن سے بتاثیر قدرت قدیمہ ظہور کرتی ہو پس اس معنی سے تو یہ باطل نہین اور باطل کہنا باین معنی ہو کہ اُنکی ہستی مستقل و مؤثر گمان کی جاوے لہذا قولہ ربنا ما خلقت ہذا باطلا عین صدق ہو اور قولہ الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل بھی درست ہے ہکذا سنح للمترجم واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر شیخ نے لکھا کہ آنحضرت علیہ السلام کو ملت حنیفیہ ملت ابراہیم کی اتباع کا حکم تھا پس آپ نے حالت صحو مین فنا رالکل فی الکل کی اور قدم کے حدوث سے پاک منزہ ہر طرح بے لگاؤ ہونے کی خبر فرمائی بقولہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ الحدیث یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک وقت ہو کہ اسوقت مجھ مین کسی رسول مکرم وفرشتہ مقرب کی گنجایش نہین یعنی اشارہ کر دیا کہ میرا سر باطنی اللہ تعالیٰ کی توحید وتفرید کیلئے فارغ ہو اسمین کسی حادث کا گذر نہین ہو۔ قال المترجم علما رح نے کہا کہ یہ حدیث نہین بلکہ کسی اُمتی بزرگ کا

قول معلوم ہوتا ہے دطریقہ سند سے بعض نے کہا کہ موضوع ہے اور بعض نے کہا کہ ضعیف ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ابویزیدؒ نے مقالۃ التوحید میں کہا کہ خبردار توحید میں کسی کا لحاظ نہ رکھنا یہ نہیں ہو سکتا کہ تو حبیب علیہ السلام یا کلیمؑ و خلیلؑ کو لحاظ کرے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں راہ پاوے۔ **قال المترجم** قول توحید بہت دقیق ہے اور اسکی صحت میں شک نہیں اور اسیواسطے شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہٗ نے تفسیر عزیزی میں بعض صوفیہ کے طریقہ تصور شیخ پر انکار کیا یعنی بعضے صوفی اپنے مریدوں کو تعلیم کرتے ہیں کہ مراقبہ میں اپنے پیر کی صورت کا تصور باندھو یہانتک کہ غیر مراقبہ میں بھی ہر وقت تمہارے سامنے وہی صورت نظر آئے تو شاہ صاحبؒ نے اسکو توحید کے خلاف بلکہ صاف شرک کہدیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ تصور کی تحقیق و اُس کے اسرار کی توضیح بہت طول چاہتی ہے اور اتنا یاد رکھو کہ تصور کے عجیب آثار و غریب اسرار ہیں اور توحید میں اگر جناب باری تعالیٰ کی نسبت کوئی تصور کسی قسم کا آئے یعنی کسی طرح کی کوئی صورت خیال میں سمائے تو اُس کو فوراً رد کر دے کہ میرا پروردگار تعالیٰ اُس سے پاک منزہ ہے اور یہ سب نفس و شیطان کے تخیلات ہیں و نعوذ باللہ منہا۔ **قال الشیخ** رح شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ جبرئیل علیہ السلام کے تقرب و خصائص کیا کیا ہیں اور کیسے بزرگ ہیں تو کہا کہ واللہ ایک مہینہ ہوا کہ مجھے یہ خیال بھی نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو پیدا بھی کیا ہے شیخ شبلیؒ نے اشارہ کیا کہ شہود الٰہی عزوجل کے سامنے شبلی خود نابود ہے تو غیر کا مشاہدہ کہاں ہو۔ بعض مشائخ نے کہا کہ یہود و خصوص نصاریٰ نے کچھ پر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ کے طلب میں اُڑنا چاہا ولیکن ایسی چیز سے سکون و آرام پاکر طلب و کوشش سے مطمئن ہو بیٹھے جو خود اُن کے مثل ہے یعنی وہ بھی اُن کے مانند ایک مخلوق بشر ہے کہ آدمی سے پیدا ہوا پس انھوں نے حق تعالیٰ کو اسی راہ سے ڈھونڈھا جو اُس کی راہ نہیں پس گمراہ ہوئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جس کی آنکھ میں نور توفیق کا سرمہ عنایت کیا اُسکے سامنے راہ کھلی ہوئی ہے اور جو اس سے اندھا ہے وہ راہ حق سے مردود ہے اور راہ شیطان و نفس پر بھٹکتا پھرتا ہے اور عجیب ہے کہ ان لوگوں کو خود معرفت نہیں مگر اہل معرفت و اسلام و توحید کو بے راہ بتلاتے ہیں۔ اور خود اپنے باپ دادوں کی راہ پر تقلید کئے جاتے اور مقام توحید سے کہیں پیچھے گرے پڑے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ قل یا اہل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق ولا تتبعوا اھواء قوم قد ضلوا من قبل الآیۃ۔ یعنی اے محمد صلعم تو اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے کہدے کہ اے لوگو تم اپنے دین میں حق کے برخلاف غلو مت کرو کہ عزیرؑ و عیسیٰؑ کو بیٹا بناؤ اور اپنے اگلوں کی تقلید مت کرو جنھوں نے اپنے جی کی چاہی بات کو شیطان کی سجاوٹ سے گڑھ کر مان لیا اور خود بھٹکے اور دوسروں کو گمراہ کر دیا۔ بالجملہ جن کے دلوں میں بچھڑا پوجنا رچ گیا۔ اور جنھوں نے مورتیں گڑھی ہوئی اپنے معبود بنائے اور جنھوں نے اپنے خیالی معبود کے بیٹوں سے دھیان لڑایا جن کا پوتا و پوتا دیکھنے میں نہ آیا بھلا وے کب عقل کی نورانی راہ پر آوینگے جہاں سوائے ذات پاک وحدہ لاشریک کے کسی حادث چیز کا گذر نہیں ہے اور یہ پیچ پیچ چھوڑ کر کہاں وہ بے لگاؤ قدیم پاک جامع صفات کمال معبود کو مانیں گے لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے تو ہو سکتا ہے پھر شیخ نے لکھا کہ اس امت میں جو مکار پیر ہیں کہ درحقیقت شیطان کے نائب ہیں اور صورت اپنی نیک لوگوں کی سی بناتے ہیں جو رسول اللہ صلعم کے نائب ہوتے ہیں پس صورت و لباس ظاہر میں تو عباد الرحمن بنتے ہیں اور سیرت بدباطنی میں شیطان ہیں بڑی بڑی داڑھیاں لٹکائے رنگے کپڑے و تہ بند و جبہ و دستار جمائے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ہم بزرگ خانوادے کے ہیں ہم فلانے بزرگ کی اولاد ہیں اللہ تعالیٰ انکے مکر سے بچائے۔ اور زمانہ میں اُن کی لمبی داڑھی کی ہنسائی پھیلا وے۔ یہ بدبخت سمجھتے ہیں کہ معرفت و توحید بھی کچھ نسب و خانوادہ سے ملتی ہے اور لوگوں کو مرید بناتے اور خود گمراہ ہیں اُن کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ توبہ توبہ بھلا جسکو اللہ تعالیٰ نے معرفت و توحید سے باتباع سنت سید المقربین صلی اللہ علیہ وسلم کے سرفراز فرما کر اسکا دل تمام اغیار سے پاک کر کے قبول نہیں کیا وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو جائے یہ ہرگز ممکن نہیں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس فساد کی اصل جڑ تو فرقہ شیعہ و رافضہ سے نکلی ہے

اللہ تعالیٰ اُن کے شر سے بچا وے ۔ جنیدؒ نے کہا کہ بندہ کے حق مین بھلائی کی علامت یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ اسکو علم نافع دے اور بحث وجدال ونام ومال وجاہ ومنال چاہنے والون کی صحبت سے بچا کر ایسی صاف باطن قوم کی صحبت عطا کرے جو دنیا سے درحقیقت بے رغبت اور خاموش وگمنامی پسند وراہ سنت پر مستقیم واپنے نفس کی ہوا وہوس سے دور بھاگنے والے وبندگان خدا پر شفقت کرنیوالے امانت دار دین کے خیر خواہ اور اسکی حفاظت مین ہمہ تن مصروف ہین مترجم کہتا ہی کہ احادیث سے یہ بات ثابت ہی کہ عالم ہو یا صوفی ہو جب اُس نے دنیا کا نام ومال چاہا تو اُس کی محنت کا ثمرہ اسکو یہان مل جائیگا پس متدین عالم کو چاہیئے کہ اپنی گمنامی پر اُسکے مقابلہ مین رنج وحسد نہ کرے اور نفس کے جھگڑے مین صبر وثبات کی توفیق چاہے اگرچہ دہی نام کے چاہنے والے بیدین گمراہ اسکی تحقیر وتوہین کرین اور آخر مین اللہ تعالیٰ چاہتا ہی تو وہ خود بخود نیکنام مشہور ہو جاتا ہی۔ جیسے یہود ونصاریٰ نے دین اسلام کی نسبت یہی چاہا لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا بلکہ اسکا بلند وظاہر کرنا چاہا اور وہی ہوا چنانچہ قولہ تعالیٰ یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواہہم الآیۃ ۔ سے ظاہر ہی۔ شیخ نے کہا کہ یہ ان مشرکون کی پوری جہالت تھی جس سے صاف ظاہر ہی کہ معرفت سے اُنکو کچھ نصیب نہ تھا یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ اپنے خیالات کی آگ روشن کرکے دے لیسے سورج وچاند کی روشنیان مٹادین جو توحید مین بے غبار وکامل ہی ہین کہ اُن پر کسی نجس مشرک ازلی کی نگاہ نہین ٹھہرتی ہی اور جن بندون مین یہ توحید ہی اُن کے روبرو شیطانی آگ بیچاری کی کیا قدر رہیگی کیونکہ وہان بحکم قولہ نور علی نور ۔ کے بسبب اسکے کہ صفات آلہی کے واسطے نہایت نہین ہی وہ آب وتاب روز افزون ہی کہ اُنکی آگ کا وجود نابود ہی۔ قولہ تعالیٰ ہو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ الخ اللہ تعالیٰ نے تمام حکمت بالغہ ودقائق امتحان کیلیئے یہ طریقہ مقرر فرمایا ہی کہ ایک رسول پاک کے واسطہ سے بندون کو اپنی راہ کا علم وعمل تعلیم فرماوے پس وہ اسواسطہ وایلچی سے اسطرح سیکھے کہ نظر اصلی عبادت اصل یعنی حق سبحانہ تعالیٰ ہو اور کمال قدر سے واسطہ کا شکریہ جان ومال سے ادا کرے کیونکہ اس نعمت کے فیض مین اللہ تعالیٰ نے اسکو واسطہ کر دیا پس وہی اُن کو اللہ تعالیٰ کی راہ عبودیت بتلاویگا یعنی پہلے اُن کو آگاہ کریگا کہ تمہارا خالق جل جلالہ وہ پاک پروردگار ہی جس کی ذات وصفات ہرگز تم بندون کی عقل وگمان مین نہین آسکتی ہی لیکن یہ سمجھو کہ وہ قدیم ہی جسکی نہ ابتدا ہی نہ انتہا ہی اسکا کوئی شریک نہین ہو سکتا جو چاہے وہ کرے اسی کی قدرت مین تمام مخلوقات آسمان وزمین وحیوان ونبات سب مسخر ہین جس دم جس پر جو تاثیر ہوتی ہی وہی اُسکا اثر ہوتا ہی وہ سب دیکھتا سنتا جانتا ہی یعنی کان آنکھ وغیرہ سے نہین بلکہ جس طرح اس کی شان کے لائق ہی وہ کسی چیز سے مشابہ نہین وہ سب سے پاک منزہ ہی جو بات عیب ونقصان ہوا کرتی ہی وہ کوئی بھی جناب آلہی مین گنجائش نہین رکھتی ہی ہان بیٹا بیٹی جورو وغیرہ کو کچھ گنجائش نہین وہ پاک ہی غرضکہ پہلے اس طریقہ سے حضرت معبود عز وجل کو پہچنوا دیگا جب جان چکے کہ ہمارا معبود ایسا ایسا عظمت وجلال والا پاک ہی جس نے ایسی ایسی مخلوقات پیدا کی جسمین عجیب عجیب حکمتین ہین جسکی ایک پتی بھی کوئی نہین پیدا کر سکتا ہی اور یہ سب ہمارے ہی واسطے ہی اُسنے اپنے فائدہ کیلیئے کچھ نہین پیدا کیا کیونکہ وہ پاک ہی وہان کسی احتیاج کو دخل نہین ہی پس ہم پر واجب ہی کہ اسکا شکریہ ادا کرین جو اُسنے ہم کو اس خوبی وعقل کیساتھ پیدا کیا مگر یہ معلوم کہ اُسکے شکریہ کیلیئے کوئی چیز کہان سے لادین بلکہ انھین ہاتھ پاؤن زبان ودل سے ادا کرینگے پھر بھلا شکریہ کیا ادا ہوگا لیکن اسکی رحمت ہی کہ اسکو قبول کیا پھر یہ بھی ہم سے نہین ممکن کہ ہر آتی جاتی سانس پر شکریہ ادا کرسکین اسپر اور زیادتی یہ کہ صحت وسلامتی وعافیت و رزق وغیرہ ہزارون نعمتین دین جن کا شمار نہین ہو سکتا تو کن کن نعمتون کا شکریہ کیسے ادا ہو آخر ضرور اقرار ہوا کہ آلہی ہم عاجز ہین ہم سے کہان شکریہ ادا ہو سکتا ہی اسپر مزید رحمت دیکھو کہ جنت ونعمت دینے کا وعدہ فرمایا آلہی تیری رحمت کا کون پار پاوے لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ تیرے ہی واسطے بندگی کرنا واجب ہی پس رسول پاک نے سکھلایا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی دل وجان سے خوش ہو کر اسطرح ادا کرو اور اسکا

یہ طریقہ ہو اور زنا وچوری و دغابازی وظلم وفساد وغیرہ ایسی ایسی بری باتون سے باز رہو اور عفت و امانت و دیانت و عدل و امن و خیر خواہی وغیرہ عمدہ اخلاق سے آراستہ ہو کر دنیا کی چند روزہ زندگی بسر کر لو کہ مرتے ہی اس قید خانہ سے چھوٹ کر راحت و آرام مین پہونچو اللھم توفنی مسلما مومنا وانت ارحم الراحمین۔ پس جسکو واسطہ مقرر کیا اسپر اللہ تعالی کا بڑا فضل ہی کہ اسکے واسطے سے ہم پر یہ فضل فرمایا اگرچہ واسطہ کو خود یہ اختیار نہین کہ یہ فضل جسکو چاہے اسکو عطا فرماوے بلکہ ہدایت و توفیق حضرت باری تعالی عز وجل کے اختیار مین ہی وہی قادر مختار ہی جو کرتا ہی عین حکمت ہی کسی بندہ کی مجال نہین کہ اس حکمت کو پہونچ سکے۔ لہذا جس بندے نے اپنے خالق معبود کو پہچانا وہ صدق دل سے اقرار کرتا ہی کہ اللہ تعالی نے جو کیا وہ عین عدل و سراسر حکمت ہی اور کسی بندے کا دہان کچھ دعوی نہین اور کسی زاہد وعابد کا جو شب و روز عبادت ہی مین رہا ہی کچھ استحقاق نہین چنانچہ اوپر بیان ہو گیا لیکن اسکا فضل ہی کہ نہ شکریہ ادا ہوا اور نہ عبادت مگر اپنے فضل سے جنت دی اسمین کوئی سبب و استحقاق نہ تھا۔ والحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی عبادہ الصالحین۔ پھر جسکو رسول و واسطہ کیا وہ ادب سکھلانے مین واسطہ ہی اور اللہ تعالی سے قرب و مقبول کرنے مین واسطہ نہین ہی پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے افضل کیا اور اسکو گنہگارون کا شفیع بنایا ولیکن کسی معاملہ ہدایات مین شریک نہین کیا اور یہ ہو ہی نہین سکتا بس اسکی طرف گمان ہی نہین۔ پھر قولہ بالہدی ودین الحق۔ مین ہدی تو قرآن نورانی ہی اور دین الحق حقائق شریعت ہین اور بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالی نے رسولون کو اپنی درگاہ تک پہونچنے کی راہ بنایا کہ یہ راہ مستقیم پر علامات ہین اور اس اندہیرے گھر مین نور ہین جن کے پیچھے پیچھے چلنے والا اس درگاہ عظمت و جلال تک پہونچ جاویگا۔ **قال المترجم** واضح ہے کہ راہ بہت باریک ہے اسمین لوگون کی عقل ٹکرائی پھرتی ہی اور ہرگز اسپر اعتماد نہین اسی واسطے کرم فرما کر رسول بھیجدیے پس علما کا اجماع ہی کہ جو شخص کھاتے پیتے سوتے اٹھتے بیٹھتے بسر کرنے مین آخر دم تک ہر ہر بات مین وہی طریقہ برتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا تو عین ثواب ہی اور نیت صادقہ سے وہ ٹھیک راہ مستقیم پر ہی پھر اس سے نیچے وہ جو فرائض و واجبات و سنن موکدہ مین مستقیم ہو پھر جو فرائض و واجبات مین مضبوط و سنن قریب بواجب مین ثابت ہو وعلی ہذا القیاس واللہ اعلم۔ پھر اہل کتاب کے سرگروہ لوگون کا شر و فساد بیان کیا۔ بقولہ تعالے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ

اے ایمان والو بہت عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہین مال لوگون کے ناحق

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ

اور اٹکتے ہین اللہ کی راہ سے اور جو لوگ گاڑ رکھتے ہین سونا اور روپہ اور خرچ نہین کرتے

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يُحْمٰي عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا

اللہ کی راہ مین سو ان کو خوشخبری سنا دکھ والی مار کی جسدن آگ دہکا دینگے اسپر دوزخ مین پھر داغین گے اس سے

جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا

ان کے ماتھے اور کروٹین اور پیٹھین یہ ہی جو تم گاڑتے تھے اپنے واسطے اب چکھو مزہ

مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

اپنے گاڑنے کا

اللہ تعالی نے احبار و رہبان کی پیروی کرنیوالون کا حال تو اوپر بیان کر دیا کہ کمال حماقت سے انکو ارباب بنا لیا اور حکم اللہ تعالی و رسول

کو معطل چھوڑ دیا اور شرک و ضلالت میں پڑ گئے اب احبار و رہبان کا حال کہ کیسے دنیا میں منہمک دین میں مفسد ہیں بیان فرمایا بقولہ تعالے
یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ ۔ اے ایمان والو تم آگاہ ہو کہ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ ۔ احبار و رہبان میں سے
بہتیرے ۔ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ البتہ کھا جاتے ہیں اموال لوگوں کے بباطل ضحاکؒ نے کہا کہ احبار سے
علماء یہود اور رہبان سے علماء نصاریٰ مراد ہیں مشہور یہ کہ راہب وہ نصرانی جو ہجرا بنکر صومعہ میں عبادت کیلئے تنہا بیٹھا ہوا اور شاید
اکثر انہیں کے علماء ایسا کرتے ہوں گے اور قولہ کثیرا من الاحبار سے معلوم ہوا کہ قلیل ان میں سے ایسے نہ تھے بلکہ وہ تقوی رکھتے تھے اور
بدون تحریف و تبدیل کے اصل کتاب الٰہی کی پابندی کرتے تھے کذا قیل اور مترجم کہتا ہے کہ قید کثیر سے یہ بات نہیں نکلتی کہ متقی اور اصل
دین پر تھے بلکہ اتنا ثابت ہوا کہ بعض لوگ باطل طور پر مال کھانے والے نہ تھے اور یہ معلوم نہیں کہ تحریف و تبدیل کرتے تھے یا نہیں
مگر احبار یہود میں سے مانند عبداللہ بن سلام رضؓ وغیرہ کے متقی تھے اگرچہ ان کی کتابیں تو مدت سے تحریف ہو گئی تھیں لہذا اصل کو تحریف سے
تمیز کرنے میں انکو خود پریشانی تھی بہر حال مومنوں کو ان کی بد افعالی و حرکات سے بیدار کر دیا تاکہ ان کو عالم سمجھ کر انکے فریب و دھوکا
نہ کھائیں اور ان کو باپ فساد سمجھکر بندگان خدا کو اُن کے دام تزویر سے بچاویں اور خود اپنے درمیان انکے مانند حرکات سے حفاظت رکھیں
اور الناس سے ظاہراً ان لوگوں کے معتقد و متبع مراد ہیں اور شاید عموماً ہو یعنی اُن کی بد دیانتی یہ ہے کہ باطل سے عام لوگوں کا مال کھا جانا
چاہتے ہیں اور کھا جانے سے یہ مراد کہ لے لیتے ہیں اور محاورہ کے طور پر اس کو کھانے سے تعبیر کیا کیونکہ مال لینے کا بڑا نفع یہی ہے کہ کھایا جاوے
و بالباطل لیے باطل کے معاوضہ میں چنانچہ یہودی اپنے ہاتھوں کتابیں لکھتے اور انہیں احکام کی تحریف کرتے اور کہتے کہ توریت یہی ہے اور
بعض مفسرین نے کہا کہ بالباطل لیے باوجہ الباطل یعنی باطل وجہ و ذریعہ سے جو حلال نہیں ہے جیسے احکام میں رشوت لینا وغیرہ اور یہی قوی
وجہ ہے اور یہود و نصاریٰ سب کو اور جملہ وجوہ کو شامل ہے اور حاصل آنکہ احبار و رہبان کا یہ حال ہے کہ باطل وجوہ سے لوگوں کے مال لیتے
ہیں ۔ بعض نے کہا کہ عوام کے سامنے یہ دعوی کرتے کہ اللہ تعالی کی رضامندی بدون اس کے حاصل نہیں ہو سکتی کہ احبار و رہبان کو راضی
رکھو اور جان و مال سے اُن کی خدمت کرو اور ہر چند مشہور بات جانتے تھے کہ جو کوئی اللہ تعالی و اسکے رسول کے احکام مانے اور جو باتیں شرع
میں منع ہیں انسے باز رہے تو اللہ تعالی اس سے راضی ہو گا لیکن احبار و رہبان کے ایسے متبع تھے کہ جو وہ کہتے اسی کو لیتے جیسے قوم ہنود میں برہمنوں
کیلئے قواعد مقرر تھے یا جیسے غیر ملک و دین سے واقف نہونے کیلئے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ جو کوئی دریائے اٹک سے پار اترے وہ دھرم سے جاتا
رہا اور عوام انھیں باتوں پر مانند قطعی احکام کے یقین و عمل کرتے تھے بعض مفسرین نے کہا کہ توریت میں بعثت محمد صلعم و فضل و خاتمیت کی
آیات تھیں تو ان میں تحریف کر کے حضرت موسیٰؑ کو خاتم الانبیاء و دین یہود کو باقی قرار دیتے تھے اور ان حرکتوں سے مال تحصیل کرتے
اور بسا اوقات اس دین کو باقی قرار دیکر اسکی تقویت کیلئے عوام پر مال واجب کرتے بالجملہ فریب و مکر کے صیغے شیطان سے سیکھ کر دین کے
پیرایہ میں دین فروشی کر کے دنیا کماتے تھے ۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں ان کے ہتھکنڈوں کو مشرح بیان کر کے لکھا کہ یہی سب صیغے
مکر و فریب کے ہمارے زمانہ میں بھی موجود ہیں کہ اکثر مکار دنیادار دین فروش عالم و فقیر ایسے ہیں کہ انھیں طریقوں سے جاہل احمقوں کے مال
کھاتے ہیں اور لکھا کہ اگر تو ہمارے زمانہ کے شیخی بگھارنے والے عالموں کو اور مکار پیر فقیروں کو تامل نظر سے دیکھے یعنی راہ سنت و شرع مقدس پر انکی
آزمایش کرے تو اسلام و توحید سے کہیں دور پاویگا اور تجھے یہ نظر آویگا کہ گویا یہ آیات انھیں عالموں و پیروں کی شان میں اُتری ہیں اور انھیں کا
تفصیلی حال ان آیات میں بیان ہوا ہے ۔ ذرا غور سے دیکھو تو بعضے پیر فقیروں کا یہ حال ہے کہ دعوی تو یہ کہ دنیا کی طرف مجھے التفات نہیں اور کسی

مخلوق کی طرف میری نظر نہین بلکہ مین فقط اپنے معبود ہی کی طرف راجع ہون اور ایسی ایسی باتین کریگا کہ گویا طہارت مین ملائکہ سے ہمسر ہوگیا
پھر جب دنیا کے اُمور مین سے کوئی پیش آیا تو ایسا اوندھے منھ گرا کہ کمال حرص سے ایک ٹکڑا روٹی پر لڑ مریگا۔ ہذا حاصل کلامہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور مترجم
کہتا ہے کہ اوپر اشارہ ہوا کہ قولہ یا ایہا الذین آمنوا۔ مین مومنون کو خطاب کرکے احبار و رہبان کے مذموم حرکات بیان کرنے مین فوائد و اشارات
معنوی بہت بلیغ ہین از انجملہ قیامت تک کے مومنون کو افادہ دیا کہ ان مین جس وقت ایسے عالم و درویش ہون تو اُن کو یہود و نصاریٰ کے احبار
و رہبان پر قیاس کرکے راہ توحید اسلام پر مستقیم رہین اور اُن کے فریبون مین نہ پھنسین کہ دولت برباد اور دین تباہ اور رسوائی آخرت باقی رہجائیگی
کیونکہ صرف مال ہی برباد نہوا بلکہ جب اس سے عقیدت ہوئی تو قلب تباہ ہوا جسکا انجام فسق و فجور و ضلالت و بے ایمانی پر خاتمہ ہے نعوذ باللہ منہ اسلیے کہ
وہ مکار پیر کبھی راہ راست پر نہ آنے دیگا اور دین کے پیرایہ مین جو اسنے مکر پھیلایا ہے اسی کی طرف دعوت کریگا پس راہ حق سے روک کر باز رکھیگا۔
چنانچہ احبار و رہبان کا یہی حال تھا چنانچہ حق تعالیٰ نے بطریق باطل اُن کے اموال کھانے کے ساتھ آگاہ فرمایا۔ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ
اور راہ الٰہی سے روکتے رہین چنانچہ علما یہود ڈرتے تھے کہ اگر عوام کو معلوم ہوگیا کہ توریت مین آنحضرت صلعم کا وصف جمیل و اسلام کی مدح مذکور ہے
تو اسلام مین داخل ہوکر لوگ ہم کو چھوڑ دینگے اور یہ اموال نذرانہ کے جاتے رہین گے پس باطل وجہون سے اموال کھاتے اور لوگون کو اسلام
کی حقیقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت سے آگاہ نکرتے اور تحریف و تبدیل کتاب توریت مین سرگرم ہوتے اور انکی بیباکی طرح طرح
کے اخبار و آثار مین مروی ہے جسکو بخوف طوالت یہان ذکر نہین کیا جاتا اور سب کا نتیجہ یہی کہ لوگون کو دین حق سے روکتے تھے۔ ایسے ہی اسلام مین جو
عالم و درویش اسی خصلت کے ہین وہ بھی اپنے مطالب کے لیے دین کے پیرایہ مین اموال جمع کرنے کیلیے خلاف شرع و خلاف سنت باتین نکالتے ہین
اور عوام جہال جو ذرا سی انوکھی بات دیکھکر کرامت و ولایت کے قائل ہوجاتے ہین اپنے پیرون و معتقدون کی باتین کیسی ہی خلاف شرع ہون
عمدگی پر محمول کرلیتے اور کہتے ہین کہ یہ بزرگ ہستی ہم سے زیادہ واقف ہے جو وہ فرماتا ہے وہی ٹھیک ہے ہم کو حکم شریعت کی سمجھ نہین پس ایسے پیرون و
مریدون کا حال احبار و رہبان اور اُن کے متبعین کے حال سے خوب ہی مشابہ بلکہ بالکل یکسان بلکہ بعض خاص خاص مواقع مین بڑھا ہوا ہے
جیسے پورب کے بعضے پیر ایسے ہین کہ سجادہ نشین تو بڑے خدا اور اُن کے بھائی چھوٹے خدا کہلاتے ہین بالجملہ یہ سب دین فروشی صرف دنیا کمانے
و اموال جمع کرنے کی غرض سے ہے جسکا انجام بہت خراب ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اموال جمع کرنیوالون کا حال و انجام بیان فرمایا۔ بقولہ
وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اور وہ لوگ جو کنز کرتے یعنی
خزانہ کا گنجھا جمع کرتے ہین سونے چاندی کا اور اسکو راہ الٰہی مین خرچ نہین کرتے ہین۔ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ تو اُنکو
عذاب الیم کی بشارت سنادے۔ یہ بطریق تہکم ہے یعنی نتیجہ ان اموال پر پھولنے کا یہ کہ عذاب الیم سے مزہ چکھین اور وہ انھین اموال سے حاصل
ہوگا چنانچہ تفصیل آتی ہے۔ واضح ہو کہ قولہ والذین مبتدا متضمن معنی شرط اور قولہ فبشرہم آخرہ اسکی خبر ہے پھر علماء تفسیر کے یہان اقوال ہین
اول آنکہ والذین گویا عطف تفسیری انھین احبار و رہبان کا ہے یعنی اسم موصول سے وہی مراد ہین اور اوپر یہ بیان ہوا تھا کہ باطل وجوہ
سے لوگون کے اموال لیتے ہین اور اس سے بطور مبالغہ ان کا حال قبیح بیان کیا کہ مال جمع کرنے پر حریص ہین اور اسمین کمال بخیلی کرتے ہین۔ یہ قول
معاویہ بن ابی سفیان سے مروی ہے۔ دوم آنکہ مسلمانون مین سے ایسا کرنیوالے مراد ہین۔ یہ ابن عباس رض سے مروی ہے اور یہی سدی رح نے کہا کہ
مسلمانون مین سے وہ مراد ہین جو زکوۃ نہ نکالین بیضاوی رح نے کہا کہ اُن کو اہل کتاب کے رشوت خوارون سے قریب کرکے بیان کرنا بغرض تغلیظ
ہے یعنی استعارہ ہے کہ کنز جمع کرنیوالے بہت بُرے ہین کہ اُنکو اہل کتاب کے رشوت خوارون سے ملاکر بیان فرمایا اور یہی قول دوم پر دلالت کرتا ہے

کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانون پر یہ امر بہت بھاری معلوم ہوا تو عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم کے سامنے ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے تم پر زکوٰۃ اسی واسطے فرض کر دی ہو کہ اسکو نکال کر باقی مال کو پاک کر دے۔ قول سوم آنکہ اہل کتاب و مسلمانون دونون کے حق مین نازل ہوئی ہو
اور یہی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہو اور حق یہ ہو کہ عموم لفظ سے ہر وہ شخص مراد ہو جو مال جمع کرے اور اسمین سے حق شرعی نہ نکالے خواہ یہودی
و نصرانی ہو یا اور کوئی ہو کذا قیل مترجم کہتا ہو کہ والذین مبتدا متضمن معنی شرط ہو بدلیل دخول فا بر خبر یعنی قولہ فبشرہم پس حاصل یہ ہوا کہ جو ایسا
کرے اسکی جزا یہ ہو۔ اور یہ ہر ایسے صفت والے کو شامل ہوگا کیونکہ مبتدا السبب معنی شرطیہ کے محصل یہ رہا کہ قوم معین ہو کما تقرر فی موضعہ پھر بنا بر
قول ائمہ حنفیہ کے کفار مکلف بفروع نہیں ہین لہذا مذمت کی راہ سے ان کا بیان ہوگا اور یہ تشریع ان پر نہین ہو تاکہ شمول انکا از راہ تشریع ہو کیونکہ
محصل اسکا یہ ہو کہ جو کوئی اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے وہ دوزخ کے عذاب بطریق خاص مین گرفتار ہوگا اور ظاہر ہو کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ کی
حالت کفر مین زکوٰۃ دینے کا کچھ اعتبار نہین ہو پس حق حکم مین صرف مسلمان باقی رہے اِن مذمت کے حق مین اہل کتاب نظیر و تمثیل ہین اور اس
تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ اقوال سلف جو اسکی تفسیر مین وارد ہوئے ہین کچھ مختلف نہین ہین۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ اب یہ بیان اس کا کہ کنز
کس کو کہتے ہین تو حضرت ابو ذر وغیرہ سے مروی ہو کہ حاجت سے زائد جو جمع کرے وہ کنز ہو اگرچہ اسمین سے زکوٰۃ دیوے اور دیگر علماء رحمہم اللہ نے
کہا کہ جس مال کی زکوٰۃ دیجائے وہ کنز نہین اگرچہ حاجت سے زائد کتنا ہی خزانہ ہو یہی حضرت عمر و ابن عمر و ابن عباس و جابر و ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہم و عمر بن عبد العزیز وغیرہ رحمہم اللہ سے مروی ہو اور یہی صحیح ہو چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قولہ والذین یکنزون الذہب الآیۃ۔ زکوٰۃ
نازل ہونے سے پہلے یہ حکم تھا پھر جب زکوٰۃ نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسکو مالون کے واسطے پاک کرنیوالی کر دیا سو اگر میرے پاس احد پہاڑ
برابر سونا ہو تو مجھے کچھ ڈر نہین ہو مین اس کی زکوٰۃ دیدونگا اور اس کو طاعت الٰہی مین خرچ کرونگا۔ رواہ عنہ البخاری و احمد و البیہقی وغیرہم۔ اور ایک
حدیث مرفوع مین ثابت ہو کہ جس مال کی زکوٰۃ دیدی جائے وہ کنز نہین ہو یعنی لغت و عرف کی راہ سے وہ کنز ہو لیکن شرع مین جس کنز پر عذاب کی
وعید آئی ہو ویسا کنز نہین رہتا ہو۔ وقال البیضاوی رح اور یہ جو حدیث مین آیا کہ جس نے سونا چاندی چھوڑا اسکو اسی سے جہنم مین داغ دیا
جائیگا تو اس سے مراد ایسا مال ہو جسکی اسنے زکوٰۃ و حق شرعی نہین دیا ہو بدلیل حدیث دیگر جو ابو ہریرہ رضی کی روایت سے ہو کہ جو کوئی سونے
یا چاندی کا مالک کہ وہ اسکی زکوٰۃ نہین نکالتا تھا اسکا یہ مال مذکور ستر کر کے آتش دوزخ سے تاب دیکر داغ دیا جائے گا پس اس کی پیشانی
و دونون پہلو و پیٹھ داغی جاویگی اُس دن کہ وہ پچاس ہزار برس کا ہوگا یہانتک کہ لوگون کا فیصلہ ہو پھر وہ اپنی بابت راہ پاوے یا دوزخ کی طرف
یا جنت کی طرف والحدیث رواہ البخاری و مسلم وغیرہما۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ قولہ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ سے مراد انفاق بطریق زکوٰۃ اور
حق واجبی ہو یعنی زکوٰۃ نہین دیتے اور جو حقوق شرعی اُن پر واجب ہین اُن مین خرچ نہین کرتے ہین اور مترجم کہتا ہو کہ زکوٰۃ سے تخصیص کرنا وقت
سے خالی نہین ہو اسواسطے کہ مال مین عام حق شرعی زکوٰۃ ہو اور دیگر حقوق واجبہ بخصوصیت بھی ہوتے ہین مثلاً کسی پر اسکے اقارب کا نفقہ واجب
ہے یا جوار مین کوئی عاجز مسلمان ہو کہ کوئی اور اسکو نفقہ دینے والا نہین ہے و ہہنا بحث لا یسعہ المقام۔ اگر کہا جاوے کہ ضمیر لا ینفقونہا مفرد ہو اور
مرجع ما قبل تثنیہ ہو تو جواب یہ ہو کہ ضمیر از راہ معنی راجع ہو نہ از راہ لفظ کیونکہ ذہب و فضہ مین سے فضہ کا لفظ بھی مؤنث ہو اور ذہب کا لفظ
مذکر ہو لیکن کنز و خزانہ کی صورت مین از راہ معنی کے ہر ایک بتعداد کثیرہ مجموعہ واقع ہو کر بسبب جماعت کے ضمیر مؤنث سے تعبیر ہوا اور چونکہ
مجموعہ خزانہ ہونے مین دونون یکسان ہین لہذا ضمیر واحد کافی ہو اور مترجم کہتا ہو کہ ذہب و فضہ اوپر مذکور ہونے سے ہر ایک کا مفرد اعتبار نہین یعنی
یہ مقصود نہین ہو کہ ذہب کو خزانہ کرتے اور فضہ کو خزانہ کرتے ہین تاکہ لا ینفقونہا کی ضمیر مین لا ینفقونہما بضمیر تثنیہ نہونے کا سوال پیش ہو کیونکہ

مقصود اس سے یہ کہ خزانہ جمع کرتے ہین اور جس چیز سے جمع کرتے ہین وہ بیان کر دی کہ ذہب و فضہ سے کیونکہ خزانہ جمع کرنے مین خصوصیت روپیہ یا اشرفی کی مقصود نہین ہوتی بلکہ اکثر مخلوط جمع کرتے ہین ہان بیان مین انھین دونون کی خصوصیت کی حالانکہ فلوس غیرہ اموال کثیرہ اگر جمع کرے اور زکوۃ و حقوق واجبہ نہ نکالے تو وہ بھی کنز ہو جاوینگے تو خصوصیت ذکر مین اس وجہ سے کہ تمام تفصیل و تطویل سے احتراز ہوا اور مقصود جملہ اموال مین یہی خزانہ رکھنے مین۔ چونکہ یہی دونون اشرف سمجھے جاتے ہین اور انھین سے خزانہ کرنا معروف ہے لہذا انہی دونون کے بیان پر اکتفا کیا اور مقصود یہ کہ جو لوگ کنز و خزانہ جمع کرتے ہین اور اسکو اللہ تعالی کے مقرر کئے ہوئے حقوق واجبہ مین خرچ نہین کرتے اُنکو عذاب الیم کی بشارت دیدے بشارت کا لفظ بطریق تہکم ہے۔ پھر عذاب الیم کی بشارت کس دن کے واسطے اور کیونکر ہے تو بیان فرمایا۔ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ اس دن کہ تاب دیا جائیگا ان کنوز پر جہنم کی آگ مین یعنی پچاس ہزار برس والے دن مین یہ خزانے دوزخ مین جھونک کر تپائے جائینگے۔ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ۔ پھر داغ دی جائینگی اس سے اُن لوگون کی پیشانیان و پہلو و پیٹھین۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دینار پر دینار یا درم پر درم نہین رکھا جائیگا بلکہ اُن کی کھال چوڑی کر کے ہر درم و دینار آتش دوزخ سے تپا ہوا علیحدہ رکھا جائیگا۔ ابوبکر الوراق رح سے پوچھا گیا کہ پیشانی و پہلو و پیٹھ کی خصوصیت مین کیا حکمت ہے۔ کہا کہ کنز جمع کرنیوالا حقدار فقیر محتاج کو دیکھکر بجائے ترحم کے اس سے چین بجبین ہو کر اس سے پہلو تہی کرتا اور پیٹھ پھیر لیتا ہے۔ بعض نے کہا کہ ان مقامات کے ذکر سے مقصود یہ کہ داغ دینے مین ہر چہار طرف سے احاطہ کیا جائیگا چنانچہ پیشانی سے اگلی جہت اور پیٹھ سے پچھلی طرف اور دونون پہلو سے دائین بائین طرف سے احاطہ مراد ہے۔ حدیث ابوہریرہ رض مین ہے کہ جو کوئی اپنے مال کی زکوۃ نہین دیتا قیامت مین اُس کے عذاب کیلئے آگ کے پتر کر کے اسکی پیشانی و دونون پہلو و پیٹھ داغی جائیگی اس دن کہ مقدار اسکی پچاس ہزار برس ہوگی پس برابر اسپر عذاب ہوتا رہیگا یہان تک کہ بندون کا حساب کتاب فیصلہ پاوے پس یہ شخص بھی اپنی راہ دیکھے خواہ جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف۔ رواہ مسلم پھر اگر دوزخی ہوا تو دوزخ کے عذاب کا حال معلوم ہے اللہ تعالی اس سے محفوظ رکھے۔ اس حدیث سے نکلا کہ یہ عذاب قبل فیصلہ حساب و کتاب کے میدان حشر ہی مین زکوۃ نہ دینے والے پر طاری ہوگا۔ اس سے نکلا کہ زکوۃ کا فرض بھی بڑے مرتبہ کا ہے کیون نہین کہ اللہ تعالی نے اسکو جا بجا نماز کے ساتھ الا کر يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ فرمایا ہے۔ ابن عمر و ابن عباس و حضرت عمر و جابر رض و ابوہریرہ وغیرہم سے مرفوع و موقوف روایت ہے کہ جس مال کی زکوۃ ادا کر دیجاوے وہ کنز نہین رہتا یعنی یہ کنز جس پر عذاب کا حکم ہے نہین رہتا اگرچہ زمین کے نیچے مدفون ہو اور جس مال کی زکوۃ نہ دی جاوے وہ کنز ہے اگرچہ دفینہ نہو بلکہ اوپر ہی رکھا ہو پس قیامت کے روز آتش دوزخ سے تاب دیکر اس سے مالک کو بطور مذکور داغ دیا جائیگا۔ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ اے یقال لہم او قائلا لہم ذلک یعنی بطور مذکور داغ دیئے جاوینگے درحالیکہ اُن سے یہ قول کہا جاتا ہوگا کہ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے واسطے کنز کیا تھا کہ فقیرون محتاجون پر ترس نہ کھایا اور حقوق واجبہ کو چھوڑا اور ان مالون کو بہت پیار سے خزانہ کر کے اپنے نفع کیلئے رکھا یہ نہین سمجھے کہ ایسے برتاؤ سے یہ تمھارے لئے عین مضرت و سبب عذاب ہے۔ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ پس اب چکھو جسکو تم کنز کرتے رہے یعنی اب اس کے وبال و بد انجامی کو چکھو۔ مال کو اس طور سے جمع کرنیوالون کے حق مین مال کا انجام یہ ہوگا جو بیان ہوا اور اُن سے یہ مزہ چکھنے کو کہنا بطریق تہکم و ملامت ہے۔ جیسے احبار و رہبان کو عذاب الیم کی بشارت دینے کا حکم بھی اسی معنی مین ہے اور محصل اسکا یہی ہے کہ دنیا کی چیزین جو مخلوق الہی ہین ان مین جب ایک مخلوق بخل کر کے برخلاف حکم و رضاء خالق کے اپنے تصرف مین لاوے اور ظلم و فساد کرے تو وہی چیزین اُسکے حق مین وبال و عذاب

ہیں اگرچہ فی الحال ظاہری صورت سے اسکو اپنا انجام نظر نہ آوے بلکہ فریب نفس سے ان چیزوں کو منفعت سمجھے ہیں سے حکماء ربانی نے کہا کہ جس چیز کو آدمی محبوب کر کے طاعت الٰہی پر مقدم کرتا ہے اسی سے عذاب اٹھاتا ہے۔ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے احبار و رہبان کی مذمت مخصوص کر کے بیان فرمائی حالانکہ کوئی آدمی ہو جب ایسا کریگا عذاب پاویگا تو اس وجہ سے کہ عام لوگ تین قسم کے لوگوں کے عیال ہوتے ہیں۔ ایک بادشاہ کے دوم علماء کے اور سوم درویش لوگوں کے پس جب یہ تین فریق بگڑے تو سب لوگ خراب و برباد ہو جاتے ہیں اور ظاہر الفاظ احبار جو غالباً علماء یہود پر بولا جاتا ہے اس آیت کریمہ میں علماء نصاریٰ کو بھی شامل ہے اگرچہ علیحدہ اطلاق میں عالم نصاریٰ کو قسیس کہتے ہیں جیسے ان کے درویشوں و عابدوں کو راہب کہتے ہیں۔ اور مقصود اس بیان سے یہ کہ گمراہ اور گمراہ کرنیوالے عالموں پیروں سے پرہیز کریں ورنہ پیروی کرنیوالے بھی برباد ہوں گے چنانچہ یہود و نصاریٰ نے پرہیز نہ کیا بلکہ احبار و رہبان کو ارباب بنایا تو دین سے بالکل اندھے ہو گئے اور دینی عقل گم ہو گئی حالانکہ ان کے علماء و درویش آخرت سے منہ موڑ کے دنیا کے اموال جمع کرتے پھرتے اور بخیلی ہی پیشہ تھے اور چونکہ آخر اسلام میں بھی یہی حالت ہونیوالی تھی لہٰذا مومنوں کو اس سے تحذیر فرمائی اور حدیث صحیح میں ہے کہ واللہ تم لوگ بھی پیشتر سے اگلی امتوں کی چال قدم بقدم چلوگے۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا کہ ہمارے علماء میں سے جو بگڑا اسمیں احبار یہود کی مشابہت ہو گئی ہے اور ہمارے زاہدوں عابدوں میں سے جو بگڑا اسمیں راہب نصاریٰ کی مشابہت ہوتی ہے حاصل تحذیر یہ ہے کہ ان کے احبار و رہبان کا یہ خراب چال تھا کہ بطریق باطل وہ لوگوں کے مال لیتے اور دنیاوی ریاست چاہتے اور دین فروشی کرتے اور خود بخیل و مال جمع کرنے پر حریص تھے اور انہیں مالوں کے لالچ سے راہ توبہ کو بند کیا۔ لہٰذا ان اموال ملکی سے جو ان کو راہ حق سے زیادہ عزیز تھے داغ دیئے جانے کا عذاب پایا اور آیت اگرچہ احبار و رہبان کی مذمت میں منحصر نہیں ہے لیکن آیندہ جو کوئی ان احبار و رہبان کے اقوال و افعال میں مشابہ ہوا بھی شامل ہے جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے یہ امر منصوص مروی ہوا ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سوائے قدر نفقہ کے زائد مال کو کنز کہتے تھے اگرچہ اسکی زکوٰۃ دیدی جاوے اور سدی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ تلواروں کا حلیہ یعنی ان پر چڑھی ہوئی چاندی جو ہو بلحاظ تکثیر کے وہ بھی کنز ہے اور علی رضی اللہ عنہ سے ایک اثر میں مروی ہے کہ چار ہزار تک تو نفقہ ہے اور اس سے زائد کنز ہے۔ لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے صحیح ہوا کہ یہ قبل نزول زکوٰۃ تھا اور بعد زکوٰۃ کے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو مالوں کے لئے پاکی کر دیا ہے ہاں شرعی در ... حق میں تقلیل کرنے کی تعریف اور تکثیر کرنے کی مذمت بہت احادیث میں وارد ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ نے چند احادیث کو بیان وارد کیا جسکی تفصیل یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم کا فرمان نقل کیا کہ بربادی ہے چاندی کو یعنی چاندی کو بطور کنز جمع کرنیوالے کو اور بربادی ہے دینار جمع کرنیوالے کو۔ ایسا تین مرتبہ کہا تو آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ امر دشوار گذرا انہوں نے عرض کی کہ پھر ہم کون چیز ذخیرہ کریں تو فرمایا کہ ایسی زبان جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور ایسا دل جو شکر کرے اور ایسی جورو جو آخرت کے واسطے مددگار ہو۔ اور ابو داؤد وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت اتری والذین یکنزون الذہب والفضۃ الخ تو آنحضرت صلعم کے صحابہ پر یہ امر دشوار ہوا پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں آنحضرت صلعم سے پوچھتا ہوں پس جا کر پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی واسطے فرض فرمائی ہے کہ باقی اموال پاک ہو جاویں۔ الحدیث۔ شداد بن اوس رضی کی حدیث میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ جب لوگ سونا چاندی کو ذخیرہ جمع کریں تو تم ان کلمات دعا کو ذخیرہ جمع کرو۔ اللّٰہم انی اسئلک الثبات فی الامر والعزیمۃ علی الرشد واسئلک شکر نعمتک واسئلک حسن عبادتک واسئلک قلباً سلیماً واسئلک لساناً صادقاً واسئلک من خیر ما تعلم واعوذ بک من شر ما تعلم واستغفرک لما تعلم انک انت علام الغیوب۔ اور ... کی ... الخ

ہین ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم ہو رب کعبہ کی کہ وہی لوگ زیادہ خسارے مین ہین - مین نے عرض کی کہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون یہ کون لوگ ہین فرمایا کہ بہت مال والے لوگ ہین مگر وہ جس نے یون ریلدیا اور یون ریلدیا الیٰ آخرہ یعنی بہت مالدارون مین سے وہ مستثنیٰ ہین جنھون نے راہ خدا مین آگے پیچھے داہنے بائین ہر طرف بھر لپ خرچ کیا اور ایسے لوگ تھوڑے ہین - اسی واسطے ابوذر رضی اللہ عنہ آیت کریمہ کو اگلے احبار و رہبان کے ساتھ مسلمانون کے حق مین بھی کہتے تھے اور ابن عباسؓ و سدی رح سے مروی ہو کہ آیت عامہ ہو یعنی کچھ احبار و رہبان کی خصوصیت مقصود نہین بلکہ اُن کے بد افعال کے بیان سے یہ مقصود ہو کہ جو کوئی ایسا کریگا اُس کا یہی حال ہوگا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ اصحاب صفہ مین سے ایک شخص مر جسکے پاس ایک دینار نکلا تو آنحضرت صلعم نے نماز نہ پڑھی اور فرمایا کہ ایک داغ ہو - فافہم - واللہ تعالیٰ اعلم - فی العرائس قولہ والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا الخ اللہ تعالیٰ نے بخیلون کو راہ خدا مین مال نہ خرچ کرنے پر ملامت فرمائی ہو اور یہ خصلت بسبب شائبہ نفاق ہی کے ہوتی ہو بعض نے کہا کہ جس نے اپنے ملک کی چیز مین سے قلیل کے ساتھ بھی بخل کیا اُسنے اپنی نجات کا دروازہ بند کرکے ہلاکت کا دروازہ کھول لیا مترجم کہتا ہو کہ بخل کی مذمت احادیث مین بکثرت وارد ہو اور صحیح حدیث مین ہو کہ دوزخ سے اپنے آپ کو بچاؤ اگرچہ ایک چھوارے کے ٹکڑے سے ہو - واضح ہو کہ شرع کے موافق خرچ کرنا محمود ہو اور اگر خلاف شرع کوئی شخص خرچ کرتا ہو تو وہ بخیل کا بھائی مسرف ہے - نعوذ باللہ منہما -

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

مہینون کی گنتی اللہ پاس بارہ مہینے ہین اللہ کے حکم مین جس دن پیدا کئے آسمان و زمین

مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ

اُن مین چار ہین ادب کے یہی ہے سیدھا دین سو انمین ظلم نہ کرو اپنے اوپر اور لڑو مشرکون سے

كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ○ إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ

ہر حال جیسے وہ لڑتے ہین تم سے ہر حال اور جانو کہ اللہ ساتھ ہے ڈر والون کے یہ جو مہینہ ہٹا دینا ہے سو بڑھائی بات ہے

فِي الْكُفْرِ ۖ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ

کفر کے عہد مین گمراہی مین پڑتے ہین اس سے کافر حلال گنتے ہین اسکو ایک برس اور ادب کا گنتے ہین ایک برس کہ پوری کر لین گنتی جو اللہ نے رکھی ادب کی

اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ ۚ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

پھر حلال کرتے ہین جو منع کیا اللہ نے بھلے دکھائے ہین اُنکو اُن کے بُرے کام اور اللہ راہ نہین دیتا

الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ع

مُنکر قوم کو

یہان سے اللہ تعالیٰ نے کلام کو مشرکین کے ایک قبیح حرکت ایجاد کرنے کے بیان اور اظہار راہ مستقیم کے لئے شروع کیا بقولہ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ - عدۃ مصدر بمعنی شمار یا مراد مفعول ہو اے معدود اور معنی یہ کہ شمار مہینون کا جو سال کے لئے ہین - عِنْدَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے نزدیک - اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا بارہ مہینہ ہین فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی کتاب مین - یہ صفت اثنا عشر واقع ہے اور کتاب اللہ سے مراد لوح محفوظ ہو یا کتاب مصدر بمعنی حکم ہو یعنی حکم الٰہی مین - یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس دن کہ

آسمانون وزمین کو پیدا کیا ظرف متعلق بمعنی ثبوت ہے یا متعلق بکتاب ہے اگر مصدر قرار دیا جاوے اور معنی یہ کہ یہ بات فی نفس الامر ثابت ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے اجرام واز منہ کو پیدا کیا۔ اور ان مہینون کے نام عربی مین محرم ۔ صفر ۔ ربیع الاول ۔ ربیع الثانی ۔ جمادی الاول ۔ جمادی الثانی ۔ رجب ۔ شعبان شہر رمضان ۔ شوال ۔ ذوالقعدہ ۔ ذوالحجہ ہین ۔ سال کے یہ مہینے قمری ہین جو چاند کی سیر کے حساب سے ہین اور اہل اسلام انھین مہینون کے شمار سے صوم وحج و دیگر امور احکام وحیض ونفاس کا برتاؤ کرتے ہین اور خطیب وغیرہ نے لکھا کہ اس حساب سے سال کے تین سو چون دن ہوتے ہین اور فتاوی ہندیہ وغیرہ کتب فقہ مین ہے کہ تین سو چون دن اور تیس جزو کے گیارہ جزو ہوتے اور ایام سال شمسی کے جو آفتاب کے پورے دورہ کے حساب سے ہے تین سو پینسٹھ یوم و چہارم یوم ہے پس انتہائے سال شمسی تو موسم گرمی وسردی کے حساب سے یکسان ہین لہذا ہر فصل اپنے مہینون مین واقع ہوگی اور چونکہ سال قمری بہ نسبت سال شمسی کے دس دن کے قریب کم ہوتا ہے لہذا ہر تین سال مین ایک مہینہ کامل کم ہوگا اسی لئے ہندی لوگ ایک مہینہ لوند لگاتے ہین تاکہ فصل شمسی کا حساب ٹھیک ہے اور لوند کچھ اعتقاد ہنود سے متعلق نہین جیسا کہ عوام زعم کرکے پھر اپنے تئین شک مین ڈالتے ہین چنانچہ اگر ہر مہینہ مین یہ کمی بیشی کردیجاوے جیسے انگریزی ورومی مہینہ مین تیس و اکتیس سے کردی گئی ہے تو لوند کی کچھ ضرورت نہین ہوتی ہے یہین سے معلوم ہوا کہ سال شمسی موافق فصول ہے اور سال قمری نہین اسی لئے کبھی رمضان جاڑون مین اور کبھی برسات اور کبھی گرمی مین واقع ہوتا ہے اور ہر حال مین بندے حکم الٰہی پر امتحان کرلئے جاتے ہین اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین بیان فرمایا کہ ابتدائے خلق اجرام واز منہ سے اللہ تعالیٰ نے سال کا شمار انھین مہینون سے حکم تعبدی قرار دیا اور اسی کو انبیاء ورسل علیہم السلام لائے ہین اور اسی شمار پر کتب آسمانی نازل ہوئی ہین حتی کہ حیض ونفاس کے احکام شمسی سے متعلق نہین ہوسکتے کیونکہ واسطہ اسمین چاند کا عروج ہے جیسا کہ کتب فنون مین مصرح ہے پس اس سے یہ حکم نکل آیا کہ قبطی ورومی وانگریزی مہینون کا احکام تعبدی مین کچھ اعتبار نہین ہے بلکہ قمری مہینون کو معتبر رکھو کہ انھین کو اللہ تعالیٰ نے روز پیدائش اجرام واز منہ سے ثابت فرمایا ہے مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ان بارہ مہینون قمریہ مین سے چار حرم ہین حرم جمع حرام یعنی محترم ہین جنمین سے تین پے درپے ہین یعنی ذوالقعدہ وذوالحجہ والمحرم۔ اور ایک فرد ہے اور وہ رجب ہے۔ اسی ترتیب سے مفسر رح نے ذکر کرکے اشارہ کیا کہ دو برس مین سے چار دن ہین اور آنحضرت صلعم نے بھی خطبہ حجۃ الوداع مین فرمایا کہ الا ان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق السموات والارض السنۃ اثنا عشر شہرا منہا اربعۃ حرم ثلث متوالیات ذوالقعدۃ وذوالحجۃ والمحرم ورجب مضر الذی بین جمادی وشعبان یعنی آگاہ رہو کہ زمانہ گھوما جیسے آسمانون وزمین پیدا ہونے کے روز تھا سال بارہ مہینہ کا اسمین سے چار ماہ حرام ہین تین پے درپے ذوالقعدہ وذوالحجہ والمحرم اور ایک رجب جو قبیلہ مضر کا رجب کہلاتا ہے جو جمادی الثانی وشعبان کے بیچ مین پڑتا ہے۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ قولہ علیہ السلام الا ان الزمان قد استدار کھیئتہ الخ کے معنی یہ ہین کہ ابتدائے خلقت مین یہ امر جس طرح اللہ تعالیٰ نے رکھا اسی کو ثابت ومقرر فرمایا اور اسی پر ثابت رہنے کی تاکید کی اس طرح کہ اسمین کوئی تقدیم وتاخیر وزیادتی ونقصان ونسی وتبدیل مت کرو جیسے جاہلیت والے نسی سے تغیر کرتے تھے اور بعض مفسرین ومتکلمین نے اس حدیث مین کہا کہ اتفاق سے اس سال آنحضرت صلعم کا حجۃ الوداع ماہ ذی الحجہ مین واقع ہوا تھا حالانکہ عرب اہل جاہلیت مین نسی کرنے کے سبب سے اکثر سوائے ذی الحجہ کے دوسرے مہینہ مین حج کرتے تھے اور ان لوگون نے زعم کیا کہ ابوبکر رض نے سال گذشتہ مین یعنی نوین سال ہجرت کے جو بحکم آنحضرت صلعم حج کیا تھا وہ بھی ماہ ذالقعدہ مین واقع ہوا تھا ولیکن یہ زعم صحیح نہین ہے چنانچہ آیت النسی کی تفسیر مین آگے آویگا اور اغرب قول وہ ہے جو طبرانی نے بعض سلف سے روایت کیا کہ سال حجۃ الوداع مین اتفاق سے مشرکون ویہود ونصاری سب کا حج مومنون سے متفق واقع ہوا تھا۔ وفیہ نظر ایضا۔ بالجملہ بشہادت حدیث کے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ چارون ماہ حرام دو سال کے اندر

آتے ہین اور کوفیون نے اُن کو محرم و رجب و ذوالقعدہ و ذوالحجہ سے شمار کرکے ایک ہی سال مین قرار دیا ہو ولیکن نووی رح نے شرح صحیح مسلم مین ترتیب اول ہی کو بدلالت حدیث کے صواب قرار دیا ہو اور ابن المنیر رح نے اپنی تفسیر مین اعتراض کیا کہ یہ سب اس بنا پر ہوگا کہ پہلا مہینہ ماہ محرم سے شمار کیا جاوے حالانکہ یہ امر زمانۂ حضرت عمر رض مین بمشورت صحابہ رضی اللہ عنہ قرار پایا ورنہ سابق مین عرب سال عام الفیل سے تاریخ شمار کرتے اور ابتدائے اسلام مین ربیع الاول سے ابتدا لیتے تھے۔ فلیتامل۔ خطیب رح نے کہا کہ المحرم بالف لام ہو سوائے اور مہینون کے اسلئے کہ وہ اول ماہ سنہ گویا الف لام سے اشعار ہو کہ اسی مہینہ سے ابتدا سال ہوا اور محرم اسواسطے کہتے ہین کہ اسمین قتال حرام جانتے تھے اور ابتدا اسلام مین بھی یہ حکم مستقر رہا اور بعض نے کہا کہ محرم اسلئے کہ اسی مہینہ مین ابلیس پر جنت حرام ہوئی اور نکالا گیا۔ رجب از ترجیب یعنی تعظیم ہو اور ذوالقعدہ اسلئے کہ عرب اس مہینہ مین قعود کرتے یعنی قتال سے بیٹھ رہتے تھے اور ذوالحجہ بکسر الحاء بسبب ادائے حج کے کہلاتا تھا و قد اطال السخاوی رح فی الکلام علی ذلک فی رسالتہ فی الایام والشہور۔ بالجملہ اسمین اختلاف ہو کہ ترتیب ان چار ماہ حرام کی اسطرح ہو کہ دو سال مین پڑتے ہین یا اسطرح کہ ایک ہی سال مین آتے ہین۔ ابن دحیہ وغیرہ نے کہا کہ اس اختلاف کا فائدہ جب ظاہر ہوگا کہ کسی نے قسم کھائی کہ ترتیب وار ماہہاے حرام کے روزے رکھونگا تو قول اول پر ذوالقعدہ سے اور دوم پر محرم سے شروع کریگا۔ خطیبی نے کہا کہ حدیث استدارۃ کے معنی یہ ہین کہ مہینے اپنے اپنے مدریح پر قائم ہو گئے جیسے ابتدائے خلقت مین تھے اور حج اپنے مہینہ ذوالحجہ مین لازم ہوگیا اور نسی وغیرہ زمانۂ جاہلیت کی تبدیل جس سے کبھی حج ذی الحجہ مین اور کبھی ذوالقعدہ اور کبھی محرم وغیرہ مین پڑا کرتا تھا باطل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ۔ یہ دین قیم ہو یعنی مہینون کا باعتبار قمر ہونا اور اُن مین سے چار کا ماہہاے حرام ہونا یہی دین مستقیم دین ابراہیم و اسمٰعیل ہو جو عرب نے میراث پایا ہو۔ بعض نے کہا کہ دین از دان یدین یعنی حساب ہو کما فی الحدیث الکیس من دان نفسہ یعنی دانا و پختہ کار وہ ہو جسنے اپنے نفس سے محاسبہ رکھا اور غفلت کرکے اپنی خواہشون پر چلنے کیلئے عاجز نہوا یس معنی یہ کہ یہی حساب مستقیم ہو اور بعض تابعین نے کہا کہ دین قیم وہ دین ہو جو متغیر و متبدل و زائل نہو۔ اگر کہا جاوے کہ چارون مہینون کو محترم رکھنا کیا معنی ہین جواب یہ کہ معصیت سے ان کی ہتک حرمت نکرے اور طاعت مین سرگرم رہے۔ اگر کہا جاوے کہ کیا تمام باقی سال مین اسکی اجازت ہو جواب یہ کہ نہین بلکہ یہ مطلب ہو کہ ان مہینون مین معصیت کا گناہ بہت بڑھکر ہو جیسے اُن مین ثواب طاعت بھی بڑھا ہوا ہو اور عرب بھی ان مہینون کو معظم و مکرم رکھتے اور یہ علم اُنکو بمیراث نبوت خلیل و اسمٰعیل علیہما السلام پہونچا تھا حتی کہ آدمی اپنے باپ کے قاتل کو پاتا مگر احترام ماہ سے اسکو کچھ نہ چھیڑتا تھا اگرچہ عرب اپنی جہالت سے خصوص ان مہینون کے ایام پر قائم نرہتے بلکہ چار مہینہ کی اوقات کو استیفا کرلیتے … مہینون چنانچہ آگے آتا ہو اگر کہا جاوے کہ اجزاء زمانہ تو باہم متشابہ ہین پھر اس امتیاز کا کیا سبب ہو جواب یہ کہ علم الٰہی ان حقائق کو محیط ہے آدمی تو صرف ظاہر صورت کو دیکھتا ہو اور عقل باعتبار ثواب و عقاب کی حالت کے یہان استقلال نہین رکھتی چنانچہ آخر ماہ رمضان جسدن چاند نہ دکھائی دے معلوم ہوا اور ثواب اسکا مفروض معلوم ہو حالانکہ چاند رات کی صبح کا روزہ جو روز عید ہو حرام ہو پس شرائع مقررہ بحکمت بالغہ الٰہی عز و جل ہوئی اور عقل کی تاب نہین چنانچہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے دیگر بلاد سے بلد الحرام کو متمیز کیا اور دیگر ایام ہفتہ سے روز جمعہ کو اور دیگر ایام سال سے روز عرفہ کو اور دیگر ماہہاے سال سے ماہ رمضان کو باعتبار جہات حرمت کے متمیز کیا حتی کہ شب و روز کے بعض ساعات متمیز ہین اور یہ تمیز باعتبار امور حقیقت معنوی کے ٹھیک ہو اگرچہ عقل بسبب اسکے کنہ ماہیت سے جاہل ہے اسکو نہ جانے حالانکہ اپنے جسم و شخص مین قلب کی … حقیقت بیان کرنے کے جانتا ہو اور خود معلوم کہ اشخاص مین سے انبیاء علیہم السلام مخصوص ہین اور خود مشہور و معلوم کہ باوجود ظاہری مشابہت جسم کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے نہایت لطیف خوشبو کہ عطر گلاب بعیرہ اسکے سامنے ہستی نہین رکھتا ہو

مہکتی رہتی تھی اور آپکے پیشاب کو ایک صحابی نے دھوکے سے پی لیا تھا عمر بھر اُسکے بدن سے عطر گلاب کے مانند خوشبو آتی رہی تھی پس باوجود عقلی دلائل و ان مشاہدات نقلی کے ایام و شہور کے امتیاز مین تامل کرنا محض نادانی و عقل کا بھدا پن ہی بلکہ عقل سلیم جب حکمت بالغہ الٰہی پر ایمان لائی اور یقین کیا کہ اوتعالی سب چیز پر قادر ہو خود مختار ہو ہر چیز کی حقیقت اسی کی خلقت ہو تو جو اُس نے حکم دیا وہ عین صواب ہو لہذا ایمان فرمایا کہ شمار ماہہائے قمر یہ اور اُن مین سے چار ماہ محرم رکھنا یہی دین مستقیم ہے۔ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ پس تم لوگ ان مہینون مین اپنی جانون پر ظلم نہ کرو اور مظلمہ اپنی گردنون پر مت لادو۔ ضمیر فیہن راجع بجانب اربعہ حرم ہو یعنی ماہہائے حرام مین معاصی مت کرو جن کا وبال تمھاری جانون پر ہوگا پس تم اپنی جانون پر ظلم کرنیوالے مت ہو کیونکہ اللہ تعالی نے ان مہینون کو اختصاص دیا ہو پس اُن مین کوئی معصیت کرنا زیادہ وبال کی موجب ہو چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا۔ الحج اشہر معلومات فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔ حالانکہ رفث و فسوق و جدال ہر وقت مین گناہ ہو لیکن ماہہائے حج مین منع فرمانے سے تاکید مقصود ہو جس سے تنبیہ ہو کہ ان ایام مین طاعت حج وغیرہ موجب مزید ثواب ہے معصیت رفث وغیرہ مستوجب مزید عقاب ہے پس یہ ایام مشرف و ممیز ہین۔ ابن عباس رض نے کہا کہ ضمیر مذکور راجع بماہہائے اثنا عشر ہو یعنی بارھون مہینون مین گناہ مت کرو اور مقصود یہ کہ اپنی عمر قلیل کو طاعت مین بسر کردو اور معصیت و فساد سے ظلم کا وبال اپنے اوپر مت لادو۔ فرار ح وغیرہ نے کہا کہ قول اول اولی ہو اسلئے کہ نظم کلام بزبان عرب ہو اور عرب تین سے دس تک لفظ فیہن لاتے اور اس سے زائد کی طرف فیہا بولتے ہین اور اصل یہ کہ جمع قلت کی طرف جماعت مؤنث کی لفظ سے کنایہ کرتے اور جمع کثرت کی طرف واحدہ مؤنث سے کنایہ کرتے ہین پس اگر اثنا عشر کی طرف ضمیر ہوتی تو فیہا ہوتا لہذا فیہن بجانب اربعہ حرم ہو اگر کہا جاوے کہ علی ہذا قول اول ہی صواب ہو پھر اولی کیون کہا تو جواب یہ ہو کہ گو اصل یہی ہو کہ جو فرار ح نے ذکر فرمائی لیکن استعمال مین کبھی ایک کو دوسرے کی جگہ بھی لاتے ہین جیسے شعر النابغہ ؎ ولا عیب فیہم غیر ان سیوفہم ٭ بہن فلول من قراع الکتائب ٭ فیہن ضمیر بجانب سیوف ہے باوجودیکہ وہ جمع کثرت ہو۔ اختلاف ہو کہ ظلم سے معنی عموم مراد ہین جو اُن سے قتال وغیرہ کو شامل ہین یا فقط نسی سے ممانعت ہو۔ قول اول ظاہر آیت ہو۔ و قتادہ رح نے کہا کہ ماہہائے حرام مین ظلم کا گناہ بہت بھاری ہو بہ نسبت دیگر ازمنہ کے اگرچہ ظلم ہر حال مین بھاری گناہ ہے ولیکن اللہ تعالی اپنے امر مین جسکو چاہتا ہو عظیم کردیتا ہو اور اللہ تعالی نے مخلوق مین سے انواع و اقسام سے برگزیدہ فرمایا چنانچہ ملائکہ سے رسول اور بنی آدم سے رسول برگزیدہ کئے اور کلام مین سے اپنا ذکر یعنی قرآن برگزیدہ فرمایا اور زمین مین سے مواضع مساجد کو اور مہینون مین سے رمضان و ماہہائے حرام کو اور ایام مین سے جمعہ کو اور راتون مین سے شب قدر کو برگزیدہ کردیا پس جسکو اللہ تعالی نے برگزیدہ کیا تم بھی اس کی تعظیم رکھو کیونکہ اہل عقل و اہل فہم کے نزدیک مخلوقات مین سے کسی کی تعظیم کچھ نہین مگر یون ہی کہ جن کو اللہ تعالی نے معظم کیا ہے اُن کی تعظیم بواسطہ حکم الٰہی کے ثابت رکھو۔ اور قول دوم یعنی مخصوص نسی سے ممانعت بقرینہ مقام ہو خطیب رح نے کہا کہ سبب نزول اس آیت کا مشرکین کی نسی واقع ہوئی جس کو مشرکین عمل مین لاتے تھے جس سے حج کبھی ذی الحجہ مین اور کبھی پہلے اور کبھی پیچھے آجاتا تھا۔ اور رہا قتال تو اسلام مین سوائے جہاد کے ہر قتال جو معصیت ہو بالضرور مانند اور معصیات کے ماہہائے حرام مین بتاکید ممنوع ہو اور جہاد مین اختلاف ہو عطار رح سے منصوص ہو کہ حرم یا ماہہائے حرام مین جہاد کرنا حلال نہین ہو اور یہی ایک جماعت اہل علم کا مذہب ہے اور جمہور نے کہا کہ ماہہائے حرام مین قتال کی ممانعت منسوخ ہو اور ناسخ اسکی آیۃ السیف ہو جو ابتدا سورہ مین گذری اور نیز آنحضرت صلعم نے حنین مین ہوازن پر ماہ شوال مین جہاد کیا اور طائف کو ذو القعدہ مین محاصرہ کیا تھا اور نیز استدلال لیتے ہین بقولہ تعالی۔ وَقَاتِلُوا

الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً لے جمیعًا یعنی مقاتلہ کرو مشرکین سے سب سے۔ كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً۔ جیسے وہ تم سے مقاتلہ کرتے ہیں سب کے سب۔ پس ثابت ہوا کہ تمام مہینوں میں اُن سے قتال جائز ہے کیونکہ عموم اشخاص مستلزم ہے عموم احوال و ازمنہ کو یعنی جب عمومًا مشرکین سے قتال کا حکم دیا تو ضرور ہوا کہ ہر حال میں اور ہر وقت جائز ہو تاکہ ہر فریق مشرک سے جس حال و جس وقت میں ہو مقاتلہ کر سکیں۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ظاہر کلام و سیاق اسی کو مشعر ہے کہ یہ حکم عام طور پر ہے اور اگر ماہہائے حرام میں قتال حرام ہوتا تو اُن کے گذرنے کی قید ہوتی اور فعل رسول اللہ صلعم اسکا بیان ہو گیا کہ شوال میں ہوازن کو شکست دی اور جب اُن کے بھاگے ہوئے طائف میں محصور ہوئے تو چالیس روز تک اُن کا محاصرہ کیا اور بدون فتح کے واپس ہوئے پس ثابت ہوا کہ ماہہائے حرام میں سے ذوالقعدہ میں محاصرہ کیا پھر لکھا کہ قول اول کے جو لوگ قائل ہیں کہ ماہہائے حرام میں قتال نہیں روا ہے اُن کے قول کے موافق کہا جائے گا کہ ماہہائے حرام میں قتال شروع کرنا حرام ہے اور حرمت اُن کی منسوخ نہیں بدلیل قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشہر الحرام۔ اور بدلیل قولہ الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم۔ و بدلیل قولہ فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین۔ اور دو قول میں سے ایک قول کے موافق یہ اشہر الحرم جن کے انسلاخ کی قید ہے یہی چار ماہہائے حرام ہیں نہ وہ چار مہینہ جن کی مہلت دی گئی تھی بقولہ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشہر الآیۃ۔ اور قولہ تعالیٰ قاتلوا المشرکین کافۃ الخ میں ماہہائے حرام کے اندر قتال کی حالت منصوص نہیں بلکہ احتمال ہے کہ یہ حکم اپنے ماقبل سے منقطع ہو اور جملہ مستانفہ اس مقصود کیواسطے ہو کہ مومنوں کو آمادگی و جوش حاصل ہو یعنی جیسے مشرکین تمھارے واسطے مجتمع ہوتے ہیں ویسے ہی تم بھی اُن کے واسطے متفق و مجتمع ہو اور نیز یہ بھی احتمال ہے کہ مومنوں کو ماہہائے حرام میں مشرکین کے ساتھ قتال حلال ہونے کی اجازت ایک قید کے ساتھ دیگئی یعنے کما یقاتلونکم کافۃ یعنی ان ماہہائے حرام میں جب وہ ابتدا کر کے تم سے قتال شروع کرتے ہیں تو تم کو بھی اجازت ہے کہ اُن سے مقاتلہ کرو جیسے قولہ الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص میں ہے یا جیسے قولہ لا تقاتلوہم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوہم الآیۃ۔ میں مشرکوں کی طرف سے ابتدا ہونے کی صورت میں اجازت ہے۔ ایسا ہی جواب آنحضرت صلعم کے حصار کرنے کا بھی ہو سکتا ہے کیونکہ ہوازن نے ابتدا کر کے لوگ جمع کئے اور سامان مہیا کیا تھا تب ہی آپ نے اُنکی طرف قصد کیا اور بعد شکست دینے کے طائف کا محاصرہ کرنا اسی کا تتمہ تھا کیونکہ طائف والے قوم ثقیف انھیں ہوازن کے ہم سوگند تھے اور ہوازن بھاگے ہوئے بھی اُن کے ساتھ متفق ہو گئے تھے پس اُنکو محاصرہ کیا یہانتک کہ ماہ حرام آگیا حالانکہ ابتدا اسکی حلال مہینہ سے ہوئی تھی اور ایک امر کی حالت بقا میں بعض ایسے امور جائز ہو جاتے ہیں جو حالت ابتدا میں جائز نہ تھی اور شرع میں اُسکے نظائر بہت ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ مثلاً ہبہ میں اگر ابتداءً شیوع ہو مثلاً نصف مکان شائع غیر مقسوم ہبہ کیا تو امام ابوحنیفہ کے قول پر روا نہیں حالانکہ تمام ہبہ کرنے کے بعد اگر نصف کا کوئی مستحق نکلا اور شیوع ہو گیا تو برداشت کر لیا جائیگا اور ایسے ہی نکاح و بیوع و اجارات وغیرہ میں بہت سے مسائل ہیں جو اُسکی نظیر ہیں کہ حالت بقا میں بعض وہ امور برداشت ہو جاتے ہیں جو ابتدا میں جائز نہیں ہوتے ہیں۔ بالجملہ اس کلام سے ظاہر ہوا کہ قول اول پر آیات و احادیث میں اتفاق ہو جاتا ہے جبکہ قول اول کے یہ معنی لئے جاویں کہ ماہہائے حرام میں ابتدا کرنا قتال کے ساتھ روا نہیں ہے اور منسوخ کہنے کی حاجت نہیں ہوتی ہے۔ واللہ اعلم لہذا محققین علماء کا میلان اسی طرف ہے کیونکہ تعظیم حرمات الٰہی اسمیں زیادہ ہے اور وہ اقرب بتقوی ہے فافہم۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ساتھ ہے متقیوں کے۔ ساتھ ہونا قرب غیرہ کے طور پر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کمیات وغیرہ مخلوقات کی مشابہت سے بھی پاک و برتر ہے پس اسکا وہم بھی نہ ہوگا بلکہ مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اور جسطرح معیت

اُس کی شان پاک کے لائق ہو اس طرح ساتھ ہے اور ظاہر ایمان بقرینۂ جہاد کے مدد و نصرت الٰہی کا ساتھ ہونا مراد ہو
پس نصرت الٰہی جس کے ساتھ ہو وہ ضرور مظفر و منصور ہو گا لہذا لازم ہے کہ نافرمانی سے پرہیز کر کے طاعت
پر قائم ہو کر متقی رہیں۔ تاکہ نصرت کے مستحق ہوں۔ واضح ہو کہ ماہہائے حرام جب مومنوں پر
محترم کیے گئے تو مومنین ان مہینوں میں قتال نہیں کر سکتے تھے بخلاف مشرکین کے کہ ان مہینوں کو اگرچہ وہ بھی محترم جانتے تھے لیکن اُنھوں نے
نسیی کا ایک قاعدہ نکال رکھا تھا کہ ایک مہینہ کو اپنی جگہ سے ٹال کر دوسرے مہینہ کی جگہ لیجاتے تھے پس وہ لوگ اس اختراعی طریقہ سے ماہِ
حرام میں مومنوں سے لڑنے پر آمادہ ہو سکتے تھے پس جب مومنوں کو بھی اجازت دی کہ اگر ماہ حرام میں وہ تم سے ابتدا کریں اور چھیڑیں تو مارو
تو اب مومنوں پر کوئی مشکل باقی نہ رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے قاعدۂ نسیی کی مذمت فرمائی تاکہ مومنین بھی اُس سے بچتے رہیں۔ لقولہ تعالیٰ
اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ مشرکوں نے نسیی میں کئی وجہ سے کفر کیا ازانجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی شرع مقرر میں اپنی رائے
سے تغیر کیا اور ازانجملہ یہ کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا اُسکو حلال کر لیا اور جسکو حلال کیا تھا اُسکو حرام کر دیا۔ ازانجملہ یہ کہ مخصوص معین کو مفہوم
مردد کر ڈالا۔ اور بیان اسکا یہ ہو کہ نسیی خواہ نافع رح کی قراۃ پر بتشدید یا رہو باین طور کہ آخری حرف ہمزہ کو یا سے بدل کر یا اول میں ادغام کیا گیا
یا آخر ہمزہ اپنی اصل پر موافق جمہور کے رہو معنی اُسکے تاخیر ہیں اور جوہری رحنے کہا کہ فعیل بمعنی مفعول ہو لیے منسوء پھر تحویل کر کے نسیی ہوا جیسے مقتول
سے قتیل ہوا و لیکن اس تقدیر سے زیادہ کا حمل مجاز ہو گا بتقدیر ذو یعنی انما النسیی ذو زیادۃ۔ اور اظہر یہ ہو کہ مصدر ہو ماخوذ ازانسا بمعنی آخر جیسے
نذیر از انذار اور نکیر از انکار اور بریں تقدیر احتیاج حذف نہیں اور قرأت نس و نسار وغیرہ مصادر سے اسکی مؤید ہیں۔ اہل عرب زمانہ جاہلیت
میں ان مہینوں کو جو ماہہائے حرام مذکور ہوئے ہیں حرام رکھتے و لیکن چونکہ اکثروں کی اوقات لوٹ مار و قتل و غارت وغیرہ میں بسر ہوتی تھی
لہذا پے درپے تین ماہ کے حرام رہنے سے کلفت اُٹھاتے اسلیے جب قتل و غارت کی احتیاج پڑتی تو ان ماہ حرام میں بھی قتال کو روا رکھکر
بجائے اسکے سال کے کسی دوسرے مہینے کو جو اسکے بعد ہو بجائے اسکے حرام کر لیتے تاکہ چار مہینہ کی تعداد باقی رہو اور خصوصیت کو چھوڑ دیتے پس
یہی زمانہ جاہلیت کی نسیی تھی جسکی نسبت اللہ عزوجل نے فرمایا کہ النَّسِیْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ ہے یعنی ماہ حرام کی تاخیر کر دینا کفر پر اور زیادتی
ہے کیونکہ جو مہینہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا اُسکو حلال کر کے اور جو حلال کیا تھا اسکو حرام کر کے اپنے کفر پر اور کفر بڑھایا اور اللہ تعالیٰ
نے حرمت کیلیے اوقات مخصوص کر دیئے تھے اس خصوصیت کو ترک کر کے چار کی گنتی پوری کر لی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ يُضَلُّ
بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا یضل بضم اول بر بناء مجہول قراۃ حمزہ و کسائی و حفص و ابو عمرو ہو یعنی گمراہ کیے جاتے ہیں بسبب اسکے وہ لوگ
جو کافر ہوئے ہیں۔ باقیوں کی قراۃ میں یضل بفتح اول بر بناء معروف ہو یعنی گمراہ ہوتے ہیں بسبب اسکے وہ لوگ جو کافر بنے ہیں اور یعقوب
کی قراۃ میں یُضِل از اضلال بصیغہ معروف ہو پس فاعل اللہ تعالیٰ اور موصول اسکا مفعول ہو یعنی اللہ تعالیٰ اُسکے ساتھ کافروں کو گمراہی
دیتا ہے يُحِلُّونَهُ عَامًا درحالیکہ کافر لوگ حلال رکھتے ہیں اس نسیی کو ایک سال۔ وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا اور حرام رکھتے ہیں
دوسرے سال۔ لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ تاکہ موافقت کریں شمار اس چیز کا جسکو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا۔ یعنی ایک
مہینہ کو حلال کر کے بجائے اسکے دوسرے کو حرام قرار دینے سے اُن کی غرض یہ ہوتی کہ چار ماہ جو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیئے ہیں اُن کا شمار باقی
رہے۔ اسوجہ بیان میں اشارت ہو کہ تحلیل و تحریم کی پابندی مقصود نہ تھی بلکہ گویا جدید شرع نکالنے میں اللہ تعالیٰ کی تحریم سے موافقت کرنا
مقصود تھی اگر کہا جائے کہ ایک سال میں تحلیل و ایک سال میں تحریم بیان کی حالانکہ مہینوں کی نسبت ایسا کرتے تھے تو جواب یہ کہ نسیی کو عمل میں لانا

بیان کر دیا کہ ایک سال میں جب ضرورت ہوتی ماہ حرام کو حلال کر لیتے اور دوسرے سال جب ضرورت نہ ہوتی تو اپنے حال پر حرام رکھتے اور تعداد میں موافقت اور ترک خصوصیت سے نسی کرتے۔ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ پس جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسکو حلال کر لیتے تھے۔ ابن عمرؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے جمرۂ عقبہ پر خطبہ پڑھا اور بعد حمد و ثنا کے فرمایا کہ اے لوگو نسی کرنا فعل شیطانی اور کفر میں زیادتی ہی کافر اس فعل سے گمراہی میں بڑھائے جاتے ہیں کہ ایک سال میں ماہ حرام کو حلال اور دوسرے سال حرام کرتے ہیں محرم کو کسی سال حلال کر لیتے اور بجائے اُسکے صفر کو حرام کرتے اور ایک سال حرام رکھتے تھے اور یہی نسی ہی۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ مفسرین نے اختلاف کیا کہ پہلے پہل کس نے نسی کو نکالا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ وہ جنادہ بن عمرو بن امیۃ الکنانی ہی اور بعض نے کہا کہ عمرو بن لحیی ہی جسنے پہلے پہل سانڈ چھوڑنا نکالا۔ اور بعض نے کہا کہ بنی کنانہ میں سے نعیم بن ثعلبہ ہی۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہاں محمد بن اسحاقؒ کا کلام جید مفید ہی کہ مہینوں کی بابت نسی جسنے پہلے پہل عرب کے واسطے نکالی اور حلال کو حرام و حرام کو حلال کیا۔ وہ قلمس حذیفہ بن عبد فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ ہی۔ اسکے بعد اُسکا بیٹا عباد بجائے اُسکے قائم ہوا پھر اُسکا بیٹا قلع بن عباد پھر اُمیہ بن قلع پھر عوف بن اُمیہ پھر ابو ثمامہ جنادہ بن عوف قائم ہوا اسی زمانہ اسلام آیا۔ ابن عباسؓ و مجاہد وغیرہ نے کیفیت بیان کی کہ جنادہ بن عوف جسکو ابو ثمامہ کہتے تھے اپنے گدھے پر سوار آکر مجمع حجاج میں کہتا کہ اے لوگو مجھے عیب نہیں لگایا جاتا اور اُلٹا جواب نہیں دیا جاتا اور جو کہتا ہوں رد نہیں کیا جاتا۔ اے لوگو تمہارے الٰہہ یعنی بتوں نے امسال محرم کو حلال کیا اور صفر تک نسی کر کے صفر کو حرام کیا پھر سال آیندہ میں صفر کو حلال اور محرم کو حرام کرتا تھا اور لوگ اپنے کفر میں ان اعمال کو اچھا سمجھتے اور اسی کی پابندی کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ اُن کے بداعمال اُنکی نظروں میں زینت دیئے گئے پس یہ اعمال قبیح ان کو اچھے نظر آتے تھے۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ قوم کافرین کو راہ نہیں دیتا ہی یعنی جو لوگ کفر پر اڑے رہے وہ راہ صواب پر نہیں پہونچتے ہیں اور اس راہ کا دکھلانا و بتانا اور اُس کی طرف رہنمائی تو اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے لئے رسولوں کے بھیجنے و دلائل توحید سے قائم کر دی ہی پس جو نیک ہیں وہ رہنمائی سے راہ پر آ جاتے ہیں اور جو سرکش کافر مفسد و خودرائے ہیں وہ راہ پر نہیں آتے ہیں۔ شیخ ابن کثیرؒ نے نسی کفار کی کئی تفسیریں روایت کیں۔ مجاہدؒ نے مرد کنانی کا قول بیان کیا کہ لوگوں سے آکر کہتا کہ ہم نے محرم کو حرام کیا اور صفر کو مؤخر کیا پھر دوسرے سال آکر کہتا کہ ہم نے صفر کو حرام اور محرم کو مؤخر کیا پس یہی اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا بقولہ لیواطئوا عدۃ ما حرم اللہ یعنی چار کا شمار باقی رکھتے اور تاخیر سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر لیتے تھے۔ اور ایسا ہی ابو وائل و ضحاک و قتادہ سے مروی ہی۔ قال المترجم یہی صورت نسی کی اوپر مذکور ہوئی ہو اور بعض نے کہا کہ جس سال صفر تک تاخیر کی ہو اگر بعد محرم کو حلال کرنے کے بھی ضرورت قتال باقی رہے تو صفر کو ربیع الاول تک تاخیر کر دیتے حتیٰ کہ سال کے تمام مہینوں پر نسی چھا جاتی تھی ولیکن ظاہر بعض اقوال صرف محرم کی تاخیر کو مشعر ہیں اور محل اُن کا یہ ہو کہ صورت تاخیر بیان کرنے میں بطور مثال ہیں۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ قلمس مذکور ان پر محرم کو حلال کرتا اس شرط سے کہ سال آیندہ میں محرم و صفر دونوں حرام کریں۔ ابن کثیرؒ نے اعتراض کیا کہ اگر یہ تفسیر صحیح ہو تو لازم آویگا کہ اول سال اُنھوں نے فقط تین ہی مہینہ حرام رکھے اور سال آیندہ میں پانچ حرام کئے پس مواطاۃ عدۃ ما حرم اللہ تعالیٰ نہیں باقی رہی۔ مجاہدؒ سے ایک اور صورت نسی کی ذکر کی کہ مہینوں کے نام میں تاخیر و تبدیل کرتے پس ذی الحجہ ایک سال محرم کے وقت کو کہتے اور دوسرے سال عود کر کے ذی القعدہ کو ذی الحجہ کہتے پس ہر مہینہ دو سال حج کرتے تھے چنانچہ نویں سال ہجرت میں حج ابوبکر رضی اللہ عنہ ذی القعدہ میں واقع ہوا پھر آنحضرت صلعم کا حجۃ الوداع دوسرے سال ذی الحجہ میں واقع ہوا اور یہی حضرت صلعم نے اپنے خطبہ میں فرمایا ہو۔ الا ان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق السموات الخ۔ ابن کثیرؒ نے اس تفسیر کو بھی ضعیف قرار دیا اور کہا کہ

اس صورت مین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حج کیونکر صحیح ہوتا جبکہ مہینہ درحقیقت ذوالقعدہ کا تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسی حج کی نسبت فرمایا ہے
اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهٗ الآیۃ۔ کیونکہ یہ ندا اسی حج ابی بکرؓ مین واقع ہوئی۔ پس فی الحجہ مین نہ ہوتا
تو حج اکبر نہ ہوتا اور نسی اس امر پر موقوف نہین ہی جو دوران سال دہر مہینہ دوسال حج کرنے کی ذکر کی ہی کیونکہ بدون اسکے حاصل ہی کہ محرم
کو حلال کیا اور اسکی حرمت کو صفر تک تاخیر دی حالانکہ سال اپنے نظام پر موجود ہی اور سال آئندہ مین محرم کو اپنی حرمت پر باقی رکھا۔ لیکن
وے لوگ کبھی تو متوالی تینون ماہ حرام مین سے تیسری کی تحریم کو مقدم کرتے یعنی محرم کو اور کبھی تاخیر دیکر صفر پر ڈالدیتے تھے۔ فافہم واللہ اعلم
ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا الخ۔ اللہ تعالیٰ نے ایام فراق کو معدود ذکر دیا اور ایام وصال کو بلا حساب
و بلا انقطاع کردیا کما قال تعالیٰ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ۔ اور ایام عبادت کیلئے ایک مقطع قرار دیا حالانکہ اسکی جزاء و ثواب کیلئے جو شمار ہوتا ہے
کوئی مقطع نہین رکھا۔ کما قال تعالیٰ انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب۔ اس سے اہل اشتیاق کو جوش شوق مین ڈالا کہ دوام وصال کے
تصور سے قلیل ایام فراق کو صبر کے ساتھ گزار ینگے۔ کتاب ازلی مین ایام عبودیت کیواسطے انحصار ہوچکا اور وہی زمانہ امتحان ہی اور یہ اوقات
ممکنات سے ہی پھر جب مکان ممکنات سے باہر ہوا تو پھر بلامکان کے سوائے انوار رحمٰن کے اور کچھ نہین باقی رہتا اور وہان نہ رات ہی نہ دن ہی۔ نہ
انقلاب دوران اور نہ حدود و مکان اور نہ زمانہ کا نام و نشان بلکہ فقط کشف جمال ازل براے جلال ابد و بالعکس ہی نہ وہان شام غروب فنا ہی اور
نہ صبح علال بقا پس وقت عارف کشف جمال مین وقت ثانی نہین بلکہ ہر قدم مین دوام و سرمدیت باز وے بقا سے طیران در فضاء
ابدیت ہی ایسے بندون پر طوارق زمانیہ و علل حدثانیہ سے کچھ جاری نہین ہوتا۔ مبارک ایام وصال جنکو نصیب ہون۔ ع طوبیٰ لاعین
قوم انت بینہم ٭ فہن فی نعمۃ من وجہک الحسن ٭ خوشوقت اس قوم کی آنکھین جنمین تو موجود ہو کیونکہ ان آنکھون کو تیرے چہرۂ پاک حسن سے نعمت
غیر مترقبہ حاصل ہے قولہ یوم خلق السموات والارض۔ اسمین اشارت مرد قضاء و قدر پر تجلی ازلی کے ساتھ کشف اوقات سرمدیہ کا اشارہ
ہے۔ یوم تو آفتاب کے طلوع سے غروب تک کے وقت کو کہتے ہین اور معلوم ہوچکا کہ کشف جمال و جلال قدم مین نہ طلوع ہی نہ غروب۔ بلکہ ازل
وابد ہی اور تمام ازل و ابد و دور و دہر سب اللہ تعالیٰ کے قدیم ہونے مین فانی ہین۔ عدم سے ایک وقت بقدر یوم کے ایجاد کرکے اسمین مخلوق
کو پیدا کیا۔ قال المترجم یوم بقدر ہفتہ و ہفتہ بنام یوم سب تعبیر کے لائق ہی۔ فافہم قولہ منہا اربعۃ حرم۔ کرم و رحمت سے مہینے قرب پیدا
کردیئے جنمین مناسک عبادات و کشف مقامات سے مزید شرف رکھا گیا پس دنیاوی تنعم و عیش سے انہین منع کرکے تعفف کا حکم دیا اور انہین
مہینون مین اُن کو سامان کرکے جوار رحمت و کنار عطوفت کی طرف جانے کا حکم دیا پس بصورت عشاق ہر چیز سے منقطع ہوکر جوار خانہ مراد کو
جاتے ہین اور ماسوائے ان ایام کے اہل انس کو رفاہیت اور تنعم کی اجازت دی پھر اس حکم کو مؤکد فرمایا بقولہ ذلک الدین القیم۔ یعنی
راہ راست بجانب حق سبحانہ تعالیٰ و مشاہدہ وصال و کشف جمال ہی پھر ان اوقات مین مخالفت سے پرہیز کرنے کی تاکید فرمائی بقولہ فلا تظلموا
فیہن انفسکم یعنی نفوس پر ظلم اسطرح مت کرو کہ مجاہدات سے ان کو روکو اور مشاہدات کی طلب سے باز رہو بلکہ حظوظ شہوات اُن کو دیدو۔ بعض نے
کہا کہ اپنے نفس کا ظالم وہ ہی جو نفس کو اسکی مرادات و اتباع شہوات مین مطلق العنان چھوڑے کہ وہ بدکاریان کرتا پھرے اور محارم پر قدم
دھرتا پھرے۔ اور اُن سے تجاوز کرے۔ پھر جو لوگ اپنے نفوس کی اتباع پر مستقیم اور درحقیقت ان افعال سے نفوس پر ظلم کرنیوالے
ہین اُنکا حال فرمایا بقولہ زین لہم سوء اعمالہم۔ یہ اُن کی مذمت ہی کہ باطل طریقہ جو اُن کی فاسد راے سے نکلے اور یہ راے اُن کے
خیالات شیطانیہ سے پیدا ہوئے اور یہ خیالات شیطانی اُن کے نفوس کے مطلق العنان ہونے سے پیدا ہوئے ہین وے اپنی جہالت

سے اُن کو اپنے نزدیک یعنی نفوس کی آنکھون سے پسندیدہ دیکھتے ہین کیونکہ سنت آلہیہ نہین پہچانتے اور اس سے اندھے ہین۔ واسطی رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بقولہ زین لہم سوء اعمالہم۔ اُن کو عذاب نہین کیا بلکہ ایسی راہ پر چھوڑا جسمین اُن کی ہلاکت ہو۔ جعفر صادق رح نے ریاکاری کو بھی سوء اعمال مین شمار کیا پھر اللہ تعالیٰ نے مومنون کو ترک لذات دنیا و مرادات نفس پر آمادہ اور رجوع آخرت و رضاء حق تعالیٰ پر برانگیختہ کیا بقولہ تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
اے ایمان والو کیا ہوا ہے تم کو جب کہیے کوچ کرو اللہ کی راہ مین

اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ
ڈہیے جاتے ہو زمین پر کیا ریجھے دنیا کی زندگی پر آخرت چھوڑکر سو کچھ نہین

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ
دنیا کا برتنا آخرت کے حساب مین مگر تھوڑا اگر نہ نکلوگے تم کو دیگا دکھ کی مار اور بدل لاویگا

قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ إِلَّا تَنصُرُوهُ
اور لوگ تمھارے سوائے اور کچھ نہ بگاڑوگے اُس کا اور اللہ سب چیز پر قادر ہے اگر تم نہ مدد کروگے رسول کی

فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ
تو اُس کی مدد کی ہے اللہ نے جسوقت اُسکو نکالا تھا کافرون نے دو جان سے جب دونون تھے غار مین

إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ
جب کہنے لگا اپنے رفیق کو تو غم نہ کھا اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اُتاری اپنی طرف سے تسکین اُس پر اور مدد اُسکی پہونچین

بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝
وہ فوجین کہ تم نے نہین دیکھین اور نیچے ڈالی بات کافرون کی اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا

شیخ جلال رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلعم نے جب لوگون کو غزوہ تبوک کے واسطے چلنے کو بلایا اور وہ زمانہ تنگی و سخت گرمی کا تھا اور مدینہ کے باغون مین پھل پکنے کا وقت تھا پس لوگون پر اُسوقت مین سفر جہاد گران گزرا تب یہ کلام نازل ہوا۔ و قال الحافظ رح وغیرہ یہان سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگون پر عتاب شروع کیا جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہے تھے۔ مترجم کہتا ہو کہ مفسرین مین اختلاف نہین کہ یہ کلام غزوہ تبوک سے متعلق ہو۔ تبوک بفتح تا فوقانیہ و با موحدہ ایک مقام ہو قریب شام کے مدینہ سے دس مرحلہ دور ہو آنحضرت صلعم نے غزوہ طائف سے واپس ہوکر ان نصاریٰ پر جہاد کا قصد کیا بعض علماء نے کہا کہ باعث عزم مذکور قولہ تعالیٰ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیۃ واقع ہوا بالجملہ صحیحین وغیرہ سے ثابت ہے کہ اکثر غزوات مین جہان کا قصد ہوتا اُسکے سوائے دوسرے غزوہ کی طرف توریہ فرماتے تھے مگر غزوہ تبوک مین مصرح فرماکر لوگون کو آگاہ کر دیا تاکہ سامان سفر درست کرین کیونکہ سفر دور و دراز تھا اور حالت یہ کچھ تھی جو مذکور ہوئی۔ پس لوگون پر گران گزرا چنانچہ بعضے پچھڑ رہے اور اس غزوہ مین عجائب معجزات بہت واقع ہوئے چنانچہ آخر تک اُسکے بیان مین بعض بعض مذکور ہونگے اور شروع کلام شاید کہ لوگون پر عموماً عتاب ہو بسبب اُسکے کہ اُن پر ایسے وقت مین سفر گران گزرا اور شاید جو لوگ پچھڑ رہے تھے اُنہین پر عتاب ہے تو یہ یا ایہا الذین آمنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض۔ واضح ہو کہ اگر پچھڑنیوالون پر عتاب ہے تو سب نہین

پچھڑے تھے اور ایسے ہی گران گزرنا بھی ظاہر اسباب پر نہین ہوا ولیکن موافق عادت قرآنی کے خطاب عام فرمایا۔ مالکم استفہام توبیخ و ملامت ہے اور نفر ایک جگہ سے دوسری جگہ کو بسبب کسی حادثہ کے حرکت کر جانے کو کہتے ہین۔ واستنفر الامام۔ امام نے استنفار کیا یعنی جہاد کیلئے نقل حرکت کرنے پر آمادہ کیا و فی الحدیث اذا استنفرتم فانفروا یعنی جب تم سے نفر کو یعنی جہاد کے واسطے نکلنے کو کہا جاوے تو فوراً تعمیل کرو۔ اسم اس سے نفیر آتا ہے اور آیت مین نفر بمعنی لغوی ہے بسبب قولہ فی سبیل اللہ۔ اگرچہ عرف اسلام مین نفر واسطے جہاد کے نکلنے مین حقیقت ہوگیا اور شاید بروجہ تجرید ہو۔ اثاقلتم۔ دراصل تثاقلتم تھا پھر تا فوقیہ کو ثاء مثلثہ کرکے بعد ادغام کے ہمزۂ وصل سے اثاقلتم کیا گیا اور معنی اسکے بوجھل ہونا اور مراد لازم ہے یعنی درنگی و توقف کیونکہ گران بار آدمی جلدی نہین کرتا۔ اور یہ لازمی ہے الیٰ سے متعدی نہین ہوتا الا بتضمین معنی فعل دیگر لہذا اثاقلتم الی الارض۔ مین کہا گیا کہ متضمن معنی میل ہے لے بتاطئتم ومِلتم عن الجہاد الی الارض۔ یعنی سستی و درنگی کرکے مائل ہوئے جہاد سے طرف زمین کے یعنی طرف بیٹھ رہنے اپنے وطن کے۔ المعنی۔ اے ایمان والو کیا ہے تم کو کہ جب تم سے کہا گیا کہ جہاد کے واسطے نکلو تو تم بوجھل ہوکر جہاد سے بے رغبتی کرکے اپنے وطن مین بیٹھ رہے و توقف کرنے کی طرف مائل ہوئے۔ اَرَضِيتُم بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ہمزہ استفہام انکاری و تعجب لانے کو ہے یعنی کیا تم راضی ہوگئے زندگانی دنیا و اس کی لذات کے ساتھ بدلے آخرت و اسکی نعمتون کے۔ تم کو ایسا نہین چاہیئے۔ جو عرفان و یقین سے حیات دنیا کو فانی و آخرت کو باقی جان چکا پھر اس سے عجب ہے کہ دنیا پر راضی ہو۔ چونکہ حقیقی مومنین مین یہان باعث توقف یہ نہین تھا بلکہ تنگی و مشقت سفر و شدت گرمی و کثرت دشمن و بے سامانی کا باعث تھا لہذا قطعاً نہین فرمایا کہ تم ایسے ہی ہوگئے ہو ولیکن امور توقف چونکہ از جانب نفس بمقابلہ حکم اللہ تعالیٰ و رسول صلعم تھے لہذا بحسب صورت و ظاہر کے اُن کو متنبہ کردیا کہ حیات دنیا پر نظر مت کرو اور آخرت باقی کی طالب ہو۔ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ۔ نہین متاع زندگانی دنیا بمقابلہ آخرت مگر قلیل یعنی آخرت و اسکی نعمتون باقیہ کے پلہ مین متاع حیات دنیا بہت قلیل ہے حدیث مین اسکی مثال یون آئی ہے کہ سمندر مین کوئی انگلی ڈبو دے تو بھلا اسمین کسقدر آیا بس یہی مثال ہے کہ نعیم آخرت بمنزلہ سمندر کے اور متاع دنیا جسقدر انگلی مین لگا بعض نے کہا کہ قلیل سے معدوم بھی مراد ہوسکتا ہے کیونکہ نعمت آخرت باقیہ غیر متناہی ہین اور متاع دنیا ہی متناہی اور دونون مین کچھ نسبت نہین ہے ولیکن اول اظہر ہے کیونکہ نسبت معدوم ہونے سے متاع دنیا کا عدم لازم نہین ہان ایسا ہے کہ گویا معدوم ہے بس حاصل آنکہ جہاد پر کمر باندھو اور درنگ مت کرو۔ یہین سے کہا گیا کہ آیت مین دلیل ہے کہ جہاد ہر حال و ہر وقت مین واجب ہے۔ قال ابن کثیرؒ کہا گیا کہ یہ آیت اور قولہ تعالیٰ انفروا خفافا وثقالا وجاہدوا الآیۃ۔ اور قولہ ما کان لاہل المدینۃ ومن حولہم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ الآیۃ۔ یہ آیات منسوخ ہین بقولہ تعالیٰ وما کان المومنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ۔ لہذا جہاد فرض کفایہ ہے کہ سب ترک کرین تو گنہگار رہین اور اگر بعض اس پر قائم رہین تو کافی ہے اور قول نسخ ہی ابن عباسؓ و عکرمہ و حسن و زید بن اسلم سے مروی ہے ولیکن شیخ ابن جریرؒ نے اسکو رد کردیا اسطرح کہ خود جہاد کے قصد کرنے مین یہ نچاہیئے کہ تمام مومنین ملک خالی کرکے چلے جاوین۔ اور یہ آیت و ما عندا اُس کے ان مومنون کے حق مین ہین جنکو آنحضرت صلعم نے جہاد پر چلنے کا حکم دیا پس اُن پر متعین ہوگیا کہ وہ ضرور چلین گے چنانچہ اگر تعمیل نکرین گے تو مستوجب عذاب ہین لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔ الا۔ دراصل ان لا۔ ہے نون حرف شرط کو لام مین ادغام کیا گیا یعنی اگر تم نفر نہ کروگے یعنی جہاد کیلئے رسول اللہ صلعم کے کہنے کے موافق ساتھ ہوکر نہ نکلوگے تو عذاب الیم سے تم کو اللہ تعالیٰ معذب فرماویگا۔ وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ۔ اور سوائے تمھارے اور قوم کو تمھاری جگہ بدلیگا۔ بعض نے کہا کہ یہ قوم اہل یمن ہین اور شاید مراد اشعری لوگ ہین اور بعض نے کہا

کہ اہل فارس ہین یعنی قوم سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔ اور حق یہ ہی کہ علماء تفسیر نے بنظر قرائن وصلاحیت کے اقوام کو بیان کیا ورنہ آیت کریمہ کی تفسیر کسی قوم سے نہین ہوسکتی کہ وہ مراد ہو اسلئے کہ آیت جملہ شرطیہ ہی یعنی اگر تم ایسا نہ کروگے تو ایسا ہوگا پس جملہ محصلہ نہین ہی تاکہ کسی قوم کی تعیین ہو اور حاصل کلام یہ ہی کہ اللہ تعالی نے سخت تہدید فرمائی کہ اگر تم لوگ آنحضرت صلعم کے استنفار کو قبول نہ کروگے تو تم پر عذاب الیم نازل کرکے بجائے تمہارے اور قوم کو لادیگا جو مطیع ومنقاد ہون اور اللہ تعالی ہر بات پہ قادر ہی۔ جیسے قوم وجیسے بندے چاہے پیدا فرماوے بلکہ جس قوم کو چاہے جیسا کردے لہذا فرمایا۔ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ ضمیر تضروہ۔ راجع بجانب آلہی عزوجل یا بجانب رسول اللہ صلعم یعنی تم اللہ تعالی کی مملکت مین کچھ بھی ضرر نہین پہونچا سکتے اور اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے یا تم لوگ آنحضرت صلعم کی معاونت چھوڑنے سے اس کا کچھ ضرر نہین کرسکتے کیونکہ تمہارا امدگار ہونا فتح ونصرت کیلئے ضروری نہین اگرچہ تمہارے لئے ہی مفید ہی کیونکہ اللہ تعالی اپنے حکم سے اپنے رسول واسلام کو غالب کریگا اور وہ ہر چیز پر قادر ہی۔ چونکہ نفس انسانی ان مقامات مین وساوس شیطانی کی وجہ سے متزلزل ہوتا ہی لہذا اشارہ بیان فرمایا بقولہ۔ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ۔ ان لاتنصروہ لم یحتج الیکم فانہ قد نصرہ اللہ۔ اگر تم اسکی نصرت نکروتو تمہاری مددگاری امر ضروری نہین ہی۔ البتہ اللہ تعالی نے اپنے رسول کو نصرت عطا فرمائی ہی جبکہ سوائے ایک آدمی کے اس کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ جبکہ اسکو کافرون نے نکالا یعنی مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔ نہ آنکہ خود باہر کردیا کیونکہ خود تو تلاش مین تھے کہ پاوین تو سب کے سب موافق مشورہ دار الندوہ کے ایکبارگی ٹوٹ پڑین وقتل کرڈالین جیسا اوپر قصہ گذر چکا پس مراد آنکہ کافرون کے حرکات نے اسکو نکل جانے پر مجبور کیا پس وہ نکلا۔ ثَانِيَ اثْنَيْنِ درحالیکہ وہ دو مین سے ایک تھا یعنی ایک ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے۔ اگر کہا جاوے کہ ثانی جب آنحضرت صلعم ہوے تو اول ابوبکر الصدیق ہوئے حالانکہ مرتبہ صدیق خود مؤخر ہی تو جواب یہ کہ عرب کی زبان مین ایسی ترکیب مین مرتبہ وغیرہ کا لحاظ کچھ نہین ہوتا بلکہ مراد یہ ہوتی ہی کہ ان اعداد مین سے ایک عدد پس معنی یہ کہ دو مین سے ایک آنحضرت صلعم تھے اور فائدہ یہ نکلا کہ کل دو ہی تھے وقد قال تعالی ومامن نجوی ثلثۃ الا ہو رابعہم۔ اپنی ذات پاک کو چہارم فرمایا یعنی تین مشورہ کرنیوالون کے ساتھ چوتھا علم آلہی ہوتا ہی بس رتبہ یہان مراد نہین کیونکہ ممکن ہی نہین ہی اس لئے کہ خالق کو مخلوق سے کچھ نسبت نہین ہی پس مقصود یہ کہ نصرت دی اپنے رسول کو مکہ سے نکلنے کے وقت درحالیکہ ہمگی دو عدد مین سے ایک وہ تھا۔ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ جبکہ یہ دونو کے دونون غار مین تھے اس غار سے جبل ثور کا غار مراد ہی جسمین آنحضرت صلعم مع ابوبکرؓ کے تین روز پوشیدہ رہے تھے تاکہ کافر لوگ راستون سے ڈھونڈھ ڈھونڈھکر واپس آوین اور اس مدت تک حضرت صدیق کے غلام کھانا پانی پہونچاتے اور حضرت صدیق کی چھوٹی بیٹی اسماء بنت ابی بکر بھی متعہد ہوتی تھین اور یہ قصہ بخاری کی حدیث کیفیت ہجرت وغیرہ مین مفصل مذکور ہی اور آیت مین ابوبکرؓ کی بڑی فضیلت ہی اور دلیل ہی کہ معیت ابوبکرؓ کی امر شائع مستفیض اس درجہ پر تھی کہ تعبیر بلفظ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار۔ کافی تھی اور امت کا بھی اجماع ہی کہ ثانی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تھے کشاف مین کہا کہ علمائے فرمایا کہ جس نے حضرت صدیقؓ کے مصاحب ہونے سے انکار کیا وہ کافر ہوا کیونکہ اس نے نص قرآنی کا انکار کیا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی۔ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ جبکہ رسول اللہ صلعم کہتا تھا اپنے مصاحب سے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ تو کچھ غم نہ کھا کہ اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہی۔ خفاجی رح نے کہا کہ ساتھ ہونے سے ایک خصوصیت کا ساتھ ہونا مراد ہی ورنہ عموماً اللہ تعالی اپنے علم وغیرہ سے ہر بندہ کے ساتھ ہے اگر کہا جاوے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تو مرتبہ صدیقیت پر تھے پھر کیونکر غمگین ہوئے جیسا کہ آیت سے نکلتا ہی جواب یہ کہ آنحضرت صلعم پر نظر کرکے گھبرائے تھے اور اپنی ذات کیواسطے کچھ غمگین نہ تھے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم

بعد مغرب کے حجرہ شریف مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لٹا کر باہر آئے اور جماعت کفار کو گھیرے کھڑا دیکھکر سورۂ یٰسین تا قولہ فہم لا یبصرون پڑھکر
مشت خاک اُن کی آنکھون پر پھونک کر اُن کے روبرو سے نکلے ہوئے چلے گئے۔ اور کفار اندھون کی طرح کھڑے رہے صبح کو کف افسوس
مل کر لوگ دوڑائے اور دیدبان بٹھائے۔ آنحضرت صلعم نکل کر حضرت ابوبکرؓ کے یہان تشریف لائے اور ہجرت کے حکم سے آگاہ کیا۔ ابوبکرؓ
نے ساتھ ہونے کی اجازت چاہی آپنے فرمایا کہ ہان پس ساتھ لئے ہوئے جبل ثور کی طرف روانہ ہوئے۔ روایت ہو کہ ابوبکرؓ کبھی
آگے ہو لیتے اور کبھی پیچھے تو آپنے پوچھا۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب مجھے دیدبانون کا خیال ہوتا ہو تو آگے ہو لیتا ہون اور
جب درپئے طلب کافرون کا خیال آتا ہو تو پیچھے ہو لیتا ہون یہانتک کہ غار مذکور تک پہونچے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ذرا توقف فرمائے
کہ مین غار کو پاک کر دون پھر کانٹے وغیرہ سے پاک کر کے عرض کیا کہ آپ اندر آجائیے۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ قصہ روایت کر کے کہتے کہ واللہ یہ رات
ابوبکرؓ کیواسطے ساتھ ہونے کے عمر و اسکی اولاد سے بہتر تھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غم صرف اس امر پر تھا کہ کافر لوگ درپئے طلب مین ایسا نہو کہ
آنحضرت صلعم کو کچھ اذیت پہونچے اور اس سے یہ لازم نہین کہ دین اسلام پھیلنے اور نصرت رسول اللہ صلعم کا وعدہ دیا گیا ہو اسکے خلاف کیون غم ہوا
اسلئے کہ اذیت پہونچنا اسکے منافی نہین جیسے جنگ احد مین ہوا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ حضرت ابوبکرؓ نے خود یہ قصہ بیان فرمایا کہ جب
ہم غار مین تھے تو مین نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ یا رسول اللہ کافر لوگ یعنی جو غار پر اُدھر اُدھر ڈھونڈھ رہے ہین اگر اُن مین سے کوئی نیچی
نظر کرے تو ہم کو اپنے قدمون کے نیچے دیکھ لے آپنے فرمایا کہ اے ابوبکر تیرا گمان کیا ہے ایسے دو آدمیون کے ساتھ جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔
والحدیث فی الصحیحین۔ پس اللہ تعالیٰ نے کافرون کو غار سے اندھا کر دیا پس وے لوگ اسکے گرداگرد پھرتے رہے مگر کسی نے ہم کو نہ دیکھا
زاد الطبرانی والبیہقی عنہ۔ نووی رحمہ نے کہا کہ اسمین آنحضرت کے توکل عظیم کا بیان اور حضرت صدیق کی کمال فضیلت پر تنصیص ہے۔ شعبی رحمہ نے
فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اس آیت مین تمام اہل زمین کو عتاب فرمایا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ ابن عمرؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے
ابوبکرؓ کو فرمایا کہ تو حوض کوثر پر میرا صاحب تو غار مین میرا صاحب ہو۔ رواہ الترمذی قال حسن صحیح غریب۔ اہل علم نے اس آیت سے بہت سے
وجوہ افضلیت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی استنباط کئے ہین۔ حاصل کلام آنکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اسوقت مدد دی جبکہ غار مین اپنے
ساتھی سے کہتا تھا کہ تو کچھ غم مت کر ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو یعنی نصرت الٰہی ہمارے ساتھ ہو۔ فَاَنۡزَلَ اللّٰہُ سَکِیۡنَتَہٗ عَلَیۡہِ
پس اللہ تعالیٰ نے اپنی طمانینت اسپر نازل فرمائی۔ ضمیر علیہ مین علماء کے دو قول ہین ایک یہ کہ حضرت ابوبکرؓ کی طرف راجع ہو کیونکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو برابر سکینت و وقار پر تھے پس معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ پر اپنی طمانینت نازل فرمائی جس سے اُن کے
دل کو تسکین ہو گئی کہ نصرت الٰہی شامل حال ہو آنحضرت صلعم کو کچھ اذیت نہین پہونچ سکتی ہو۔ بعض نے لکھا کہ ابن عباسؓ و اکثر مفسرین
کا یہی قول ہو۔ قول دوم یہ کہ ضمیر مذکور راجع با آنحضرت صلعم ہے اور فار قولہ فانزل فار تعقیب نہین ہو یعنی یہ معنی نہین کہ اسکے بعد اللہ تعالیٰ
نے اپنی طمانینت نازل فرمائی بلکہ سیاق کلام سے اثبات نصرت ہو پس جب اس حالت مین آنحضرت صلعم نے اپنے ساتھی کو تسکین دی تو
ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر طمانینت نازل فرمائی تھی اور بعض نے کہا کہ سکینت سے مراد ایسی عصمت ہو کہ اُس کے ہوتے
ہوئے کوئی خوف کسی سبب سے نہ آئے بلکہ ہمہ تن مسبب الاسباب پر نظر رہے۔ ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ قولہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ۔ اللہ تعالیٰ نے
اپنی تائید و نصرت اُتاری اور اسی کا مؤید ہے قولہ تعالیٰ۔ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡهَا اور تائید دی اسکو یعنی آنحضرت صلعم کو ایسے
لشکرون سے جنکو تم نے نہ دیکھا اگر پوچھا جائے کہ یہ کہان تائید دینے کا بیان ہو تو معالم وغیرہ مین لکھا کہ حالت مذکورہ یعنی غار مین اور دیگر اوقات

حالت جہاد وغیرہ مین پس غار مین تائید ملائکہ بایں معنی تھی کہ کافرون کے رخ کو غار سے پھیرتے اور آنکھین اُسمین نظر کرنیسے اندھی کرتے یعنی بینائیان خیرہ کرتے تھے اور جنگ بدر وغیرہ مین تائید ملائکہ معروف ہی اور ظاہر یہ ہو کہ بعد اخراج کے مواطن جنگ مین تائید کا بیان ہو اور معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اسوقت تائید و سکینت دی جبکہ ہجرت کے وقت غار مین اپنے ساتھی سمیت تھا اور بعد اس کے مواطن قتال مین ملائکہ کے گروہون سے تائید کی جنکو تم نے نہ دیکھا۔ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ اور اللہ تعالیٰ نے کافرون کے کلمہ کو پست کر دیا یعنی دعوت شرک کو مغلوب کر دیا جسکی گردن بڑھ چلی تھی وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا اور کلمۃ اللہ یعنی کلمۂ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ و محمد رسول اللہ ہی غالب ہی ضمیر ہی فاصل سے قطعاً جملہ اسمیہ کر دیا اور مفاد یہ کہ کلمہ الٰہی کسی حال مین پست نہ تھا کہ اب غالب ہو بلکہ وہ ہر حال مین غالب ہی ہان لوگ البتہ اس سے محروم تھے کیونکہ کلمۂ توحید سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و الوہیت کا بیان ہی اور وہ ہر حال مین ظاہر و باہر ہے اور ہر چیز اُسکی قدرت و حکم مین مسخر ہی۔ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت و ملک مین غالب اور اپنی صنع مین حکیم ہی جو کچھ جسوقت جس حال سے جاری ہی سب اُسی کے قبضۂ قدرت مین مسخر اور اُسی کی حکمت بالغہ سے جاری ہی جس کا پار کوئی نہین پا سکتا ف۔ اللہ تعالیٰ نے مومنون کو رضاء الٰہی و مشاہدۂ پاک باقی حاصل کرنے کیلئے دنیا و اسکی لذات چھوڑنے پر آمادگی دلائی بقولہ ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الآخرۃ۔ اور اسمین اہل طریقت کو اشارت ہی کہ کرامات کو مشاہدہ پرست اختیار کرو۔ مترجم کہتا ہی کہ اکابر اولیاء اللہ صدور کرامات کو آدمی کیواسطے نقص سمجھتے تھے کیونکہ یہ توجہ بجانب عالم ہی اور غفلت از مشاہدہ خالق عز و جل۔ اور قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ وغیرہ نے اسکو مصرح بیان کر دیا ہی اور حاصل اشارت یہ ہی کہ کرامات اگرچہ صاحب کرامت کے بزرگ ہونے کی دلیل ہین لیکن چونکہ امر باقی نہین لہذا اُنکی خواہش جو موجب غفلت از مشاہدہ ہی نہین چاہتے۔ ہان اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے جس سے صادر فرما دے اُس کے حق مین چونکہ اُسی راہ سے تجلی بھی ہوگی کچھ نقصان نہین۔ فافہم واللہ اعلم۔ یحییٰ بن معاذ رحمہ نے فرمایا کہ دنیا مین لوگ باہم نصیحت مین خوف کرکے آخرت کی فضیلت مین گرفتار ہوتے ہین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا کو قلیل و خوار اور آخرت کو یعنی عقبیٰ کو مشرف و پائدار فرمایا بقولہ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل۔ اور اسمین اشارت ہی کہ عارف صادق نے دنیا مین جو کچھ قرب و معرفت و وجد و حالت و فضل و کرامت پائی ہی وہ درگاہ کبریائی مین حاضر ہونیکی نعمتون سے جو آخرت مین ملینگی بہت کم ہین کیونکہ وصال حق و کشف جمال کے مقابلہ مین تمام نعمتین فانی و ہیچ ہین جیسے بحر زخار کے مقابلہ مین ایک قطرہ حباب ناپائدار ہے۔ شیخ نہرجوری رحمہ نے فرمایا کہ دنیا ایک سمندر ہی اور آخرت اُسکا کنارہ ہی اور جس چیز پر سوار ہوکر پار ہو وہ ایک ہی چیز ہے یعنی تقویٰ اور لوگ اس سمندر سے پار ہونیکے مسافر ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ دنیا آب بلکہ سراب ہے اگر ہفت سمندر سے دامن تر ہو اس سراب سے دامن اُٹھائے گذرنا ضرور ہی قولہ تعالیٰ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین الخ۔ جو بندہ ازلی تائید سے سرفراز ہوا اُسکو کسی نصرت و مدد کی حاجت نہین جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر جس بندہ کو اللہ تعالیٰ نے معزز کیا اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مددگار بنایا حالانکہ آنحضرت اسکی مدد و نصرت سے مستغنی ہین بلکہ مددگار کو خود اس نصرت کی توفیق پانے سے شرف حاصل ہی کیونکہ نصرت حق عز و جل اس پر آئے سے اسپر ظاہر ہوئی جو بندہ اپنے مولیٰ عز و جل کی طرف منقطع ہو جائے اللہ تعالیٰ ہر حال مین اُسکی اعانت فرماتا ہی اور ہر نعمت اسکو پہونچاتا ہی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کو اس طرح بیان فرمایا کہ جب غار مین اپنے ساتھی سمیت داخل ہوا تو اُسپر کشف جمال سے اور اُسکے ساتھی پر ظہور نور جمال سے طمانینت نازل کی اور حاصل یہ کہ تمھاری نصرت کی کیا حاجت ہی جسکو اُس کے مولیٰ نے نصرت دی جبکہ وہ مکڑی کے جالے کے اندر مخفی ہوا اور اُسکے دشمنون نے اُسکے ساتھ کچھ قابو نہ پایا۔ مترجم کہتا ہی کہ مشہور ہی کہ جب حضرت صلعم غار مین داخل ہوئے تو اوپر سے مکڑی نے

جالا تانا۔ چنانچہ کافرون نے کہا کہ اگر اس غار مین جاتے تو مکڑی کا جالا باقی نہ ہوتا حالانکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر سے مشرکون کے پاؤن دیکھتے تھے
یہی شیخ نے اشارہ کیا۔ اور نیز اس کلام مین بیان ہو کہ رسول کو کسی کی نصرت کی حاجت نہین جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُسکی نصرت ازلی اور رعایت رسالت
و نبوت سے منصور فرمایا پس وہ تمام خلائق پر غالب ہے۔ مترجم کہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کو عموماً آیات سے آنکھون دکھلایا چنانچہ بدر مین ایک
مٹھی خاک سے لشکر بھاگا اور حنین مین بھی جب آپ تنہا رہ گئے اور ایک مٹھی خاک کافرون پر پھونک دی اور فرمایا کہ خوار ہون یہ چہرے بھاگو
میرے رو برو تو تمام لشکر کفر دہل گیا اور اُنکے دل اُن کے سینون مین اُچھلنے لگے اور آنکھین و منھ و ناک سب کنکریون وغیرہ سے بھر گئے اور نہایت
مضطرب ہو کر بھاگنا شروع کیا اور یہ بیان بھی عوام کی تسکین کیواسطے ہو ورنہ امر حقیقت اس سے بھی اعلیٰ و اجل ہو پس واللہ ثم باللہ کہ مرد
عارف بیقین جانتا ہو کہ نصرت الٰہی کسی سبب پر موقوف نہین اور تن تنہا حضرت صلعم تمام عالم کے مقابلہ مین کافی تھے۔ ارے یہ نہین جانتے کہ
اللہ تعالیٰ قادر ہو کہ تمام کافر و تمام خلائق کو ایکدم مین ہلاک کرے ایکدم مین عاجز و مطیع کرے سب کے سب ہاتھ باندھکر حاضر ہون۔ قدر
قال تعالیٰ قل فمن یملک لکم من اللہ شیئا ان اراد ان یہلک المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ان القلوب بین اصبعین
من اصابع الرحمن الحدیث۔ پس بالیقین نصرت الٰہی کی حاجت ہو اور کسی شخص کی مددگاری امر محتاج الیہ نہین بلکہ مددگار کے حق مین شرف ہو فافہم
شیخ نے لکھا کہ بعض نے کہا کہ قولہ فقد نصرہ اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے اسکو منصور فرمایا چنانچہ بقولہ واللہ یعصمک من الناس۔ سب کی نصرت سے بے پروا کر دیا اور
جو بندہ کہ میدان عصمت مین مشرف ہو وہ تمام مخلوق کی نصرت سے بے پروا ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ ابتدا مین رات کو صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے
بعض بعض آپ کی چوکیداری و حراست کیا کرتے تھے اور رات بھر مسلح ہو کر گرد گھومتے پس جب یہ آیت اُتری تو آپنے جھروکے سے سر نکال کر فرمایا
کہ اب تم جاؤ آرام کرو اللہ تعالیٰ نے مجھے عصمت مین کر دیا یعنی کوئی قتل نہین کر سکتا۔ شیخ نے لکھا کہ قولہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار۔ مین حبیب کی
صحبت مین صدیق رضی اللہ عنہ کی خاصیت کا اشارہ ہو یعنی آنحضرت صلعم کی صحبت کیواسطے صدیق رضی اللہ عنہ کو مخصوص فرمایا تھا کیونکہ آنحضرت صلعم
کیساتھ ہونیکے واسطے صدیق مین ایک خاص خصوصیت تھی کیونکہ مقام قرب و منزلت مین اتحاد مشرب سے معیت ہو اور مشرب صدیق رض کا بحر نبوت و رسالت
سے تھا اور یہ تقدیر قدیم تھی پس اگر یہ امر نہ ہوتا تو آنحضرت صلعم کی صحبت و معیت کیلئے منفرد نہ ہوتے اور صدیق رض ایسی منزل مین تھے کہ وہان ظہور حدت تھا
اور درمیان سے صدیق و نبی سب مرتفع تھے اور اعلیٰ مرتبہ اس مقام کا مقام نبوت ہو پس انتہا مرتبہ صدیق ابتدا مرتبہ نبی ہو اور وہ ایسا مقام
ہے کہ وہان اللہ تعالیٰ کے سوائے کچھ نہین ہو پس اُسی نور قدس سے دونون نکلے اور اسی کے ساتھ غار مین داخل ہوئے حبیب علیہ السلام نے صدیق رض
کو اپنے ساتھ ہونیکے خصائص پہنچوائے جبکہ صدیق پر طوارق امتحان کا ظہور ہوا کما قال تعالیٰ اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا یعنی کبھی اس
خیال سے غمگین مت ہو کہ ازلی برگزیدگی و عصمت مین تغیر آوے گا ایسا نہین ہو سکتا بلکہ وہ پاک پروردگار اگرچہ فرد و صمد غنی پاک ہو لیکن فضل سے ہم کو
سرفراز کیا پس تا ابد وہ ہمارے ساتھ ہے بایمعنی کہ اسکی قدرت و عنایت ازلی و اُس کا علم قدیم اور اُسکا ظہور مشاہدہ از راہ قلب و روح و عقل بوصف
قرب و مناجات یکسان ہمارے ساتھ ہو۔ ابن عطا رح نے قولہ اذ ہما فی الغار مین کہا کہ محل قرب کے غار انوار ازلی مین تھے اور کہا کہ قولہ لاتحزن الخ
جو کوئی ایسا ہو کہ اللہ تعالیٰ اُسکے ساتھ ہو اُسکو غمگین نہ ہونا چاہیئے۔ شبلی رح نے قولہ ثانی اثنین مین کہا کہ تشخص مین تو دو تھے اور قلب کی راہ سے اپنے
مولیٰ کے ساتھ واحد تھے۔ ابن عطا رح نے قولہ ان اللہ معنا مین کہا کہ معیت الٰہی ہمارے ساتھ ازل مین ہو چکی چنانچہ ہم مین وصل دیدیا اور ساتھ
کر دیا پس فصل و جدائی کا رنج مت کر۔ و بعض نے کہا کہ صدیق رض کو غم صرف اس امر کا تھا کہ آنحضرت صلعم کو کچھ اذیت لاحق نہ ہوا اور بعض نے کہا کہ اس
جہت سے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسا امر پیش آوے جس سے اسلام مین ضعف ہو جاوے مترجم کہتا ہو کہ شان الٰہی سبحانہ علی و اجل ہو اُسکی عظمت و کبریائی

جب بمرتبہ کمال حاصل ہو تو وہ مرتبہ نبوت ہی اور درجہ بدرجہ کمی سے مرتبہ انسانی مین نقص ہوتا ہی اور اسی قدر اپنی فنا مین قصور ہوتا ہی پس یہ بات بعید نہین کہ بندہ برگزیدہ کسی مکروہ مین گرفتار ہو چنانچہ آنحضرت صلعم ابتدا مین عرب قریش کے ہاتھون اذیت مین آئے لہذا صدیق کو ایسا خوف وغم ہونا بنظر عظمت و کبریا الٰہی کے بجائے خود تھا تا آنکہ بوحی الٰہی و کلام نبوت یہ امر ظاہر ہوا کہ اس واقعہ مین معیت الٰہی ہی یعنی ظہور تجلی افضال وطلوع آفتاب حق و کمال ہی پس اسلام روز بروز قوی ہوگا اور ایسا نہ ہوگا کہ جیسے بعض انبیا سابقین کو اللہ تعالی نے قوم کے ملعون ہاتھون سے قتل کرکے اُٹھا لیا اور مقام قرب و منزلت مین بلا لیا اور اس قوم ملعون کو طغیان و گمراہی مین چھوڑ دیا۔ فافہم۔ فارس رح نے کہا کہ حزن سے اسلئے منع کیا کہ حزن ایک علت ہی پس معرفت دیدی کہ اس مقام پر حزن لائق نہین ہی کیونکہ مقام قرب مین است اعلی مقام ہی بعض نے کہا کہ دونون مقام مشاہدہ مین تھے پس غیرت حق نے انکو چشم خلائق سے غار مین پوشیدہ کیا اور یہ ایک تجلی خاص ہی تو نہین دیکھتا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے ابوبکر تیرا ایسے دو آدمیون کیساتھ کیا گمان ہی جنکا تیسرا اللہ تعالی ہی یعنی مشاہدہ و نصرت و مدد سے تیسرا وہ پاک پروردگار ہی۔ یعنی وہی انکا ناصر و معین ہی بعض نے کہا کہ قولہ فقد نصرہ اللہ۔ یہ نصرت عجیب فضل و کرامت تھی کہ کسی کو میسر نہین ہوئی کیونکہ وہان کشف مقامات سے وہ اعلی مشاہدات تھے جو حبس بدن سے نجات ہوکر حاصل ہوتے ہین جیسے دیدار حق سبحانہ تعالی بعد فنا جسم و جسمانیات کے بعد ایجاد خاص کے حاصل ہوتی ہی نہ ان آنکھون جیسا کہ سابق مین تحقیق ہو چکا۔ پس اگر اس حالت مین یہ نصرت خاصہ نہ ہوتی تو سطوات عظمت و کشف مشاہدہ خاصہ مین متلاشی ہو جاتے۔ اسرار صوفیہ مین کہا جاتا ہے کہ قطعات مین ومقامات کیلئے جو خصوصیات بیان ہوتے ہین صحیح ہین اگرچہ وہ خیالات پر مبنی نہین کیونکہ کون[پاره ۱۰] جانتا تھا کہ یہ غار ایسے سردار بنی آدم و اشرف عالم کا ٹھکانا ہوگا و لیکن اللہ تعالی نے جیسے اپنی رحمت سے جسکو چاہا مخصوص فرمایا اسی طرح جسکی قسمت مین جو فضل چاہا تقسیم کر دیا بعض کہتے ہین کہ بعضے لوگون کے دل عرش سے متعلق ہین وہ اللہ تعالی کو وہان طلب کرتے ہین حالانکہ او تعالی فرماتا ہی۔ اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا یہ تو یقینی بات ہی کہ اللہ تعالی ہر زبان و مکان سے پاک منزہ ہی لیکن اس خطاب مین اہل دل کیلئے حیات اسرار ہی۔ شیخ نے لکھا کہ مجھے یہان ایک نکتہ عجیب کشف ہوا کہ قولہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا۔ مین نفی اتحاد لوحدانیت ہی جیسے عیسیٰ و اسکی مان سے نفی فرمائی جبکہ نصاریٰ نے یہ زعم کیا۔ کہ ان اللہ ثالث ثلثۃ۔ پس رد کر دیا کہ ما من الٰہ الا الٰہ واحد۔ پس عیسیٰ و اُن کی مان سے الوہیت کی نفی فرمائی ویسے ہی یہان بھی سید المرسلین و سید الصدیقین سے اُن کی نفی فرمائی تاکہ کوئی احمق یہ گمان نہ کرے کہ عرش سے ثری تک ساحت کبریا و ازلیت مین اثنہ نہ تھا اسواسطے کہ الوہیت قدیمہ تو انقسام و افتراق و اجتماع وغیرہ سے ممتنع ہے اور قولہ ان اللہ معنا سے اسکی تحقیق کر دی اور اسمین تلویح ہے کہ اتحاد محال ہی اور جو اشارہ بیان ہوا اس کی دلیل اس قول سے ہی کہ لاتحزن۔ اس طرح کہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے طلب مین حزن کا اثبات فرمایا اور یہ حزن از راہ حال و وقت ہی کہ اسمین تغیر نہ آوے اور فوت نہ ہو جاوے حالانکہ زمانہ امتحان کا ہی پس آنحضرت علیہ السلام نے آگاہ فرمایا کہ یہ وقت و حال ہم سے فوت نہین ہو سکتا کیونکہ او تعالی کشف وقت و حال کے فضل فرمانے سے ہمارے ساتھ ہی۔ پھر اللہ تعالی نے اس کشف و حال مین مزید فرمایا بقولہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ۔ کیونکہ صدیق رض کو اسی سے غمگینی تھی۔ اسمین اشارت یہ ہی کہ سکینت مذکور پہلے قلب محمد صلعم پر اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہوئی اور یہ کشف و قرب مین وضوح کے واسطے تھی اگرچہ آنحضرت صلعم ہر حال مین مستقیم تھے اور کبھی آپکو اس حال و وقت کے گم ہو جانے کا خوف نہین ہوا و لیکن ان کے قلب پر اس سکینت کا نزول بغرض زیادتی استقامت قلب صدیق رضی اللہ عنہ کے تھا کہ اُن کے دل سے بالکل حزن و اندوہ جاتا رہے تاکہ رسول اللہ صلعم کے جمال سے منور ہو جاوے اور اگر بدون واسطہ آنحضرت صلعم کے صدیق رض کے قلب پر اُسکا نزول ہوتا تو انوار قدم کے اشراق سے وہ فانی ہو جاتے کیونکہ ایسے اوقات مین اُسکے نزول کو سوائے انبیاء

و مرسلین اولی العزم کے دیگر انبیا و رسول بھی نہین اٹھا سکتے ہین پس گویا کلام یون فرمایا کہ اللہ تعالی نے اس سکینت کو جو ابو بکرؓ کیلئے رہتی محمد صلعم پر نازل فرمایا۔ اور یہ بھی احتمال ہو کہ بوجہ قوت معرفت حضرت صدیق کے جو ایسے رسول افضل و اکرم کے صدیق تھے ابتداءً یہ سکینت صدیقؓ پر نازل ہوئی ہو کیونکہ آنحضرت صلعم پر یہ سکینت اول ہی سے تھی اور بعض نے کہا کہ نزول سکینت کا قلب ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ پر از جانب الٰہی اسطرح ہوا کہ محمد صلعم نے صدیقؓ سے فرمایا کہ تیرا گمان ایسے دو کی طرف کیا ہو جن کا تیسرا اللہ تعالی ہو پس سکون و طمانینت حاصل ہو گئی۔ مترجم کہتا ہو کہ واضح رہو کہ ہر کلام و خطاب کے ساتھ انوار توفیق و معرفت از جانب حق عزوجل ہوا کرتے ہین اور جو شخص توفیق یافتہ ہوتا ہو اُسی کو حاصل ہوتے ہین۔ اسی واسطے جب کلام مجید کی تعلیم و تعلم کی تاکید فرمائی اور بعض نے عرض کیا کہ ہم آپ پڑھتے اور اولاد کو پڑھاتے ہین پھر آپ کچھ خوف نہ فرمائین تو آنحضرت صلعم نے بطریق استعجاب فرمایا کہ مین تجھے فقیہ جانتا تھا ارے تو نہین دیکھتا کہ آسمانی کتابین توریت و انجیل ان یہود و نصاری کی بغل مین تھین مگر اُن کو کچھ فائدہ نہوا یعنی توفیق جاتی رہی آخر اُنھون نے اُن مین تحریف کر دی کہ اب اصلی توریت و انجیل کا پتہ بھی نہین ملتا ہو۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو تجھکو یہ اشارہ بھی مفہوم ہو گا کہ آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالی ساتھ ہو حضرت صدیق کیلئے حصول طمانینت مین کافی ہو گیا۔ فافہم۔ رہا کلام طمانینت مین تو شیخ نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ امور تقدیری اپنے مقدرہ طور پر جاری ہونے کی حالت مین قلب کو سکون رہنا طمانینت ہے ۔

ابن عطاء نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہو کہ ابو بکرؓ کو حزن نہو ولیکن آنحضرت صلعم نے از راہ شفقت کے متنبہ کر دیا کہ ایسے حال مین جو آدمی پر حزن طاری ہوتا ہو تو اس سے بچنا۔ مترجم کہتا ہو کہ اس تقدیر پر قولہ لاتحزن کے یہ معنی کہ خبردار محزون نہ ہونا۔ اگر کہا جاوے کہ یہ مجاز ہے اور حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کی طرف مرجح نہین ہو سکتا تو جواب یہ کہ بات یہی ہو ولیکن احتمال تو باقی ہو۔ فافہم۔ ابن طاہرؒ نے کہا کہ اس آیت مین آنحضرت صلعم نے ان اللہ معنا کہا یعنی اسم ذات کو لیا اور کسی اسم صفتی کو نہین کہا اور اسم ذات کو مقدم کیا اور اپنا ذکر مؤخر کیا۔ اور موسی علیہ السلام پر جب اُسکے مانند وقت پیش آیا تو اُنھون نے یون کہا۔ ان معی ربی سیہدین۔ پس اپنا ذکر مقدم کیا اور اسم رب۔ یعنی اسم صفت سے دعا کی حالانکہ اسم ذات اسم خاص ہو اور اسم رب بمعنی تربیت و پرورش کرنیوالا اسم عام ہو پس آنحضرت صلعم کی دعا در مرتبہ ادب مین اعلی و ارفع ہو اسی واسطے امت محمد صلعم شرک سے محفوظ رہی اور امت موسی علیہ السلام گوسالہ کی عبادت مین پڑ گئی۔ نیز اس مقام پر کہا گیا کہ موسی علیہ السلام نے مرتبہ غیرت مین کسی غیر کو درمیان مین نہ دیکھا۔ اور نبی صلعم بسبب مشاہدہ کے غیرت سے مستغنی تھے اور موسی علیہ السلام مشاہدہ کے مفتقر تھے پس اُنھون نے ان معی ربی۔ کہا اور حبیب علیہ السلام نے ان اللہ معنا۔ کہا پس موسی علیہ السلام رویت صفات مین پڑے چنانچہ اُنھون نے تربیت رب سے التجا کی اور آنحضرت صلعم دیدار ذات مین تھے لہذا اسم ذات سے جو عین الجمع ہو دعا کی۔ پھر اللہ تعالی نے آنحضرت صلعم پر مزید نعمت کو بیان فرمایا بقولہ و ایدہ بجنود لم تروہا۔ ان جنود سے لشکر ملائکہ کی تفسیر گذر چکی اور باطنی طمانینت سے جو اشارات بیان ہوئے ہین اُسکے موافق یہان جمال ازل کی تجلیات ہین جو آنحضرت صلعم کے اسرار پر خاصۃً نازل ہوئے کیونکہ ان خاصہ تجلیات بلکہ اخص الخاص کا برداشت کرنیوالا سوائے آنحضرت صلعم کے اسرار کے اور کوئی نہ تھا۔ جعفرؒ نے کہا کہ اللہ تعالی پر وثوق و توکل و یقین کے لشکر ہین کہ ان امور مین بھی آنحضرت صلعم بدرجہ کمال تھے۔ بعض کا قول ہو کہ ظاہری صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثانی اثنین تھے ولیکن باطن مین فانی الواحد تھے ۔

پھر اللہ عزوجل نے سب پر یہ احسان بیان کیا کہ اُسنے طبیعتون کی تاریکی دور فرمائی اور شرائع کی روشنی پھیلائی بقولہ تعالی وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی وکلمۃ اللہ ہی العلیا۔ اسمین اشارت ہو کہ جتنی باطل باتین و جھوٹے دعوے ہین سب توحید و حقیقت کے تحت مین فانی و نابود ہین اور باقی وہی کلمۂ توحید ہو۔ اور معنی کلمۃ اللہ کے اسکا انفراد اپنی فردانیت سے اور اسکی توحید بوحدت اور اسکا تنزہ و تقدس از گمان داد یا ہم خلائق ہو

یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ پس وہ عزیز بعزت کبریائی ہے اور حکیم اپنے افعال میں ہے یہ اسکی حکمت ہے کہ اپنے اولیاء کو کشف بقا سے اختصاص دیا پھر اللہ عزوجل نے سب کو آمادگی دلائی کہ راہ حق میں ارواح واشباح قربان کرنے میں جلدی کریں تاکہ میدان حدت میں پہونچکر اسکے کشف جمال وادراک وصال سے سرفراز ہوں۔ بقولہ تعالیٰ۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ

نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ

بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے اگر کچھ مال ہوتا نزدیک اور سفر ہلکا تو تیرے ساتھ چلتے

وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا

لیکن دور نظر آئی انکو طرف اور اب قسمیں کھاوینگے اللہ کی کہ ہم مقدور رکھتے تو نکلتے

مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

تمہارے ساتھ وبال میں ڈالتے ہیں اپنی جان اور اللہ جانتا ہے وہ جھوٹے ہیں

سفیان الثوری رح نے ابو الضحیٰ رح سے روایت کی کہ سورۂ براءۃ میں یہ آیت سب سے پہلے نازل ہوئی۔ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا یعنی جہاد کیواسطے نکلو درحالیکہ خفاف ہو یا ثقال ہو۔ ظاہر امراد ابو الضحیٰ کی یہ ہے کہ اس سورہ میں احکام جہاد سے متعلق اول آیت نازل ہوئی ہے اور معنی حالت خفاف کے یہ ہیں کہ ایسی حالت ہو کہ اس حالت میں آدمی پر جہاد آسان وسبک ہو اور ثقال سے یہ مراد کہ اس حالت میں جہاد اسپر گران ہو اور یہ تفسیر اعم واشمل ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ جب آنحضرت صلعم نے کفار روم پر جہاد کیلئے تبوک کا قصد کیا تو آپکے ساتھ ہونے کیلئے اللہ تعالیٰ نے آیت میں نفیر عام کا حکم دیا کہ جو لوگ بلوغ وآزادی کے ساتھ مکلف بجہاد ہیں وہ جس حال میں ہوں آپکا ساتھ دیں۔ خواہ حالت نشاط ہو یا حالت اکراہ اور خواہ حالت تنگدستی ہو یا فراخی۔ وابن عباس رض وعکرمہ وابو صالح وحسن بصری وشمر بن عطیہ ومقاتل وشعبی وزید بن اسلم نے کہا کہ قولہ انفروا خفافا وثقالا یعنی جوان ہوں یا بوڑھے۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ جوان ہوں یا بوڑھے وتوانگر ہوں یا مسکین ایسا ہی ابو صالح وغیرہ سے بھی مروی ہے اور حکم بن عتیبہ رح نے کہا کہ مشغول ہوں یا غیر مشغول عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ نشاط ہوں یا غیر نشاط مترجم کہتا ہے کہ نشاط بضم نون وتشدید معجمہ جمع ناشط یعنی بصفت نشاط بکسر نون بدون تشدید معجمہ یہی قتادہ رح کا قول ہے اور ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت کی کہ لوگوں نے عرض کیا تھا کہ ہم میں ثقیل وحاجتمند وپیشہ ور اور شغل میں پھنسے ہوئے وغیرہ لوگ بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے قولہ انفروا خفافا وثقالا۔ نازل فرمایا کہ کسی کا عذر نہیں قبول کیا یعنی جس حال پر ہوں جہاد کو نکلیں اور یہی قول شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا کہ مراد عموم حالت ہے یعنی خواہ ایسی حالت ہو کہ اسمیں جہاد آسان ہو یا ایسی حالت کہ گران ہو پس دیگر تفاسیر جو مروی ہوئی ہیں یعنی نشاط وغیر نشاط یا قوی وضعیف یا جوان بوڑھے یا فقیر وتوانگر وغیرہ ہر ایک اس عموم کی بعض صورتوں سے تفسیر ہے اور سب اس عموم میں داخل ہیں پس تفاسیر ائمہ سلف میں کچھ اختلاف نہیں ہے اور یہ بات اصول میں قرار پائی کہ جب تک عموم مقتضائے لفظ پر محمول کرنا ممکن ہو تب تک خصوص پر اقتصار نہ کیا جائیگا اور حاصل اسکا یہ ہے کہ جہاد کیلئے عموما ہر شخص پر نکلنا فرض کر دیا جائے کسی حال میں ہو۔ اگر کہا جائے کہ بچہ وغلام بھی داخل ہو جاوینگے۔ جواب یہ کہ مکلف ہونیکی اہلیت پائی جانیکے بعد تعمیم ہے یعنی مرد بالغ آزاد ہو تب اسپر جہاد کا حکم متوجہ ہوتا ہے۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ یہاں چند مقامات ہیں اول آنکہ یہ تعمیم خاص غزوۂ تبوک کیواسطے تھی یا عموما حکم ہے۔ اور ظاہر آیت اسی امر کو مقتضی ہے کہ حکم عام ہے اگرچہ نزول اسکا استنفار غزوۂ تبوک میں ہوا ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابو طلحہ رض جب سورۂ براءۃ کی قراءۃ میں اس آیت تک

جہاد کی طرف بلایا جانا ۱۲

پہونچے تو کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو خواہ بوڑھے ہوں یا جوان ہوں جہاد کیلئے نکلنے کا حکم دیا ہے اے میرے بیٹو میرے لئے سفر جہاد کا سامان درست کر دو۔ ان کے بیٹوں نے کہا کہ آپ نے آنحضرت صلعم کے ساتھ ہو کر جہاد کیا پھر حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں پھر حضرت عمرؓ کیساتھ ہو کر جہاد کیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اب ہم آپکی طرف سے جہاد کرینگے مگر اُنھوں نے اس سے انکار کیا پس سمندر کی راہ سے جہاد کیا اور اسی سفر میں انتقال کیا اور کوئی جزیرہ نہ ملا جسمیں اُن کو دفن کرتے یہاں تک کہ نو دن کے بعد ایک جزیرہ ملا جسمیں اُن کو دفن کیا حالانکہ اُن کی لاش میں کچھ تغیر نہیں ہوا تھا۔ ابن جریرؒ نے ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قول روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ انفروا خفافا و ثقالاً پس میں خفیف ہونگا یا ثقیل ہونگا یعنی دو حال سے خالی نہیں۔ پس بہر حال مجھ پر جہاد کیلئے نکلنا لازم ہے۔ اور مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی کہ جہاد میں جانا چاہتے تھے تو بعض نے کہا کہ اب آپکو اللہ تعالیٰ نے معذور رکھا ہے۔ فرمایا کہ سورۂ بعوث میں ہم پر قولہ انفروا خفافا و ثقالا۔ کا حکم اترا ہے پس یہ روایات و مانند اُن کے دلالت کرتی ہیں کہ حکم عام ہے اور غزوہ تبوک کیساتھ یا فقط صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ لیکن اس صورت میں وارد ہوگا کہ بیمار و لنجا و اپاہج کوئی معذور نہو تو بعض نے زعم کیا کہ آیت میں امر انفروا خفافاً۔ وجوب کے لئے نہیں ہے اور یہ زعم بہت ضعیف ہے اور بعض نے زعم کیا کہ آیت میں امر نفیر بوجہ مذکور انھیں لوگوں سے مخصوص ہے جن کو آنحضرت صلعم نے جہاد کیلئے نکلنے کو کہا تھا اور یہ بھی ضعیف ہے اور بعض نے کہا کہ اندھے و لنجے وغیرہ کو شامل نہیں جیسے مجنون و طفل کو نہیں شامل ہے۔ سدیؒ نے فرمایا کہ قولہ انفروا خفافا و ثقالاً یعنی جہاد کیلئے نکلو خواہ غنی ہو یا فقیر ہو۔ اور خواہ قوی ہو یا ضعیف ہو۔ آنحضرت صلعم کے پاس ایک مرد نے آکر عرض کیا کہ میں موٹاپی سے بہت بھاری ہوں اور شکوہ کر کے اجازت چاہی کہ ساتھ نجاؤں پس یہ کلام نازل ہوا۔ پس لوگوں پر بہت شاق گذرا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ فرمایا بقولہ لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج اذا نصحوا للہ و رسولہ۔ بعض فقہاء نے کہا کہ ظاہرا نسخ سے مراد تخصیص ہے فافہم۔ ابن عباسؓ و محمد بن کعبؒ و عطاء خراسانی وغیرہم سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے بقولہ فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ الآیۃ۔ اور کلام اسمیں عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ اور ظاہر یہ کہ نسخ نہیں ہے اور اندھے و ضعیف و مریض وغیرہ جن پر خطاب متوجہ نہیں وہ اس عموم میں داخل ہی نہیں اور یہ معلوم ہے کہ آیت کریمہ غزوہ تبوک میں نازل ہوئی حالانکہ اس جہاد میں آنحضرت صلعم نے عورتوں و بعض مردوں کو مدینہ میں چھوڑ دیا تھا پس یہ دلیل ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے اور ہر ہر فرد پر معین نہیں ہے ولیکن بعض محققین کے نزدیک امام جن لوگوں کو استنفار کرے اُن پر متعین ہو جاتا ہے کہ نکلیں پھر اللہ تعالیٰ نے تخصیص و تاکید فرمائی بقولہ۔ وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ اور جہاد کرو اپنے مالوں و جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں۔ کل افراد پر دونوں امر جمع کرنا مقصود نہیں بلکہ محتاج لوگ اپنی جان سے جہاد کریں گے اور تونگر لوگ جان و مال دونوں سے جہاد کرینگے۔ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اے ذلک المذکور من النفر والجہاد بالاموال والانفس خیر لکم۔ یعنی یہ جو حکم مذکور ہوا کہ خفاف و ثقال ہر حال میں جہاد کو نکلو اور اپنے مالوں و جانوں سے جہاد کرو یہ تمھارے لئے بہتر ہے یعنی یہ امر جو تم پر فرض کیا گیا تو جب تم اسمیں غور و تامل سے دیکھو اور نفس کے خطرات دفع کرو تو تمھارے لئے بہتر معلوم ہوگا اسی واسطے فرمایا۔ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ اگر تم علم رکھتے ہو کیونکہ اسکا بہتر ہونا بعد تامل کے ظاہر ہوتا ہے ورنہ ابتدا میں نفس پر گراں گذرتا ہے اور بعض نے کہا کہ خیر لکم بمعنی خاص لکم۔ ہے یعنی یہ امر تمھارے واسطے مخصوص ہے پس یہ وہم نہیں ہوتا کہ اس سے اس حکم کی فرضیت نہیں نکلتی بلکہ بہتر ہونا ثابت ہوتا ہے اور جزاء شرط بقرینہ ما قبل کے محذوف ہے یعنی ان کنتم تعلمون انہ خیر فاعملوا اگر تم جانتے ہو کہ یہ بات تمھارے لئے بہتر ہے تو اسکو عمل میں لاؤ۔ اور ظاہر یہ ہے کہ خیر جو افعل التفضیل ہے اپنے معنی پر ہے اور بہتر ہونا بہ نسبت نہ نکلنے کے ہے

یعنی انہ خیر لکم من القعود۔ جہاد کیواسطے نکلنا تمھارے لئے نہ نکلنے سے بہتر ہے اسیواسطے تم پر مفروض ہوا بمانند قولہ تعالیٰ کتب علیکم القتال وہو کرہ لکم وعسیٰ ان تکرہوا شیئاً وہو خیر لکم الآیۃ۔ اور ایک شخص نے چاہا تھا کہ کن اعمال سے آدمی جہاد کرنیوالون کے درجہ کو پہونچ سکتا ہے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بھلا تجھ سے یہ ہو سکتا ہے کہ برابر تو رات و دن نماز مین کھڑا رہے اور کبھی روزہ افطار نہ کرے تو اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ ضعیف سے یہ نہین ہو سکتا فرمایا کہ اگر تو اسکو ادا بھی کرتا تب بھی جہاد کرنیوالون کے درجہ کو نہ پہونچتا۔ اس حدیث سے کسقدر بہتر ہونا ظاہر ہوا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ ذلکم خیر لکم یعنی یہ امر تمھارے لئے دنیا و آخرت مین بہتر ہے کیونکہ تم جہاد مین تھوڑا خرچ کروگے اور اللہ تعالیٰ تم کو دنیا مین کافرون کے اموال کو غنیمت دیگا اور اسکے ساتھ آخرت مین ثواب کثیر تمھارے لئے ذخیرہ ہوگا اور حدیث مین ہے کہ جہاد کرنیوالے کیلئے اللہ تعالیٰ نے کفالت فرمائی کہ یا اسکو شہادت یا وفات دیکر جنت مین داخل فرما دیگا اور یا اُسکے لئے ثواب آخرت ذخیرہ کرکے غنیمت کے مالون سے بھرا ہوا اُسکے ٹھکانے واپس کریگا۔ کسی امر کی بہتری بیان کرنا اُس کی فرضیت کے منافی نہین ہے جیسا کہ قولہ کتب علیکم القتال وہو کرہ لکم وعسیٰ ان تکرہوا شیئاً وہو خیر لکم۔ سے ظاہر ہے اور ثلاثیات امام احمد مین انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک شخص کو فرمایا کہ تو اسلام لا۔ اس نے کہا کہ مین مکروہ و شاق رکھتا ہون تو فرمایا کہ اسلام مین داخل ہو اگرچہ تو کراہیت رکھتا ہو یعنی وہ فی نفسہ بہتر ہے پس تیرے نفس کی بالفعل کراہیت کا کچھ اعتبار نہین جب تو جان جائیگا تو تجھ پر اسکی بہتری کھل جائے گی فافہم۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر مین جماعت اسلام کیساتھ روانہ ہوئے اور اس راہ سے گزرے جہان قوم ثمود کی بستی تھی اور لوگون کو ناقہ صالح علیہ السلام کے پانی پینے کا گھاٹ اور اُسکی آمد و رفت کا راستہ دکھلایا اور جو لوگ ان کے کھنڈرون مین جا کر سیر کرتے تھے اُنکو منع کیا کہ اللہ تعالیٰ غنی بے پرواہ ہے تم لوگ یہان مت جاؤ شاید تم پر بھی عذاب آوے مگر اُنکے رہتے ہوئے خوفناک حالت مین ہو تو مضائقہ نہین ہے پھر قوم ثمود کے کنوؤن سے جن لوگون نے پانی لیا تھا وہ سب پھنکوا دیا اور روانہ ہو کر آگے ایک کنوئین پر منزل فرمائی جس سے اہل ایمان قوم صالح کے پانی پیتے تھے جیسا کہ سابق مین قصہ ثمود مین بیان ہو چکا ہے پھر مقام تبوک مین پہونچکر وہان کے قیام کے بعد واپس ہوئے تو راہ مین منافقین کے حق مین آیات نازل ہوئی ہین اور حال یہ تھا کہ بہت سے منافقین مدینہ مین بچھڑ رہے تھے اور اُنمین اتفاق سے تین آدمی اہل ایمان سے بھی رہ گئے تھے چنانچہ اُنکا قصہ بھی آگے آویگا پس منافقین کے حق مین اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ لَوْ كَانَ ماندعوہم الیہ۔ عَرَضًا قَرِيبًا متاعا من الدنیا سہلۃ الماخذ۔ وَّسَفَرًا قَاصِدًا وسفرا وسطا یعنی اگر ہوتا یہ امر جس کی طرف تو نے اُن کو بلایا تھا اسباب دنیاوی کہ قریب و سہل طور پر مل سکتا اور ہوتا سفر درمیانی۔ لَّاتَّبَعُوكَ تو البتہ یہ لوگ تیرے پیچھے ہو لیتے۔ عرض بفتحتین ما یعترض اور وہ متاع دنیا ہے اور کبھی سوائے درم و دینار کے جملہ اسباب کو عرض کرتے ہین اور یہان معنی اول مراد ہین اور بولتے ہین کہ الدنیا کلہا عرض حاضر یاکل منہ البر والفاجر۔ یعنی تمام دنیا ایک عرض حاضر ہے جس سے نیکوکار و بدکار سبھی کھاتے ہین حاصل اُنکہ منافقون کا جو آخرت پر یقین نہین رکھتے بلکہ دنیا ہی کی ہوس مین پڑے ہین اُنکا یہ حال ہے کہ جس بات کی طرف تو نے اُنکو بلایا تھا اگر دنیا کے متاع و منافع مین سے کوئی سہل الحصول بات ہوتی اور وہ درمیانی درجہ کے سفر سے بدون مشقت کے حاصل ہوتی تو البتہ تیرے ساتھ ہو لیتے۔ وَلَٰكِن بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ۔ شقہ بالضم دور کا سفر جو مشقت سے قطع ہوا اور مراد سفر تبوک ہے کیونکہ سفر دور اور موسم گرمی و شدت کا تھا یعنی اُن منافقون پر یہ سفر قریب ہونے بلکہ دور اور مشقت ہونے سے گران و شاق ہوا۔ پس بچھڑ رہے وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ اور غزوہ تبوک سے بچھڑنیوالے عنقریب اللہ تعالیٰ کی قسم کھاوینگے بطور اعتذار کے کہ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ۔ اگر ہم کو ساتھ سفر کرنے کی قدرت حاصل ہوتی تو ہم تمھارے ساتھ نکلتے یعنی اگر ہمارے پاس اس سفر کی ضروری چیزین (عذر جاہتاکے ۱۲)

مہیا ہو گئی ہوتیں تو ساتھ ہو گئے ہوتے۔ استطاعت کسی امر کی یہ کہ جو اسباب و وسائط ظاہری اس امر کیلئے درکار ہیں وہ مہیا ہو جاویں اور بعض لوگوں نے موٹا ہونا عذر قرار دیا تھا جیسا کہ مذکور ہوا۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے واقع ہونے سے پہلے غیب کی خبر دی کہ جب آنحضرت صلعم مدینہ پہونچیں گے تو یہ منافقین حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کی قسم کھاویں گے کہ ہم کو استطاعت نہ تھی اگر ہوتی تو ہم ضرور ساتھ ہوئے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ جملہ بدل از قولہ سیحلفون باللہ ہے یعنی قسم کھانیوالے اپنے آپ کو ہلاک کرینگے۔ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وے قسم میں جھوٹے ہیں پس جو شخص جھوٹی قسم کھائے اُسنے آپ کو ہلاک کیا کیونکہ سخت گناہ میں اپنے نفس کو ڈالدیا۔ حدیث میں ہے کہ جھوٹی قسمیں بستیوں کو اُجاڑ کر چھوڑتی ہیں۔ واضح ہو کہ گذشتہ بات پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا نہایت سخت ہے اور یہی یمین غموس کہلاتی ہے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسمیں کفارہ نہیں کیونکہ ایسا بڑا کبیرہ گناہ ہے کہ کفارہ سے عفو نہیں بلکہ توبہ و استغفار کرے۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ انفروا خفافا وثقالا یعنی ابواب دل تک خفاف بعقول قدسیہ اور ثقال بقلوب ملکوتیہ جاوے۔ نیز خفاف بارواح روحانیہ و ثقال بقلوب سماویہ حاضر ہو اور نیز خفاف بارادت صادقہ و ثقال بمحبت مفرطہ ہو۔ نیز خفاف بایمان اور ثقال بایقان ہو۔ نیز خفاف بانس و ثقال بقدس ہو۔ نیز خفاف بانوار مودت اور ثقال بامانت معرفت ہو۔ اور نیز خفاف بتجرید از حدوث اور ثقال بانوار توحید ہو۔ نیز خفاف اس طرح ہو کہ اپنے آپکو محتاج و فقیر جانو اور مولیٰ عزوجل کو غنی جان کر ثقال ہو۔ اور نیز خفاف بقناعت ہو اور ثقال بتوکل ہو اور نیز خفاف ببسط اور ثقال بانقباض ہو۔ ابن عطا رحمہ اللہ نے کہا کہ خفاف بقلب اور ثقال باجسام و ابدان ہو۔ ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ خفاف و ثقال بوقت نشاط و کراہیت ہے کیونکہ اس سے بیعت ممکن ہے چنانچہ جریر بن عبداللہ البجلی سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلعم سے بیعت کر لی کہ ہم ہر حال میں خواہ بحال نشاط ہوں یا مکروہ ہوں متبع رہیں گے۔ بعض نے کہا کہ خفاف تو طاعات کی طرف یعنی طاعات ادا کرنے میں ہلکے پھلکے سبک جاوینگے اور ثقال بجانب معصیت ہوں گے یعنی گناہ کرنے میں سست و گران ہونگے۔ بعض نے کہا کہ اموال سے جہاد یہ کہ فقیروں کو دیدو اور کسی حال میں اُن سے منت و گلہ اور اپنے نفوس سے جہاد کرو تاکہ تم پر شیطان غالب نہو جاویں۔ فافہم۔ پھر اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلعم کو خطاب کر کے فرمایا۔

عَفَا اللَّهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ

اللہ بخشے تجکو ۔ کیوں رخصت دی تو نے انکو جبتک معلوم ہوتے تجھ پر جنھوں نے سچ کہا اور جانتا تو

الْكَاذِبِينَ ۝ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

جھوٹوں کو نہیں رخصت مانگتے تجھسے جو لوگ یقین رکھتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر

أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝

اس سے کہ لڑیں اپنے مالوں اور جانوں سے اور اللہ خوب جانتا ہے ڈر والوں کو

مفسرین نے لکھا کہ آنحضرت صلعم نے ایک جماعت کو یہ اجازت دیدی تھی کہ سفر تبوک میں ساتھ ہونے سے بچھڑ رہے پس یہ کلام نازل ہوا اور اسمیں عفو کو مقدم کر دیا تاکہ آنحضرت صلعم کا دل مطمئن رہے۔ عَفَا اللَّهُ عَنكَ اللہ تعالیٰ تجھے اے محمد صلعم عفو فرما دے لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ تو نے اُن کو کیوں اجازت دیدی کہ تجھ سے بچھڑ کر اپنے وطن میں رہیں اور کیوں تو نے اُن کو اپنے حال پر نہ چھوڑا۔ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا تاکہ تجھے کھل جاتے ایسے لوگ جو تجھ سے سچ بولے وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ اور تجھے جھوٹے لوگ یعنی منافق لوگ معلوم ہو جاتے۔ استفہام قولہ لم اذنت لہم انکاری ہے۔ معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ تجھے عفو کرے یہ بات تجھے نہ چاہیئے تھی کہ تو نے متخلفین کو

اجازت دیدی قبل اسکے کہ تجھ پر مومن و منافق ظاہر ہون مفسرین نے یہی قول اختیار کیا کہ آیت مین آنحضرت صلعم کو عتاب ہی عون رح سے روایت ہے کہ
اپنے شاگردون سے کہتے تھے کہ بھلا تم نے اس سے بہتر کوئی معاتبت دیکھی کہ عفو کرنے کو پہلے ہی فرما دیا پھر عتاب کیا۔ ایسا ہی مورق عجلی وغیرہ سے منقول
ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو جیسے تم دیکھتے ہو عتاب فرمایا پھر سورۂ نور مین اجازت کا اختیار دیا کہ جسکو چاہو اجازت دیدو بقولہ
فاذا استاذنوک لبعض شانہم فاذن لمن شئت منہم۔ اور ایسا ہی عطا خراسانی سے مروی ہی اور مجاہد رح نے کہا کہ یہ آیت چند منافقون کے
حق مین اتری جنھون نے آپس مین کہا تھا کہ جاؤ تم آنحضرت صلعم سے جھوٹ سچ طور پر اجازت لیلو پس اگر اجازت دین تو خیر ورنہ اپنے گھرون مین
بیٹھ رہنا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حتی یتبین لک الخ کھل جاتا کہ عذر لانیوالون مین سے کون سچا اور کون جھوٹا ہی بعض نے کہا کہ منافقون کو
بیٹھ رہنے کی اجازت دینے پر عتاب نہین بلکہ ساتھ نکلنے کی اجازت پر عتاب ہی ولیکن قول اول ارجح ہی بدلالت کلام مابعد۔ اور خطیب رح نے ذکر کیا کہ
مفسرین نے اختلاف کیا ہی کہ آیا آنحضرت صلعم کو عتاب ہے یا نہین ہی پس عمرو بن میمون نے کہا کہ دو باتین آنحضرت صلعم نے بلا اجازت کین ایک تو اہل بدر کا
فدیہ لینا اور دوم منافقون کو تخلف کرنیکی اجازت دینا پس اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا سفیان بن عیینہ نے کہا کہ اس لطف کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے عتاب سے پہلے
عفو کو بیان فرما دیا پس عتاب مشمول لطف ہی۔ قاضی عیاض رح نے شفا مین کہا کہ منافقون کو تخلف کی اجازت دینے یا نہ دینے کے بارے مین اللہ تعالیٰ
کی طرف سے کوئی امر مقدم نہین ہوا تھا اور اس امر سے کوئی نہی نہین آئی تھی تاکہ یہ معصیت شمار ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسکو معصیت نہین شمار کیا بلکہ اہل علم
نے اس خطاب کو بھی عتاب نہین شمار کیا ہی اور بعضے لوگ جو اسطرف گئے ہین کہ یہ عتاب ہی تو اہل علم نے ان کی غلطی بیان کی ہی اور بات یہ ہی کہ آیت
مین عفا بمعنی غفر نہین ہی بلکہ ایسا ہی جیسے آنحضرت صلعم نے کہا کہ عفا اللہ لکم عن صدقۃ الخیل الرقیق یعنی خیل و رقیق کی زکوٰۃ سے اللہ تعالیٰ نے تم کو
عفو کیا۔ حالانکہ گھوڑون و مملوکون پر زکوٰۃ واجب ہی نہین ہوئی ہی اور معنی یہ کہ تم پر یہ لازم نہین ہی اور قشیری رح نے ایسی ہی کلام کے بعد کہا کہ جو شخص یہ
کہتا ہی کہ عفو کا لفظ عرب مین سوائے گناہ کے نہین مستعمل ہوتا تو یہ شخص زبان عرب سے واقف نہین اور مکی رح نے کہا کہ یہ استفتاح کلام ہی جیسے بولتے ہین
اصلحک اللہ۔ اعزک اللہ۔ سمرقندی رح نے کہا کہ عفا اللہ بمعنی عافاک اللہ ہی یعنی اللہ تعالیٰ تجھے عافیت دے۔ مترجم کہتا ہی کہ قاضی عیاض نے جو کچھ
بیان کیا زبان عرب کے عرف و بلاغت سے اسی بات کو مفید ہی جو قشیری رح نے ذکر کی اور کوئی شک نہین کہ یہی ابلغ و ارجح و اصوب ہے۔ امام رازی رح
نے کہا کہ اس کلام مین دلیل ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و توقیر وغیرہ مین مبالغہ کر دیا جیسے اپنے بادشاہ سے آدمی کہتا ہی
کہ اصلحک اللہ الامیر انہ قد کان کذا یعنی ہمارا رب تعالیٰ بادشاہ کو اچھا رکھے کہ بات یہ ہوئی۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عفا اللہ عنک لم اذنت لہم الآیۃ
ابن عباس رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت مین منافقون کو نہین پہچانتے تھے یہانتک کہ سورہ براءۃ نازل ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے اہل صدق
کے حال کو بیان فرمایا بقولہ لَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی نہین اجازت
مانگتے تجھ سے قعود کی اور جہاد سے بچھڑنے کی وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ و روز آخرت پر۔ اَنْ یُّجَاهِدُوْا ای فی ان یجاہدوا
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ۔ اس بات مین کہ جہاد کرین اپنے مالون و جانون کے ساتھ خطیب رح نے لکھا کہ ان یجاہدوا پر سے فی کا
حذف بسبب ظہور کے مستحسن ہی اور حاصل آنکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور روز آخرت کا یقین کیا کہ وہ جزا و ثواب کا دن ہی وہ تجھ سے
بچھڑ رہنے کی اجازت جھوٹے طور پر بے رغبتی جہاد کی وجہ سے نہین مانگتے بلکہ تیرے اشارہ پر جہاد کی طرف مبادرت کرتے ہین چنانچہ مہاجرین
و انصار رضی اللہ عنہم کا یہ قول تھا کہ ہم اجازت نہین لیتے کیونکہ بارہا اللہ تعالیٰ نے جہاد کی طرف ندب فرمایا ہی بلکہ یہ حال تھا کہ جس کسی کو مصلحت و ضرورت
مدینہ مین چھوڑتے اسپر بہت گران گزرتا تھا چنانچہ حضرت علی رض سے اسی غزوۂ تبوک مین جب مدینہ مین رہنے کو کہا تو ان پر بہت شاق ہوا اور رضی

نہ ہوئے یہانتک کہ یون فرمایا کہ کیا تو راضی نہین کہ میری نسبت ایسا ہو جیسے ہارون علیہ السلام بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام کے تھے۔ بعض نے لکھا کہ قولہ
ان یجاہدوا محل نصب مین مفعول لہ ہے اسے کراہتہ ان یجاہدوا یعنی جان و مال سے جہاد کرنے کو مکروہ رکھنے کی وجہ سے تخلف کی اجازت نہین
چاہتے۔ بالجملہ سورۂ نور مین جو اجازت مذکور ہے کہ فاذا استاذنوک لبعض شانہم فاذن لمن شئت منہم۔ یہ استیذان اگر عموماً ہے حتی کہ اہل ایمان کو شامل
ہے تو دونون آیتون مین کچھ منافات نہین اسلیئے کہ اجازت بوجہ کراہیت جہاد نہین مانگتے اور سورۂ نور کی آیت مین بعض دیگر ضرورتون واقعی
سے اجازت مانگنے کا حکم مذکور ہے علاوہ برین وہ جملہ شرطیہ ہے وقوع لازمی نہین فافہم۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا
ہے ان لوگون کو جو مخالفت و معصیت سے تقویٰ رکھتے اور طاعت کی طرف جلدی کرتے ہین۔ یہ پہچان تو اہل صدق و ایقان کی تھی۔

پھر منافقون کی شناخت فرمائی بقولہ تعالیٰ۔

إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ

رخصت وہی مانگتے ہین تجھ سے جو نہین یقین رکھتے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور شک مین پڑے ہین دل اُن کے سو وہ

فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَأَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ

اپنے شک ہی مین بھٹکتے ہین اور اگر چاہتے نکلنا تو تیار کرتے کچھ اسباب اُسکا و لیکن

كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝

خوش نہ لگا اللہ کو اُنکا اُٹھنا سو لوجھل کر دیا اُنکو اور حکم ہوا کہ بیٹھو ساتھ بیٹھنے والون کے

إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی جہاد سے پچھڑنے مین وہی لوگ تجھ سے بلا عذر
اجازت مانگتے ہین جو نہین ایمان لائے اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر۔ یہی منافقین انتالیس آدمی تھے۔ بیضاوی نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے
و روز قیامت دونون کی تخصیص ایمان مین و عدم ایمان مین یعنی دونون فریق کی پہچان مین اس اشعار کیلئے کہ جہاد پر باعث انھین دونون پر ایمان
ہے اور جہاد سے متخلف انھین دونون پر عدم ایمان ہے پس منافقین چونکہ روز آخرت کی جزا و ثواب پر یقین نہ رکھتے تھے اور عذاب سے خوف نکرتے لہذا
نفاق مین پڑے۔ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ اور شک قبول کیا اُن کے دلون نے۔ شک کی اضافت دلون کی طرف اسلیئے کہ وہی معرفت
و ایمان کا مقام ہے پس جب ایقان نہ تھا بلکہ اسمین شک داخل ہوا۔ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ۔ پس وہ اپنے شک مین متحیر ہین یعنی
اُن کے دلون کے قبول نے یہ نتیجہ دیا کہ وے شک مین متحیر ہین نہ مومنون کے ساتھ اور نہ کافرون کے ساتھ پھر اُن کی تقدیری خواری کا بیان
فرمایا بقولہ۔ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَأَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً اور اگر وہ لوگ جہاد مین نکلنا چاہتے تو البتہ اُس کے لیئے سامان جمع
کرتے یعنی پہلے سے اطلاع دیگئی تھی تو چلنے کے وقت تک اگر چاہتے تو بہت سامان جمع ہو سکتا تھا۔ وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ
یہ استدراک از مفہوم سابق ہے کیونکہ لو ارادوا الخروج سے نکلا کہ وے لوگ نکلے نہین اور نہ سامان کیا پس اس سے استدراک کیا۔ گویا یون کہا گیا کہ نکلے
نہین بلکہ توقف مین پڑے رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا انبعاث مکروہ رکھا۔ فَثَبَّطَهُمْ پس نامردی اور کسل کی وجہ سے اُن کو متوقف ڈال دیا
حاصل آنکہ رضائے الٰہی نہ تھی کہ منافق لوگ جہاد مین نکلین پس اُنکو ممنوع کر دیا۔ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ۔ اور اُن سے کہا گیا
کہ بیٹھنے والون کے ساتھ بیٹھے رہو۔ بعض نے کہا کہ کہنے والا شیطان تھا اُسنے بطور وسوسہ اُن کے دل مین ڈالا اور بعض نے کہا کہ آپس مین اُنھون
نے یہ باتین کہی تھین بعض نے کہا کہ حضرت صلعم نے اُنکی اجازت مانگنے کے وقت ایسا کہا تھا۔ اور شیخ مفسرؒ وغیرہ نے کہا کہ یہ قول تقدیری ہے یعنی

اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق مین ایسا مقدر کیا ہو۔ وبیضاوی ؒ مین ہو کہ قیل سے فی الحقیقۃ صیغۂ امر کا وقوع مراد نہین ہو بلکہ اُن کے دلون مین جہاد کی کراہت ڈالے جانے کی مثال ہو۔ اور قاعدین مین احتمال ہو کہ معذور لوگ ہون یا غیر معذور ہون اور بہرحال ان لوگون کے حق مین مذمت سے خالی نہین ہے کیونکہ عورتین لڑکے اور لنجے اپاہج مراد ہین تو ان تندرست لوگون سے معذورون کا ساتھ دینا اُن کے حق مین عیب ہو اور اگر ایسے لوگ مراد ہون جو بلا عذر بیٹھ رہے تو جو اُن کے ساتھ بیٹھ رہے وہ مخلفین کا مقتدی ہے اگر کہا جاوے کہ منافقون کا آنحضرت صلعم کے ساتھ نکلنا دو حال سے خالی نہین یا تو اسمین مصلحت ہوگی یا مفسدہ ہوگا پس اگر مصلحت ہو تو اللہ تعالیٰ نے قولہ ولکن کرہ اللہ انبعاثہم آلخ کیون فرمایا اور اگر مفسدہ تھا تو آنحضرت صلعم کو کیون فرمایا کہ لم اذنت لہم الآیۃ۔ جواب دیا گیا کہ قولہ عفا اللہ عنک لم اذنت لہم۔ مین آنحضرت صلعم کو عتاب نہین بلکہ تلطف تھا جیسا کہ مذکور ہو چکا اور منافقون کے وہان نکلنے مین بڑا سخت فساد تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاْاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ

اگر نکلتے تم مین کچھ نہ بڑھاتے تمہارا مگر خرابی اور گھوڑے دوڑاتے تمہارے اندر بگاڑ کروانے کی تلاش

وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ○ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ

اور تم مین بعضے جاسوس ہین اُنکے اور اللہ خوب جانتا ہے بے انصافون کو کرتے رہے ہین تلاش بگاڑ کی آگے سے

وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ○

اور اُلٹتے رہے ہین تیرے کام جبتک آپہونچا سچا وعدہ اور غالب ہوا حکم اللہ کا اور وہ ناخوش ہی رہے

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ اور اگر یہ منافق نکلتے تو تم مین یعنی تمہاری جماعت مین یا فیکم بمعنی معکم ہے یعنی تمہارے ساتھ ہین۔ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا تو نہ زیادہ کرتے تمہارے لیے مگر خبال یعنی شر و فساد بڑھاتے۔ اس استثنار مین دو قول ہین اول آنکہ استثنار منقطع ہو یعنی الا بمعنی لکن ہو تقدیر یہ کہ ما زادوکم قوۃ ولکن طلبوا لکم الخبال یعنی اُن سے تم کو کوئی قوت نہ بڑھتی ولیکن تمہارے بیچ مین وے فساد پھیلانا چاہتے۔ اعتراض کیا گیا کہ استثنار منقطع تو مفرغ نہین ہوتا حالانکہ یہان مستثنیٰ منہ مذکور نہین پس استثنار منقطع نہین۔ کذا قال الکشاف والبیضاوی وابو السعودؒ وغیرہم اور خفاجیؒ نے کہا کہ اسمین بحث ہو اسواسطے کہ جب قرینہ دلالت کرتا ہو تو منقطع کے مفرغ ہونے مین مضائقہ نہین ہو جیسے کسی سے کہا جاوے کہ ما انیسک فی البادیہ۔ جنگل مین تمہارا کون انیس ہو اور وہ جواب دیوے کہ۔ مالی بہا الا الیعافیر سواے یعافیر کے میرا کوئی انیس نہین ہو تو یہ روا ہو حالانکہ مستثنیٰ منہ مذکور نہین ہو اور مترجم کہتا ہو کہ مثال مذکور کا استثنار منقطع ہونا غیر مسلم ہو پس بدون شاہد کے محض منع وا عتراض متوجہ نہین فافہم۔ واضح ہو کہ باعث اس تکلف کا یہ وہم واقع ہوا کہ ما زادوکم الا خبالاً۔ مین اگر ان لوگون نے فساد کو صرف زیادہ کیا تو کیا اصلی فساد انہین پہلے سے موجود تھا حالانکہ یہ صحیح نہین ہو اور بیضاوی وغیرہ نے قول دوم اختیار کیا کہ استثنار مذکور متصل ہے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ خبال اُن مین موجود ہو حتیٰ کہ اگر منافق ساتھ نکلتے تو تم اسکو بڑھا دیتے کیونکہ زیادتی تو باعتبار اعم العام کے ہو اور وہ لفظ شے ہے اے مازادوکم بخروجہم شیئاً الا خبالاً۔ یعنی نہ زیادہ کرتے تمہارے لیے اپنے نکلنے مین کچھ بھی مگر خبال۔ وَّلَاْاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ اے ولاسرعوا بمشون بینکم بالنمیمۃ یعنی چغلی ولگائی بجھائی کے گھوڑے تمہارے درمیان تیز دوڑاتے۔ الایضاع تیز رفتاری۔ وضع البعیر وضعاً۔ اونٹ تیز چلا یا اور یہان مومنون کے درمیان فساد کی باتین پھیلانا مراد ہے یا اسطرح کہ شکست کھا کر بھاگتے تو تم مین رعب و فساد ڈالتے۔ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ جملہ حال از ضمیر اوضعوا۔ ہو یعنی تمہارے لیے فتنہ چاہتے ہین باین طور کہ تم مین پھوٹ ڈالین یا تمہارے دلون مین رعب ڈالین۔ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ اور تم مین بعضے اُن کی

باتین سننے والے ہین یعنی بعضے اُن کی بات ماننے والے ہین یعنی ضعیف مسلمان جو اُن کی باتین سُنکر اُنکی اطاعت کرتے تھے یا چغلخور جو تمھاری باتین سُنکر اُن سے نقل کرتے تھے۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ فیکم سماعون لھم یعنی اُن کے مطیع اور اُن کی باتون کی تحسین کرنے اور کلام کی تعریف کرنیوالے ہین پس وہ لوگ مسلمانون و کافرون سے بالفعل عداوت ڈالنا چاہتے ہین۔ مجاہد و زید بن اسلم نے کہا کہ تم مین جاسوس ہین کہ تمھارے اخبار نقل کردیتے لیکن اس تقدیر پر منافقون کیساتھ نکلنے کی کوئی خصوصیت نہین ہے اور معنی اول اظہر اور قتادہؒ و ایک جماعت کثیر سے مروی ہے اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ اپنی قوم مین اشراف تھے اور اسکی دوستی مین شک جاتا تھا اور اس قوم مین کچھ لوگ اُنکی محبت و طاعت والے تھے جو اُن کے اقوال مین اُن کی پیروی کرتے تھے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ ظالمون سے خوب آگاہ ہے پس جو لوگ مخالفت احکام الٰہی و معصیت سے اپنے اوپر ظلم کرتے ہین اللہ تعالیٰ اُن کو خوب جانتا ہے۔ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ۔ البتہ اُنھون نے اس سے پہلے فتنہ چاہا یعنی احد کے روز بھی منافقون کی جماعت لشکر سے پھر گئے۔ اور ابن جریج سے روایت ہے کہ بارہ منافق تبوک سے واپس ہوتے وقت رات تاریک مین عقبہ پر جمع ہوئے تاکہ آنحضرت صلعم سے فریب کرین پس جبریل علیہ السلام نے آکر آگاہ فرمایا۔ اور اول اولیٰ ہے۔ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ۔ اور تقلیب کیا تیرے لئے اُمور کو۔ ایسی تدبیرین نکالین اور رائین دوڑائین و حیلے نکالے کہ تیرے امر کو اور تیرے ساتھیون کو متفرق کرین۔ اول جب آپ مدینہ تشریف لائے تو یہود و منافق سب دشمن تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز ایسی کھلی فتح دی تو عبداللہ بن ابی منافق نے لوگون سے کہا کہ یہ کام تو چلا پس مصلحت یہ ہے کہ اُن مین شریک ہو جاؤ پس ظاہر مین اہل اسلام ہوگئے ولیکن جب کوئی امر ایسا ہوا جو شوکت اسلام کا باعث ہے تو اُن کو غیظ و ملال ہوا۔ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ۔ یہانتک کہ آئی تائید و نصرت الٰہی۔ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ۔ اور ظاہر ہوا امر اللہ کا یعنی دین اللہ تعالیٰ کا۔ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ۔ حالانکہ یہ منافق لوگ کراہت کرتے ہی رہے۔ قال البیضاویؒ وغیرہ دونون آیتین آنحضرت صلعم و مومنون کی تسلی کے لیئے ہین کہ اُن کے بچھڑنے سے تمھارا کچھ نقصان نہین ہے اور بیان اُن کے توقف و وجہ کراہت خروج کا اور اُن کی پردہ دری ہے۔

فی العرائس قولہ تعالیٰ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم اللہ تعالیٰ کی سنت مین سے ہے کہ جب غرائب علم اور نوال قرب و لطائف وصل سے کوئی خزانہ اپنے کسی حبیب و صفی دینی پر کھولنا چاہتا ہے تو ایک بندہ ہو یا کئی ہون ان کو محل امتحان مین ڈال کر اُن پر کوئی ایسی لغزش جو شان ممکنات سے ہے جاری کر دیتا ہے تاکہ غیبت کی وجہ سے اس کا سینہ تنگ ہو اور اُس کے قلب کو فراق کی تلخی پہونچے اور ندامت سے اُس کی روح پگھل جاوے اور خوف عتاب سے اُسکی عقل کو حیرانی ہو اور پردۂ حجاب سے بدن سوختہ ہو پس اسکے بعد اسکے مطلع قلب سے آفتاب عزت و جلال کا طلوع ہوتا ہے اور اُس کے مشرقستان روح سے صبح وصال چمکنا شروع ہوتی ہے اور انوار صفات وزن اسرار سے ظاہر ہوتے ہین اور ارض فواد (دل) مین سبحات ذات کی روشنی ملتی ہے اور انوار افعال سے مجمع عقل منور ہوتا ہے پس بعد قبض سابق کے بندہ حالت بسط مین مشاہدہ بدیہیہ و وصلت ابدیہ و خطاب سرمدیہ دیکھتا سنتا ہے پس اُسکے انوار کیساتھ ازل و ابد کے میدان مین بازوئے نور سے اڑتا ہے اور جو ذلت اسکو حاصل ہوئی تھی وہ اب عزت ہوگئی اور جو گناہ تصور کیا گیا تھا وہ اب کشف و وصال ہوگیا اور اللہ تعالیٰ سبحانہ اسکے گناہ کو تمام جہان کی نیکیون سے مقابلہ فرماتا ہے کیونکہ یہ بندہ تو ازل مین اسکی محبت کے ساتھ سرفراز تھا اور قدم مین اُس کے قرب سے مختار تھا اسکے سیئات بھی حسنات ہین اور اُن کو سیئہ تو باعتبار اسکے مرتبہ کے کہتے ہین پس اسکی لغزشین سب قربات ہین کیونکہ زمین مین وہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہے مترجم کہتا ہے کہ ہر عارف اپنے عرفان کے لائق آداب مین ماخوذ ہے پس اگر بندہ عام ہے تو اللہ تعالیٰ کی ثنا و صفات معلوم کر کے یقین کر کے اسی پاک معبود کی عبادت کرے اور یقین کامل رکھے پھر اُس سے اللہ تعالیٰ کسی وقت اونچے درجہ پر پہونچاوے تب یہ شخص

زیادہ ادب کے مقام مین ہو پس اگر وہان بھی زبانی ذکر کرے یا نماز مین بالکل دل سے حاضر نہ ہو تو بہت بعید ہوگا اگرچہ اسوقت مین اس کا زبانی ذکر کرنا درحقیقت
گناہ نہین ہو لیکن اسکے رتبہ کے موافق گناہ ہو۔ پس اسکو یاد رکھنا چاہیے پس یہی شیخ نے لکھا کہ اس کے سیئات نیکیان ہوتی ہین وہ تمام بندون
مین اللہ تعالی کا برگزیدہ بندہ ہو۔ اسکی سب حرکتین پسندیدہ واقع ہوتی ہین اور اس کے سب افعال اللہ تعالی کے نزدیک مستحسن ہوتے ہین اور یہی شان
احباب محب مین جاری ہو کیونکہ جو خود محبوب معشوق ہو جو کوئی امر اسکی طرف سے ظاہر ہو وہ بھی اچھا ہوگا ؎ فان لطفت جارت بکل ملاحۃ ؛
وان سکنت جارت بکل جمیل ؛ اسکی ملاحت و حسن صورت ہر گناہ کے واسطے شافع ہے جو کچھ کرے سب دل سے محو ہو اور جو خوبی ہو سب اسکی
طرف سے دل مین ثابت ہو کسی ملامت کرنیوالے کا کلام موثر نہین اور کسی عتاب کرنیوالے کا حکم نہین بلکہ اس سے اور بھی آتش عشق دونی ہوجاتی
ہے اسیواسطے آنحضرت صلعم پر عتاب سے پہلے عفو کو بیان فرمایا۔ اور حکمت ہو کہ خطاب عتاب کے جلال مین بسبب ہیبت و عظمت کے فنا نہ ہوجاوے
پہلے عفو سے تلطف فرمایا اور یہ اسی کے واسطے ہو جسکی معرفت کامل ہو کیا نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا اعرفکم باللہ واخوفکم منہ۔
یعنی تم مین سے مین سب سے زیادہ عارف بحق تعالی اور سب سے زیادہ اس سے خوف کرنیوالا ہون بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالی جب انبیاء و اولیاء مین
سے کسی کو معتوب فرماتا ہو تو کلام عتاب سے پہلے یا اس کے پیچھے ایک نیک فعل کا ذکر فرماتا ہو جیسے یہان فرمایا عفا اللہ عنک شیخ حسین بن منصور رح
نے کہا کہ اہل بسط اپنی اپنی مقدار و اختلاف مقامات مین ہو اور ہر ایک اپنے حظ کو بطاعت الٰہی حاصل کرتا ہے اور ادب کو حضور مین بجا لاتا ہے
اور جو نہین استعمال مین لاتا وہ ادب دیا جاتا ہو پس بعض کو ادب دینے سے پہلے انس دیا گیا اور بعض کو ادب دینے کے بعد انس دیا گیا اور یہ امر ہر ایک
کے مختلف مقامات کے لحاظ سے ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل تادیب کے انس عطا ہوا کیونکہ اگر بعد تادیب کے انس عطا ہوتا تو قرب حق کے
سبب سے خطور مین ہوتا اور یہ بات یون ہو کہ اللہ تعالی نے حکم دیا کہ جسکو چاہو اجازت دیدو۔ کما فی سورۃ النور۔ فاذن لمن شئت منہم۔ پھر اسی پر ادب دینے
کے طور پر فرمایا عفا اللہ عنک پس اگر امر مذکور نہ ہوتا تو البتہ از خود فانی ہوجاتے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے حکایت فرمائی کہ اپنے بیٹے کی نسبت
دعا مین کہا کہ میرا بیٹا میرے اہل مین سے ہو یعنی جبکہ وہ طوفان مین غرق ہونے لگا۔ پھر نوح علیہ السلام کو بہت ادب دینے کے طور پر فرمایا کہ انہ لیس
من اہلک۔ وہ تیرے اہل مین سے نہین ہو الی قولہ انی اعظک ان تکون من الجاہلین پس اگر بعد تادیب کے انس نہ دیا جاتا تو خطور مین پڑجاتے اور
یہ نوح علیہ السلام کا مقام ہو اور جس کسی کو فضیلت نظر آتی ہو درحقیقت اسمین قصور نہین بلکہ ہر ایک کیلیے ایک مرتبہ خاص ہو۔ شیخ نے لکھا کہ یہان عجائب
خطاب مین سے مجھے ایک نکتہ لطیف ظاہر ہوا کہ مسامحہ و انس کا لفظ جو جاری ہوا ہو وہ فعل ماضی پر ہو اور فعل مستقبل پر نہین ہو اور کلام الٰہی ازلی
ہے پس ثابت ہوا کہ عفا اللہ عنک فی الازل قبل وجود العمل یعنی اللہ تعالی نے ازل مین قبل وجود عمل کے عفو فرمایا۔ پس آپکے فواد کو اس سے
کس قدر فرحت ہوئی ہوگی او تعالی نے اپنے فضل سے سابق سے عفو فرمادیا ہو پھر اسکے ساتھ انبساط کا استعمال فرمایا بموضع استفہام از امر بطریق
بسط و استیناس کے پس فرمایا عفا اللہ عنک لم اذنت لہم۔ اور اگر بجائے اسکے یون ہوتا کہ ان اللہ یعفو عنک۔ تو موقع خطاب مین بہت متوحش
ہوتے کیونکہ جسکی امید ہو وہ ایسا نہین ہوتا جیسے پایا ہوا مترجم کہتا ہو کہ حاصل یہ ہو کہ صیغہ مستقبل مین امید ہو اور اسمین فی الحال نفس کو اسقدر وثوق نہین
ہے جسقدر زمانہ ماضی پر ہو لہذا عفا اللہ عنک۔ مین زیادہ استیناس ہو بہ نسبت ان اللہ یعفو عنک کے۔ کیونکہ پھر اسمین نفس کو کسی قدر اضطراب
ہے اور قولہ تعالی لا یستاذنک الذین یومنون اللہ تعالی نے صاف بیان فرمادیا کہ ولایت و نبوت گویا ایک چیز کے شگاف دیئے ہوئے دو ٹکڑے
کیے ہوئے ہین پس غیب سے جو امر واقع ہوتا ہو اسکو ولی و نبی تو اپنے یقین و عرفان سے قبول کرلیتے ہین اور کوئی ولی کسی حال مین نبی سے مخالف
نہین ہوسکتا اور کیونکر مخالف ہوسکتا ہو کیونکہ سر الہامی مین ولی کو نبی کی متابعت کا حکم دیا گیا ہو پس وہ کسی حال مین اسکے مخالف نہین ہوسکتا شاید

بعض امور ایسے ہیں کہ اُنکے کنہ تک عوام کی رسائی نہ ہوسکے ولیکن کوئی ولی ہو اپنے نبی سے مخالف ہو تو جھوٹا ہو یعنی کوئی ولی اس سے مخالف نہیں
سکتا ہو۔ واسطی رح نے فرمایا کہ قولہ لایستاذنک الذین یومنون باللہ۔ جو بندہ کہ اجازت دادہ شدہ اجازت تام پائے ہوئے ہو پس وہ کیونکر
اجازت مانگے گا۔ اگر کھڑا ہوا تو اجازت سے کھڑا ہوا اور اگر بیٹھا تو اجازت سے بیٹھا پس جو حرکات اسپر جاری ہوتے ہیں یہ وہی ہیں جن کے
حق میں اسکو سابق اجازت ہو چکی ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ حاصل اس کلام کا یہ ہو کہ ازل کے علم محیط وعلم تقدیر میں ہر ایک بندہ جن اعمال و حرکات کو
یہاں بجالاتا ہو۔ اُنھیں سے مامور ہوگیا ہو یعنی یہی اس کے حق میں مقدر ہو چکے ہیں اور وہ قبضۂ قضا و قدر میں مسخر ہو چکا ہو پس اہل ایمان
جن اعمال کے پابند تھے اُن کے جملہ حرکات آمد و رفت و اُٹھنا بیٹھنا وغیرہ سب بحکم تقدیر ازلی اور وہیں کی اجازت سے تھے پس اب وے کیا
اجازت چاہیں گے کیونکہ سابقہ ازل میں تمام فضل و کرم سے قبل اُن کے وجود کے اُن کو اجازت ان افعال کی حاصل ہو گئی جو کرتے ہیں
اور جو نہیں کرتے اُن کی اجازت نہیں ہو۔ فافہم قولہ تعالیٰ ولو ارادوا الخروج لاعدوا لہ عدۃ۔ اسمیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ بندوں
کا ارادہ واقع نہیں ہوتا جب تک ارادۂ الٰہی متعلق نہ ہو کیونکہ فرمایا ولکن کرہ اللہ انبعاثہم ان منافقوں سے صدق ارادت کی نفی فرمائی
اور اگر ارادت میں صادق ہوتے تو جہاں تک ممکن تھا اپنے آپ کو قربان کرنے سے قبول کر لیتے اور جب قبول نہ کیا اور بحسب طاقت بہانہ جوئی
کی تو معلوم ہوا کہ ارادے سچ نہ ہوئے تھے بلکہ سقیم تھے پس اتنے نہ ہوئے کہ اپنے ارادوں کے موافق جہاد کے لئے باہر ہو جاویں بلکہ اسی طرف
پیچھے رہے۔ واضح ہو کہ اگر اسی طرح تیری طرف سے ہوا وہوس کا زور ہو تو تجھے حیلہ و فریب کی راہیں کھل جاویں۔ جیسے ان منافقوں نے تمام
دروغ حیلے کئے اور باہر نہ نکلے۔ جعفر صادق رح نے کہا کہ اگر وے لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہوتے تو ٹھہر کر اپنی جان و مال سے اُسکے واسطے
خارج ہو جاتے اور ایک ہی حکم کے واسطے بالکل قربان ہو جاتے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر وے لوگ توکل چاہتے تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کر کے اسکی
راہ اختیار کرتے کیونکہ اسکی طرف یہی راہ ہو۔ قولہ ولکن کرہ اللہ انبعاثہم الخ۔ اہل نفاق جن کو قہر کے سانپ نے ڈسا اور تریاق کا وجود نہیں ہے
اُنکا حال بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکا نکلنا مکروہ رکھا پس زبان حکم سے اُن کو عبودیت کی طرف دعوت زبانی اور سابق احکام ازلیہ
میں اُن پر شقاوت جاری کی پس بدون کشف جمال ربوبیت کے وہ لوگ احکام عبودیت سے مخاطب تھے۔ ایسے اُن کا امتحان کیا اور
حکم سے اُن کو درگاہ کبریائی سے راندہ دیا۔ اعمال ادا کرنے کا حکم دیا اور احوال سے ممنوع فرمایا وہ پاک ہو جو چاہے کرے سب اُسی کی مخلوق
ہے جعفر صادق رح نے کہا کہ بندوں سے حق کا مطالبہ کیا اور اُنکو اسکی اہلیت نہیں دی پھر اُن کو معذور نہیں فرمایا بلکہ اسپر ملامت کی۔ تو نہیں دیکھتا
کہ اُن کا مقولہ نقل فرمایا کہ وقالوا لاتنفروا فی الحر قل نار جہنم اشد حرا۔ شیخ ابن المغربی نے کہا کہ مثل اسکی ایسی ہو کہ ایک ہی پانی برسا اور اُسنے اقسام
شجر کو سیراب کیا مگر اُن کے پھل پھول مختلف ہیں اور اگر گلاب کو پیشاب سے سینچا جاوے تو بھی اس سے وہی خوشبو آویگی اور تھوہڑ کو اگر گلاب سے سینچیں
تو وہی تلخ پھل ہاتھ آوینگے یہ وہی لطیفہ ہو جسپر توفیق قبولیت اور تردید لعنت جاری ہو۔ قولہ لقد ابتغوا الفتنۃ من قبل وقلبوا لک الامور الخ۔ منافقوں
کا حال بیان فرمایا کہ حسد اُن میں سمایا ہوا اور معرفت نہایت قلیل بلکہ ندارد پس اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی شناخت سے محروم ہو کر چاہتے
تھے کہ اُنکو اللہ تعالیٰ کی راہ سے باز رکھیں اور اسمیں کامیابی کی اُمید رکھتے تھے پھر جب انبیاء و اولیاء کو راہ راست میں مستقیم پایا تو ظلمات کفر
و حسد میں جل گئے۔ شیخ سوسی رح نے کہا کہ اُنھوں نے چاہا تھا کہ تو دنیا کی جستجو میں پڑ جاوے اور اسی طرف مائل ہو لیکن فضل الٰہی سے یہ نہوا بلکہ
اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تیرے سر باطن کو جملہ اشیاء کی طرف میل کرنے سے پاک کر کے اپنی ہی طرف متوجہ کر دیا پس حق کھل گیا۔ اللہ تعالیٰ
نے روئے زمین کے خزانے تجھپر کشادہ کر دیئے مگر تو نے ان چیزوں سے سکون حاصل کرنے سے انکار کیا حالانکہ منافق تیری اس حرکت سے کراہت

رکھتے تھے کذا فی العرائس۔ پھر اللہ عزوجل نے منافقین کی جبلت مذمومہ کو تمام تفصیل بیان فرمایا جس سے دنیا میں بھی خوار و رسوا ہوئے

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ

اور بعضے اُن میں کہتے ہیں مجھکو رخصت دے اور گمراہی میں نہ ڈال سنتا ہے وہ تو گمراہی میں پڑے ہیں اور دوزخ

لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ

گھیر رہی ہے منکروں کو اگر تجھکو پہونچے کچھ خوبی وہ بُری لگے اُن کو اور اگر پہونچے سختی

يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ۝ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ

کہیں ہم نے سنبھال لیا تھا اپنا کام آگے ہی اور پھر کر جاویں خوشیاں کرتے تو کہہ ہم کو نہ پہونچے گا

اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

مگر وہی جو لکھدیا اللہ نے ہم کو وہی ہے صاحب ہمارا اور اللہ ہی پر چاہیئے بھروسا کریں مسلمان

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ اور منافقوں میں سے بعض وہ شخص ہے کہ کہتا ہے کہ اجازت دیدیجیے اے محمد صلعم مجھکو یعنی مدینہ میں تخلف کرنے کی اور ساتھ نہ جانے کی اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے۔ جب آنحضرت صلعم نے غزوۂ تبوک کے واسطے سامان کیا تو ایک روز جد بن قیس سے کہا کہ اے ابو دہب تجھے جلاد بنی الاصفر کی رغبت ہے اُس نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ میری قوم والے جانتے ہیں کہ میں عورتوں کا بہت حریص و فریفتہ ہوں اور مجھے خوف ہے کہ میں بنو الاصفر کی لڑکیاں دیکھکر بے صبر ہو جاؤں پس آپ مجھے اجازت دیدیں کہ میں یہیں رہ جاؤں اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے اور میں اپنے مال سے جہاد میں اعانت کروں گا پس اسی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ایسا ہی ابن عباس رضؓ و مجاہد رح وبہت سے ائمہ تفسیر سے مروی ہے کہ یہ شخص جد بن قیس تھا۔ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ اس شخص نے یہ علت نکالی حالانکہ سوائے نفاق کے اسمیں کچھ علت نہ تھی۔ جد بفتح جیم۔ ایک شخص اشراف بنوسلمہ سے منافق تھا اور صحیح میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے بنوسلمہ کو فرمایا کہ تمھارا کون سردار ہے بولے کہ جد بن قیس لیکن ہم اُسکو بخیل جانتے ہیں تو فرمایا کہ بخل سے بدتر کون بیماری ہے تمھارا سردار یہ گورا چٹا گھونگر والا بشر بن البراء بن معرور ہے۔ جلاد بکسر جیم از جلد یعنی شمشیر زنی کرنا یقال جلدتہ بالسیف و بالسوط یعنی میں نے اسکو تلوار ماری و کوڑا مارا۔ اور یہاں مراد مجالدۃ از باب مفاعلت ہے یعنی رومیوں سے جہاد کی لڑائی کرنا۔ بنو الاصفر۔ اہل روم ہیں منسوب باصفر بن روم بن اسحاق۔ بعض نے کہا کہ روم کا رنگ زردی مائل تھا اسلئے بنو الاصفر کہلائے۔ بعض نے کہا کہ روم نے بادشاہ حبشہ کی دختر سے نکاح کیا تو اولاد گورے و کالے سے مل کر درمیانی رنگ کی پیدا ہوئی اور بعض نے کہا کہ ایک مرتبہ لشکر حبش نے غالب ہو کر رومی عورتوں سے اولاد جنائی وہی بنو الاصفر ہیں۔ کما فی مجمع البحار والقاموس وغیرہما۔ ابو وہب کنیت جد بن قیس مذکور ہے جس نے نفاق کا جواب دیا پس اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا۔ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا آگاہ رہو کہ ایسے منافق لوگ فتنہ میں گر پڑے یعنی جو فتنہ اُسنے بیان کیا وہ تو بنایا ہوا تھا مگر خبردار رہو کہ فتنہ یہی ہے جسمیں یہ شخص اور اُسکے مثل لوگ گرے یعنی جہاد میں آنحضرت صلعم کے ساتھ دینے سے بچھڑنا اور نفاق کا ظاہر ہونا پھر وعید فرمائی۔ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ اور البتہ جہنم ضرور کافروں کو محیط ہے۔ جملہ اسمیہ کو انتہی تاکیدات سے بحسب اقتضائے مقام بیان فرمایا اور جہنم کا محیط ہونا یعنی کافروں کا مجمع ہونا کہ جس سے اُن کو چھٹکارا نہ ہوگا اگرچہ آخرت میں ہوگا لیکن ایسا قطعی الوقوع ہے کہ جملہ اسمیہ سے جو مشعر دوام ہے بیان فرمایا اور اسمیں اشارہ ہے کہ ہمیشہ اسی میں طرح پڑے رہیں گے اور احتمال ہے کہ یہ معنی ہوں کہ جہنم کے محیط ہونے کے اسباب یعنی خواہش نفس کی پابندی و شہوات کی پیروی

ان لوگون سے ظہور مین آتی ہی لہذا جہنم گویا ابھی اُن کو محیط ہی اور بالکافرین سے اشعار ہی کہ کفر اسکی علت ہی اور اشارہ ہی کہ اُن کے ایسے حرکات یہ کفر ہین اور اُمید باقی رکھی کہ اگر کفر ترک کرین اور اُسپر نہ مرین تو نجات ہوسکتی ہی پھر اُن کے نفاق و جھوٹ کا حال بیان فرمایا۔ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ۔ اگر تجکو اے محمد صلعم بعض جہاد مین کچھ بھلائی پہونچتی ہی یعنی فتح و غنیمت وغیرہ اگرچہ تھوڑی سی بھلائی ہو وہ اُنکو دُکھ دیتی ہی اور ناگوار ہوتی ہی اُن کے دلی حسد و نفاق کا یہان تک مرتبہ پہونچا ہوا ہی۔ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ اور اگر تجکو کچھ مصیبت پہونچتی ہی یعنی بعض جہاد مین کوئی سختی پیش آتی ہی اگرچہ تھوڑی ہو جیسے اُحد مین واقع ہوا پس یہ امر بمقتضائے حکمت بالغہ الٰہی ہے جیسے ہرقل بادشاہ روم نے آنحضرت صلعم کا حال ابوسفیان سے پوچھتے وقت کہا تھا کہ انبیاء کے جہاد مین یہی ہوتا ہی کہ کسی وقت تک کبھی مومنون کی فتح اور کبھی کفار کا غلبہ رہتا ہی آخر کار کامل غلبہ اسلام کو ہوجاتا ہی ولیکن بداعتقاد منافقون کا یہ حال ہی کہ جب اہل اسلام کو کچھ سختی پیش آئی یعنی ظاہر نظر مین اگرچہ باطن مین شہادت وغیرہ سے اُنکی کرامت ہوتی ہی تاہم منافقون کا یہ مقولہ ہی کہ يَقُولُوا قَدْ اَخَذْنَا اَمْرَنَا۔ خوشی مین بھرے ہوے اپنی رائے پر بھروسا کرتے ہوے کہتے ہین کہ ہم نے تو اپنا امر لے لیا تھا یعنی جہاد سے بیٹھ رہے اور بچاؤ کر لیا تھا مِنْ قَبْلُ اس واقعہ سے پہلے ہی وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ اور منھ موڑتے ہین درحالیکہ فرحناک ہین یعنی تم لوگون کے ادنی مصیبت سے بھی خوش ہوتے ہین۔ اس کلام مین اشارت ہی کہ دین اسلام یا اہل اسلام کی مصیبت پر خوش ہونا اس راہ سے نفاق ہی اور کلام معرض مذمت مین مشعر ہی کہ امر مقدر کسی احتیاط سے نہین رکتا پس خلاف شرع اُسکی تدبیر کرنا مذموم ہی اور عقل جزوی و تدبیر پر بھروسا کرنا شرک ہی پس حواس و عقل کو کام مین لانا جہان تک مطابق شرع ہی وہ ایک امر ہی کہ انسان پر لازم کیا گیا حتی کہ زہر نہ کھائے اور شیر کے منھ مین خود نہ جائے ولیکن تدبیر پر اعتماد نہین ہے اور تمام اعتماد اللہ تعالی پر ہی لہذا فرمایا۔ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا۔ تو کہدے اے محمد صلعم کہ ہرگز نہ پہونچیگا ہم کو مگر وہی جو اللہ تعالی نے ہمارے واسطے لکھ دیا۔ هُوَ مَوْلٰنَا وہی ہمارا ناصر و حافظ ہی وہی ہماری جانون سے بھی ہمارے لئے اولی ہی۔ حاصل آنکہ ہر نیکی و بدی جو انسان کو پہونچنے والی ہی سب اللہ تعالی نے لوح محفوظ مین مکتوب و مقدر کر دی ہی اور وہ خالق اپنے مخلوق پر زیادہ مہربان ہے جو اُسنے لکھا سب عین حکمت ہی پس وہ ضرور انسان کو پہونچیگی کسی تدبیر سے نہ کوئی نفع اُس کے خلاف مل سکتا ہی اور نہ کوئی ضرر دفع ہوسکتا ہے پس خلاف شرع تدبیر مذموم ہی اور اعتماد کسی تدبیر پر جائز نہین۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔ اور اللہ تعالی ہی پر مومنون کو توکل کرنا چاہیئے یعنی سبھی پر فرض ہی کہ اسی پر توکل کرین لیکن کافر تو مشرک کافر ہین وہ اور چیزون پر اعتماد کر کے شرک کرتے اور احکام الٰہی سے کفر کرتے ہین لہذا مطیع بندون مومنون کو ارشاد ہوا کہ اللہ تعالی ہی پر بھروسا کرین کیونکہ یہی لوگ توفیق سے سرفراز ہین ف۔

فی العرائس قوله تعالی قل لن يصيبنا الا ما كتب الله لنا۔ ازل مین انبیاء و اولیاء کے لئے یہی لکھا گیا کہ سعادت ولایت اور شرف نبوت و حقیقت وصل و لطائف علوم مشاہدہ اُنکو حاصل ہون اور جو اُمور کہ بظاہر بصورت بلیات اُن کو پہونچتے ہین وہ اُن کے احوال کی ترقی ہین کیونکہ اللہ تعالی نے اُن کے دلون کو نور رضا سے منور فرمایا ہی پس جو امر اُسکی طرف سے پہونچا اُسکو عین رضامندی سے قبول کر کے مقام قرب مین بلند درجہ پایا پس ہر امر خواہ مکروہ ہو یا گوارہ ہو اُن کیلئے بہتر ہے مترجم نے کہا کہ حدیث مین ہی کہ مومن کا حال بہت خوب ہی کہ اُسکی ہر بات اُس کے حق مین بہتر ہی چنانچہ امر گوارا پہونچا اُسنے شکر کیا تو بھلائی ملی اور امر ناگوار پہونچا اُسنے صبر کیا تو بھلائی ملی پس ہر طرح بھلائی پائی اور یہ سوائے مومن کے اور کسی کے واسطے نہین ہی رواہ الحدیث فی السنن و ہو الصحیح۔ بالجملہ یہ بندے اس معاملہ مین بنصرت الٰہی محفوظ ہین اور اسی پر متوکل و راضی ہین اور جیسے حق تعالی نے فرمایا یقین کرتے ہین کہ ہو مولٰنا یعنی وہی ہمارا مولی ہی اور اسی محبت مین جو امر کہ دوسرون پر ناگوار ہی وہ محبت ایمانی ان پر

گوارا ہو اور مومن کی یہی شان ہو لہذا فرمایا۔ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ مومن عارف ہوتا ہو اور عارف وہ ہو جس پر قضا و قدر سے جو امور وقتاً فوقتاً جاری ہوں اُن میں اُسکو سکون ہو اور کسی بات سے ترشرو نہ ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے منافق و کافر جاہلوں کو ایسے پسندیدہ طور سے متنبہ کرنے کا حکم دیا جس سے سمجھ لیں کہ بندہ مطیع ہر حال میں بفوز عظیم ہو جیسے غیر مطیع و منافق ہر حال میں فی الواقع خائب و خاسر ہو بقولہ تعالیٰ

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَآ إِلَّآ إِحْدَى ٱلْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَن يُصِيبَكُمُ ٱللَّهُ

تو کہہ تم کیا چیتو گے ہمارے حق میں مگر دو خوبی میں سے ایک اور ہم اُمیدوار ہیں تمہارے حق میں کہ ڈالے تم پر اللہ

بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِۦٓ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوٓا۟ إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ ۝

کچھ عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سو منتظر رہو ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ ایہا المنافقون ان یقع۔ بِنَآ إِلَّآ إِحْدَى ٱلْحُسْنَيَيْنِ۔ تربصون صیغہ خطاب ہو در اصل تتربصون بدو تا تھا جسمیں سے ایک تا حذف ہوئی جیسا کہ باب تفعل میں مطرد ہو اور معنی اُسکے تنتظرون۔ اے تم انتظار کرتے ہو۔ قولہ بنا متعلق بفعل محذوف اے ان یقع بنا۔ یہ کہ ہمارے ساتھ واقع ہو۔ استفہام توبیخی ہو۔ الحسنیین تثنیہ حسنی تانیث احسن ہو یعنی بہت بھلی بات باعتبار انجام کے اور دونوں بھلی باتوں کی تفسیر ابن عباس و مجاہد وغیرہ سے نصرت و شہادت مروی ہو۔ المعنی تو کہدے اے محمد صلعم کہ کیا تم انتظار کرتے رہو اے منافقو یہ کہ واقع ہو ہمارے ساتھ کوئی امر سوائے ایک کے دو بہت بھلائیوں سے۔ خواہ تم پر وکا فرون پر تمھنڈی یا ہمارے لئے شہادت کیونکہ مسلمان جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کو گیا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اُسکو ثواب و مال غنیمت ملیگا اور یا شہید ہو کر جنت پا دیگا جو کہ سب سے نیک انجام ہو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کفالت فرمائی ایسے بندہ کے لئے جو اُسکی راہ میں جہاد کو نکلا در حالیکہ راہ آلہی میں جہاد و تصدیق کلمہ کے سوائے کسی امر نے اُسکو اُسکے گھر سے نہیں نکالا ہو اس بات کی کفالت کہ اُسکو جنت میں داخل کر دیگا یا جہاں سے نکلا تھا وہیں اُسکو واپس کر دے گا اجر و غنیمت کیساتھ کما فی الصحاح۔ حاصل آنکہ منافقوں کو ملامت ہو کہ اہل ایمان کے حق میں انھیں دو باتوں میں سے ایک کا انتظار کرتے ہیں اُسکے سوا ایسے اور کیا انتظار کرتے ہیں حالانکہ یہ ہر ایک بات بہت بھلی ہو کیونکہ انجام بہت نیک ہو پھر خود منافقوں کی حکمت عملی کا انجام بتلایا کہ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اور ہم تمہارے حق میں انتظار کرتے ہیں دو باتوں میں سے ایک بات کے وقوع کا۔ أَن يُصِيبَكُمُ ٱللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِۦٓ ایک یہ کہ پہونچاوے تم کو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے کوئی عذاب یعنی آسمان سے کوئی عذاب تم پر آوے جسمیں ہمارا لگاؤ نہ ہو جیسے صیحہ و پتھر برسنا وغیرہ کا عذاب اگلی اُمتوں کے نافرمانوں پر آیا۔ أَوْ بِأَيْدِينَا یا تم کو ہمارے ہاتھوں سے عذاب پہونچاوے مثلاً اسطرح کہ ہم کو منافقوں کے قتل کا حکم دیدے پس ہم اُسکی طاعت میں تم کو قتل و قید و غارت کریں۔ حاصل آنکہ تمھارا انجام انھیں دونوں باتوں میں سے ایک بات کی طرف ہو پس معلوم ہوا کہ تمھارا برتاؤ بہت خراب ہو جسکا انجام ایسا خراب ہو۔ فَتَرَبَّصُوٓا۟ پس تم انتظار کرو ہمارے حق میں اس امر کا جو مذکور ہوا۔ إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ۔ ہم بھی تمھارے ساتھ منتظر ہیں یعنی تمھارے انجام کار کے منتظر ہیں۔ فتربصوا۔ میں فا فصیحہ ہے اور صیغہ امر سے امتثال مقصود نہیں بلکہ تہدید ہے یعنی اپنے بد انجام کو سُنکر اگر یہ برتاؤ نہیں چھوڑتے ہو تو اچھا ہمارے لیے منتظر رہو انجام نیک دیکھو اور ہم بھی منتظر ہیں کہ ناچار تمھارا بد انجام دیکھیں کیونکہ جو ہر ایک کا انجام مذکور ہوا اُس سے تجاوز نہیں ہوسکتا پھر منافقوں کی نماز و روزہ وغیرہ اعمال بدنی اور جہاد میں مال خرچ کرنے کی مدد وغیرہ کا جو نفاق سے بدون صدق یقین کے کرتے تھے قبول نہ ہونا بیان فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ۔

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ○

تو کہہ مال خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز قبول نہ ہوگا تم سے تحقیق تم ہوئے ہو لوگ بے حکم

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ

اور موقوف نہین ہوا قبول ہونا ان کے خرچ کا مگر اسی پر کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اسکے رسول سے اور نہین آتے نماز کو

اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ○ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ

مگر جی ہارے اور خرچ نہین کرتے مگر برے دل سے سو تو تعجب نہ کر ان کے مال اور اولاد سے

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ○

یہی چاہتا ہے اللہ کہ ان کو عذاب کرے ان چیزون سے دنیا کے جیتے اور نکلے ان کی جان جبتک وہ کافر ہی رہین

قُلْ اَنْفِقُوْا - فی طاعۃ اللہ طَوْعًا اَوْ كَرْهًا - طائعین او کارہین - لَنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ - انفقتموہ - کہدے اے محمد صلعم کہ خرچ کرو اے منافقو طاعت الٰہی مین طوعًا یا کرہًا یعنی درحالیکہ تم طائع ہو یا کارہ ہو ہرگز تم سے قبول نہ کیا جائیگا جو کچھ تم نے خرچ کیا - اگر کہا جاوے کہ منافق کب بطوع ورغبت خرچ کرتے تھے کیونکہ ہمیشہ کراہت سے خرچ کرتے بدلیل قولہ ولا ینفقون الا وہم کارہون - پھر یہان کیونکر ان کو طوع سے خرچ کرنیکا حکم دیا - تو جواب یہ ہے کہ طوع سے خرچ کرنا باعتبار ظاہر کے کیونکہ منافق لوگ نفاق سے ظاہر مین ایسے خرچ کرتے کہ بطوع و رغبت معلوم ہوتا اور آگے جو اللہ تعالیٰ نے خبر فرمائی کہ ولا ینفقون الا وہم کارہون - تو یہ واقعی حقیقت کا بیان ہے یعنی درحقیقت تو کراہت ہی سے خرچ کرتے تھے اور بعض نے جواب دیا کہ طوع بمعنی رغبت نہین بلکہ طوع سے وہ خرچ جو بدون اللہ تعالیٰ و رسول کے لازم کرنے کے ریاکاری و دکھلانے کو ہو وے - اور کرہًا جو اللہ تعالیٰ و رسول کے لازم کرنے پر ہو - یعنی قولہ انفقوا طوعًا او کرہًا - خرچ کرو تم بدون اللہ تعالیٰ و رسول کے لازم کرنے کے یا دونون کے لازم کرنے سے - پس لازم کرنے کو کرہ اسواسطے کہا کہ یہ لوگ منافق تھے پس خرچ کرنا ان پر لازم کرنا ایسا شاق تھا جیسے کسی پر اکراہ و زبردستی کی جاتی ہے - اور بعض نے جواب دیا کہ طوعًا سے وہ خرچ جو منافقون کے سردارون کی طرف سے بلا اکراہ ہو - اور کرہًا جو ان کے سردارون کی اکراہ سے ہو کیونکہ سردار نفاق مصلحت دیکھکر تابع منافقون کو مال خرچ کرنے پر اکراہ کرتے یعنی خرچ کرو چاہو بدون اکراہ اپنے سردارون کے یا ان کے اکراہ کرنے سے بہرحال تم سے ہرگز مقبول نہ ہوگا - سوال ہوا کہ انفقوا طوعًا - مین طوع کا اعراب کیونکر ہے جواب یہ کہ طوع و کرہ ہر دو مصدر بمعنی اسم فاعل ہین اور نصب بوجہ حال ہونے کے یعنی انفقوا طائعین او کارہین - تم لوگ خرچ کرو درحالیکہ طائع ہو یا کارہ ہو - سوال ہوا کہ انفقوا صیغہ امر سے خرچ کرنے کا حکم دیا پھر لن یتقبل سے کیون عدم قبول فرمایا - جواب دیا گیا کہ معنی اس کے شرط و جزا ہین یعنی اگر تم خرچ کرو تو قبول نہ ہوگا - مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ عدم قبولیت کا انفاق سے مشروط ہونا مرتبط نہین ہے اور صحیح جواب بیضاوی رح ومفسرین وغیرہ کا ہے کہ یہ امر بمعنی خبر ہے یعنی تمھارے نفقات قبول نہین خواہ طوعًا خرچ کرو یا کرہًا - بیضاوی رح نے کہا کہ اسکا فائدہ یہ کہ قبول نہونے مین ہر دو انفاق کے مساوات ظاہر ہوگئی گویا ان کو حکم ہوا کہ امتحان کرو خرچ کرکے دیکھو بھلا قبول ہوتا ہے یا نہین پس ہرگز قبول نہوگا - اور یہ کلام پاک جواب ہے جد بن قیس منافق کا جس نے آنحضرت صلعم کے استنفار کے وقت کہا تھا کہ مجھے فتنہ مین نہ ڈالئے یعنی مجھے رہنے دیجئے اور مین اپنے مال سے آپ کی مدد کرونگا - قبول نہ ہونا دو باتون کو محتمل ہے ایک یہ کہ منافق اگر مال لاوین تو ان سے امام نہ لیوے اور دوسرا یہ کہ منافقون کو ثواب نہ ملے گا پھر قبول نہ ہونے کی وجہ بیان فرمائی بطریق استیناف کے بقولہ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ - لانکم کنتم کافرین - یعنی تمھارا انفاق

(حاشیہ: جہاد کیلئے نکلنے کو بلانا ۱۲)

کسی طرح ہو قبول نہ ہونا اس لئے کہ تم قوم کافر تھے اور کافر کی کوئی طاعت قبول نہین بدین معنی کہ آخرت مین اسپر ثواب نہ پاویگا۔ لہذا علماء کا اجماع ہی کہ عبادات صحیح و ثواب مترتب ہونے کے واسطے ایمان و دلی تصدیق ضروری ہی اور علماء حنفیہ نے کہا کہ کفار فروع اعمال شرع سے مکلف و مخاطب نہین بلکہ ایمان لانے سے مکلف ہین اور شافعیہ نے کہا کہ مکلف ہین اور فائدہ یہ کہ عذاب مین زیادتی ہوا ور بعد تامل کے کفار کا ایمان نہ لانا متضمن ترک جمیع حسنات ہی پس عذاب ضعیف بحکم قولہ تعالیٰ لکل منکم ضعف الآیۃ ہر کافر کے لئے ثابت ہی۔ اس تفسیر سے واضح ہوا کہ فاسق سے مراد کافر ہے چنانچہ کلام مابعد جو اس جملہ کے لئے بیان و توضیح ہی اُسپر دلالت کرتا ہی یعنی قولہ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ بتاء فوقیہ قراۃ حفص و اکثر اور بیاء تحتیہ قراۃ حمزہ و کسائی کیونکہ فاعل مؤنث حقیقی نہین یعنی۔ نَفَقَاتُهُمْ لے مامنعهم قبول نفقاتهم نہین محروم رکھا اُنکو اُنکے نفقات مقبول ہونے سے۔ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ۔ الا کفرہم بہا مگر ان باتون نے جنمین سے اول یہ کہ اُنھون نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ و اُسکے رسول برحق محمد صلعم کے ساتھ کفر کیا یعنی درحقیقت کفر کیا۔ اگرچہ ظاہر مین اقرار کہتے تھے پس زبانی اقرار کچھ مفید نہین ہی۔ سوال ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے قائل تھے جواب یہ کہ حدیث وفد عبدالقیس مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے توحید کی یہ تفسیر فرمائی کہ گواہی دے کہ لا آلہ الا اللہ و محمد رسول اللہ۔ لہذا علماء کا اتفاق ہے کہ بدون صادق اقرار نبوت آنحضرت صلعم کے توحید پوری نہین ہی بھید یہ کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اسکے صفات کمالیہ عظمت و جلال کی معرفت سے ہی کیونکہ حقیقت اسکی برتر از خیال و قیاس و گمان و عقل جزوی ہی اور بدون ارشاد و ہدایت نبوت کے آدمی ایسے اُمور کا جناب باری تعالیٰ و تقدس مین گمان کریگا جو لائق نہین پس وہ اللہ تعالیٰ کا قائل نہ ہوگا بلکہ اپنے مظنون کا معتقد و اُسی پر مومن ہوگا اسی واسطے مشرکین مکہ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کو خالق آسمان و زمین کہتے تھے مشرک ہوئے کہ بتون کا اشتراک جائز جانتے حالانکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ وہ ہی کہ وہان کسی شرک کو دخل نہین پس درحقیقت اللہ تعالیٰ سے منکر و کافر ہوئے اسیطرح اہل کتاب یہود و نصاریٰ کہ جو بیٹا وغیرہ نعوذ باللہ من ذلک ثابت کرتے تھے کافر فرمایا بقولہ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیۃ۔ اور بہت سے نادان آدمیون نے زعم کیا کہ اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کے یہ معنی کہ ایک ہی لہذا ہدین معنی واحد کے قائل ہیں اور بعضے ہنود کو موحد کہنے لگتے ہین حالانکہ یہ خود بڑی جہالت ہی لہذا فقہ اکبر وغیرہ مین صاف مصرح لکھ دیا کہ توحید کے معنی یہ ہین کہ لا آلہ الا اللہ و محمد رسول اللہ اسکا کوئی شریک نہین کسی امر مین۔ اور یہ معنی نہین کہ واحد بمعنی معدودی وحدت ہی فافہم۔ وتدبر۔ بالجملہ جن باتون سے منافق قبول نفقات سے محروم ہوئے ان مین سے اول تو اعتقادی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ و رسول سے منکر ہین اور دوم عملی یہ کہ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ۔ اے انہم لا یصلون فی حال من الاحوال الا فی حال الکسل والتثاقل یعنی تمام حالتون مین سے کسی حال مین بے نماز نہین پڑھتے مگر ایک حالت مین جو کہ حالت کسل و گرانی ہی۔ اسکی وجہ یہ کہ اُن کو ادا کرنے پر ثواب ملنے کا اعتقاد نہین اور نہ چھوڑنے پر عذاب کا خوف تھا بلکہ خالی دکھلانے اور اسلام ظاہر کرنے کو کسل و بوجھل ہوکر پڑھ لیتے تھے۔ وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ۔ اور نہین خرچ کرتے کوئی نفقہ خواہ واجب ہو یا نفل ہو مگر اس حال مین کہ وے کراہت رکھنے والے ہوتے ہین اگرچہ اپنی کراہت کو ظاہر نہین کرتے پس قولہ قل انفقوا طوعا۔ مین بطوع خرچ کرنا بلحاظ ظاہر کے ہی اور یہان اُن کی حقیقت کا بیان ہی یعنی درحقیقت ہمیشہ کراہت کے ساتھ خرچ کرتے ہین۔ حاصل یہ کہ کسی کار خیر مین بسبب بے ایمانی کے اُن کی سچی نیت و ہمت نہین ہی پس اللہ تعالیٰ قبول نہین فرماتا۔ حدیث مین ہی کہ آدمی جب تک خوشی و نشاط مین ہی نوافل نماز وغیرہ ادا کرے اور کسل و ماندگی تک نوبت نہ پہونچا دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ثواب دینے مین ملالت نہ ہوگی تم خود ہی عبادت سے ماندہ ہو جاؤگے اور حدیث مین فرمایا کہ اللہ تعالیٰ طیب ہی وہ طیب ہی قبول فرماتا ہی اسیواسطے ان منافقون سے کوئی نفقہ قبول نہ فرمایا بقولہ

انما یتقبل اللہ من المتقین یعنی اللہ تعالیٰ انھین بندون سے قبول فرماتا ہی جو متقی ہین- اگر کہا جاوے کہ قبول نہ ہونے کے واسطے اُن کا کافر
ہونا کافی سبب ہی پھر کراہت و کسل وغیرہ کا سبب کیون فرمایا کیونکہ مستقل سبب ہوتے ہوئے اور کا اثر نہین رہتا تو جواب یہ ہی کہ اہل
سنت کے نزدیک تمام سبب خالی معرّف ہین کچھ موجب نہین ہین پس ایک ہی امر کے واسطے چند معرّف کا جمع ہونا جائز ہی- فافہم- فَلَا تُعْجِبْكَ
اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ یعنی جب منافقون کی حالت معلوم ہوگئی تو اے محمد صلعم نہ اعجاب مین ڈالین تجکو اُن کے [علامت ١٢]
اموال اور نہ اُنکی اولاد- یہ خطاب اگرچہ آنحضرت صلعم کو ہی لیکن جملہ مومنین اسمین شامل ہین- اعجاب کسی چیز سے مسرور ہو اُسکی خوبی پر راضی
ہونا اور بعض نے کہا کہ اُسکے ساتھ کچھ فخر و یہ اعتقاد بھی ہو کہ ایسے اور ون پاس نہین ہی اور معنی اپنے مال و اولاد پر اعجاب ہونے کے مناسب
ہین اور یہان تو غیر کے مال و اولاد پر اعجاب ہی پس اعجاب بمعنی استحسان ہی یعنی اُنکے اموال و اولاد کو مستحسن مت جان- خطیب رح نے اموال
سے وہ مال لیا جو اُنھون نے جہاد مین خرچ کرنے کو دیا پس معنی یہ ہو سکتے ہین کہ جو اموال اُنھون نے جہاد مین خرچ کو دیا اور اُنکی اولاد جو بظاہر
اہل اسلام کی اولاد ہی سمجھے مستحسن معلوم نہو کیونکہ یہ بلا ثواب نامقبول ہی اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ ان کے اموال و اولاد کی نسبت مستحسن و محمود
ہونا مت بیان کر اسلئے کہ یہ اُن کیلئے وبال و استدراج ہی کما قال تعالیٰ- اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ- ان یعذبہم- بِهَا
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یہی اللہ تعالیٰ چاہتا ہی کہ اُنکو عذاب کرے ان چیزون سے دنیا کی زندگی مین- کیونکہ ان کے جمع کرنے و حفاظت
مین مشقت و تکلیف اُٹھاوین اور بطریق نفاق کے مومنون کو دینے و زکوٰۃ نکالنے مین خرچ کرنے پر غم کھاوین اور نقصان اولاد مین
مصیبت پاوین- اگر کہا جاوے کہ یہ بات منافقون کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ مومن کو بھی نقصان مال و اولاد کی مصیبت پہونچتی ہی تو جواب
یہ ہی کہ مومن کو اعتقاد ہی کہ وہ آخرت ہی کیواسطے مخلوق ہی اور اُسکو جو مصیبت پہونچے وہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہی اور جانتا ہے
کہ آخرت مین اُسکے لئے اس سے بہتر ثواب حاصل ہی پس مال و اولاد اُسکے حق مین وبال و عذاب نہوئے بخلاف منافق کے کہ اسکا یہ اعتقاد نہین پس
مال و اولاد پر جو غم و رنج و مشقت اُسکو پہونچی وہ دنیا مین اُسپر عذاب ہوئی لہذا فرمایا کہ منافقون کے حق مین مال و اولاد سے اللہ تعالیٰ یہی
چاہتا ہی کہ حیات دنیا دی مین اُن کو عذاب دے- وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ- زہوق مشقت سے نکلنا جملہ
عطف ہی یعذبہم پر یعنی اور اُن کے اجسام سے اُنکی ارواح نکلین اس حال مین کہ وے کافر ہین- پس آخرت مین اُنکو دائمی سخت عذاب
دیوے- زمخشری رح نے کہا کہ قولہ انما یرید اللہ- سے مراد استدراج ہی یعنی باوجود معصیت کے اُن کو نعمت پر نعمت دینا جسمین مشغول رہین
یہانتک کہ مرین گویا یون فرمایا کہ اللہ تعالیٰ منافقون کے حق مین یہی چاہتا ہی کہ برابر اُنکو اپنی نعمتون سے بھرا رکھے یہان تک کہ اُنکی
موت آوے اس حال مین کہ وے کافر ہون اور آخرت سے نظر پھیرے ہوئے انھین نعمتون کی طرف مشغول ہون- پس آخرت مین عذاب
شدید اُٹھاوین خطیب رح نے لکھا کہ جس کسی کو مال و اولاد کی کثرت ہوئی حالانکہ وہ سرور و افتخار و کفران نعمت مین گرفتار ہی اُس کے حق مین
وبال و عذاب سمجھنا چاہیئے کیونکہ ایسی حالت مین دلالت ہی کہ نفس اسمین مستغرق اور اللہ تعالیٰ سے منقطع ہی اور حدیث مین ہی کہ تین باتین
ہلاک کرنیوالی ہین- ایک یہ کہ شُح مطاع ہو یعنی بخل کی اطاعت کی جاوے- دوم خواہش نفس کی پیروی کی جاوے- اور سوم اپنے اوپر آدمی
اعجاب کرے اور حدیث مین ہی کہ مکثرین تباہ ہوئے یعنی مال مین اکثار کرنے والون کی عاقبت اکثر خراب ہوتی ہی اور حدیث مین ہی کہ آدمی اپنا
مال گنتا رہتا ہی اُس کا مال کیا ہی سوائے اسکے کہ کھا کر فنا کر ڈالا یا پہنکر پھاڑ ڈالا یا صدقہ دیکر عاقبت کیلئے باقی رکھ لیا- اور اس باب مین روایات [خود رائی ١٢]
بہت ہین اور مقصود کلام یہ کہ دنیا کے اطناب و اسپر افتخار و اُسکی محبت سے زجر فرمایا کیونکہ آدمی دنیا کے واسطے نہین پیدا ہوا بلکہ آخرت ہی کیلئے مخلوق کر

مین دنیا سے اسکو اعجاب اسکی طرف میلان نچاہیے بلکہ اصلی گھر کی طرف راغب ہوا اور وہ آخرت ہے۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ولا یاتون الصلوٰۃ الا وہم کسالیٰ۔ حق تعالیٰ نے ایسے بندون کا حال بیان فرمایا جو اُسکے جلال سے جاہل اور اُسکے مشاہدۂ جمال سے محجوب ہین اور اُن کو اپنے خالق کی عبودیت سے طعم وصال نہین ورگر اُن کو نماز مین مناجات الٰہی سے ذوق ہوتا اور نماز مین آنکھون کی ٹھنڈک حاصل ہوتی تو اُن کا وہ حال ہوتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچے نمازی کا حال بیان فرمایا کہ وہ اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہی اور جو اپنا حال بیان فرمایا بقولہ جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ میری دونون آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین رکھی گئی ہی لیکن یہ مرتبہ بزرگ انھین بندون کیواسطے مخصوص ہی جو عظمت و جلال الٰہی کے سامنے خشوع و خضوع رکھتے ہین کما قال تعالیٰ وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین الآیۃ۔ اور اُن کا وصف فرمایا بقولہ الذین ہم فی صلوٰتہم خاشعون۔ شیخ محمد بن الفضل نے کہا کہ جسنے امر الٰہی کو نہ پہچانا وہ کسل کے ساتھ کھڑا ہوتا ہی اور جسنے پہچانا وہ عین رغبت سے قیام کرتا ہی قولہ تعالیٰ فلا تعجبک اموالہم ولا اولادہم۔ اس مین اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماکر مومنون کو تحذیر فرمائی کہ دنیا دارون کے ساتھ جو اموال و اولاد ہین جنکو وہ حیات دنیاوی کی زینت جانتے ہین ان چیزون کو بنظر استحسان نہ دیکھین کیونکہ اس سے آخرت و اُسکے کامون سے باز رہین گے اسلئے کہ دنیا کو بنظر شہوت و خواہش نفس دیکھنے والا اُسی سے ملک ملکوت و انوار جبروت سے گرجاتا ہی اور اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ اموال دنیا منافقون کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجاب ہین اور دنیا مین مورث عذاب ہین کیونکہ دنیا جب بہت ہو جاتی ہی تو خواہ مخواہ حرام و شبہات سے خالی نہین ہوتی اور جسنے حرام و شبہات کے مال کھائے وہ باطنی اندھے پن مین گرفتار ہو کر مکاشفۂ آخرت سے محروم ہو جاتا ہی چنانچہ وارد ہوا کہ دنیا کے حلال مین حساب ہوگا اور جو حرام ہی وہ تو بالکل عذاب ہی بعض مشائخ نے اس کلام پاک کے معنی مین کہا کہ لوگ جن اموال و غلام و خدام سے زینت کرتے اور اُسی کی کثرت چاہتے ہین اور بطور استدراج اُنکو ملتی ہین تجکو اس سے اعجاب نہو کیونکہ ان اموال و اولاد سے اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہی کہ دنیاوی زندگی مین اُن کو عذاب ہو یعنی اُسکے جمع کرنے مین اور اُسکے حفاظت کرنے مین مشقت اور اُسکی محبت مین اور اُسپر بخل کرنے مین اور اُسکے خرچ پر غمگین ہونے مین عذاب اُٹھاوین اور یہ سب عذاب تو اپنی خوشی خاطر سمیٹا اور برابر اُنپر طاری رہا یہانتک کہ کافر مرنے سے عذاب آخرت مین پھنسے۔ نعوذ باللہ منہ۔ جب اللہ تعالیٰ نے بیان کردیا کہ منافقین جملہ مضرت دنیا و آخرت کے جامع اور جملہ منافع دارین سے خالی ہین تو پھر اُن کے فضائح و قبائح کو ذکر کیا از انجملہ یہ ہے کہ نفاق و بیباکی سے جھوٹی قسمین کھاتے ہین چنانچہ فرمایا۔

وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۖ وَمَا هُمْ مِنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ۝ لَوْ يَجِدُونَ

اور قسمین کھاتے ہین اللہ کی کہ وہ بیشک تم مین ہین اور وہ تم مین نہین ولیکن وہ لوگ ڈرتے ہین اگر پاوین کہین

مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ۝

بچاؤ یا کوئی گڑھے یا سر گھسانے کو جگہ تو اُلٹے بھاگین اسی طرف رسیان توڑاتے

وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ اور قسم کھاتے ہین منافق لوگ اللہ تعالیٰ کی کہ البتہ وہ لوگ تم مین سے ہین یعنی منجملہ مومنون کے ہین۔ جملہ انہم لمنکم یہی مقسم بہ ہے اور لام تاکید ہی حاصل آنکہ ایسی تاکید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھاتے ہین کہ ہم بھی اہل ایمان مین سے ہین یعنی توحید الٰہی و رسالت محمد صلعم و قرآن و دار آخرت وغیرہ پر صدق دل سے مومن ہین۔ منافق لوگ جب اہل ایمان سے ملتے تو بیباکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی اسطرح جھوٹی قسم کھاتے چنانچہ حق تعالیٰ نے رد فرمایا۔ وَمَا هُمْ مِنْكُمْ اور حال یہ ہی کہ یہ لوگ تم سے نہین ہین یعنی مومن نہین ہین۔ اللہ تعالیٰ نے بھی جملہ اسمیہ سے اُنکے مومن ہونیکی نفی فرمائی جیسے اُنھون نے مؤکد قسم کھائی تھی۔ وَلٰكِنَّهُمْ

قَوۡمٌ يَّفۡرَقُوۡنَ - ولیکن یہ لوگ ایسی قوم ہیں کہ تم سے ڈرتے ہیں کہ تم قتل و قید وغیرہ کا وہ برتاؤ اُن کے ساتھ نہ کرو جو مشرکوں کیساتھ کرتے ہو۔ فرق یفرق فرقًا از سمع یسمع ترس و خوف کرنا۔ حاصل آنکہ منافقون کے دل میں اسلام کا کچھ اعتقاد نہیں بلکہ دکھلانے ہی کو ظاہر میں ارکان اسلام ادا کرتے ہیں اور تمہارے خوف سے جھوٹی قسم بہت تاکید کیساتھ کھا جاتے ہیں کہ ہم بھی مسلمان ہیں اور تقیہ کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جھوٹی قسم جان بوجھکر کھانا بستی اُجاڑ دیتا ہے منافق کی پہچان حدیث میں ہے کہ جھوٹ بات بولتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ شر الناس اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذو الوجہین ہے یعنی جو آدمی کہ اُس سے ملکر کچھ کہا اور دوسرے کے پاس اُسکے خلاف کہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا بد ہے پھر اللہ تعالیٰ نے منافقون کی فضیحت بڑھائی کہ مومنون سے ظاہر میں اسطرح قسم کھاتے ہیں اور باطن میں اُنکے دشمن اور اُنسے گریز چاہتے ہیں چنانچہ فرمایا۔ لَوۡ يَجِدُوۡنَ مَلۡجَاً اگر پاتے وہ لوگ کوئی ملجا۔ پناہ کی جگہ خواہ اونچی ہو یا نیچی یا کوئی گروہ آدمیوں وغیرہ کا ہو یا اسکے مانند کوئی چیز ایسی ہو۔ اَوۡ مَغٰرٰتٍ یا مغارات۔ جمع مغارہ جسمین انسان گھس جاوے اور زمین میں پست مقام اور سرداب یعنی تہ خانہ وغیرہ۔ اَوۡ مُدَّخَلًا یا مُدَّخَل۔ بعدا دغام کے مدخل ہوا۔ وہ جگہ جسمین داخل ہو جاوین بعض نے کہا کہ ملجا عام ہے اونچی نیچی کہین کسی طرح کی جائے پناہ ہو مغارات۔ وہ غار جو پہاڑون میں ہون اور مدخل وہ جو زمین میں ہون۔ ابن عباس و مجاہد و قتادہ رح نے کہا کہ ملجا قلعہ و گڑھی وغیرہ جسمین متحصن ہون اور جائے حرز جسمین متحرز ہون مغارات۔ پہاڑون کے غار مدخل وہ سرب جو زیر زمین ہو یعنی تہ خانہ وغیرہ۔ حاصل آنکہ منافقین اگر او پر یا نیچے یا کہین کوئی ٹھکانا پاتے۔ لَّوَلَّوۡا اِلَيۡهِ تو اسکی طرف متوجہ ہو کر اُسمین گھس جاتے۔ وَهُمۡ يَجۡمَحُوۡنَ۔ درحالیکہ اس کام میں تیزی و جلدی کرنیوالے ہوتے کوئی چیز اُنکو اس سے باز نہ رکھتی یجمحون از جموح۔ فرس جموح وہ گھوڑا کہ باگ سے ہرگز نہ رکے۔ حاصل معنی یہ کہ منافقون کا حال تمسے عداوت و نفرت کا یہانتک ہے کہ ملجا و مغارات و مدخل تینون ٹھکانون میں سے اگر کوئی ٹھکانا پاتے باوجودیکہ یہ انسان کیلئے بندش و ضیق کے بُرے ٹھکانے ہیں تو بھی منافق اُنکی طرف متوجہ ہوتے نہایت تیزی سے کہ جیسے جموح گھوڑے کو باگ نہیں روک سکتی ہے اُنکو بھی کوئی چیز مانع نہو سکتی اور بہت جلدی اُسمین گھس جاتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے منافقون کے باطنی قبائح کے آثار میں سے ایک نوع دیگر کو یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صدقات کی تقسیم وغیرہ کی نسبت طعن کرنے کو ذکر فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّلۡمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنۡ اُعۡطُوۡا مِنۡهَا رَضُوۡا وَاِنۡ لَّمۡ يُعۡطَوۡا مِنۡهَاۤ

اور بعضے اُنمین ہیں کہ تجھکو طعن دیتے ہیں زکات بانٹنے میں سو اگر اُنکو ملے اُسمین سے تو راضی ہون اور اگر نہ ملے

اِذَا هُمۡ يَسۡخَطُوۡنَ ۞ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ رَضُوۡا مَاۤ اٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ ۙ وَقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ

تبہی وہ ناخوش ہو جاوین اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے جو دیا اُن کو اللہ نے اور اُسکے رسول نے اور کہتے بس ہے ہمکو اللہ

سَيُؤۡتِيۡنَا اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوۡنَ ۞ع

دے رہے گا ہم کو اللہ اپنے فضل سے اور اُس کا رسول ہم کو اللہ ہی چاہیئے۔

مفسرین کے اقوال اس آیت کے سبب نزول میں مختلف ہیں جیسا کہ خطیب نے کہا ولیکن مترجم کے نزدیک اقوال متفق ہیں صرف تفصیل و اجمال کا اور اسباب نزول و عموم دخول کا فرق ہے پس سبب نزول کو بخاری رح و نسائی و ابن جریر و ابن المنذر و ابو الشیخ و ابن مردویہ رح نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلعم مال غنیمت تقسیم کرتے تھے کہ لتنے میں ذو الخویصرہ کا بیٹا (جسکا نام حرقوص تھا) آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ انصاف سے تقسیم کرو آپ نے فرمایا کہ تیری خرابی ہو پھر کون عدل کریگا اگر میں ہی عدل نہیں کرتا ہون عمر بن الخطاب رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس بے ادب کی گردن ماردون آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکو چھوڑ دے کہ اس سے ایسے لوگ ہونگے جنکی نمازون کے سامنے تم میں کا آدمی اپنی نماز کو اور اُن کے روزون کے سامنے اپنے روزہ کو حقیر دیکھے گا حالانکہ یہ لوگ دین اسلام سے ایسے باہر ہونگے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے سو اُن کو جہان کہین تم پاؤ قتل کر ڈالنا کہ آسمان کے نیچے جتنے

مقتول ہون سب سے اچھے مقتول بدتر ہون گے۔ الی آخر الحدیث۔ اور اس پوری حدیث کو ابو سعیدؓ نے روایت کرکے فرمایا کہ اسی ذوالخویصرہ والے و اُس کے ساتھیون کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی ہی۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلعم نے غنیمت حنین کو تقسیم فرمایا تو ایک مرد کو مین نے کہتے سُنا کہ یہ تقسیم رضائے اللہ تعالیٰ کیواسطے نہین ہوئی پس مین نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا تو آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عز و جل اپنے پیغمبر موسیٰؑ پر رحم فرماوے کہ موسیٰؑ کو اس سے زیادہ ایذا پہونچائی گئی اور اُسنے صبر کیا پھر یہ آیت نازل ہوئی شیخ ابن کثیرؒ نے قتادہ رحمہ اللہ سے ذکر کیا کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم ایک غنیمت تقسیم کرتے تھے کہ ناگاہ ایک نومسلم اعرابی جنگلی آیا اور کہا کہ اے محمد اگر تم کو عدل کرنیکا حکم دیا گیا ہو تو واللہ تم نے عدل نہین کیا پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ خرابی ہو تیری پھر میرے سوائے کون تجھ پر عدل کریگا۔ پھر حضرت صلعم نے کہا کہ اے لوگو اس شخص و ایسون سے پرہیز رکھنا کہ میری اُمت مین ایسے اور لوگ ہونگے کہ قرآن کی تلاوت کرینگے مگر اُن کے ترقوہ سے نیچے نہ اُتریگا سو جب یہ لوگ خروج کرین تو اُن کو قتل کر ڈالنا۔ اس حکم کو تین بار فرمایا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قتادہ رح کا بیان مشابہ اس روایت شیخین کے ہی جسمین ذوالخویصرہ کا حال مذکور ہوا۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلعم نے غنائم حنین تقسیم کرنے مین اہل مکہ کو زیادہ در زیادہ دیکر اُن کی تالیف قلوب فرمائی تھی جسپر دنیا کے بندے ذوالخویصرہ کے مانند بیدین منافقون نے اعتراض کیا کلبی رح نے کہا کہ اس تقسیم پر جواظ نامی منافق بولا کہ اپنے سردار کو دیکھو کہ بکری چرانے والون مین غنیمت بانٹتا اور عدل کا دعوی کرتا ہی تو آنحضرت صلعم نے کہا کہ اوبے پدر کیا موسیٰؑ چرواہا نہ تھا اور کیا داؤد چرواہا نہ تھا۔ ابن زیدؒ نے کہا کہ منافق کہنے لگے کہ محمد اس مال غنیمت کو جسے چاہتے ہین دیتے ہین اور اپنی خواہش کی پابندی کرتے ہین تب یہ آیت نازل ہوئی۔ کما ذکرہ الخطیب ابوبکر الاصم نے اپنی تفسیر مین روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ تو فلان شخص سے واقف ہی اُسنے عرض کیا کہ مجھے اتنا معلوم ہی کہ آپ اُسکو اپنی مجلس مین تقرب دیتے اور بہت کچھ مال عطا فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ ہان وہ منافق ہی اُسکے نفاق دور ہونے کیلئے مدارات کرتا ہون اور اس لئے کہ اور ون کے دلون مین فساد نہ ڈالے تو صحابی نے عرض کیا کہ کچھ آپ فلان مرد کو بھی عطا فرمایا کرین۔ آپنے فرمایا کہ وہ تو پکا پورا مومن ہی اور یہ البتہ منافق ہی جسکا فساد مٹانے کو مال عطیہ بخشتا ہون۔ بالجملہ یہ آیت منافقون بے ایمانون کی حالت قبیحہ کے بیان مین ہی چنانچہ فرمایا۔ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّلۡمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ۔ لمز آخر زا معجمہ اصل مین آنکھ وغیرہ سے اشارہ کرنا اور مستعمل بمعنی عیب لگانا پس لمز مین اشارہ بروجہ عیب ہونا ضرور ہی بخلاف غمز بغین و زا ہر دو نقطہ دار کے کہ وہ عام ہی خواہ یہ اشارہ آنکھ وغیرہ کا بروجہ عیب ہویا نہو۔ اور یلمز مضارع بروزن یضرب بضم دو نون آیا اور ایک قراۃ بروزن ینصر اور تفعیل ہی۔ والحاصل یلمزک ای یعیبک۔ فارسی رح نے کہا کہ تقدیر فی تقسیم الصدقات ہی اور بعض نے کہا فی امر الصدقات۔ یہ اولیٰ ہی کیونکہ تقسیم وغیرہ سب امر کو جنمین منافقین عیب گیری کرتے تھے شامل ہی پس حاصل یہ کہ ومن المنافقین من یعیبک فی امر الصدقات۔ منافقون مین سے بعض ایسے ہین کہ تجھکو اے محمد صلعم دربارہ صدقات کے عیب لگاتے ہین۔ صدقات عام ہی خواہ مفروضہ ہو یعنی زکوٰۃ یا غیر مفروضہ جیسے تطوعات و غنائم وغیرہ پس منافقون کی غایت ہمت اموال حقیرہ دنیاوی پر مقصور تھی۔ فَاِنۡ اُعۡطُوۡا مِنۡهَا رَضُوۡا۔ ضمیر اعطوا راجع بجانب مَن موصولہ بحسب المعنی ہی اے فان اعطوا ہولاء اہل النفاق من الصدقات بقدر ما یریدون و تشتہی انفسہم رضوا عنک بما رفع منک یعنی اگر ان منافقون کو دیا گیا صدقات مین سے اتنا کہ جسقدر بخواہش نفسانی چاہتے تھے تو جو کچھ تو نے کیا اسپر تجھ سے راضی ہو جاتے ہین کیونکہ یہی اُن کا غایت مقصود تھا اور دین و ثواب آخرت کے تو معتقد ہی نہین ہین لہذا فرمایا۔ وَاِنۡ لَّمۡ يُعۡطَوۡا مِنۡهَاۤ اِذَا هُمۡ يَسۡخَطُوۡنَ۔ اے وان لم یعطوا من الصدقات بقدر ما تشتہی انفسہم اذا ہم یسخطون۔ اور اگر اُن کو صدقات سے بقدر اُنکی خواہش نفسانی کے نہ دیا گیا تو ناگاہ وے سخط و خشم مین ہوتے ہین۔ اذا حرف مفاجات ہی اور فائدہ یہ کہ شرط پائی جاتے ہی جزاء مذکور کا ہجوم ہوتا ہی کیونکہ مقصود حطام دنیاوی کا فوت ہونا بے درنگ تامل کے اُن کو سخط مین گرفتار کر لیتا ہی علماء معانی نے کہا کہ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہی کہ منافقین بڑے

مال ۱۱

فرومایہ و دنی تھے کہ صدقات لینے پر اُنکی حرص کی نوبت یہان تک پہونچی کہ بانٹنے مین آنحضرت صلعم کو عیب لگایا باوجودیکہ آنحضرت صلعم تمام مخلوق
سے بڑھکر عادل اور جور و ظلم سے دور تھے ہرگز دنیا کی طرف مائل نہ تھے ضحاک رح نے کہا کہ آنحضرت صلعم بحکم حق تعالیٰ تقسیم کرتے سو منافقون کو اگر بہت مل گیا تو
خوش ہوگئے اور تھوڑا ملا تو ناراض ہوکر عیب لگانے لگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔ اے
ولو انہم اخذوا بالرضاء ما آتاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لفرض اللہ تعالیٰ قسمۃ لہم ۔ اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک درمیان مین تعظیم کیلئے
اور اس تنبیہ کیلئے ہی کہ رسول اللہ صلعم کا فعل بحکم الٰہی ہوتا ہی و بنابر قول اول کے اعطاء الٰہی بدین معنی کہ ان کو دینے کا حکم رسول پر بھیجا اور عطاء رسول
آنکہ اُنکو حقیقتًا دیا و معنی یہ کہ اور اگر منافقین رضامندی سے لیتے اسقدر جو اُنکو رسول اللہ صلعم نے اللہ تعالیٰ کے فرض کرنے و بانٹنے سے دیا ۔ وَقَالُوْا
حَسْبُنَا اللّٰهُ ۔ اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو کافی ہی وہی ہمارا کفایت فرمانیوالا ہی ۔ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ ۔ سیعطینا
اللہ تعالیٰ من فضلہ بان یامر رسولہ باعطائنا و سیعطینا رسولہ و یوصلنا من غنیمۃ اخری عنقریب ہمکو عطا فرما دیگا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے باین طور
کہ اپنے رسول کو حکم دیگا کہ وہ ہم کو دیوے اور عنقریب اس حکم کے موافق رسول اللہ صلعم ہم کو عطا فرما دیگا یعنی دوسری غنیمت وغیرہ مین سے ۔ اِنَّاۤ
اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۔ ہم اپنے اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہین ۔ یہ دونون جملہ گویا حسبنا اللہ کی تفسیر ہین یعنی ہم کو تو اپنے اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت
ہے وہی ہمارے واسطے دنیا مین بہتری و آخرت مین بھلائی دیگا بس وہی ہمارا کافی ہو اسی واسطے درمیان مین حرف عطف نہین ہی قالہ الکرخی ۔
اور جواب لو محذوف ہی اسے ولو انہم رضوا بذلک و قالوا کذلک لکان خیرا لہم یعنی اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ و رسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور اسطرح
کہتے کہ قالوا حسبنا اللہ الخ تو اُن کے حق مین بہتر ہوتا یا اگر وہ ایسا کرتے اور کہتے تو سچے ایمان والون کے انعام مین شامل ہوتے بالجملہ جزاء محذوف
اسی کے مانند ظاہر ہی اسی وجہ سے حذف ہوئی ف ۔ سچے ایمان کا نشان ہی کہ حسبی اللہ و نعم الوکیل ۔ پر یقین و اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رغبت ہو
اور دیگر امور کو اصلی مقصود یعنی رغبت الٰہی کے حصول سے کبھی مانع نہ ہونے دیوے اور ہمیشہ قضائے الٰہی پر راضی ہو اور حدیث مین یہ مضمون ثابت
ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ جو میرے حکم قضاء پر راضی نہ ہو وہ میری بادشاہت سے نکل جائے ۔ نیک بخت سمجھ جائیگا کہ جب ہم اور سب اُسکی
ملک و خلق و بندے ہین اور وہی سب کا مالک و خالق ہی تو ناراضی کیسی فافہم ۔ ف ۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ولو انہم رضوا ما آتاہم اللہ و رسولہ
یہ ایسی مخلوق کا حال ہی جو مقام رضاء کے لائق نہین کیونکہ اللہ تعالیٰ و رسول اور حقائق دین کے علم و معرفت سے محروم ہین اور اگر اُن کو معرفت
ہوتی تو جس امر مین حق تعالیٰ اُنکو مبتلا کرتا اُسپر راضی ہوتے کیونکہ رضاء بقضاء معرفت پر ہی ۔ جو بندہ مقام رضاء مین آیا اُسکی حالت یہ ہوتی ہی کہ جو بلاء اُسکے
سامنے آئی اور جس امتحان مین اُسکا قلب مبتلا ہوا اسمین خوش رہتا بلکہ لذت عجیب پاتا ہی کیونکہ اسکی نظر اس بلاء کے دینے والے پر ہوتی ہی اور وہ
انوار معرفت سے مالامال ہو جاتا ہی جسکا نظیر دنیا و ما فیہا بلکہ تمام عالم مین نہین ہی اسیواسطے جو تقدیر اُسپر جاری ہوئی اُسکو دیکھو تو کیسی آسانی سے
برداشت فرماتا ہی ۔ حدیث مین ہی کہ مصیبت پہونچنے پر جسنے کہا کہ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ یعنی ہم تو اللہ تعالیٰ کے ہین اور اسی کی طرف لوٹنے
والے ہین ہمارے پاک پروردگار تو ہم کو اس سے بہتر بجائے اسکے عطا فرمائے تو اللہ تعالیٰ اسکو اس سے بہتر دیتا ہی چنانچہ یہان بھی فرمایا کہ جو مقام
رضاء مین ثابت قدم ہی اللہ تعالیٰ ہر زندگی و موت وغیرہ مین بفضل عظیم اُسکی خلافت فرماتا ہی کیونکہ فرمایا ۔ وقالوا حسبنا اللہ الی آخرہ ۔ اور ظاہر ہے
کہ اللہ تعالیٰ جسکا کافی ہوا اُسکی اعلیٰ اُجرت یہ کہ اس کافی پاک کا مشاہدہ پائے اور نعمت زائل شدہ کا بدلا تو ادنیٰ ہی اور فرمایا ۔ سیوتینا اللہ
من فضلہ و رسولہ ۔ اللہ تعالیٰ ہمکو اپنے فضل سے عطا فرما دیگا ۔ افضل عطاء یہ کہ قرب مشاہدہ نصیب کریگا اور اُسکا رسول پاک فوائد غیب اسوقت
ظاہر کریگا اور حقائق ادب سے آراستہ کر دیگا تا کہ لائق درگاہ کبریائی ہون ۔ انا الی اللہ راغبون ۔ ہمکو تو اپنے اللہ تعالیٰ کی ہی طرف حقیقت مین رغبت ہی

اور کسی چیز کی طرف نہین پس رغبت یہ کہ اسکے جمال پاک کا شوق ہو۔ اس آیت مین حق تعالیٰ نے صادقین - عارفین - مریدین کو رضا کے دعا کے آداب سکھلائے ہین - ابراہیم بن ادہم نے کہا کہ جو شخص تقدیر الٰہی پر راضی ہو۔ او وہ کبھی غمگین نہین ہوتا۔ فضیل رحمہ اللہ نے کہا کہ جو راضی بتقدیر ہوا وہ اپنی منزلت سے بڑھکر تمنا نہین کرتا - مترجم کہتا ہو کہ آگے جو آیت کریمہ آتی ہو اُسکے معنوی و اشارتی تعلق کو شیخ نے اس طرح ذکر کیا کہ منافقین و اہل دنیا جو زکوٰۃ وغیرہ سے حصہ مانگتے دعوے ایمان و معرفت مین جھوٹے تھے اُن کے منہ مین دروغ کی خاک جھونک کر بیان فرمایا کہ صدقہ مشاہدہ جمال و انوار وصال جسکو منافقین کذاب مانگتے ہین وہ اُنکے لائق نہین بلکہ مخصوص باہل مقامات و بندگان ربانی و روحانی ہو اور حق تعالیٰ نے خود اسکو تقسیم فرمایا مترجم کہتا ہو کہ تفسیر کلام کے مفسرین نے فرمایا کہ جب منافقون نے رسول اللہ صلعم پر تقسیم صدقات کے بارہ مین اپنی ناپاک زبان درازی کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے طعن دور کرنے کو بذات پاک اسکا مصرف بیان فرمایا بقولہ

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ

زکوٰۃ جو ہے سو حق ہے مفلسون کا اور محتاجون کا اور اُس کام پر جانیوالون کا اور جنکا دل پرچانا ہو اور گردنین چھڑانے مین

وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

اور جو تاوان بھرین اور اللہ کی راہ مین اور راہ کے مسافر کو ٹھہرادیا ہو اللہ کا اور اللہ سب جانتا ہو حکمت والا

آیت کریمہ مین حرف انما حصر کیلئے ہو یعنی مصرف زکوٰۃ انھین آٹھون اصناف مذکورہ مین منحصر ہو پس اُن کے سوائے کسی اور کو دینا جائز نہین مین کہتا ہون کہ اس پر اجماع و اتفاق ہو پھر مفسر رح نے بنا بر مذہب شافعی رح کے کہا کہ اُن مین سے کسی صنف کو محروم کرنا بھی جبکہ موجود ہو وے جائز نہین ہو پس امام المسلمین ان سب اصناف پر مساوی تقسیم کردے اور اسکو یہ بھی اختیار ہو کہ کسی صنف کو دوسری صنف سے زیادہ دے اگرچہ دوسری کو بالکل محروم نہین کرسکتا - مترجم کہتا ہو کہ اسمین اختلاف ہو وعنقریب تفسیر مین تفصیل آویگی - پھر مفسر رح نے کہا کہ حرف الف لام جو للفقراء وغیرہ پر ہو اُسنے افادہ دیا کہ ہر صنف کے تمام افراد کا استغراق واجب ہو یعنی ہر صنف کے تمام افراد کو دینا چاہیئے ولیکن چونکہ یہ امر متعذر ہو لہذا زکوٰۃ تقسیم کنندہ سے یہ وجوب ساقط ہوا اور اسقدر پر کفایت کی گئی کہ ہر صنف مین سے تین فرد کو دیدے اگر تین سے بھی کم کئے تو روا نہین ہو کیونکہ صیغہ جمع کم سے کم تین فرد پر صادق ہوگا والحاصل جب صیغہ جمع پر الف لام داخل ہوا تو معنی جمعیت کے ساقط ہوکر استغراق ہوگیا تھا لیکن جب استغراق پر عمل متعذر ہوا تو پھر مفاد صیغہ جمع پر عمل ضروری رہا پس تین سے کم کو دینا کافی نہ ہوگا پھر آیت مین اجمال تھا کہ فقراء مثلاً مسلمان و کافر وغیرہ سب کو شامل ہو یا خاص مراد ہو تو سنت نے بیان فرمایا کہ جس کو صدقہ مین سے دیا جاوے ان اصناف مین سے وہ ضرور ہو کہ مسلمان ہو اور ہاشمی یا مطلبی نہ ہو - بدلیل حدیث صحیح کہ بنو ہاشم و بنو المطلب بمنزلہ واحد ہین اور ایک روایت مین ہو کہ بنو المطلب نے زمانہ جاہلیت یا اسلام مین کبھی بنو ہاشم سے مفارقت نہین کی پس جیسے ہاشمی کو بالاتفاق نہ دیا جاوے ویسے ہی بدلیل مذکور بنو المطلب کو بھی نہ دیا جاوے گا اور یہی امام احمد کا قول بھی ایک روایت مین مروی ہے اور ائمہ حنفیہ نے اسمین خلاف کیا اور راضح ہو کہ ہاشمی کا غلام بھی نہونا شرط ہو کیونکہ جب غلام کی ملک عین مولی کی ہو تو گویا مولی ہاشمی کو دیا پس جائز نہین - جب یہ معلوم ہو گیا تو اب تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون پس لفظ فقراء و مساکین وغیرہ کی تفسیر بیان ہوگی اور یہ امر کہ حرف انما سے انحصار اس امر کا مقصود ہو کہ صدقہ کا مصرف ان اصناف سے خارج نہین یا اس امر کا کہ صدقہ ان سب مین تقسیم کردینا واجب ہو اور یہ امر کہ اس زمانہ مین جملہ اصناف مذکورہ باقی ہین یعنی ان سب کو دیا جائیگا یا بعض ساقط ہوگئے ہین اور نیز یہ امر کہ ہاشمی کے حق مین اب کیا فتویٰ ہو - واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے صدقات کا مصرف بیان فرمایا بقولہ إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ ثابتہ لِلْفُقَرَآءِ یعنی صدقات کا استحقاق تو انھین اصناف کیلئے

ہے جو آگے مذکور ہین مفسرؒ نے کہا کہ صدقات سے زکوٰۃ یعنی اموال زکوٰۃ مراد ہین اور یہ ظاہر ہے کیونکہ منجملہ اموال بیت المال کے خراج وغیرہ ہے اور
بالاتفاق اسکا مصرف انھین اصناف مین منحصر نہین اور حرف انما انھین اصناف پر مصرف مقصور ہونے کیلئے ہے پس ان سے متجاوز کہین صرف نہین
ہوسکتا اور رسول اللہ صلعم کو یہ اختیار نہین کہ منافق وغیرہ جس کسی کو چاہین دیدین اور خود آنحضرت صلعم نے اپنے اہل وعیال کے لئے کبھی اس
مال مین سے جو لوگون کا میل کچیل ہے نہین لیا بلکہ پانچوین حصہ غنیمت پر اکتفا فرماتے تھے چنانچہ فرمایا۔ انما ہی من اوساخ الناس فلا تحل لمحمد
ولا لآل محمد۔ اور سبطین مکرمین سے ایک نے بمقتضائے بچپن ایک چھوارا منھ مین ڈال لیا تھا تو کخ کخ کہکر پھنکوا دیا کہ یہ لوگون کا میل کچیل ہے
پس اس آیت سے طعن کرنے والے منافقون حریصون کی امید لوٹ گئی کہ جب صدقہ انھین اصناف مین منحصر ہوا تو وہ کمبخت خواہ مخواہ اس میل
سے محروم وافسوس کرتے رہے۔ پس جب انحصار کے یہ معنی ہین جو مذکور ہوئے تو امام المسلمین یا صدقہ دینے والے کو اختیار ہے کہ چاہے ان آٹھون صنف
کو تقسیم کردے یا بعض اصناف کو سب دیدے اور بعض کو محروم چھوڑے اور یہی حضرت عمر و حذیفہ و ابن عباس رضی اللہ عنہم و ابو العالیہ و سعید بن جبیر و میمون
وغیرہم کا قول اور یہی ابو حنیفہ و مالک و احمد کا مذہب ہے و ابن جریرؒ نے کہا کہ یہی عامہ اہل علم کا قول ہے اور امام مالکؒ نے کہا کہ اسی پر اجماع ہے اور
ابن عبد البر نے کہا کہ مراد اجماع صحابہؓ ہے کہ کوئی اسکے مخالف نہین معلوم ہوا پس شافعیؒ و ایک جماعت نے جو کہا کہ آٹھون اصناف کا استیعاب واجب
اور کسی کو محروم نہین کرسکتا ضعیف ہے اسلئے کہ انحصار انما اسلئے نہین کہ تقسیم ان اصناف پر باستیعاب واجب ہے و تمام الکلام فی الفقہ۔ پھر قولہ لِلْفُقَرَآءِ
وَالْمَسٰكِيْنِ لے ثابتہ للفقراء آہ او مصروفۃ لہم یعنی اموال زکوٰۃ ثابت ہین یا پھیرے گئے ہین واسطے فقرا کے اور واسطے مساکین کے الخ۔ اور حدیث
مین ہے۔ لاتحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی یعنی حلال نہین صدقہ کسی غنی کو اور نہ کسی کمائی کی قوت رکھنے والے تندرست کو۔ رواہ احمد و اہل السنن
پس تونگر کو حلال نہین اور حدیث مین ہے کہ امرت ان آخذ الصدقۃ من اغنیائکم وارد ہا علی فقرائکم یعنی مجھے حکم ہے کہ تمھارے تونگرون سے صدقہ
لیکر تمھارے فقیرون پر رد کرودن یعنی تمھارے فقیرون پر تقسیم کردون۔ اس حدیث مین بھی ایتناس ہے کہ استیعاب جملہ اصناف واجب نہین اور
نیز ظاہر ہوا کہ مسلمانون ہی کے فقیرون وغیرہ کو دینا لازم ہے پس جیسے کافر رعایا سے صدقہ لیا نہ جائیگا ویسے ہی کافر فقیرون کو دیا بھی نجائیگا
ابن کثیر وغیرہ نے لکھا کہ فقرا کو مقدم کیا اسلئے کہ شدت محتاجی مین انکا حال باقیون کے بہ نسبت زیادہ پریشان ہوتا ہے اور یہ توجیہ چاہتی ہے کہ احتیاج
کی ترتیب سے ان اصناف کو ذکر فرمایا ہے واللہ اعلم ولیکن علمارحہ نے اختلاف کیا کہ فقیر زیادہ تباہ حال ہوتا ہے یا مسکین پس یعقوب بن السکیت و قتیبی و یونس
بن حبیب نے کہا کہ فقیر کے پاس قدر کفایت مین سے کچھ ہوتا ہے تو وہ بہ نسبت مسکین کے جسکے پاس کچھ نہین ہوتا اچھا ہے اور یہی ابو حنیفہ و احمد و بعض اہل فقہ کا
قول ہے اور اصمعی وغیرہ اہل لغت نے کہا کہ مسکین اس سے اچھا ہوتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے کہا کہ اما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر پس مالکان
کشتی کو مساکین فرمایا حالانکہ وہ اکثر بیش قیمت ہوتی ہے اور اسی قول کو طحاوی نے کوفیونؒ سے حکایت کیا اور یہی شافعی کے دو قول مین سے ایک اور
یہی اکثر اصحاب شافعی کا قول ہے اور بعض علمار نے کہا کہ دونون کا حال محتاجی مین برابر ہے اور یہی شافعی کا دوسرا قول ہے اور یہی ابو یوسف و اصحاب
مالک کا قول ہے اور ابن عباس و حسن و عکرمہ و مجاہد سے مروی ہے کہ محتاج متعفف تو فقیر ہے اور محتاج سائل کو مسکین کہتے ہین۔ اور یہی ابن جریرؒ
و بہتیرون نے اختیار کیا۔ ولیکن حدیث لاتحل الصدقۃ لغنی آہ سے نکلتا ہے کہ فقیر ایسا محتاج ہے جو کمانے پر قادر نہ ہو اور شاید یہین سے قتادہ نے کہا کہ فقیر
وہ ہے جو اپاہج ہو۔ اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین یہ لوگون کے پاس پھیرے لگانیوالا نہین کہ اسکو لقمہ دو لقمہ یا
چھوہارا دو چھوہارے دیکر ٹال دیتے ہین تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر کون مسکین ہے فرمایا کہ جو بقدر کفایت نہین پاتا کہ اسکو بے پروا کردے
اور اسکے حال سے آگاہی بھی نہین ہوتی کہ کوئی اسکو صدقہ دیدے اور وہ خود لوگون سے مانگتا نہین ہے۔ رواہ الحدیث فی الصحیحین وغیرہما۔ اور

مسکین کی اس تفسیر سے قولہ اما السفینۃ فکانت لمساکین الآیۃ سے منافات نہین اور اسی کو ترجیح دیگئی ہو اور اسی کو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا اور کہا کہ فقیر
وہ ہو جو اسقدر نہ پاوے کہ اُسکے موقع کفایت مین واقع ہو اور کمالین مین کہا کہ مراد یہ ہو کہ جسکے پاس بالکل مال نہو کہ اسکی حاجت روائی مین کام آوے
قولہ۔ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا ۔ لے للذین یعملون علی الصدقات۔ اور صدقات ان لوگون کے واسطے ہین جو صدقات پر عامل مقرر ہون۔ وفی السراج
پس عامل کو صدقہ مین سے دیا جاوے اگرچہ وہ تونگر ہو اور لفظ عامل مین ساعی و کاتب و عاشر و عریف و حاسب و حافظ اموال و وزن و پیمانہ کنندہ وغیرہ
سب داخل ہین اور ساعی وہ ہو جسکو امام نے بغرض قبضہ صدقات روانہ کیے اور عریف جو ارباب استحقاق کو پہچانے اور جو لوگ کہ زکوۃ کو مال سے ممیز کرین
اور جمع کرین اُن کی اُجرت بذمہ مالک ہے اور شرط یہ ہو کہ عامل ہاشمی نہو اور بنا بر قول شافعی رح کے مطلبی بھی نہو۔ وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ ۔ اے
وللذین یالف قلوبہم۔ اور صدقات ان لوگون کے لئے ہین جنکے دلون کی تالیف کی جاوے اور وہ چند اقسام ہین بعض وہ اشراف کافر کہ جن کو
اسواسطے دیا جاوے کہ وہ مسلمان ہو جاوین جیسے آنحضرت صلعم نے صفوان بن اُمیہ کو غنائم حنین سے دیا حالانکہ اسوقت مشرک تھا چنانچہ خود
صفوان نے روایت کی کہ حنین کے روز آنحضرت صلعم نے مجھے عطیہ دیا حالانکہ آپ مجھے سب سے زیادہ مبغوض تھے پھر برابر دیا کئے یہان تک کہ مجھے
سب لوگون سے زیادہ محبوب ہوگئے۔ رواہ مسلم وغیرہ اور بیضاوی رح نے کہا کہ اصح یہ کہ ایسے کافرون کو آپ اپنے مخصوص پانچوین حصہ مین سے
جو خمس غنیمت مین سے ہوتا تھا عطا کرتے تھے اور بعض وہ کہ جن کے اسلام مین ضعف ہو دیا جاوے تاکہ اسکا اسلام خوب ثابت ہو جاوے
جیسے طلقاء قریش کو بروز حنین سو سو اونٹ دیئے اور حدیث مین ہو کہ مین بعض آدمی کو دیتا ہون حالانکہ دوسرا بہ نسبت اُس کے مجھے زیادہ محبوب
ہوتا ہو بدین خوف کہ اللہ تعالی اُسکو اوندھے منھ جہنم مین نہ ڈالے اور بعض وہ کہ جن کے دینے سے اُن کے ہمسرون کے مسلمان ہو جانے کی اُمید ہو اسی
واسطے آنحضرت صلعم نے عیینہ بن حصن و عباس بن مرداس و اقرع بن حابس عطاء بنو تمیم کو دیا۔ وفی ذلک قال عباس بن مرداس اتجعل نہبی ونہب
العبید بین عیینۃ والاقرع الی آخرہ کما فی صحیح مسلم۔ اور بعض وہ کہ دار الاسلام سے ڈانڈ ملے ہوئے کفار کی شرارت ہم سے دور رکھے یا زکوۃ
دینے سے انکار کرنیوالون سے سختی پر لاکر زکوۃ وصول کرلاوے کیونکہ لشکر بھیجنے سے یہ آسان ہو۔ سراج مین کہا کہ کافرون کے اسلام لانے کی تالیف
کیلئے اب دیا جائیگا نہ زکوۃ مین سے اور نہ کسی مال مین سے کیونکہ نہ دینے پر اجماع ہوگیا اور اسلئے کہ اللہ تعالی نے اسلام کو عزت دیدی اور اہل اسلام
کو تالیف کی حاجت نہین رہی۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کافرون کو اسلام کی تالیف کیلئے دیا جاوے یا نہین تو اس
مسئلہ مین اختلاف ہو چنانچہ عمر رض و عامر شعبی و ایک جماعت سے مروی ہو کہ اب نہین دیا جائیگا کیونکہ اللہ تعالی نے اسلام و اہل اسلام کو قوت و عزت دیکر
بے پرواہ کردیا اقول یہی مشہور مذہب امام مالک و امام ابوحنیفہ رح کا ہو حتی کہ بعض حنفیہ نے اسپر اجماع صحابہ کا دعوی کیا اور یہی رویانی رح و ایک جماعت
کا قول ہو پھر ابن کثیر رح نے لکھا کہ دیگر علماء نے کہا کہ اب بھی دیے جاوین کیونکہ آنحضرت صلعم نے بعد فتح مکہ و شکست ہوازن کے اُن کو دیا۔ قال المفسر رح
اقسام مؤلفۃ القلوب مین سے ایک وہ قسم کہ اُن کو اس غرض سے دیا جاوے کہ اسلام لے آوین اور ایک وہ قسم کہ اہل اسلام سے پڑوسی کافرون کا ضرر دفع کرین
ان دونون کو امام شافعی رح کے نزدیک نہ دیا جاوے اور باقی دو قسم کو ایک وہ کہ اسلام پر ثابت قدم رہین دوم وہ کہ اُنکی دیکھا دیکھی اُنکے ہمسر اسلام لاوین بنا بر اصح قول کے دیا جاوے بعض نے کہا کہ یہی ظاہر
آیۃ کے موافق ہو کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ اب بھی باقی ہو کیونکہ یہ امر ایسا ہو کہ کبھی اسکی ضرورت پڑتی ہو اور عمر رض نے اسوقت کچھ ضرورت نہ دیکھی اسلئے اُنکا حصہ قطع کردیا اور زہری رح سے روایت ہو کہ مجھے اس کا منسوخ
ہونا نہین معلوم ہوا۔ اور اسی پر ماوردی رح نے فتوی دیا ہو۔ قال المترجم امام ابوحنیفہ و مالک کے نزدیک مؤلفۃ القلوب کا حصہ مطلقاً ساقط ہو اور شافعی رح کے
نزدیک اُسکے اقسام چارگانہ مین سے دو ساقط و دو باقی ہین و مآل یہ کہ اُن کے نزدیک ساقط نہین ہو پھر بنا بر قول اول کے جب اُن کا حصہ ساقط ہوا
تو یہ حصہ بھی باقی اصناف کی طرف پھیرا جاوے یعنی اموال صدقات اب جابہ سات اصناف کیلئے منحصر ہین جنمین سے فقراء و مساکین و عاملین کا ذکر

لے کہا آپ نے میرے حصہ کو اور میرے گھوڑے عبید کے حصہ کو عیینہ و اقرع کے درمیان قرار دیتے ہین یعنی ان دونون سے کم۔ حالانکہ نہ حصن ان دونون سے کم ہون نہ میرا باپ ان کے باپ سے کم تھا ۱۲ منہ

ہو چکا اور چہارم مؤلفۃ القلوب ساقط ہوئے اور باقی یہ ہیں یعنی پنجم۔ قولہ۔ وَفِي الرِّقَابِ یعنی فی فک الرقاب۔ گردنیں آزاد کرنے میں یعنی جن باندی
وغلاموں کو اُن کے مالکوں نے مکاتب کر دیا ہو اسطرح کہ اُن کو تحریر لکھدی کہ تم اسقدر مال خواہ یکمشت یا بقسط وار ادا کرو تو تم آزاد ہو جاؤ پس
مال صدقات سے اُن کی گردنیں آزاد ہونے کیلئے دینا چاہیے اور یہ مخصوص مسلمان باندی وغلام مکاتب کے حق میں ہے جیساکہ پہلے معلوم ہو چکا
واللہ اعلم اور یہی تفسیر حسن بصری اور مقاتل بن حیان وعمر بن عبد العزیز وسعید بن جبیر ونخعی وزہری وابن زید وغیرہم سے مروی اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ
عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ وشافعی ولیث بن سعد اور اکثر فقہاء کا اور ایک روایت مالک رحمہ سے ہے اور قولہ تعالیٰ وآتوہم من
مال اللہ الذی آتاکم بھی اسی پر دلالت کرتا ہے بعض نے یہ تفسیر بیان کی کہ باندی غلام خرید کر آزاد کر دیا جائے اور کہا کہ یہی ابن عباس رض وابن عمر رض سے مروی
اور یہی مذہب مالک واحمد واسحق کا ہے مترجم کہتا ہے کہ ابن عباس رض وحسن بصری رح کا قول شیخ ابن کثیر نے یوں لکھا کہ زکوۃ سے مملوک خرید کر آزاد کرنے میں مضائقہ
نہیں ہے اور یہ قول صریح ہے کہ فی الرقاب کا لفظ اعم وشامل ہے کہ مکاتب کی آزادی میں اعانت ہو یا مستقل رقبہ خرید کر آزاد کر دیا جائے چنانچہ ابن کثیر رح
نے قول ابن عباس کے یہی معنی بیان کئے علاوہ ازیں حسن بصری سے مکاتب کی اعانت کرنے کی تفسیر خود اوپر مذکور ہو چکی اور وہ دلیل ہے کہ اُن کی
مراد یہ ہے کہ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ باوجود اعانت مکاتب کے یہ بھی روا ہے کہ مستقل رقبہ خرید کر آزاد کیا جائے پس ظاہر ہوا کہ تفسیر میں کچھ اختلاف نہیں
ہے اور بیضاوی نے ایک قول دیگر نقل کیا کہ مسلمان قیدیوں کو قید کفار سے رہا کرانے میں خرچ کیا جائے۔ اگر کہا جائے کہ اوپر سے للفقراء وغیرہ لام کیساتھ تھا
اور یہاں فی الرقاب فرمایا تو یہاں باقیوں میں آخر تک لام سے فی کی طرف عدول میں کیا نکتہ ہے۔ جواب دیا گیا کہ اسلئے کہ دلالت ہو کہ رقاب کیواسطے استحقاق
نہیں بلکہ اس جہت کا استحقاق ہے یعنی ایسے لوگوں کو اُنکی ذات کے لحاظ سے استحقاق نہیں بلکہ فک رہائی کا استحقاق ہے پس اُنکا حصہ اُنکی رہائی میں صرف
ہو اور اُنکے ہاتھوں میں نہ دیا جائے الا آنکہ وے بھی اسی کام میں صرف کریں اور اُس کو دوسرے کام میں صرف کرنیکا استحقاق نہیں ہے اور بعض نے جواب دیا
کہ حرف فی واسطے ظرفیت کے ہے پس تنبیہ ہے کہ رقاب حقیقۃ زیادہ مستحق ہیں کہ صدقات اُنھیں میں رکھے جاویں بایں طور کہ آزاد کرائے جاویں۔ صنف ششم
قولہ۔ وَالْغَارِمِينَ اور مستحق صدقات کے غارمین ہیں مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ ایسے قرضدار لوگ جنھوں نے سوائے گناہ کے کام کے اور کام مباح
کیواسطے قرضہ لیا ہو یا اگر گناہ کیواسطے لیا تھا مگر اب توبہ کر چکے ہیں اور اُن کے پاس اسقدر نہیں کہ یہ قرضہ ادا کریں یا ایسے لوگ جنھوں نے مسلمانوں
کے آپس کی اصلاح کیلئے لیا اگرچہ وہ خود تونگر ہوں تو ان سب کو صدقات سے دیا جائے۔ غرم اصل لغت میں ایسی چیز کا لازم آنا جو نفس پر شاق
ہو اسی سبب سے قرضہ کو غرم کہتے ہیں اور کبھی ہلاک سے تعبیر ہوتی ہے۔ کما فی قولہ تعالیٰ ان عذابہا کان غراما۔ سراج ومعالم وغیرہ میں ہے کہ غارمین کے
تین اقسام ہیں ایک وہ جس نے اپنی ذاتی مصلحت سے قرضہ لیا۔ دوم جسپر تاوان لازم آیا۔ سوم جس نے فتنہ بجھانے کو قرضہ لیا پس بدون معصیت کے
اپنے واسطے قرضہ لینے والے کو یا توبہ کر لینے والے کو صدقہ دیا جائے اگرچہ وہ کما کر ادا کرنے پر قادر ہو اور مکاتب کا بھی یہی حکم ہے اور جسپر قرضہ تاوان لازم
آیا جیسے کسی تنگدست نے دوسرے کی ضمانت کر کے برداشت کیا اور جس نے فتنہ فرو کرنے کو لیا اگرچہ تونگر ہو اُسکو دیا جائے اور اسی طرح جسنے کسی
ایسی مصلحت کیواسطے جسکا نفع عام کو پہونچے قرضہ لیا جیسے ضرورت کے وقت تعمیر مسجد یا تعمیر پل وچاہ ورہائی اسیر وغیرہ اُسکو بھی دیا جائیگا۔ حدیث میں
ہے کہ آنحضرت صلعم نے قبیصہ بن مخارق کو فرمایا کہ اے قبیصہ سوال کرنا حلال نہیں مگر تین قسم کے لوگوں کو ایک وہ کہ جس نے کوئی بوجھ اُٹھایا تو اُسکو سوال
کرنا حلال ہے۔ دوم وہ کہ اُسکے مال پر کوئی آفت پہونچے کہ برباد ہو گیا تو اُسکو سوال حلال ہے یہانتک کہ قوام عیش پاوے اور سوم وہ کہ اُسکو فاقہ پہونچا
چنانچہ اُسکی قوم کے تین آدمیوں نے کہا کہ فلاں فاقہ کرتا ہے تو اُسکو سوال حلال ہوا یہانتک کہ قوام عیش پاوے اور ما سوائے اُن کے جسنے سوال سے کھایا
اُسنے حرام کھایا۔ اس حدیث کو مسلم نے صحیح میں روایت کیا ہے عبد الرحمن بن ابی بکر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرضدار مرنیوالے کو

قیامت کے روز بلاکر سامنے کھڑا کریگا اور فرماویگا کہ اے آدمی تو نے کس کام مین یہ قرضہ لیا اور کس کام مین لوگون کے حقون کو ضائع کیا وہ عرض کریگا کہ اے پروردگار تو جانتا ہی کہ مین نے لیا سو نہ کھایا نہ پیا اور نہ ضائع کیا ولیکن آگ لگی یا چوری ہوئی یا گھٹی آئی پس حق تعالی فرماویگا کہ میرا بندہ سچا ہی اور مین تیری طرف سے ادا کرنے کا آج احق ہون پھر اللہ تعالی کچھ منگواکر اُس کے ترازو کے پلہ مین کھوائیگا پس اُسکی نیکیان اُسکی برائیون پر بھاری وجھکتی ہونگی پس اللہ تعالی کے فضل و رحمت سے جنت مین داخل ہوگا۔ رواہ احمد اور حدیث مسلم مین ابو سعیدؓ سے ہی کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین ایک شخص نے باغ خرما خریدا اور پھل بسبب آفت زدگی کے ضائع ہوئے تو آنحضرت صلعم نے اُسکے قرضخواہون کو فرمایا کہ جو کچھ تم کو ملتا ہی وہی لیلو اور اس سے زیادہ تمہارے واسطے کچھ نہین ہے مترجم کہتا ہی کہ علماء حنفیہ کے نزدیک جو شخص قاضی کے علم مین مفلس ٹھہرے قاضی اُسکو قید نہ کریگا اور قید کیا ہو تو رہا کر دیگا جیسا کہ ادب القاضی وغیرہ کے مسائل سے واضح ہی لیکن مواخذہ آخرت سے بری نہ ہوگا مگر آنکہ آخرت مین اللہ تعالی اُس کو عفو فرمادے واحادیث سابقہ اسپر دلالت کرتی ہین۔ فافہم۔ بالجملہ جو شخص غارم و قرض اُٹھائے ہوئے ہو موافق تفصیل مذکورہ بالا کے اُس کو صدقات سے دیا جاوے۔ قسم ہفتم۔ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ لے فیمن ہو قائم فی سبیل اللہ۔ اسے اُس شخص کیلئے جو اللہ تعالی کی راہ مین قائم ہو مفسرین نے لکھا کہ اُن لوگون کے واسطے جو جہاد کرنے پر قائم ہون منجملہ ایسے لوگون کے جنکے واسطے فی نہین اگرچہ وہ تونگر ہون یعنی دیوان مین اُن کیلئے کوئی حق مقرر نہین ہی تو باوجود تونگر ہونے کے اُنکو دیا جاوے اور امام ابو حنیفہ وصاحبین نے کہا کہ غازی کو صدقات مین سے جبھی ملیگا کہ جہاد سے منقطع و فقیر ہو۔ امام احمد واسحق نے حج کو بھی سبیل اللہ مین سے قرار دیا اور اسمین ایک حدیث بھی آئی ہی جسمین حج کا فی سبیل اللہ ہونا مذکور ہی اور ابن عمرؓ نے کہا کہ وہ حاجی و عمرہ کرنیوالے لوگ ہین بعض نے کہا کہ لفظ عام ہی پس کسی خاص پر انحصار نہ کیا جائیگا بلکہ جملہ وجوہ خیر مانند تعمیر مساجد و پل و تکفین موتی وغیرہ کے داخل ہین اور اس قول مین نظر ہی اسلئے کہ زکوۃ مین تملیک شرط ہی اور تعمیر مساجد وغیرہ مین تملیک نہین وہذا علی اصل الحنفیۃ و راولی وہ تفسیر ہی جو اول مذکور ہوئی یعنی غازی لوگ مراد ہین کیونکہ اسپر جمہور نے اتفاق کیا ہی قسم ہشتم۔ وَابْنِ السَّبِيلِ ط سبیل معنی راہ اور ابن سبیل مسافر یعنی مسافر کو دیا جاوے جبکہ زاد راہ سفر مین چک گیا ہو پس اسقدر دیا جاوے کہ گھر تک پہنچ جاوے اگرچہ وہ اپنے گھر سے تونگر ہو۔ اور اگرچہ ایسے شخص کو پاوے جس سے قرض لے سکتا ہو اور امام مالکؒ نے کہا کہ اگر قرض مل سکتا ہو تو صدقات سے نہ دیا جاوے۔ فقہاء عراق نے کہا کہ ابن السبیل سے وہ حاجی مراد ہین جو سفر مین منقطع ہوگئے ہون اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے ابو سعید خدریؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ صدقہ کسی تونگر کو حلال نہین ہی مگر پانچ لوگون کو حلال ہی ایک وہ کہ جو اُسپر عامل مقرر ہو۔ دوم وہ کہ جس نے اسباب صدقہ کا اپنے مال سے خریدا ہو سوم وہ کہ غارم ہو چہارم وہ کہ اللہ تعالی کی راہ مین غازی ہو پنجم وہ جسکو کسی مسکین نے جس نے صدقہ پایا تھا ہدیہ دیدیا۔ اخرجہ ابن ابی شیبہ و ابو داؤد و ابن ماجہ و ابن المنذر و ابن مردویہ۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غارم کبھی مرد تونگر بھی ہوتا ہے اور صورت اسکی یہ ہی کہ مسلمانون مین فتنہ دور کرنے یا پل و مسجد وغیرہ تعمیر کرنے کیواسطے اُسنے بوجھ اُٹھایا ہو پس اگرچہ غنی ہو اُسکو اموال صدقہ مین سے دیا جاوے چنانچہ اوپر اسکی تفسیر گذری۔ واضح ہو کہ معالم وغیرہ مین لکھا کہ جس شہر مین زکوۃ واجب ہوئی ہی جب اُسمین صدقہ کے مستحق موجود ہون تو اُن کے ہوتے ہوئے دوسرے شہر کو زکوۃ منتقل کر لیجانا مکروہ ہی اور حدیث معاذؓ وغیرہ اسی پر دال ہی کہ وہان کے تونگرون سے لیکر وہین کے فقیرون پر تقسیم کی جاوے اور اگر سال گذرنے کیوقت جنگل مین ہو تو وہان سے جو زیادہ قریب شہر ہی اُسکے فقراء پر تقسیم کرے اور اگر مستحق لوگ لینے سے انکار کرین تو اُن سے قتال کیا جائیگا اور یہ بنابر قول شافعیؒ کے ہی۔ اور اوپر ثابت ہو گیا کہ مراد آیت سے یہ کہ اصناف مذکورہ مصرف زکوۃ ہین یہ نہین کہ ان اصناف مین تقسیم واجب ہے پس ائمہ ثلثہ باقیہ کے قول پر مستحقین کے انکار سے اُن سے قتال جائز نہ ہوگا اور امام رازی وغیرہ نے لکھا کہ آیت مین امام شافعیؒ کے قول پر دلیل نہین ہی کیونکہ اللہ تعالی نے جملہ صدقات کو ان اصناف کیلئے کر دیا ہی اور یہ مقصود نہین کہ مثلاً زید کی زکوۃ ان اصناف مذکورہ مین تقسیم کرنا واجب ہی چنانچہ

قولہ تعالیٰ واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ الآیۃ میں بالاتفاق پانچواں حصہ اس آیت کے مستحقین میں بطریق توزیع تقسیم کرنا واجب نہیں ہے پس ایسا ہی آیۃ الصدقات میں ہے اور اوپر بیان ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ وغیرہ کے نزدیک مؤلفۃ القلوب کا حصہ مطلقاً ساقط ہے اور دیگر علماء کے نزدیک نہیں۔ اگر کہا جاوے کہ للفقراء سے مؤلفۃ قلوبہم تک باللام فرمایا اور فی الرقاب سے ما بعد میں بحرف فی فرمایا تو اس میں کیا نکتہ ہے۔ اس سوال کا جواب کشاف و بیضاوی وغیرہ میں دو طرح سے مذکور ہے ایک یہ کہ فی الرقاب بجائے للرقاب لاتے میں ایذان ہے کہ رقاب ما بعد والے صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں گویا صدقات انھیں میں موضوع ہیں اور دوم یہ کہ اس اشعار کیلئے بجائے لام کے فی فرمایا کہ استحقاق اس جہت کا ثابت ہونا ان لوگوں کا قطع نظر اس جہت کے یعنی فی الرقاب میں عدم نفی سے دلالت ہے کہ فک رقبہ کی جہت سے مکاتب لوگ مستحق ہیں لہذا اگر صدقات کا مال مکاتبین و غارمین و فی سبیل اللہ تعالیٰ و ابن السبیل کو دیا جاوے تو وے اسی راہ میں صرف کریں اور جائز نہیں کہ جو چاہیں کریں کذا قیل پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ مصدر مؤکد منصوب اپنے فعل مقدر سے ہے کیونکہ انما الصدقات للفقراء کے یہی معنی ہیں کہ انما فرض اللہ الصدقات لہم۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں کیلئے صدقات فرض کئے پس فریضۃ مفعول مطلق بحذف فعل اسی کی تاکید کرتا ہے اے فرض اللہ لہم ذلک فریضۃ من عندہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے اسکو فرض کیا اپنی جانب سے فرض کرنا ہے بدون مداخلت کسی کے اجتہاد کے پس کسی کو اس میں تجاوز از تقسیم الٰہی بطریق اجتہاد و رائے وغیرہ جائز نہیں۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔ اور اللہ تعالیٰ علیم ہے کہ بندوں میں سے ہر چیز کے مستحق کو خوب جانتا اور حکیم ہے کہ تدبیر و حکمت سے اس کیواسطے فرض فرماتا ہے لہذا صدقات کے مستحقین کو اپنے علم و حکمت سے منحصر کرنا فرما دیا کسی کی رائے و اجتہاد پر نہیں چھوڑا۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ انما الصدقات للفقراء۔ صدقات سے فضل و لطف خاص کی طرف اشارت ہے پس اوتعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ یہ الطاف و افضال منحصر ہیں اہل معرفت و ایمان میں جن کے استحقاق کو اوتعالیٰ جانتا ہے وہی علیم و حکیم ہے چنانچہ اسکے علم میں ہے کہ اسکے اہل معرفت جملہ اقسام بسبب تفاوت معرفت کے اسکی وحدانیت و فردانیت میں حیران ہیں بعضے بالکل غائب ہیں اور بعضے مستغرق اور بعضے والہ و بعضے ہائم ہیں پس انکو طاقت نہیں کہ ضروریات حوائج کے اکتساب میں مشغول ہوں لہذا ان کے لئے یہ حصص مقدر کر دیئے تاکہ بقدر رزق الٰہی کے حلال طیب حاصل کریں پھر ان کی تعداد آٹھ اقسام بیان کئے اور فقراء کو مقدم کیا جس سے ان اقسام کے سوائے اوروں کی طمع کاٹ دی کہ اسکے سوائے کسی اور کو یہ حصہ نہیں مل سکتا بدلیل حرف انما کہ صدقات انھیں میں منحصر ہیں۔ پھر فقراء وہ لوگ ہیں جو تمام عالم سے اپنے دل الگ کئے اور تن اٹھائے ہوئے ہیں اور سب سے صاف پاک ہیں کیونکہ قدس قدم سے متصف ہو کر اپنی خودی سے خارج ہو کر مقدس و منزہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی فردانیت کے ساتھ منفرد و مجرد ہو رہے حالانکہ اپنے آپ کو مجرد و منزہ و مقدس وغیرہ کچھ نہیں جانتے اسلئے کہ خودی سے خارج ہیں ورنہ جو کوئی اپنے آپ کو منزہ سمجھے وہ شرک خفی سے سخت نجس ہے پس یہ لوگ کسی چیز کے فقر و محتاجی نہیں رکھتے سوائے وصال ابدی کے کہ اسی وصال کے محتاج ہیں اور مساکین وہ لوگ ہیں جو محل انس میں نور قدم کے ساتھ سکون رکھتے اور جانوں کو بندگی میں لگائے اپنی خودی سے خارج ہیں اور ان کے دل نور میں ڈوبے ہیں اسیواسطے سید المرسلین صلعم نے مسکنت کو اختیار کیا کما روی عنہ اللہم احینی مسکینا و امتنی مسکینا و احشرنی فی زمرۃ المساکین۔ عاملین وہ عارف بندے ہیں جن کو مرتبہ تمکین و استقامت کا مقام توحید میں حاصل اور وہ نور لقاء میں واصل ہیں انکو بسط و انبساط کا نتیجہ ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے جود کے خزائن اور اولیاء حق پر شفیق ہیں۔ مؤلفۃ القلوب وہ مرید ہیں جو نرم دلی و صفائی نیت سے اسکی راہ چلے و شوق محبت میں جان فدا کی مگر قوی منزلت والوں کی نسبت یہ ضعیف لوگ ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ تحفہ ان کے مواسات و نشاط خاطر بعبادات کیلئے دیا ولیکن یہ نہیں ہے کہ انھوں نے بغرض حصول ثواب یا مقام کے یا کسی کشف و کرامت پر مطلع ہونے کے اپنے اوپر مشقت لی و جان فدا کی ہے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے واسطے اسی کے اوپر قربان ہونے کے لئے ایسا کیا ہے۔ فی الرقاب وہ لوگ ہیں جن کے قلوب تولدات محبت الٰہی میں مرہون اور ان کے نفوس مجاہدہ میں محبوس ہیں اور تمام و کمال وہ مشاہدہ میں نہیں پہونچے پس کبھی قہر سے

فریب کھاتے اور کبھی الوان لطف مین فنا ہوجاتے ہین پس جبتک اُن پر مجاہدہ کچھ باقی رہے یعنی لازم ہو کہ ابھی مجاہدہ بجالاوین تب تک مقام حقیقت مین نہین پہونچین گے چنانچہ حدیث مین آیا کہ مکاتب برابر غلام رہیگا جبتک اُسپر ایک درم بھی باقی رہے۔ غارمین وہ لوگ ہین جنھون نے عبودیت مین حقوق معارف نہین ادا کئے اور ایقان مین حقائق ربوبیت کو نہین پایا اور وہ ہمیشہ اس قرضداری وغرامت مین پڑے رہین گے اسلئے کہ فقدان کے مانند وجدان کی انتہا نہین ہی اور صبر کیساتھ بذل وجود کرنا جسقدر اُن سے فوت ہوا اُسکو اُسکی طرف سے ادا کریگا اور وجدان مین شکر کیساتھ حقوق کو ادا کریگا پس قبل معرفت کے یہ قرضدار ہی کہ اپنا قرضہ ادا نہین کیا۔ اور فی سبیل اللہ۔ وہ لوگ ہین جو مجاہدات کیساتھ اپنے نفوس پر جہاد کرتے اور کشف مشاہدات کیلئے شہود غیب مین قلوب کو مربوط کرتے ہین۔ ابن السبیل وہ لوگ کہ قلوب سے بیدار ازل مین اور ارواح سے میدان ابد مین اور عقول سے آیات کی راہ مین اور نفوس سے اولیاء اللہ کی جستجو مین مسافرت اختیار کرتے ہین پھر اللہ تعالی نے فرمایا کہ فریضۃ من اللہ۔ یعنی فریضہ ہو از جانب الٰہی عز وجل کہ اہل ایمان و ایقان وعرفان کو اس قسمت سے مواسات فرمائی۔ واللہ علیم حکیم۔ ان بندون کے دنیا سے غائب ہونے کو جانتا ہی اور اہل عقبی و اہل آخرت کی اسطرح مواسات واجب کرنے مین حکمت الٰہی ہی بعض نے کہا کہ فقراء تین طرح کے ہوتے ہین ایک وہ کہ سوال نہین کرتا اور نہ تعریض اور نہ دینے سے لیتا ہی تو ایسا فقیر روحانیون کے مثل ہی۔ دوم وہ کہ سوال و تعریض نہین کرتا مگر دینے سے اسی قدر لیتا ہی جسقدر کہ اسکو حاجت ہو تو اُسپر کچھ حساب نہین ہی سوم وہ کہ بقدر روزینہ کے مانگ لیتا ہی اور اگر حاجت نہین ہوتی تو باز رہتا ہی پس ایسا فقیر حظیرۃ القدس مین ہی۔ ابراہیم خواص نے کہا کہ فقیر کی صفت یہ ہی کہ جب کچھ پاس نہو تو سکون رکھے اور جب ہو تو خیرات و بخشش کرے اور مسکین وہ ہی جس پر ناداری کا نشان ظاہر ہو۔ اُستاد رح نے کہا کہ سچا فقیر تو اہل حق کے نزدیک نہ آسمان کے نیچے نہ زمین کے اوپر نہ کہین اسکا نشان ہوتا ہی یعنی نہ آسمان سے سایہ کا محتاج اور نہ زمین سے اپنا بوجھ اُٹھانا چاہے اور نہ عبودیت مین اپنا نشان چاہے اور نہ کسی معلوم سے اسکو شغل ہو پس وہ تو اللہ تعالی ہی کیلئے اللہ تعالی کا بندہ ہوتا ہی اور اُستاد رح نے کہا کہ ابن السبیل ان کے نزدیک وہ بندہ ہی کہ جو امور مالوف طبیعت مین اور جنہین طبیعت کو توطن ہوا اُن سے مسافر رہے پس وہ ہمیشہ اللہ تعالی کا مہمان ہوتا ہی بھوک اسکا کھانا ہی اور خلوت اُسکا جلسہ ہی اور محبت اُسکا پینا ہی اور حق تعالی اُسکا مشہود ہی واللہ اعلم مترجم کہتا ہی کہ جب دونون طرح تجھے تفسیر و اشارہ معلوم ہوچکا تو اگر تجھ سے سوال کیا جائے کہ یہان منافقون کے قبائح و ذمائم کا بیان تھا اسمین اس آیت سے منافقون کے حق مین کیا تکمیل ہوئی تو جواب دے کہ اس آیت سے جب بیان کر دیا کہ صدقات کے مستحق ایسے اہل صدق اصناف مذکورہ ہین تو بتلا دیا کہ منافقین اہل استحقاق مین نہین پس وہ محروم ہین اور اُن کے طمع کی جڑ کاٹ دی کہ کبھی اس بارہ مین کلام نہ کرین۔ پھر اللہ تعالے نے منافقون کی اور ایک قسم کی جہالت و قباحت بیان فرمائی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے اور بہتان سے عیب لگاتے اور باتین اُڑاتے تھے۔ بقولہ تعالی۔

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۚ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ

اور بعضے اُن مین بدگوئی کرتے ہین نبی کی اور کہتے ہین یہ شخص کان ہی تو کہہ کان ہی تمھارے بھلے کو یقین لاتا ہے

بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ

اللہ پر اور یقین کرتا ہی بات مسلمانون کی اور مہر ہے ایمان والون کے حق مین تم مین سے اور جو لوگ بدگوئی کرتے ہین

رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

اللہ کے رسول کی اُن کو دُکھ کی مار ہے

وَمِنْهُمْ اور منافقون مین سے۔ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ کچھ ایسے لوگ ہین کہ نبی صلعم کو ایذا دیتے ہین یعنی اپنے بد اقوال و افعال

اسطرح کہ مثلاً رسول اللہ صلعم کی شان مین ایسی جھوٹی باتین کہتے جو آپ کی شان کے لائق نہ تھین اور جب اُن سے منع کیا جاتا ہو کہ ایسی بات نہ کہو ایسا نہو کہ اُس کو خبر پہونچے تو جواب مین ایسے کہتے ہین جو اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا۔ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۔ اور کہتے ہین کہ وہ تو کان ہو یعنی جو کچھ کہدو سُن لیتا ہو۔ محاورہ بولتے ہین کہ فلان اذن سامعہ یعنی سننا ہوا کان ہو جو کہدو سن لیتا اور سچ مان لیتا ہو۔ نزول اُسکا منافقون کی ایک جماعت کے حق مین ہوا جو آنحضرت صلعم کی غیبت کرتے اور جب اُن مین سے بعض نے کہا کہ ایسی باتین نہ کہو ایسا نہو کہ اُنکو خبر پہونچے تو جلاس بن سُوید یا بنتل بن الحارث وغیرہ نے کہا کہ کچھ ڈر نہین جب ہم جا کر انکار کر کے قسم کھالین گے کہ ہم نے نہین کہا تو مان لین گے کیونکہ وہ نرے کان ہین۔ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ تو کہدے کہ تمھارے لئے بہتری و بھلائی کا سُننے والا ہو نہ شر و فساد کا۔ ایک قرأۃ مین اذن خیر دونون مرفوع بتنوین ہین یعنی تم سے سُنکر تمھاری تصدیق کرے یہ تمھارے لئے اس سے بہتر ہو کہ تم کو جھٹلائے اور سچ نہ مانے پھر منافقون کو جھٹلایا اور کہا کہ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ یعنی ایسا نہین ہو بلکہ وہ ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ ۔ اور تصدیق کرتا ہو مومنون کی کہ انھین کی بات مانتا ہو اور منافقون کو جھوٹا جانتا ہو۔ اول مین حرف باء سے تعدیہ ہو کہ باللہ فرمایا سو وہ بمعنی تصدیق ایمانی ہو اور دوم مین لام ہو کہ للمومنین کہا اور یہ بمعنی سچا ماننا۔ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۔ حمزہ نے رحمۃ بالجر پڑھا اے اذن خیر و اذن رحمۃ عطف ہو خیر پر۔ اور دوسرون نے رحمۃ بالرفع پڑھا عطف اذن پر یعنی اذن خیر و رحمۃ پس اول پر یہ معنی کہ گویش رحمت ہو ان لوگون کیلئے جو تم مین سے ایمان لائے یعنی بطور نفاق کے ایمان ظاہر کیا پس بظاہر تمھارا قول قبول کرتا اور تمھارا پردہ فاش نہین کرتا ہو۔ اور قرأۃ دوم پر یہ معنی سالم ہین کہ اہل ایمان کے لیے رحمت ہو کیونکہ مومنین کے ایمان سے مشرف ہونیکا وہی سبب ہو۔ پھر اس کلام مین بنا بر قرأۃ اول کے تنبیہ ہو کہ تمھارا قول قبول کرنا کچھ اس وجہ سے نہین کہ وہ تمھارے حال سے نادان ہو بلکہ تم پر نرمی و رحمت کر کے مان لیتا ہو پس جب وہ ہر ایک کیلئے رحمت و شفقت ہو تو یہ کوئی عیب نہین پھر تم ایسی باتون سے اُسکو کیون ایذا دیتے ہو۔ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کو جو لوگ ایذا دین اُن کیلئے دُکھ کی مار ہو یعنی منافقون کے خبیث و خوار ہونے کے باوجود جب وہ رحمت فرماتا ہو اور اُسپر یہ خبیث اُسکی بھلائی کے عوض اُسکو ایذا دیتے ہین تو ضرور اُن کو عذاب اور بڑے دُکھ والا عذاب ملیگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری قسم قبائح افعال منافقین کو کہ مخلوق کی رضا کیلئے خالق عز و جل کی جھوٹی قسم کھاتے ہین ذکر فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَن يُرْضُوهُ إِن كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝

قسمین کھاتے ہین اللہ کی تمھارے آگے کہ تم کو راضی کرین اور اللہ کو اور اُسکے رسول کو بہت ضرور ہو راضی کرنا اگر وہ ایمان رکھتے ہین

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ۝

وہ جان نہین چکے کہ جو کوئی مقابلہ کرے اللہ اور اُس کے رسول سے تو اسکو ہو دوزخ کی آگ پڑا رہے اُس مین یہی ہے بڑی رسوائی۔

ابن کثیرؒ وغیرہ نے لکھا کہ قتادہ و سدی رح نے کہا ہم سے ذکر کیا گیا کہ منافقون کی جماعت مین سے ایک شخص جلاس بن سوید نے کہا کہ واللہ یہ ہمارے لوگ تو ہم مین سے بہتر و اشرف ہین اور جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہین اگر وہ سچ ہو تو ہم اس صورت مین گدھون سے بدتر ہون گے اُن کے ساتھ انصار کا ایک نوجوان لڑکا عامر بن قیس بیٹھا تھا اور اُسکو منافقون نے حقیر سمجھکر اُسکا کچھ لحاظ نہ کیا اور غیبت و بدگوئی کرنے لگے چنانچہ جب جلاس بن سوید اور ودیعہ بن ثابت نے وہ کلمہ کہا جو مذکور ہوا تو یہ لڑکا غضبناک ہو کر بولا کہ واللہ جو کچھ محمد صلعم کہتے ہین وہ سچ ہو اور تم لوگ بیشک گدھون سے بدتر ہو اور وہان سے آکر آنحضرت صلعم سے بیان کیا اور آپنے جب منافقون کو بلا کر پوچھا تو قسمین کھانے لگے کہ ہم نے ہرگز نہین کہا اور جس نے کہا ہو اُسپر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو پس آنحضرت صلعم نے اُنکی قسمون پر کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک درمیان مین لا کر قسمین کھائی تھین تسلیم کر لیا اور عامر بن قیس کی طرف التفات نہ کیا جس سے

عامر بن قیس کو غم ہوا اور دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا ظاہر کر دے تو نازل ہوا قولہ تعالی یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ قسمین کھاتے ہین اللہ تعالی کے نام کی یعنی جھوٹی قسمین۔ لَکُمْ تمھارے واسطے اے مومنو یعنی تمھارے واسطے اللہ تعالی کی جھوٹی قسمون کی پروا نہین کرتے بلکہ تمھارا لحاظ کرتے ہین۔ لِیُرْضُوْکُمْ تاکہ تم کو راضی کر لین۔ یہ بڑی سخت بات تھی کہ اپنے خالق عزوجل کی معصیت اُسکی مخلوق کے واسطے اختیار کی تاکہ مخلوق راضی رہے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ۔ حالانکہ سزاوار یہ تھا کہ اللہ تعالی و اُس کے رسول کو راضی رکھتے۔ اِنْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ لا رضوہما۔ اگر مومنین ہوتے تو اُنھین دونون کو راضی رکھتے یعنی انھین کی رضامندی چاہتے خواہ تمام مخلوق راضی ہو یا ناراض ہو۔ پس مومن نہ تھے اسیواسطے اسکے برعکس کیا۔ قول حکمت از مشکوۃ نبوت ثابت ہو کہ جو کوئی کسی مخلوق کے راضی کرنے کیلئے اپنے خالق کو ناراض کرے تو خالق عزوجل اُسی مخلوق کو اُسکے اوپر مسلط کر دیتا ہی کہ اُسکو تباہ کر دے اسمین تنبیہ ہو کہ آدمی پر فرض ہو کہ اللہ تعالی و اُسکے رسول کو راضی رکھے اور اسی رضا کو جان و مال سے ڈھونڈھے اگرچہ تمام مخلوق اس سے ناراض ہو جاوے کیونکہ جب حق تعالی راضی ہی تو سبحان اللہ تعالی پھر کوئی مخلوق کیا کر سکتی ہی وہ خواہ مخواہ مطیع و مسخر ہوگی ضمیر یرضوہ۔ مین کلام کیا گیا کہ کس طرف راجع ہی بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یون ہی واللہ احق ان یرضوہ و رسولہ احق ان یرضوہ پس دوم حذف ہوا اور بعض نے کہا کہ اول حذف ہوا اور دوم باقی ہی تاکہ مشعر ہو کہ اللہ تعالی کی رضا اسی طور سے ہے کہ اسکے رسول صلعم کو اطاعت و فرمانبرداری سے راضی رکھین کیونکہ فرمایا ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اور بعض نے کہا کہ اصل مین تھا۔ ان یرضوہما پھر ضمیر مفرد کر دی گئی تاکہ مشعر ہو کہ اللہ تعالی و اُسکے رسول کی رضا، واحد ہی اور بعض نے کہا کہ اسم پاک اللہ کا تبرک کیلئے ہی اور مراد یہ کہ ورسولہ احق ان یرضوہ یعنی رسول اللہ صلعم کا راضی رکھنا ہی سزاوار تھا باین طور کہ ظاہر و باطن سچے مطیع ہوتے اور کچھ خیال شیطانی نہ لاتے اور نہ زبان سے کلمہ شرارت نکالتے سو اگر مومن ہوتے تو اُسکو احق جانتے پھر اللہ تعالی نے منافقون کو ملامت فرمائی بقولہ اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا کیا منافقون کو سمجھ نہ آئی اور نہ جانے باوجودیکہ برسون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دین و شریعت تعلیم فرمائی۔ اَنَّہٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یہ بات کہ شان یہ ہی کہ جس نے محادت کی اللہ تعالی و اُس کے رسول سے باین طور کہ اللہ تعالی و رسول کی جو حد ہی اسکے سوائے دوسری حد پر چلا اور جو شق کہ اللہ تعالی و رسول کی ہے اُسکے سوائے دوسری شق اختیار کی یعنی اُن کی راہ کے سوائے دوسری راہ کترایا۔ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ۔ لے فان نار جہنم جزاء لہ۔ تو جہنم کی آگ اُسکی سزا ہی۔ خَالِدًا فِیْہَا اس حال سے کہ آگ مین اُس کے لئے ہمیشگی مقدر ہی جب سے داخل ہوگا۔ ذٰلِکَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ یہ سزا تو بڑی سخت خواری ہی۔ واضح ہو کہ محادت لغت مین بمعنی مخالفت اور باہمی عداوت وغیرہ مین مستعمل ہی اور معنی وہ ہین جو مذکور ہوئے اور قولہ فان لہ الخ بفتح ان جواب شرط ہی پس جملہ ہونا چاہیئے لہذا لہ خبر مقدم قرار پائی اے فجزاء لہ۔ رازی نے کبیر مین کہا کہ یہ بھی احتمال ہی کہ معنی اُسکے فلہ نار جہنم ہون اور حرف اَن بغرض تاکید مکرر ہوا پھر اعتراض کیا کہ اس صورت مین موکد اور تاکید کنندہ کے درمیان اجنبی چیز سے فصل لازم آتا ہی ولیکن یہ اعتراض کچھ نہین ہی پھر کہا کہ جواب مین محتمل ہی کہ محذوف ہو اے من یحادد اللہ ورسولہ یہلک فان لہ نار جہنم۔ پس جملہ فان تعلیل محذوف ہی یعنی جس نے اللہ تعالی و رسول کی مخالفت کی وہ ہلاک ہوگا کیونکہ اُسکے لئے آتش دوزخ سزائے دائمی ہی۔ اگر کہا جاوے کہ الم یعلموا سے منافقون کو کیونکر خطاب ہوا اسلئے کہ علماء معانی نے کہا کہ الم تعلم کا خطاب ایسے شخص کو ہوتا ہی جو کسی بات کو جان لینے کے بعد بھول گیا یا منکر ہو گیا ہو تو اُس سے کہا جاتا ہی کہ تو نے جانا نہین کہ بات ایسی ہی اور یہان منافق کبھی یقین نہین لائے تھے تو جواب اسکا تقریر تفسیر سے تجھے ظاہر ہو گیا ہوگا یعنی جبکہ رسول اللہ صلعم زمانہ دراز تک لوگون مین وعظ و نصیحت فرماتے اور شرائع و دین و جزاء و سزا اُسکھلاتے و بتلاتے رہے تو منافقون کو خطاب کیا کہ باوجود ایسی تعلیم کے بھی کیا اُنھون نے نہ جانا کہ مخالفت اللہ تعالی و رسول کی یہ سزا ئے سخت ہی۔ پھر منافقون کو فضیحت و رسوائی سے ڈرایا۔ بقولہ تعالے

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ

ڈرا کرتے ہین منافق کہ نازل نہ ہو اُن پر کوئی صورت کہ جتا دے اُنکو جو اُن کے دل مین ہی تو کہہ ٹھٹھے کرتے رہو اللہ

مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ

نکالنے والا ہے جس چیز کا تم کو ڈر ہی اور جو تو اُن سے پوچھے تو کہین ہم تو بول چال کرتے تھے اور کھیل تو کہہ کیا اللہ سے

وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ

اور اُس کے کلام سے اور رسول سے ٹھٹھے کرتے تھے بہانے مت بناؤ تم کافر ہوگئے ایمان لا کر اگر ہم معاف کرینگے

عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝

تم مین بعضون کو البتہ مار بھی دینگے بعضون کو اُس پر کہ وہ گنہگار تھے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہی کہ اللہ تعالی نے اس سورہ مین ستر منافقون کا ذکر مع اُنکے نام و اُن کے باپون کے نام کے نازل کیا تھا پھر اُن کے نام ونسب کا ذکر منسوخ فرمایا اور یہ مومنون پر رحمت تھی کیونکہ اُن کی اولاد مین سچے ایمان والے پیدا ہونیوالے تھے یعنی بنظر رحمت اُن کے آباء منافقین کے نام نسخ فرمائے تاکہ عار و شرم دائمی باقی نہ رہے اور دقت نزول کے جو اُن کی تفضیح مقصود تھی وہ حاصل ہوگئی کہ نفاق و شک سے یقین نہین کرتے تھے کہ ہمارے اقوال ذمیمہ و افعال قبیحہ سے اللہ تعالی مطلع ہی پس نام بنام ہر ایک کے خفیہ نفاق و نالائق حرکات کو بیان کر کے فضیحت کر دیا اسیوجہ اس سورہ کا نام مبعثرہ اور مثیرہ بھی ہی کہ اُن کے قبائح کی خاک اُڑا دی چنانچہ فرمایا۔ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ حذر و خوف کرتے ہین منافقین۔ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ۔ اس بات کا کہ اُتاری جائے مومنون پر۔ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ ایسی سورہ جو آگاہ و خبردار کر دے مومنون کو اُن باتون سے جو منافقون کے دلون مین ہین یعنی منافقون کو جو کچھ حسد و عداوت و نفاق مومنون کے ساتھ ہی اس سے مومنون کو آگاہ کر دے۔ عجب ہی کہ منافقین اپنی شان مین قرآن کے نزول سے فضیحت و رسوائی کا خوف کرتے اور باوجود اس کے نفاق پر مستعد اور ٹھٹھول پر جمے ہوے تھے۔ اس سے ظاہر ہی کہ منافقون مین بعض ایسے تھے کہ نزول قرآن و اپنی فضیحت سے ڈرتے تھے ولیکن شک اُن کے دل سے نہین جاتا تھا پس ہدایت فقط اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہی اور دلون کے بھید وہی پاک پروردگار خوب جانتا ہی اسی واسطے حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بعد آنحضرت صلعم کے نفاق سے انکار کیا یعنی دلون کے بھید سے اللہ تعالی وحی کیساتھ اپنے رسول صلعم کو آگاہ فرماتا تھا پس اب کسی پر منافق کا حقیقی اطلاق نہین ہوسکتا اور آیت سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن کے بالجملہ قائل تھے کیونکہ حذر اُسکو متضمن ہی اور باوجود اسکے بسبب قطعی یقین نہ لانے کے منافق ہوئے پس اللہ تعالی نے حکم دیا کہ۔ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا۔ کہدے اے محمد صلعم ان منافقون سے کہ اچھا تم لوگ ٹھٹھول کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ضرور اللہ تعالی اس بات کو ظاہر کر دینے والا ہی جس سے تم حذر کرتے ہو۔ اس کلام مین اُن کی فضیحت مقدر ہونا نکلتی ہے اور یہ امر جیسے ان لوگون کے حق مین فضیحت اور صریح اُن کو ایمان لانے پر مجبور کرنیوالا تھا مومنون کے حق مین مورث مزید ایمان تھا کیونکہ آیات مورث تنویر ایمان ہین۔ کما قال تعالی فاما الذین آمنوا فزادتہم ایمانا الآیۃ۔ اگر کہا جائے کہ قولہ قل استہزؤا۔ سے استہزاء کرنے کا خود حکم دیا۔ جواب یہ کہ یہ امر تہدیدی ہی جیسے کسی کو کہا جائے کہ اچھا تو شراب پی دیکھ تجھے کیسے دُرّے مارے جاتے ہین۔ اور معالم وغیرہ مین ابن کیسان سے ذکر کیا جسکا حاصل یہ کہ بارہ منافقون نے تبوک سے لوٹتے ہوئے رات مین ایک گھاٹی پر توقف کیا تاکہ جب رسول اللہ صلعم یہان پہونچین تو اُن سے دغا کرین ولیکن آنحضرت صلعم کو وحی سے معلوم ہوگیا آپنے حضرت حذیفہؓ کو حکم دیا اُنھون نے مار کر منافقون کے اونٹ راہ سے ہٹا دیئے اور کسی کو نہ پہچانا پھر حضرت صلعم نے

نام بنام ایک ایک کو بتلا دیا اور کہا انکو قتل مت کرو کہ خلاف اخلاق و بدنامی ہے اللہ تعالیٰ ان کو دبیل کی بیماری سے ہلاک کریگا۔ حدیث مسلم میں ہے کہ میری امت میں بارہ منافق ہیں کہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاوینگے جنمیں سے آٹھ کے دونوں شانوں کے بیچ شعلہ آگ کے مانند دبیل نکل کر انکے سینہ سے پھوٹے گا۔ قال تعالیٰ۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ اور جب تو ان سے پوچھے کہ تم میرا اور قرآن کا ذکر کرکے اس سے ٹھٹھول کرتے جاتے ہو یعنی تبوک کو جاتے ہوئے۔ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ۔ تو تجھے جواب دینگے کہ ہم تو خوض و لعب کرتے تھے یعنی راستہ کاٹنے کیلئے دل لگی کی باتیں کرتے تھے کچھ ٹھٹھول کرنا ہمارا قصد نہ تھا۔ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ۔ تو کہیو کہ بھلا کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ و اسکی آیات اور اسکے رسول کو ٹھٹھا کرتے تھے۔ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ تبوک جاتے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ میں نے تو اپنے ان قاریوں کے مانند کوئی نہیں دیکھا کہ کھانے میں سب سے بڑھکر پیٹو اور بولنے میں سب سے زیادہ جھوٹے اور لڑائی میں بڑے بودے پس اسکو ایک انصاریؓ نے جواب دیا کہ تو بڑا مفتری اور منافق معلوم ہوتا ہے جو ایسی جھوٹی باتیں بناتا ہے۔ میں جاکر رسول اللہ صلعم کو خبر دونگا پس قرآن نازل ہوا عبداللہ رضہ کہتے ہیں کہ میں نے اس منافق کو دیکھا کہ رسول اللہ صلعم کے ناقہ کے آگے آگے پتھروں سے ٹھوکر کھاتا دوڑتا چلتا اور کہتا جاتا ہے کہ ہم تو راہ کاٹنے کو دل لگی کی باتیں کرتے تھے اور حضرت صلعم فرماتے کہ اباللہ وآیاتہ ورسولہ کنتم تستہزؤن یعنی منافقوں کے انکار کرنے کو نہ مانا بلکہ ایسا استہزا واقع ہونے کو ثابت کیا پھر بطریق استفہام توبیخی کے انکار کیا یعنی تم پر ملامت ہے کہ تم ایسا کرتے تھے۔ لَا تَعْتَذِرُوا اعتذار لغت میں محو اثر و انقطاع ہے کما فی قولہم اعتذر المنزل یعنی حویلی کا نشان مٹ گیا و اعتذرت المیاہ۔ پانی منقطع ہو گیا۔ اعتذار کرنیوالا یہی چاہتا ہے کہ جو گناہ کیا اسکا نشان مٹا دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو منع فرمایا کہ مت اعتذار کرو کیونکہ جھوٹے عذر قبول نہ ہونگے۔ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ۔ البتہ تم نے ایمان کے بعد کفر کیا یعنی ایمان ظاہر کرنے کے بعد خواہ دل میں بالکل یقین نہ تھا یا مذبذب تھے اب کفر ظاہر کر دیا اسطرح کہ قرآن کلام الٰہی کو کہا کہ محمد صلعم اپنی طرف سے بتلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے آیات و رسول سے استہزا کیا۔ مسئلہ جو کوئی کسی آیت پر یا آنحضرت صلعم کا کلام جان کر حدیث پر یا مسئلہ شرعی پر اس ادا سے کہ حکم شرعی ہے یا آنحضرت صلعم پر استہزا کرے یا استخفاف کرے یا عیب لگا دے وہ کافر ہے اور اگر دل ہی میں رکھے زبان سے نہ کہے تو وہ منافق حقیقی ہے اور اگر اسکے دل میں شیطان نے ان باتوں کے ساتھ وسوسہ ڈالا اور اسنے ایسا وسوسہ بہت برا اور شیطانی دھوکا جانا تو وہ مومن ہے اور استغفار و اعوذ باللہ کرنے پر ثواب پاویگا غور کرو کہ منافقوں کی جھوٹی قسم پر آنحضرت صلعم خاموش ہوتے اور عذر قبول کرتے تو درحقیقت یہ رحمت و نرمی تھی مگر منافق کمبخت عیب لگاتے اور کہتے کہ وہ تو نرے کان ہی کان ہیں اب یہاں منافقوں کی باتوں کو قبول نہ کیا و صاف صاف کھول دیا اور حق تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ لاتعتذروا قد کفرتم آہ یعنی مت جھوٹے عذر کرو والبتہ تم نے استہزا وغیرہ باتوں سے ایمان ظاہر کرنے و کفر دل ہی میں رکھنے کے بعد اب زبان سے بھی کفر ظاہر کر دیا۔ محمد بن اسحاق نے روایت کیا کہ جب رسول اللہ صلعم تبوک کو جاتے تھے تو منافقوں کی ایک جماعت بھی ذرا دور ساتھ ساتھ چلی جاتی تھی جنمیں سے ودیعہ بن ثابت و مخشی بن حمیر بھی تھے انھوں نے آپس میں اہل اسلام و ایمان کے ڈرانے کو کہنا شروع کیا کہ کیا تم لوگ رومیوں کی دلیری و جوانمردی ایسی ہی سمجھتے ہو جیسے عرب آپس میں لڑتے ہیں [بالضم بروزن حنین ۱۲] واللہ میں تو دیکھتا ہوں کہ گویا تم کل کے روز ان کی لڑائی میں زنجیروں سے جکڑے پڑے ہو یعنی شکست کھا کر قید ہو گئے ہو تو مخشی بن حمیر جسکا یہ حال تھا کہ منافقوں کی باتوں سے پھڑکا پھڑکا رہا کرتا اور انکے مسخرہ پن و استہزا پر خالی ہنس دیتا تھا خود بھی کچھ نہیں کہتا وہ اسوقت بولا کہ مجھے خوف ہے کہ تمھاری اس گفتگو پر قرآن نازل ہوا اور مجھے تو پسندیدہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک سو کوڑے مارے جاویں بہ نسبت اس کلام کے۔ یہ لوگ اسی حال میں تھے کہ وہاں رسول اللہ صلعم نے عمار بن یاسرؓ سے کہا کہ جاکر قوم کی خبر لے کہ شرے منافقوں کی آگ میں جلے جاتے ہیں اور منافقوں سے پوچھنا کہ تم نے کیا کہا اگر انکار کریں تو کہنا کہ نہیں

بلکہ ضرور تم نے ایسا ایسا کہا ہو جب عمار رضؓ نے اُن سے جاکر ایسا ہی کہا تو آنحضرت صلعم کے پاس عذر کرتے ہوئے آئے اور بعض نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم تو راہ کاٹنے کو دل لگی کی باتیں کرتے تھے۔ مخشی بن حمیر کا نام بعض نے جحش بن حمیر ذکر کیا جسکے لفظی معنی ہیں کہ چھوٹے گدھے کا بچہ۔ اسنے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے جو پہونچا یہ میرا اور میرے باپکے نام کا اثر ہی اور وہ سچے دل سے مسلمان ہو گیا اور دعا مانگی کہ اے میرے مولائے حق عزوجل مجھے اسطرح شہید کردے کہ کوئی یہ سر اُٹھکانا بھی نہ جانے۔ اور یہ نفاق کے بعد کمال اخلاص تھا کہ نہ تک کا نشان نہ ملے کہ کوئی شہید کیے اور اُس دن سے عبدالرحمن نام ہوا۔ اکثر علماء نے ذکر کیا کہ جنگ یمامہ میں شہید ہوے کہ کہیں نشان نہ ملا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے انھیں عبدالرحمن کے مانند توبہ کرنیوالوں کو عفو فرمایا ہی چنانچہ فرمایا۔ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَۃٍ مِّنْکُمْ۔ اگر ہم تم میں سے ایک ٹکڑے کو عفو کریں جنھوں نے نفاق چھوڑ کر اخلاص کیا۔ نُعَذِّبْ طَآئِفَۃً تو دوسرے گروہ منافق کو ضرور عذاب کریں گے۔ بِاَنَّھُمْ کَانُوْا مُجْرِمِیْنَ۔ اس سبب سے کہ وے مجرم یعنی منافق مرے ہیں۔ طائفہ بمعنی جماعت اور ابن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ اس جماعت نفاق میں سے فقط جحش بن حمیر ہی کو نجات ملی اور عفو کیا گیا اور چونکہ وارد ہوتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے طائفہ کو عفو فرمایا تو اکیلے جحش بن حمیر پر کیونکر صادق ہوگا تو زجاج وغیرہ نے جواب کی طرف اشارہ کیا کہ جو لفظ جماعت کیلیے ہو وہ عرب کبھی واحد پر بھی بولتے ہیں لہذا یہاں طائفہ اولیٰ سے فقط جحش مراد ہیں جیسے قولہ ان ابراہیم کان امۃ الآیۃ میں اکیلے ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کو امت فرمایا۔ فی العرائس قولہ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کلام پاک یعنی انک لعلی خلق عظیم۔ سے کمال خلق سے موصوف فرمایا ایسے ہی دشمنوں کو قبیح خصلت سے مقبوح بیان فرمایا اگرچہ وہ اپنے عیوب نہیں دیکھتے تھے۔ استاد رح نے کہا کہ منافقوں بد خلق نے رسول اللہ صلعم کو عین نشان کرم وفضل پر یعنی اُن کو صاف صاف جھوٹا نہ بتلانے پر عیب لگایا اور اپنے ورد غگوئی وچھوٹی قسم کھانے وغیرہ قبائح پر نظر نہ کی۔ سچ ہی مومن بھاری بھرکم کریم النفس ہوتا ہی جیسے منافق حقیر خوار وفرومایہ وبخیل ہوتا ہی۔ واضح ہو کہ منافقین جھوٹی قسموں وغیرہ سے مومنوں کو فریب دیتے اور کہتے کہ انھم لمنکم یعنی ہم تحقیق تم میں سے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو عیب لگاتے و قرآن کو جھٹلاتے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو جھٹلا دیا۔ بقولہ۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُھُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْکَرِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ

منافق مرد اور عورتیں سب کی ایک چال ہے سکھادیں بات بُری اور چھڑادیں بھلی سے

وَیَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَھُمْ ؕ نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَھُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

اور بند رکھیں اپنی مٹھی بھول گئے ہیں اللہ کو سو وہ بھول گیا اُن کو تحقیق منافق وہی ہیں بے حکم

اَلْمُنٰفِقُوْنَ۔ اہل نفاق میں سے مرد لوگ اور وہ اسوقت تین سو تھے۔ وَالْمُنٰفِقٰتُ اور اہل نفاق میں سے عورتیں اور وہ اسوقت ایکسو ستر تھیں۔ بَعْضُھُمْ مِّنْ بَعْضٍ۔ یہ خبر ہی یعنی منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں بعض از بعض ہیں۔ اسکے معنی میں دو قول ہیں ایک یہ کہ منافقوں کے بعض کے بعض سے ہونے سے مقصود تشبیہ ہی کہ نفاق کرتے اور ایمان سے دور رہتے ہیں اہل نفاق کے مرد وعورتیں آپس میں متشابہ ہیں گویا ایک ہی چیز کے ٹکڑے ہیں۔ وحاصل یہ کہ اُنمیں سے مذکر ہوں یا مؤنث ہوں سب یکساں ہیں وہ ایمان نہیں لاویں گے قول دوم یہ کہ منافقین جو قسم کھاتے تھے کہ واللہ ہم تمھیں میں سے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے جھوٹ کھول دینے کو ذکر فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ یحلفون باللہ انھم لمنکم وما ھم منکم الآیۃ۔ وہی یہاں مقصود ہی کہ وے جو قسم کھاتے ہیں کہ تم میں سے ہیں تو جھوٹے ہیں بلکہ اُن کے مرد وعورتیں آپس میں بعضهن من بعض ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ وما ھم منکم سے تو بیان فرما دیا تھا کہ وہ تم میں سے نہیں ہیں پھر یہاں تکرار ہوگی تو جواب یہ کہ پہلے تو خلاصہ بیان فرمادیا تھا

یہان اُسکی تقریر یہ بیان فرمائی کہ وے تم مین سے نہین بلکہ آپس مین بعض از بعض ہین اور آگے جو بیان آتا ہی اور مومنون کے چال چلن سے اُلٹا منافقون کا چال چلن ہونا ثابت کرتا ہی وہ گویا اُن کے مومنون مین سے نہونے پر دلیل ہی یعنی قولہ يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ یعنی منافق مرد و عورتین آپس مین ایک دوسرے مین سے ہین اس حال کیساتھ کہ حکم کرتے ہین امر منکر کا اور منع کرتے ہین امر معروف سے۔ منکر اسم مفعول ادانکار یعنی ہر وہ امر جو عقل و شرع سے قبیح ہو جیسے معروف ہر وہ فعل جو شرع مین اچھا ہو پس مراد منکر سے کفر و شرک و جملہ معاصی ہین جیسے معروف ایمان و طاعات ہین وحاصل یہ ہوا کہ منافق مرد ہون یا عورتین اُنکا حال یہ ہی کہ کفر و شرک و بُری باتین کرنے پر آپس مین ایک دوسرے کو اور غیر لوگون کو آمادہ کرتے ہین اور بھلی باتون ایمان و طاعات سے روکتے ہین۔ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ۔ اور اپنی مٹھیان بند کرتے ہین یہ کنایہ بخل سے ہی یعنی نیک کامون مین خرچ کرنے سے بخل کرتے ہین اسوجہ سے دار آخرت پر اُن کو یقین نہین اسلیئے دنیاوی لذتون کھانے پینے پہننے اوڑھنے لہو و لعب کھیل تماشے شادی بیاہ مین خرچ کرنے کو موقع سے خرچ کرنا سمجھتے اور محتاجون کی پرورش و خیرات و یتیمون و بیکسون کی خبرگیری وغیرہ کے صرف کو فضول خیال کر کے مٹھیان بند کر لیتے ہین یہ اسوجہ سے کہ آخرت پر اُن کو یقین نہین ہی بخلاف مومنون کے کہ وے بُری باتون سے منع کرتے اور بھلی باتون کا حکم کرتے اور اللہ تعالیٰ کی راہ مین خرچ کرتے ہین پس ثابت ہوا کہ منافق لوگ کچھ بھی مومنون مین سے نہین ہین اور اُن مین کچھ ایمان نہین ہی۔ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ۔ بھولے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو پس اللہ تعالیٰ اُن کو بھولا۔ یہان یہ سوال ہوتا ہی کہ بھولنا بندے کے اختیار سے باہر ہی اور یہ بھی ثابت ہو لیا کہ اللہ تعالیٰ بھول چوک پر مواخذہ نہین فرماتا جیسا کہ حدیث سے ثابت ہی کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے بھول کا مواخذہ معاف کر دیا ہی پھر یہان منافقون کو بھول پر کیون پکڑا اور دوسرا سوال یہ کہ اللہ تعالیٰ بھول چوک سے پاک ہی تو جواب اول کا یہ ہی کہ نسیان سے یہان غفلت کرنا مراد ہی اور اللہ تعالیٰ کا بھولنا یہ کہ اُن کو لطف و فضل سے محروم و متروک کر دیا پس قولہ نسوا اللہ فنسیہم اسے غفلوا ذکر اللہ و طاعتہ فترکہم اللہ من لطفہ و فضلہ یعنی اُنھون نے اللہ تعالیٰ کی یاد و بندگی سے غفلت کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کو اپنے لطف و فضل سے محروم و متروک کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی جناب مین یہان نسیان کا اطلاق بطریق مقابلہ کے ہی جیسے کہتے ہین کہ تجھ پر کوئی ظلم کرے تو تو بھی اُسپر ظلم کر حالانکہ مقصود یہ کہ تو بھی اُسکے ظلم کا بدلا اُسکو دیدے اور ظلم کا بدلا ظلم نہین ہوتا ہی بلکہ عین انصاف ہی پس مراد یہ کہ منافقون کے نسیان و غفلت کرنے کا بدلا اُنکو دیا۔ اور بعض نے جواب دیا کہ معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو بھولنے والا بھولے ہوے کیساتھ کرتا ہی حاصل آنکہ دنیا مین بندے اللہ تعالیٰ سے بندگی و نیکوکاری و بُرے کامون سے پرہیزگاری کا عہد کر کے اس مسافر خانہ مین چند روز بسر کرنے کو آئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا کہ عہد پورا کر کے اصلی گھر مین جب آؤگے تو تم کو ایسے گھر (جنت) مین ٹھکانا ملیگا جہان پاک پروردگار سبحانہ کی رضامندی ہی بدون کسی مشقت و تکلیف و غم وغیرہ کے جسمین ہمیشہ رہین گے پس مومنین نے عہد پورا کیا اور اس سرائے فانی کو بندگی کے ساتھ یاد الٰہی مین بسر کر کے جہان باقی مین پہنچ گئے اور منافقون نے اسی گھر اور یہین کی زندگی پر اعتماد کیا اور اُلٹے بُرے کامون کا حکم اور بھلے کامون سے مانع ہوے اور اللہ تعالیٰ کو بھول گئے پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بدلا دیا کہ لطف و رحمت سے محروم و متروک کر دیا۔ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ لفظ ہم ضمیر فصل ہی اور اسم و خبر دونون پر الف لام ہی تو حصر کا فائدہ نکلا اور معنی یہ ہوے کہ البتہ منافقین ہی فاسق لوگ ہین۔ سوال ہوا کہ بعضے مومن بھی گنہگار ہوتے ہین اور فاسق وہی کہ طاعت سے باہر ہو جاتے تو گنہگاری کے وقت مومن بھی فاسق ہوا۔ جواب یہ ہی کہ یہان پورا فاسق مراد ہی پس فسق کرنے مین کامل درجہ منافقون ہی کا ہی اور جب یہ درجہ کامل ہوا تو کفر و شرک ہو گیا۔ دوسرا سوال یہ ہی کہ قولہ ان المنافقین۔ کی جگہ ضمیر کافی تھی یعنی انہم ہم الفاسقون تو جواب یہ کہ ضمیر مین ایک ابہام ہوتا ہی پس فضیحت کرنے کو اسم ظاہر کر دیا اور دوسرے یہ کہ کبھی اسم ظاہر بجائے ضمیر کے تحقیر کرنے کو لاتے ہین اور یہی یہان ہی۔

تمام آیت کا حاصل یہ ہوا کہ منافق مرد ہون یا عورتین ہون آپس مین مشابہ ہین یا وے لوگ آپس مین یہ اُن سے اور وہ اُن سے ہین اُن مین سے کوئی مومنون مین سے نہین ۔ دیکھو اُن کا یہ حال ہی کہ بُرے کامون کے کرنے کو کہتے اور بھلے کامون سے منع کرتے ہین اور چونکہ دار آخرت پر یقین نہین تو لہو و لعب و معاصی مین ہزارون خرچ کرین لیکن آخرت کیلئے خرچ کرنے مین مٹھی بند کئے اور بخیل ہین کیونکہ دنیاوی زندگی و لہو و لعب ہی کو سچ جانتے ہین یہ لوگ اللہ تعالی کو بھولے تو اللہ تعالی نے اُن کو بھی متروک و محروم کر دیا سو یہی لوگ تو پورے فاسق ہین ۔ اب اُنکا عذاب آگے بیان ہوگا ۔ف ـــ فی العرائس قولہ المنافقون والمنافقات بعضھم من بعض ۔ اسمین بطریق اشارت بیان ہی کہ طینت نفاق مین جب قہر الٰہی تاثیر فرماتا ہی تو اُسوقت اہل نفاق کے طبائع بعضہا ببعض ظاہر ہوتے ہین چنانچہ بعض کی طینت سے جو سرزد ہوتا ہی اُسکو اُن مین سے دوسرے پسند کرتے ہین اور اسمین متفق ہین کہ منکرات کا حکم کرین چنانچہ اللہ تعالی پر ایمان لانے والے بندون کے ایذا دینے مین اللہ تعالی و اُسکے رسول صلعم کی مخالفت کرنے پر خوش ہین ۔ ابوبکر الوراق رح نے کہا کہ ایک منافق دوسرے منافق کے لئے پردہ ہوتا ہی کہ باہم ایک دوسرے کے عیوب چھپاتے ہین بخلاف مومنون کے کہ ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہی کہ اُسکے عیوب اُسکو دکھلاتا اور نجات کی راہ دکھلاتا ہی ۔ قولہ تعالی ویقبضون ایدیھم نسوا اللہ فنسیھم اسمین اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ منافقین سخت بخیل ہوتے ہین جب مال نہین دیتے تو اللہ تعالی کے واسطے کب جان دینگے اور اپنی تنہائی مین اہل ایمان و ایقان پر اُنگلیان کاٹتے اور مٹھیان بھینچتے ہین ۔ اہل بغض و نفاق کا یہی حال ہی کہ اُن مین سے ہر ایک جب بیٹھتا تو مٹھی مروڑتا اور اُنگلیان کاٹتا اور حسد و عداوت پر اُبلتا ہی حالانکہ اہل ایمان و اولیاء الرحمن اُن کے حق مین سعادت کی دعا ہی مانگتے ہین مگر ان جہنمیون کی طرف سے احسان کا بدلا یہ اسارت اور یہ حسد و عداوت ہی دیکھو اللہ تعالی فرماتا ہی و اذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ ۔ اسکا جواب حضرت حق عز و جل نے اپنے تولی کے ساتھ اپنے اولیاء کی طرف سے فرمایا ۔ قل موتوا بغیظکم ۔ اے حبیب محمد صلعم تو ان منافقون سے کہدے کہ تم اپنے جلاپے مین مرو یعنی بندگان حق کا کچھ نہین کر سکتے ہو ۔ پھر حق تعالی نے بیان فرما دیا کہ یہ غیظ اُنکو اس سبب سے پیدا ہوا کہ منافقین و کفار بمقتضائے حکمت بالغہ الٰہی تعالے اُسکی سخت گرفت جبروتی کے قہر مین مقہور و سیاہ ہو کر حق تعالی و اُسکے عہد کو فراموش کئے ہوئے ہین برعکس مومنون کے جو باختیار حضرت باری تعالی اُسکی ربوبیت کے فسحت رحموتی کے لطف مین مسعود و مرحوم و منور ہو کر اُس کے عہد پر قائم اور اُسکی یاد مین مستغرق ہین ناچار اُن کو اپنی ضد سے عداوت ہی کیونکہ اُنکی فطرت پر قہر کی گرفت سے نسیان طاری ہی پس حقیقت یاد الٰہی کا مزہ اُن کو کچھ نہین ملا اسی سے جلال و عظمت و کبریاء الٰہی سے جاہل ہو کر یاد الٰہی چھوڑ کر قہر کے اندھیرے مین ٹاپتے پھرتے ہین کبھی ان کو راہ راست نظر نہ آویگی ۔ واضح ہو کہ جو کوئی معرفت الٰہی کا دعوی کرے اور اُسکو محبت الٰہی کا کچھ مزہ نہ آیا ہو اور یہ مدعی سچا نہ ہو تو اُسکا بھی یہی حال ہوگا بیسا دلیا ر آلہی کیسا عہد صبر نہ کر سکیگا اسیوجہ سے راہ مستقیم سے منہ موڑ کر دنیا جمع کرنے مین پڑ جاتے ہین اور راہ حق سے محجوب ہو جاتے ہین پس اللہ تعالی اُن کو جاہ و دوست دنیا کی محبت مین چھوڑ دیتا ہی اور اسمین سے اللہ تعالی کی راہ مین کچھ خرچ کرنے کی بھی توفیق نہین پاتے چنانچہ فرمایا یقبضون ایدیھم نسوا اللہ فنسیھم ۔ بدون واو عاطفہ کے دونون جملون کا اتصال دلالت کرتا ہی کہ نسیان موروث حرمان ہوا ۔ بعض نے فرمایا کہ قولہ یقبضون ایدیھم ۔ مراد یہ کہ حاجات و دعاؤن مین اپنے مولی کی طرف اپنے ہاتھ اُٹھاتے نہین بلکہ بند رکھتے ہین ۔ بعض نے کہا کہ صدقہ دینے سے یا مسکین کو دینے سے مٹھی بھینچے رہتے ہین ۔ سہل رح نے کہا کہ قولہ نسوا اللہ فنسیھم یعنی اللہ تعالے نے اُن کے پاس جو نعمتین بھیجین اُن کی شکر گذاری بھولے تو اللہ تعالے نے بھی اُن کو اپنی یاد سے و اپنے اوپر و رسول پر ایمان لانے سے بھلا دیا ۔ پھر اللہ عز و جل نے منافقون کا عذاب اور اُن کی مشابہت بکفار ماضیہ بیان فرمائی ۔ بقولہ تعالے ۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ

وعدہ دیا اللہ نے منافق مرد اور عورتوں کو اور منکروں کو دوزخ کی آگ پڑے رہیں اسمیں وہی بس ہے اُن کو

وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۙ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ

اور اللہ نے اُن کو پھٹکارا اور اُنکو ہے عذاب برقرار جس طرح تم سے اگلے زیادہ تھے

قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ

زور میں اور بہت رکھتے مال اور اولاد پھر برت گئے اپنا حصّہ پھر تم نے برت لیا اپنا حصہ

كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ

جیسے برت گئے تم سے اگلے اپنا حصّہ اور تم نے قدم ڈالے ہیں جیسے اُنھوں نے قدم ڈالے تھے وہ لوگ

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

مٹ گئے اُن کے کئے دنیا میں اور آخرت میں اور وہی لوگ پڑے ہیں زیان میں

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ - وعد ماضی اور المنافقین والمنافقات والکفار جملہ بحرف عطف مفعول یعنی جن لوگوں کو وعدہ دیا اور نار جہنم وہ چیز جسکا وعدہ دیا ہیں وعد - کا استعمال یہاں عذاب امر شر میں ہوا جیسے امر خیر و ثواب میں بھی آتا ہے اور فرق دونوں کے مصدر میں ہے چنانچہ امر خیر و ثواب کے ساتھ - وَعْدَةٌ وعداً - ہے اور شر و عذاب میں - وَعْدَةٌ وعیداً - ہے لہذا یہاں بطور وعید کے وعدہ دینا مراد ہے - المنافقین وبا فی دونوں میں الف لام عہد کا ہے یا جنس کا یا استغراق کا بنا بر اول کے وہی منافقین وغیرہ ہونگے جو اسوقت موجود تھے اور قیامت تک اسے اہل نفاق و کفر اُن کے ساتھ لاحق ہوں گے اور حدیث صحیح میں جو ثابت ہوا کہ (جو شخص ایسا ہو کہ باتیں کرے تو جھوٹ بولے اور جھگڑے تو فحش و فجور کرے اور وعدہ کرے تو خلاف کرے اور امانت دیا جاوے تو خیانت کرے تو ایسا شخص خالص منافق ہے) یہ منافق اُن کے ساتھ جو آیت میں مراد ہیں داخل نہو گا کیونکہ اسمیں خصائل نفاق پر حکم ہے اور شاید کہ وہ منافقین مراد ہوں جو بلا توبہ مرنیوالے ہیں دیگر حالتوں میں یہ قید معتبر ہے - اور بنا بر دوم کے جنس اہل نفاق و کفر ہوگی و فیہ تامل - اور بنا بر سوم کے جملہ مرد منافق و عورتیں منافقہ و جملہ کفار مراد ہیں جو بلا توبہ کئے مرجاویں کیونکہ صیغہ سالم پر الف لام مفید استغراق ہے و فیہ بحث اور حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے اور ہر چیز اُس کے علم میں مقدر ہے پس معنی یہ ہیں کہ وعدہ دیا اللہ تعالیٰ نے جملہ منافقوں مرد اور منافقات عورتوں اور جملہ مرد و عورت کافروں کو آگ جہنم کا - یعنی جبکہ وہ نفاق و کفر سے بدون توبہ کے مریں تو اُن کیلئے جہنم کی آگ سزا ہے - خٰلِدِيْنَ فِيْهَا درحالیکہ خلود والے ہوں گے اُس آگ میں - یعنی داخل ہونے پر اُن کے حق میں مقدر کر دیا جائے گا کہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے کیونکہ داخل ہوتے ہی تو حالت خلود کی نہیں ہو سکتی اور یہ شرط ہے کہ ذو الحال کے ساتھ حال کی مقارنت ہو - ہاں تقدیر خلود فی النار اُنکے ساتھ ہے - بخلاف گنہگار اہل ایمان کے جو دنیا میں شرک و نفاق سے بری تھے مگر اعمال گناہ کی وجہ سے دوزخ میں بہا دینگے اور مشیت ایزدی اُن کے حق میں جاری ہوگی تو شفاعت وغیرہ بھی ہوگی چنانچہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ میری اُمت میں سے کچھ عاصی لوگ دوزخ میں جاوینگے تو اُن میں اور کفار وغیرہ میں فرق یہ ہوگا کہ گنہگار اہل ایمان کے حق میں بوقت داخل ہونیکے خلود مقدر نہو گا جیسا کافروں و منافقوں کے حق میں ہے بلکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اُن کے چہرے و دل کو آگ نہیں جلاویگی بخلاف کافروں و منافقوں کے کہ پہلے سے گرد آلودہ تیرہ و تار ہوں گے اور دوزخ میں جلتے ہی سیاہ ہو جاوینگے نہایت بدشکل کے چنانچہ نیچے کا ہونٹ

پہاڑ برابر ناف تک لٹک پڑیگا اور دانت و داڑھین بھی اسی بڑی ہیأت پر ہون گی نعوذ باللہ من عذاب النار۔ واضح ہو کہ پہلے منافقون کو ذکر فرمایا
پھر کفار کو اُن پر عطف کیا تو ظاہر ہین یہان منافقون کا ذکر ہی اور اشارت ہی کہ منافقون نے دنیا مین بذریعۂ نفاق کے دنیاوی حظوظ کمائے اور
اپنے زعم مین اپنے پروردگار و اُس کے خالص بندون کو دھوکے دیئے اور در پردہ فتنہ پھیلایا جن کے قبائح فی الجملہ مذکور ہوئے بخلاف کافرون کے
کرُے اپنے پروردگار سے کھلم کھلا منہ موڑے تھے جس سے کوئی فریب نہین کھاتا تھا لہٰذا جہنم کا پہلا استحقاق منافقون کو ہوا اسی واسطے دوسری
آیت مین فرمایا کہ۔ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ یعنی نفاق والے جہنم کے بہت نیچے طبقہ مین ہین اور عورتین چونکہ تابع ہوتی ہین لہٰذا
منافقین کے بعد اُن کو رکھا۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے وعید کے ساتھ مقرر کر دیا کہ جو مرد و عورتین کہ نفاق یا کفر پر مرین اُن کے واسطے جہنم کی آگ
ہے کہ جسوقت اسمین داخل ہونگے تو پکار دیا جائیگا کہ تمھارے لئے ہمیشہ یہی ٹھکانا مقدر ہے چنانچہ حدیث مین آیا کہ جسوقت جنتی لوگ جنت مین
اور دوزخی دوزخ مین داخل ہون گے تو موت سیاہ مینڈھے کی شکل پر جنت و دوزخ کے بیچ مین لاکر ذبح کر دی جائیگی اور پکار دیا جائیگا کہ اے
اہل جنت تمھارے لئے ہمیشگی ہی اور کبھی موت نہ آویگی اور اے اہل دوزخ تمھارے لئے بھی ہمیشگی ہے اور کبھی موت نہ آویگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے
فرمایا۔ هِيَ حَسْبُهُمْ۔ یہ آگ اُن لوگون کیلئے کافی ہی یعنی بھرپور عذاب و بدلا ہے۔ اس کلام مین دلالت ہی کہ عذاب دوزخ بہت بڑا
عذاب ہی۔ اعوذ باللہ منہا۔ ادنیٰ عذاب یہ کہ آگ کی جوتیون سے دماغ اُبلے۔ اور اعلیٰ عذاب بیان نہین ہوسکتا کہ اُسکا ایندھن آدمی و پتھر
وغیرہ ہین وہ ستر گونہ آتش دنیا سے تیز اسمین پہاڑ و بتون کے انگارے اسمین آگ کے سانپ بچھو اسمین نہایت سیاہی و اندھیرا اسمین کا فر
ایندھن اُسمین ہر کافر کا ہر عضو پہاڑ برابر ہو کر ستائے اسمین کافر کی کھال نہایت موٹی ہو کر جل گرے پھر تازی نئی ہو کر جلنے لگے۔ نعوذ باللہ تعالیٰ
منہا حدیث ہی کہ مین نے آج کے دن وہ باتین دیکھین جو کبھی نہ دیکھی تھین تمھاری جنت و دوزخ اس دیوار کے درے دیکھین اور صحابہ
رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگو۔ اَللّٰهُمَّ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ۔ اَللّٰهُمَّ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِكَ وَبِرِضَاكَ مِنْ
سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ۔ واضح ہو کہ منافقون کا عذاب
بہت سخت ہی کہ ساتون طبقات جہنم مین سے نیچے ساتوین طبقہ مین ایسے ایسے صندوقون کے اندر بند رہین گے جنہین بعد بند ہونے کے کسی طرف
راہ کھلنے کی نہ ہوگی اعوذ باللہ من ذلک۔ اور احتمال ہی کہ یہ مراد ہو کہ ہی حسبہم یعنی اہل نفاق و کفر مین سے ہر ایک کیواسطے کافی موافق یہی
دوزخ ہی اور ہر ایک کو اُس کے موافق اُسی دوزخ سے کافی عذاب ملیگا اور یہ کمال قدرت الٰہی ہی کہ ایک ہی چیز سے ہر ایک جو سوائے
ایندھن ہونے کے اور کسی لائق نہ تھا اپنے موافق کافی عذاب پاویگا۔ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ نے اُنکو اپنی رحمت سے دور کیا
اور خوار کیا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ۔ اور اُن لوگون کیلئے عذاب مقیم ہی کہ کبھی منقطع نہ ہوگا کبھی نہ ہٹے گا۔ مراد اس سے وہی
عذاب النار ہی جو مذکور ہوا یا اس سے زیادہ مراد ہی کیونکہ درک اسفل کا عذاب پاوین گے یا دنیا مین جو نفاق کی وجہ سے رنج و تعب
اُٹھاتے ہین۔ پھر اسوقت کے اہل نفاق و کفر کی تشبیہ اگلون سے بیان فرمائی بقولہ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ ای انتم مثل الذین من
قبلکم تم لوگ ویسے ہی ہو جیسے تم سے اگلے گزر چکے۔ یا فعلتم مثل فعل الذین من قبلکم۔ تم نے بدکاریان ویسی ہی کین جیسے تم سے اگلون نے
بدکاریان کین۔ یا وعدتم کالذین الخ۔ یعنی تم کو عذاب کا ویسا ہی وعدہ دیا گیا جیسا تم سے اگلون کو دیا گیا۔ حق یہ کہ دلون کے آخرت سے
ہٹے ہوئے دنیا ہی مال و متاع پر مقصور ہونے اور اُسی کے نام و لالچ مین زندگی گزارنے مین مشابہت ہی اور یہ متضمن نصیحت بھی ہی کہ ویسے مت
بنو کہ آخر اُن کی طرح دنیا چھوڑ مروگے چنانچہ فرمایا۔ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا۔ وہ لوگ تم سے

قوت مین زیادہ شدید اور مال و اولاد مین بڑھے ہوئے تھے۔ فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ۔ خلاق حصہ مشتق از خلق بمعنی تقدیر اور مراد حصۂ دنیاوی جو ہر ایک کیلئے مقدر ہے اور حسن بصری رح و حضرت ابوہریرہ رض نے کہا کہ خلاق دین اور شاید مراد برتاؤ ہے اور استمتاع بہ نسبت تمتع کے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اسمین طلب کے معنی بھی ہین والمعنی پس حرص کے ساتھ اگلون نے اپنے حصۂ دنیا سے تمتع لیا۔ یا اپنی خواہش نفس کے برتاؤ پر عیش اڑائے۔ یہ اُن کی مذمت بیان فرمائی کہ دنیائے فانی کے شہوات پر اگرچہ اُسی قدر پائین جو مقدر تھین ایسے مغرور اور اُن کے حاصل کرنے پر ایسے مصروف ہوئے کہ لذت حقیقی دار آخرت سے بالکل غافل ہو کر جہنم کا ایندھن بن گئے پھر اُس زمانہ کے اہل نفاق و کفر کی پوری تشبیہ اُن کے چال پر چلنے اور اُن کے حال سے مشابہ ہونے کی بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ۔ سو تم نے بھی او منافقو و کافرو اسی طرح استمتاع لیا اپنے حظوظ دنیاویہ سے جیسے اُن لوگون نے استمتاع لیا تھا جو تم سے پہلے تھے اپنے مقدر حصۂ دنیاویہ سے۔ واضح ہو کہ اگلون کا حال بطور تمہید کے پہلے بیان کر کے پھر موجودہ لوگون کی تشبیہ استمتاع مین اُن کے ساتھ بیان فرمائی اور طریقہ تشبیہ سمجھانے مین ایک جگہ بیان کر دینا کافی تھا لہذا کلام مابعد مین اگلون کا باطل مین خوض کرنا پہلے بیان نہین کیا بلکہ تشبیہ بیان کر دی بقولہ۔ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا۔ خوض گھسنا پانی وغیرہ مین مخاضہ وہ جگہ جہان سے دریا مین گھسکر عبور کرین۔ المعنی وخضتم فی الباطل کالذین خاضوا من قبلکم۔ اور تم نے بھی آیات الٰہی مین فکر و نظر چھوڑ کر باطل مین خوض کیا جیسے تم سے اگلون نے خوض کیا۔ یا خضتم کالخوض الذی خاضوا۔ تم نے خوض کیا مانند اُس خوض کے جو اگلون نے کیا۔ بالجملہ اُن کے قلوب بحکم قولہ تعالیٰ تشابہت قلوبہم۔ باہم متشابہ ہوئے ایسے کہ جو اُن کا چال چلن تھا وہی اُن کا اور جس طرح اُن کے دلون مین نورانی و سیدھی بات سوائے محسوس دنیا کے اندھے سماتی تھی ویسی اُن مین۔ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ یہی سب لوگ انھین حالتون والے ہین کہ دنیا و آخرت مین اُن کے اعمال مٹ گئے چنانچہ کسی جہان مین جو ثواب نیک کام کا ہے نہین پاوینگے وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ۔ اور یہی لوگ خاسر ہین انھین کو خواری و ٹوٹا نصیب ہے اور جن باتون مین نفع سوچتے ہین محض بیکار ہین۔ دنیا مین جو بعضے کافرون و منافقون کو مال و اولاد کی کثرت ملتی ہے تو یہ اُن کا دنیاوی حصہ مقدر ہے ثواب اعمال نہین ہے کیونکہ دنیا تمام و کمال ایک مچھر کے پر برابر بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیقت نہین رکھتی تو بھلا اپنے نیکوکار بندون کیلئے یہ خوار مایہ ملعونہ کو بدلا نہ فرماویگا بلکہ جیسے بدکارون کا عذاب بے قیاس ہے ویسے ہی نیکوکارون کا ثواب بے قیاس ہے اور ہر طرح عدل و انصاف ہے اب بندے مختار ہین چاہین وہ عذاب لین کہ جس سے ہم پناہ مانگتے ہین اور چاہین یہ ثواب لین اور ہم اپنے معبود حق سبحانہ تعالیٰ سے اسی کو اُسکے فضل و رحمت کیساتھ چاہتے ہین وہو مولٰنا نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ آیت کریمہ مین اشارہ ہے کہ اس اُمت مین سے بھی اگلون کے مشابہ لوگ ہونگے چنانچہ ابوہریرہ رض نے حدیث روایت کی کہ قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ تم لوگ بھی انھین لوگون کے چال چلن در راہ پر بالشت بالشت و ہاتھ ہاتھ و گز گز پیروی کرتے چلوگے جو تم سے اگلے ہین اور یہان تک پیروی مین حریص ہوگے کہ جو کوئی اُن مین ساہی کے بھٹ مین گھسا ہو تو تم بھی گھسو۔ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگلون سے کیا اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ مراد ہین فرمایا کہ پھر اور کون۔ ابوہریرہ رض نے کہا کہ تمھارا جی چاہے قرآن مجید کی آیت کالذین من قبلکم کانوا اشد الخ پڑھکر سمجھ لو ذکرہ ابن کثیر رح جاننا چاہیئے کہ نفاق بہت بُری بیماری ہے اور آدمی اپنی جہالت سے غافل ہمیشہ اپنے آپ کو مغرور ہو کر مومن صادق سمجھتا ہے بڑا نفاق تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ و اس کے رسول کو دل سے انکار کرتے اور ظاہر مین مانتے تھے اور چھوٹا نفاق یہ ہے کہ زبان سے ماننے کا اقرار کئے جاتے ہین اور دل سے غافل ہین اور جب غور کر کے دیکھین تو زبانی

باتین ہی باتین ہین درحقیقت دل مین کچھ بھی نہین اور کیا ہو کہ اعمال خیر پر عامل ہی نہین حالانکہ مومن اپنے اعمال کی نسبت حبط ہو جانے کا خوف رکھتا ہے۔ ابراہیم تیمی رح نے کہا کہ جب مین نے اپنے قول کو اپنے عمل پر پیش کیا یعنی دیکھا کہ میرے اعمال میرے قول زبانی کے موافق ہین یا نہین تو مجھے خوف طاری ہوا کہ مین اپنے آپ کو جھٹلانے والا ہون یعنی مطابق نہ پایا۔ اور عبداللہ بن ابی ملیکہ نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلعم کے صحابہ مین سے تیس بزرگون کی زیارت پائی اور دیکھا کہ ہر ایک ان مین سے اپنے نفس پر یہ خوف کرتا تھا کہ مین کہین منافق تو نہین ہون اور حسن بصری رح سے مذکور ہے کہ نفاق سے وہی ڈرتا ہے جو مومن ہے اور نڈر وہی رہتا ہے جو منافق ہے اور جان بوجھکر بدکاری پر اصرار کرنا ایمان کی علامت نہین بقولہ تعالی ولم یصروا علی ما فعلوا وہم یعلمون۔ آنحضرت صلعم نے جو منافقون کے علامات فرمائے ہین وہ اوپر مذکور ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے و منافقون کے درمیان نماز عشاء و صبح کی حاضری ہے کہ منافقون کو ان دونون مین حاضر ہونے کی استطاعت نہین ہوتی ہے سراج مین مذکور ہے کہ منافق ایسی ہی باتین تاکا کرتا ہے جس سے اہل فضیلت اپنے رتبہ سے گرجاوین اور اُن کی خوبیان دیکھنے سے اندھا بنجاتا ہے اور مومن صادق کی یہ شان ہے کہ بدون کی بدی بھی نہین دیکھتے تو بھلا نیکون کی بدی ڈھونڈھنے کا کیا ذکر ہے اور منافق آدمی دین مین سے وہی باتین لیتا ہے جو دنیا مین اُس کے کارآمد ہون اور ایسی نہین لیتا جو عقبی مین اُسکے کارآمد ہون۔ اور دین سے جو اُمور اسکے دنیا کے لئے مضر ہین اُن سے اجتناب کرتا ہے اور جو عقبی مین مضر ہین اُن سے اجتناب نہین کرتا ہے پھر منافقون و کافرون کو جن اگلون کے ساتھ قلوب کی موافقت اور شہوات دنیاوی مین غفلت و اسی دار فانی پر اعتماد کرنے مین تشبیہ دی تھی انھین اگلون مین سے یہان چھ گروہ جنکو عرب جانتے بھی تھے اور اُن کو باوجود کفر و نفاق کے دنیا بھی نصیب نہ ہوئی بلکہ عذاب مین گرفتار ہوئے بیان فرمایا بقولہ تعالی۔

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ

کیا ہو پہنچا نہین اُنکو احوال اگلون کا قوم نوح کا اور عاد اور ثمود کا اور قوم ابراہیم کا اور

مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ

مدین والون کا اور اُلٹی بستیون کا پہونچے اُن کو رسول اُن کے لیکر حکم صاف پھر اللہ نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا

وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ○

و لیکن وہ اپنے پر آپ ظلم کرتے تھے

پہلے تو منافقون و کافرون کا حال باطنی دلون کے اعتقاد کا اور ظاہری چال چلن غفلت کے برتاؤ کا تمام اگلی کافر قومون کے ساتھ مشابہ و متوافق ہونے کا بیان کیا پھر اب فرمایا کہ اگلون کا یہ انجام ہوا تو ظاہر ہے کہ اُن کا بھی وہی انجام ہوگا چنانچہ فرمایا۔ أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ۔ استفہام تقریری بطریق تحذیر اور متنبہ غفلت ہے کہ ان لوگون کو اگلون کے حالات سے عبرت نہین ہوتی پس معنی قولہ الم یاتہم۔ کیا نہین آئی اُن کے پاس یعنی البتہ پہونچ گئی اُن کے پاس۔ نبا الذین من قبلہم۔ خبر اُن لوگون کی جو اُن سے پہلے گذرے عرب اگرچہ تمام اگلون کے حالات سے آگاہ و خبردار نہ تھے لیکن جب اگلی چند قومون کے حالات سے خبردار تھے تو یہ صحیح ہے کہ اُن کے پاس اگلی ایسی قومون کے اخبار جن سے عبرت حاصل کرتے پہونچ گئی۔ قَوْمِ نُوحٍ یعنی اگلون مین سے قوم نوح تھی کہ نوح علیہ السلام نے اُن کو نوسو پچاس برس ایمان و توحید کی طرف بلایا مگر نمانے اور اللہ تعالی نے اُن کو اس قدر بڑھایا کہ ان کی اولاد تمام روئے زمین و پہاڑون مین پھیل گئی اور مال کی بھی کثرت ہوئی آخر پانی کے طوفان سے ان سب کو غرق کر دیا کہ نہ دنیا ملی نہ آخرت سوائے عذاب کے کہ وہ دائمی ہے یہ انکا

انجام تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول نوح علیہ السلام کو جھٹلایا اور ایمان نہ لائے۔ یہ سب سے پہلے تھے۔ وَعَادٍ اور دوم قوم جسکا نام عاد تھا جب اُنھوں نے
ہود علیہ السلام کو جھٹلایا تو ریح العقیم تند آندھی سے تباہ ہوئے اور باوجودیکہ بہت بڑے ڈیل ڈول و زور قوت پر اتراتے تھے اُنکو ہوا اُچھال کر
پٹکتی تھی کہ پاش پاش ہو جاتے تھے۔ وَثَمُوْدَ اور سوم قوم ثمود جنکو عاد ثانیہ کہتے ہیں جب صالح علیہ السلام کو جھٹلایا و اونٹنی جو اللہ تعالیٰ
کی طرف سے نشانی تھی اُسکی کونچیں کاٹیں تو آواز کرخت ہولناک سے اُن کے قلب پھٹ گئے و ہلاک ہوئے۔ یہ سب عرب ہی کے اقوام ہیں
اور عجیب قدرت الٰہی تعالیٰ ہے کہ اہل ایمان ان عذابوں میں محفوظ رہے۔ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ اور قوم ابراہیم علیہ السلام کہ جس قوم کا
نمرود بن کنعان بادشاہ تھا کہ مچھروں کے عذاب سے کچھ ہلاک ہوئے اور باقیوں سے نعمت جاتی رہی۔ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ یعنی قوم شعیب
علیہ السلام کو کہ جب اُنھوں نے شعیب کو جھٹلایا اور آخر مومنوں کو ایذا و سخت دینی شروع کی تو زلزلہ میں گرفتار ہوئے اور ابر سیاہ سے
عذاب یوم الظلہ آیا کہ سب ہلاک ہو کر دائمی دوزخی ہوئے۔ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ۔ اور موتفکات والے یعنی قوم لوط علیہ السلام
جن کا صدر مقام سدوم تھا اور لونڈوں کے ساتھ اغلام کرنے میں آجتک مشہور ہیں جب نافرمانی کی تو اُن کے شہر اُن پر لوٹ دیئے گئے
اور سجیل سے پتھر برسے کہ سب ہلاک ہوئے۔ ائتفکت بہم۔ اے انقلبت یعنی اُن کے بالا و اُن پر لوٹ پڑے کہ تہ و بالا ہو گئے پس قوم
لوط تو موتفکات اسی وجہ سے کہلاتے ہیں کہ تہ و بالا ہو گئے تھے پس معنی حقیقی ہے اور بعض نے کہا کہ تمام اقوام گذشتہ جنھوں نے جھٹلایا بطریق اجمال
مراد ہیں اس صورت میں ائتفاک بمعنی مجازی ہوگا کیونکہ حقیقت میں سب کے طبقات زمین نہیں لوٹے گئے پس مراد یہ کہ اُن کی حالت لوٹ دیگئی
کہ ناز و نعمت سے عذاب و نقمت میں پھنسے پس اول قول پر اصحاب قریات مؤتفکات مراد ہیں اور دوم پر اصحاب احوال مؤتفکات۔ یعنی
مضاف مقدر ہے اور مؤتفکات صفت موصوف محذوف۔ اور یہ سب قوم نوح پر عطف ہو کر الذین من قبلہم سے بدل البعض ہے اور مؤتفکات
سے اگر باقی اقوام گذشتہ مراد ہوں تو بدل الکل بھی ہو سکتا ہے۔ بات اتنی ہے کہ عرب کو جملہ اُمم ماضیہ کے اخبار نہیں پہونچے تھے پس قول اول
اصح ہے۔ حاصل معنی یہ کہ اُسوقت کے کافروں و منافقوں کو کیا اپنے زمانہ سے اگلوں یعنی قوم نوح و مابعد کے اخبار نہیں پہونچے کہ عبرت
حاصل کریں پھر بیان فرمایا۔ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ آئے تھے اُن اقوام کے پاس اُن کے رسول یعنی ہمارے رسول جو
ہم نے اُن کے پاس بھیجے تھے بینات کے ساتھ یعنی کھلے معجزات کے ساتھ یا یہ معنی کہ اُن کے پاس اُن کے رسول آیات و معجزات بینات لائے۔
فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ۔ ای فکذبوہم ولم یومنوا فاہلکہم اللہ بعد اتمام الحجۃ علیہم فما ظلمہم۔ یعنی حرف فا کے ساتھ بیان دلالت
کرتا ہے کہ عطف ہے کلام مقدر پر جسکی تقدیر یہاں ظاہر ہے یعنی جب اقوام نے دنیا میں پیدا ہو کر اپنے معبود و خالق کو نہ پہچانا تو اللہ تعالیٰ نے
بینات کیساتھ رسول بھیجے دے آیات بینات لائے مگر اُن لوگوں نے نہ مانا اور کچھ پرواہ نہ کی اور جھٹلایا پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو عذاب
میں گرفتار کر لیا کہ دنیا سے ہلاک ہوئے اور ہمیشہ آخرت میں گرفتار رہیں گے۔ فما کان اللہ لیظلمہم۔ سو اللہ تعالیٰ پاک معبود کی یہ شان نہیں کہ اُن پر
ظلم فرماوے جیسے بندے آپس میں ظلم کرتے ہیں۔ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ ولیکن وے ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے
کہ ایک تو اپنے خالق عزوجل کو نہ پہچانا پھر رسول بھیجے و آیات تو اُن کو نہ مانا آخر اُن پر حجت پوری ہوئی اور سرکشی حد سے گذری تو ہلاک فرمایا
بالجملہ اس اُمت کے منافقوں و کافروں کو قیامت تک نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول و آیات و پاکیزہ احکام عدل و برگزیدہ اخلاق کو مانیں
و آخرت کی طرف متوجہ ہوں اور دنیا کی طرف مائل نہ ہوں ورنہ ہوشیار رہیں کہ جس عذاب میں اگلے گرفتار ہوئے وہی اُن کو نہ پہونچے۔ شاید
آنحضرت صلعم کی دعا سے ظاہری عذاب نہ آوے تو عذاب آخرت بہرحال ضرور ہے۔ جب منافقوں و کفار اور اُن کے قبیح افعال

و برے چال چلن وصفت عذاب کا بیان ہو چکا تو مومنون کے نیک چال چلن و ثواب کو ذکر فرمایا بقولہ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

اور ایمان والے مرد اور عورتین ایک دوسرے کی مدد ہین سکھاتے ہین نیک بات اور منع کرتے ہین

عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

بری سے اور کھڑی رکھتے ہین نماز اور دیتے ہین زکوۃ اور حکم مین چلتے ہین اللہ کے اور اُس کے رسول کے

اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

وہ لوگ اُن پر رحم کرے گا اللہ البتہ اللہ زبردست ہے حکمت والا

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ واؤ عاطفہ قصہ سابق پر عطف کیلئے ہے یعنی منافقین و کفار کا حال و قصہ اوپر مذکور ہوا ۔ اور اب قصہ ان مردون کا ہے جو ایمان لائے اور ان عورتون کا جو ایمان لائین ۔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ آپس مین اہل ایمان بعض کے بعض اولیا ہین یعنی شان الٰہی مین باہم ان مین محبت ہے ایک کلمہ توحید پر متفق ایک ہی خالق عز و جل کے کہ وہی خالق ہے سب عبادت کرنیوالے سب ایک دل ہین باہم ایک دوسرے کی نصرت و مدد کرتے رہتے ہین کہ اس دار محنت مین رضاء حق عز و جل کا ذخیرہ جمع کرین اور نفس و شیطان و اُس کے اعوان و مددگار کوئی اُن کو ضرر نہ پہونچانے پاوین اور شریرون سے بفضل الٰہی مامون ہو کر اس دار امتحان مین کمال کرتے ہوئے مسافر کی طرح اپنے اصلی گھر پہونچ جاوین پس باہم محبت سے مددگار ہین کہ رہزنون سے بچتے رہین ۔ حدیث صحیح مین ہے کہ مومن کیلئے دوسرا مومن بمانند عمارت کے کہ بعض کو بعض مضبوطی دیتا ہے اور آپنے اپنی مبارک اُنگلیان ایک ہاتھ کی دوسرے مین مشبک فرمائین اور نیز حدیث صحیح مین ہے کہ مومنون کی آپس مین محبت و شفقت کرنے کی مثال جیسے جسم مین سے ایک عضو مین درد ہوا تو تمام اعضاء بخار و بیخوابی کے ساتھ اُسی کے ہمدرد ہو جاتے ہین ۔ بالجملہ منافق تو مومنون مین سے نہین بلکہ مومن مرد و عورتین البتہ بعض اولیاء بعض ہین ۔ اگر کہا جاوے کہ منافقون کے حق مین بعضهم من بعض ۔ کہا اور مومنون کیلئے بعضهم اولیاء بعض فرمایا اسمین کیا بھید تو جواب یہ کہ نفاق مین بڑون کی تقلید خواہش و طبیعت و عادت مین کرنے سے چھوٹون پیروی کرنیوالون مین نفاق حاصل ہوا تو اُن کے حق مین بعضهم من بعض فرمایا کہ بعض سے بعض کو حصول ہوا اور رہے مومنین تو اُن مین باہمی موافقت بسبب ہدایت اور حب فی اللہ عز و جل پہ خلوص پیدا ہوا اور خواہش نفسانی وغیرہ سے نہین ہوا تو بعضهم اولیاء بعض فرمایا ۔ پھر اُن کی خصلت ذکر فرمائی کہ ۔ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حکم کرتے ہین امر معروف کے ساتھ یعنی ہر ایسے امر خیر کے ساتھ جو شرع سے پہچانا گیا اور اس مین طبیعت و خواہش کو دخل نہین دیتے ۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور منع کرتے ہین امر منکر سے یعنی ہر ایسے امر سے جس سے شرع نے انکار و نفرت فرمائی ہے پس یہ لوگ برخلاف منافقون کے ہین جو معروف سے منع کرتے اور منکر کا حکم کرتے ہین اور ایسے ہی منافقین نماز کو کسل و گرانی سے ٹھیک نہین ادا کرتے اُن کے برخلاف مومنین کو فرمایا وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ اور نماز کو ٹھیک قائم کرتے ہین یعنی جیسی کے ساتھ اچھی طرح وضو کر کے ٹھیک وقت پر عاجزی و خشوع کرتے ہوئے قرأۃ و رکوع و سجود وغیرہ کی تکمیل کے ساتھ ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہین ایسے ہی منافق مال کے بندے اُس کو راہ حق مین خرچ کرتے ہوئے جان چراتے اور ہاتھ کھینچ لیتے ہین اُن کے برخلاف مومنون کو فرمایا وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور دیتے ہین زکوۃ کو یعنی خوشی خاطر سے جسقدر اللہ تعالیٰ نے فرض کیا خلوص کے ساتھ دیتے ہین ۔ ایسے ہی منافقین تو اللہ تعالیٰ کو بھولے ہوئے ہین اُن کے برخلاف مومنون کو فرمایا ۔ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اطاعت کرتے ہین اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول کی یعنی جو کچھ

حکم دیا ہیں اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کے مطیع ہیں۔ وقد قال تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ
پس اہل ایمان ہر دم اپنے معبود کی یاد سے مالامال ہیں۔ اسیواسطے جب قولہ والذین یکنزون الذہب والفضۃ الآیہ نازل ہوا اور خزانہ جمع کرنے پر
عذاب کی وعید آئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ پھر ہم لوگ کیا جمع کریں تو فرمایا کہ قلب شاکر اور لسان ذاکر یعنی ایسا دل جو ہر دم اللہ تعالیٰ کی نعمت
ایمان و سلامتی وغیرہ دینے پر شکر گزار ہو اور ایسی زبان جو ہر وقت یاد میں بیدار رہے۔ بالجملہ منافقوں کے بالکل برخلاف مومنوں کی صفت ہے کہ
باہم ایک دوسرے پر رحیم و شفیق وامر معروف کا حکم دینے والے اور منکر سے روکنے والے اور نماز قائم کرنیوالے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ تعالیٰ و
اسکے رسول کے مطیع ہوتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ۔ بیضاوی رح نے کہا کہ سین بمعنی قد یعنی مؤکد و متوقع ہے اور وعدۂ الٰہی
لامحالہ ہوگا پس معنی یہ کہ جن بندوں کے ایسے صفات ہیں ضرور اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرما دیگا۔ اشارت ہے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی میں
صبر و ثابت قدمی رکھیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ البتہ اللہ تعالیٰ عزیز غالب ہے جو چاہے کرے کوئی چیز مانع ہو نہیں سکتی حکیم ہے کہ جہاں جو چیز
چاہیے وہیں ثابت فرماتا ہے۔ یہ رحمت الٰہی عجیب نعمت غیر متناہی ہے کہ جس کا کوئی پار نہیں پا سکتا اور آگے اہل ایمان کے ثواب میں فی الجملہ
توضیح فرمائی ہے۔ وفی العرائس قولہ والمومنین والمومنات الخ یعنی مومنین و مومنات باہم اولیاء ہیں کیونکہ اُن کی روحیں انوار قدم میں مستغرق
تھیں وہیں اللہ تعالیٰ نے باہم اُن میں اُلفت دیدی باین طور کہ اُن کو وصال کا مزہ چکھایا پس انوار محبت الٰہی کے دلوں میں لیکر اُن انوار پر
باہم عاشق ہوئے اور باہم ایک دوسرے کی محبت میں سرگرم پس اللہ تعالیٰ کی عبادت گزاری و اُس کے رسول کی معاونت و فرمانبرداری میں باہم
معاونت کرتے ہیں ابو عثمان نے کہا کہ مومنون باہم مددگار ہیں کہ عبادت الٰہی میں معاونت اور اُس کی طرف مبادرت کرتے ہیں اور ہر ایک دوسرے کی
پیٹھ پر ٹیک دیتا ہے کہ اس سمندر سے پار ہو کر نجات پا دے تو نہیں دیکھا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مومن کیلئے مومن مانند عمارت کے ہے کہ ایک کو دوسرے
سے تقویت ہوتی ہے شیخ ابوبکر الوراق نے کہا کہ مومنوں کے باہمی موالات بے تکلف اُنکی جبلت ہے پھر حق سبحانہ تعالیٰ نے مومنوں کیلئے حسن ثواب ذکر فرمایا بقولہ عز و جل

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

وعدہ دیا اللہ نے ایمان والے مردوں اور عورتوں کو باغ بہتی ہیں نیچے اُن کے نہریں رہا کریں

فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ

اُن میں اور مکان ستھرے رہنے کے باغوں میں اور رضامندی اللہ کی سب سے بڑی یہی ہے

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۧ

بڑی مراد ملنی

وَعَدَ اللّٰهُ یہاں وعد از وعدہ بشارت ہے وعدہ وعید آگے جیسے سابق میں اہل نفاق و کفر کے عذاب میں وعید تھا۔ المعنی۔ وعدہ دیا اللہ تعالیٰ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ مومن مردوں و مومنہ عورتوں کو جنکے اوصاف اوپر مذکور ہوئے ہیں۔ جَنّٰتٍ جنتوں کا یعنی وعدہ دیا کہ جو
بندے بصفات مذکورہ بالا دنیا میں مطیع رہے ہیں اُن کیلئے بدون کسی عذاب کفارۂ گناہ کے پہلے پہل جنات ہیں جمع جنت بمعنی باغ تر و تازہ جسمیں
ہر قسم کے میوے ہوں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ ایسے جنات جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی یعنی اُن کے درختوں و مکانوں کے
نیچے نہریں جاری ہونگی۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مقدرین الخلود فیہا۔ داخل ہوتے وقت اُنکے لئے مقدر ہوگا کہ اسمیں ہمیشہ رہو کبھی نہ مرو نہ تمہارا
شباب زائل ہو نہ اسمیں سے کسی طرح زوال ہو۔ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً اور ایسے مساکن جو پاکیزہ خوشگوار ہیں موتی و یاقوت و زمرد کے مکانات

جو آدمی کے واسطے سراسر عجائب قدرت الٰہی ہونگے - فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ یہ مساکن طیبہ واقع ہونگے جنات عدن مین - عدن لغت مین بمعنی اقامت
وخلود ہی یقال عدن بالمکان یعدن عدونا اسے اقام بہ - اسی واسطے کہا گیا کہ جنات جملہ عدن ہین اور فائدہ یہ کہ ایک جنات تو باغہائے تر و تازہ
ہین جن کے تحت مین نہرین جاری ہین اور دوسری جنات موتیون وغیرہ کے مکانات ہین جنہین مسکنہائے طیبہ ہین اور اخبار و آثار سے ظاہر ہوتا
ہے کہ عدن مقام خاص جنت مین ہی کہ جس کا علم ہی اور کشاف مین کہا کہ عدن علم ہی بدلیل قولہ تعالیٰ جنات عدن التی وعد الرحمن عبادہ الآیۃ - وفی تفسیر
الحافظ وعن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلعم جنتان من ذہب آنیتہما وما فیہما وجنتان من فضۃ آنیتہما وما فیہما وما بین القوم وبین ان ینظروا
الی ربہم الا رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن - یعنی دو جنت سونے کی ہین اُن کے ظروف وجو کچھ اُن مین ہے سب سونے کا ہی اور دو جنت چاندی
کی اُن کے ظروف وجو کچھ اُن مین ہی سب چاندی کا ہی اور نہین کوئی مانع درمیان قوم کے اور درمیان اس بات کے کہ اپنے پروردگار کی طرف نظر
کرین مگر ردائے کبریائی اسکی وجہ ذو الجلال پر جنت عدن مین - رواہ البخاری ومسلم مترجم کہتا ہی کہ بیہقی رح نے اس حدیث کے معنی مین تنبیہ کر دی
کہ یہ معنی نہین ہین کہ وجہ الٰہی جل جلالہ پر ردائے کبریائی ہوگی بلکہ معنی یہ ہین کہ غایت جلال سے قوم کو یہ طاقت نہ ہوگی کہ نظر کر سکین پھر دوسرے وقت
جب اہل جنت عدن سے پردہ دور کیا جائیگا اور طاقت از جانب اللہ تعالیٰ عطا ہوگی تو دیکھین گی - اس حدیث سے بھی ظاہر ہوا کہ عدن مقام
خاص جنت مین ہی جس کے شرف کا بیان یہ کہ وہان حضرت رب العزت جل جلالہ سے اسقدر تقرب حاصل ہی کہ سوائے ردائے کبریائی کے اور کچھ حائل نہ ہوگا -
ابو موسیٰ رض نے مرفوع روایت کی کہ مومن کیلیے جنت مین مجوف ایک موتی کا ساٹھ میل طول کا خیمہ ہوگا اسمین اُسکی ازواج ہون گی - اُن مین سے ہر ایک
پاس جائے گا اور بعض کو بعض نہ دیکھین گے - رواہ البخاری ومسلم - ابو ہریرہ رض سے ہی کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول پر ایمان لایا اور نماز کو ٹھیک ادا کرتا
رہا یعنی مال ہو تو زکوٰۃ دی و حج کیا اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ عز وجل نے کرم سے بر حق کر دیا کہ اُس کو جنت مین داخل کرے خواہ اُس نے
ہجرت کی ہو اللہ تعالیٰ کی راہ مین یعنی جہاد کیا ہو یا وہین بیٹھا رہا جہان پیدا ہوا ہے - صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ لوگون کو ہم یہ خبر نہ دیدین فرمایا
کہ جنت مین سو درجے ایسے ہین جو اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ مین جہاد کرنے والون کیلیے رکھ چھوڑے ہین ہر دو درجہ کے بیچ مین ایسا فرق ہی جیسا آسمان
و زمین کے بیچ مین ہی سو جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو فردوس مانگا کرو کہ وہ اعلائے جنت و اوسط جنت ہی اسی سے جنت کی نہرین جاری ہین
اور اُس کے اوپر عرش الرحمن ہی - رواہ البخاری ومسلم عن ابی ہریرہ رض والطبرانی والترمذی وابن ماجہ عن معاذ بن جبل مرفوعًا والترمذی عن عبادہ بن
الصامت ایضًا اور غرفہائے جنت کی بابت صحیح ہوا کہ اہل جنت بعض کو بعض ایسے دکھلاوین گے جیسے آسمان مین ڈوبے ہوئے تارے کو چمکتا
دکھلاتے ہین اور فرمایا کہ واللہ ایسے لوگون کو ملین گے جنہون نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھا اور رسولون کی تصدیق کی - اور وارد صحیح ہوا کہ جنت مین
سب سے اعلیٰ مقام کا نام وسیلہ ہی و صحاح و سنن و مسانید مین کثرت سے وارد ہی کہ آپ نے فرمایا کہ وہ ایک ہی شخص کو ملیگا اور مجھے اُمید ہی کہ وہ
مین ہی ہون - قال المترجم یہ صریح نص ہی کہ آنحضرت صلعم اللہ تعالیٰ کی مخلوق مین سب سے مطلقًا افضل ہین اور حدیث مین ہی کہ جس نے بعد اذان کے
میرے لیے وسیلہ ملنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کی قیامت مین اُسپر میری شفاعت نازل ہوگی - ایک روایت مین ہی کہ قیامت مین اسکی شفاعت کرونگا
ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ عمارت جنت سونے و چاندی کی اینٹون سے اور گارہ مصالحہ مسک کا اور ریزہ کنکر اس کے موتیون کے اور خاک
زعفران کی جو اسمین داخل ہوگا ہمیشہ لذت عیش مین خوش کبھی نہین اُکتائیگا ہمیشہ زندہ کبھی نہین مریگا اور کبھی اُسکے کپڑے کہنہ نہ ہونگے
اور کبھی اُسکا شباب زائل نہ ہوگا - رواہ احمد ونحوہ عن ابن عمر - اور حضرت علی رض سے مروی ہی کہ جنت مین غرفہ ہین جنکا اندر سے باہر اور باہر سے
اندر دکھلائی دیتا ہی تو ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کس کے لئے ہین فرمایا کہ جس نے پاکیزہ کلام کیا اور طعام دیا اور برابر روزے رکھے

اور رات میں نماز پڑھی جب لوگ سوتے ہیں۔ رواہ الترمذی والطبرانی وقال الحافظان کلا من الاسنادین جید حسن۔ اسامہ بن زید سے مرفوع روایت میں ہے کہ قسم رب کعبہ کی جنت کا حصر نہیں وہ نور جگمگاتا ہے وہ ہرے بھرے خوشبودار درخت لہلہاتے ہیں الی آخر الحدیث رواہ ابن ماجہ۔ اور صحاح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندگان صالحین کے لئے وہ کچھ مہیا رکھا ہے جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر اسکا خطور ہوا۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ رضا کی نسبت رضوان میں زیادتی ہے کیونکہ زیادت کلمہ زیادت معنی پر دلیل ہوتا ہے خصوص جبکہ موصوف بصفت کائن من اللہ ہو اور خصوص جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کے اکبر ہونے کو فرمایا تو قیاس کی کیا مجال کہ اسکی بزرگی دریافت کرے۔ یعنی اور رضوان اللہ کی طرف سے سب سے اکبر ہے۔ ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ اے اہل جنت عرض کرینگے کہ پروردگار لبیک وسعدیک ہم تیرے حضور میں بخوشی بسر وچشم حاضر ہیں تیرے ہی قبضۂ قدرت میں سب بھلائی ہے۔ فرماویگا کہ بھلا تم راضی ہوئے عرض کرینگے کہ رب ہمارے ہم کیوں نہ راضی ہوں حالانکہ تو نے ہم کو وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو اپنی خلق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ رب تبارک وتعالیٰ فرماویگا کہ بھلا تم کو اس سے افضل دوں عرض کرینگے کہ رب ہمارے اس سے افضل اور کیا ہے۔ فرماویگا کہ تم پر اپنا رضوان نازل کرونگا اسکے بعد کبھی تم پر سخط نہ فرماؤنگا۔ رواہ البخاری ومسلم والبوبکر البزار رحمہ اللہ تعالیٰ نے جابر بن عبداللہ رض کی روایت سے اسی معنی کی حدیث میں آخر کلام یوں روایت کیا اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ میرا رضوان اس سب سے اکبر ہے یعنی سب سے بزرگ مرتبہ ہے وقال الضیاء المقدسی اسنادہ عندی علی شرط الصحیح کذا ذکرہ الحافظ رح۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطی رح نے بدور السافرہ میں آثار واخبار کثیرہ سے قولہ تعالیٰ الحسنیٰ وزیادۃ الآیۃ کی تفسیر میں دیدار حضرت باری تعالیٰ مراد ہونا ثابت کیا ہے اور ظاہر ہے کہ اہل ایمان جن کو اپنے خالق تبارک وتعالیٰ سے کمال محبت ہے جنت کو اسی وجہ سے چاہتے ہیں کہ وہ مقام ہے جہاں ان کو رضوان حضرت حق سبحانہ تعالیٰ حاصل ہوگا وہ مقام ہے کہ جہاں دیدار پاک بلا کیفیت وتشبیہ نصیب ہوگا سبحان اللہ تعالیٰ اس سے بڑھکر کون مقام ہے۔ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ یہ جو کچھ انعام مومنوں کیلئے مذکور ہوا یہی فوز عظیم ہے۔ دنیائے دنی ناپائدار کی لذات ومتاع اور جواہر وسونا وچاندی واولاد اور تمام روئے زمین کی سلطنت سہی جسکو کافر ومنافق آخرت سے منکر بے ایمان لوگ فوز عظیم سمجھتے ہیں وہ فوز عظیم کیسا کچھ بھی نہیں مگر آنکہ اللہ تعالیٰ اس سے آخرت کیلئے سامان ونفع اٹھانیوالا کرے جس سے جنت حاصل ہو تو البتہ کیونکہ فوز عظیم یہی انعام آخرت ہے ف۔ وفی العرائس فی اشارات الآیۃ الکریمۃ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین صادقین کو آخرت میں اعلیٰ شہود اور دیدار کا وعدہ فرمایا۔ اور یہ وعدہ الٰہی ہے جسکو نقد وصول جان لو کیونکہ اسکی خبر عین معائنہ ہے صرف موت کی دیر ہے دنیا میں اس کے قدس سے معطر ہوائیں مشام اہل انس کو مفرح اور معنبر رہا ہیں ارواح اہل قدس کو معطر فرماتی ہیں انکے قلوب ہر چیز سے منقطع اسی کی طرف راغب ہیں یہی انوار وریاحین ہے جن سے ان کے دل اللہ تعالیٰ سبحانہ کے شوق میں بیخود اور اسکی محبت میں اپنی خودی سے باہر رہتے ہیں اور اسی کے شوق وصال میں طائر ہیں۔ واضح ہو کہ نفس آیت کریمہ میں اس وعدہ پاکیزہ کو عبودیت کی کسی شرط سے مقترن نہیں فرمایا یعنی اپنے وعدہ کو مثلاً یوں نہ فرمایا کہ مومنوں کے امر بالمعروف ونہی از منکر واقامۃ الصلوٰۃ وغیرہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت عطا فرمائی بلکہ یہ افعال عبودیت تو مومنوں کے اصلی نشان اور ان پر آسان ہیں اور رحمت الٰہی فضل واحسان ہے تو آیت میں شرط عبودیت پر معلق نہ فرمانا دلیل ہے کہ یہ عطا ان پر بدون کسی علت کے فضل واحسان ہے اور جو چیز جس کھان کی ہے وہیں پہونچائے جانے میں داخل ہے کیونکہ اہل عرفان کی مٹی رضوان کی کھان سے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ الآیۃ۔ حق تعالیٰ نے ازل میں مطیع بندوں کو اپنی درگاہ کی حضوری کے لئے برگزیدہ فرمایا اور مومنین صادقین سے موسوم کیا جب بندہ اپنے خالق کا مطیع اور مومن صادق ہوتا ہے تو وہ صالح وشہید ہوتا ہے کیونکہ نفسہم اوصا

سے دماغ جان اُسکا معطر ہوجاتا ہی تو وہ اپنی جان راہ حق مین فدا کر دیتا ہی اور اللہ تعالیٰ پروا نہین فرماتا ان لغزشون کی جو اُس کی صورت ظاہری سے ظہور مین آتی ہین کیونکہ مومن سے جب گناہ سرزد ہوا تو وہ نادم ہوکر اُس معصیت کو جو اُس کے حق مین درگاہ مولیٰ مین شرمساری کا سبب ہوئی ہی نظر عداوت سے دیکھتا ہی پس شہوت معصیت اُس کے حق مین منغص و مکدر ہوجاتی ہی اور پروردگار کی جناب مین شرمندگی سے اس کا دل پانی پانی ہوجاتا ہی پس اُس کی معصیت بھی طاعت ہوجاتی ہی - بندگان مومنون کو وعدہ جنت ہے اور وہ اصلی مشاہدہ کا مقام ہی جس کے کشف سے دنیا مین جنت دیدار وشہود مین اُن کے دل ڈوبے ہوئے ہین وے اس جنت کے سوائے کسی طرف نگاہ نہین کرتے ہین اور اُن کو مساکن طیبہ کا وعدہ دیا حالانکہ ارواح سے مشاہدۂ جمال و قرب وصال مین ساکن ہین پس معصیت پر غضب کی نگاہ سے دیکھکر وہ اُسکا مکدر و بے لذت کر دیتا ہی اور توبہ کر کے حضور مولیٰ مین سر جھکاتا اور شرم وحیا سے اسکا دل پانی پانی ہوا جاتا ہی پس یہ معصیت کہان ہی اُسکے حق مین تو اور طاعت ہوگئی سنو کہ پاک معبود نے اُن کو جنتون کا وعدہ دیا اور حالت دیکھو کہ وے مشاہدۂ انوار جمال کے باغون مین مستغرق پڑے ہین پھر جنتون کی طرف کیا التفات کرین - اُنکو مساکن طیبہ کا وعدہ فرمایا اور وے مشاہدہ و قرب وصال کے پاکیزہ منازل مین ساکن ہین اور ہر دم لذت خطاب لطائف اسرار اُن پر جاری ہین اور اُس کی اُمید وصال مین ہفت اقلیم کی سلطنت پر لات مارے اُسکی طاعت مین مسرور و مبتہج ہین اور انوار آیات کے دوران مین اُن کی عقلین نہایت خوش اور مشاہد صفات سے اُن کے قلوب خوشگواری سے سیراب ہو رہے ہین ان نہرون سے دما دم شربت محبت پیتے اور حیرت کے ساتھ لحظہ بلحظہ شکرگزار ہین اُسی کی توفیق و تائید پر نظر رکھے ہوے رضوان اکبر کے بال و پر سے پر فضا بلندی اسرار صفات و سبحات ذات مین اُن کی روحین بلند پرواز ہین ہمیشہ ہر دم اُن کو انکشاف جمال قدم و جلال سرمدی سے تعلق ہی - اسی کا نام رضوان اکبر ہے کہ اُن کے چہرون سے صبح صفات چمکتی ہی اور وہ سبحان ہین اسی کا اکرام افضل ہی کہ اُنکی پیشانیون سے شہود ذات کا آفتاب روشن ہی اور سب حیران ہین - اے برادر یہ بندے ہین کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے دنیا ہی مین اُن کو ایسا سرفراز کیا کہ خاک سے ہمرنگ اور سایۂ عرش مین آرمیدہ ہین جو جنات و وعدہ خیرات اورون کیلئے کل ہی وہ اُن کو آج حاصل ہی پھر کل اُن کیلئے کیا کچھ کرامت اصل ہوگی سنو کوئی جگہ پاکیزہ ہو کوئی باغ پر فضا ہو جبھی خوب ہی کہ وہان دیدار قدس قدم ہی تو اُس کے مشاہدہ پر منزل و مسکن پر کب نظر آتا ہی - استاد مرحوم نے کہا کہ نشان اس رضوان اکبر کا یہ ہی کہ ہر مزہ سے گم ہو تو راحت اُنس پاوے جو مقاصر از راحت دار القدس نہین بلکہ اتم اعظم ہی فافہم - بالجملہ یہ بندے ہین کہ اُن کی نظر مین سوائے ذات وحدہ لاشریک اُسکی صفات و افعال قدرت کے کچھ نہین حتیٰ کہ خود اُن کی نظر بھی نہین ہی - سنو کہ حضرت رب العزت وحدہ لاشریک کے غیرت قدم نے نہ چاہا کہ اہل اتحاد و وصال اپنی نظر مین وجود اہل کفر و ضلال و اغیار ناہنجار باقی رکھین لہذا آنحضرت صلعم کو مطلقاً جہاد کا حکم دیا - بقولہ

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ

اے نبی لڑائی کر کافرون سے اور منافقون سے اور تندخوئی کر اُن پر اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۚ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا

اور وہ بری جگہ پہونچے قسمین کھاتے ہین اللہ کی ہم نے نہین کہا اور بیشک کہا ہے لفظ کفر کا اور منکر ہوگئے ہین

بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

مسلمان ہوکر اور فکر کیا تھا جو نہ ملا اور یہ سب کرتے ہین بدلا اُسکا کہ دولتمند کر دیا اُن کو اللہ نے اور اُس کے رسول نے

مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا

اپنے فضل سے سو اگر توبہ کرین تو بھلا ہے اُن کے حق مین اور اگر نہ مانینگے تو ماریگا اُن کو اللہ دُکھ

اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

کی مار دنیا اور آخرت مین اور نہین اُن کا روئے زمین مین حمایتی نہ مددگار

اللہ تعالی نے اس آیت مین اپنے رسول محمد صلعم کو اور اُن کی تبعیت مین تمام اُمت کو قیامت تک حکم کیا کہ کفار و منافقین سے جو قول و فعل و حال مین مومنین کے برخلاف ہین جہاد کرین اور حکم دیا کہ اُن پر غلظت و سختی کرین جیسے اُن کے برخلاف مومنون کیلئے بحکم قولہ واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین۔ نرمی و مواسات کا حکم دیا ہے اور یہ خبر دیدی کہ اہل کفر و نفاق کا مرجع دار آخرت مین جہنم ہے۔ اور منافقون نے جھوٹی قسمین کھا کر جن باتون کو زبان سے کہنے سے انکار کیا تھا اُسکی خبر دیدی کہ ضرور اُنھون نے یہ باتین کہی ہین اور اسلام ظاہر کرنے کے بعد اب زبان سے کھلم کھلا آپس مین کفر بجا شروع کیا ہے پس غیب کی خبر دیدی کہ منافق جھوٹے ہین ضرور اُنھون نے یہ کلمات زبان سے بکے ہین اور تنبیہ کردی کہ منافقون نے جس امر کا ارادہ کیا تھا وہ اُن کو حاصل نہ ہوا۔ سبحان اللہ تعالی پردہ رکھکر بات فرمائی کہ منافق سمجھ گئے پھر اُن کو توبہ کی طرف ارشاد کیا تو بعض جن کی تقدیر اچھی تھی سچے مسلمان ہوگئے۔ اب تفسیر سلوک فرمایا۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ خطاب ہے محمد صلعم کو اور تبعیت مین مومنین داخل ہین اور یہ مومنون کے لئے فضیلت ہے اور مومن نہایت متبع رسول اللہ صلعم ہوتا ہے اور اُس کے کام بہ نیت موافقت و اتباع رسول اللہ صلعم ہوتے ہین لہذا لفظاً آنحضرت صلعم کو خطاب کیا کہ اے نبی مکرم محمد صلعم۔ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ تو جہاد کر کافرون و منافقون پر۔ کافرون پر تلوار سے جہاد ہے اور اصل مقصود یہ کہ پہلے فہمائش و نصیحت کی جاوے جب مانین اور فتنہ مٹتا نظر نہ آوے تو کہا جاوے کہ طریقہ عدل کے مطیع بنکر مغلوب رہو جب یہ بھی نہ مانین تو تلوار سے فتنہ و فساد مٹا دو اور منافق چونکہ بظاہر مطیع تھے لیکن باطن مین فتنہ پھیلاتے تو اُن پر جہاد اسی قدر کافی ہے کہ زبان سے بھی فتنہ کی باتین نہ نکالین حسن رح و قتادہ و مجاہد رح نے کہا کہ منافقون پر جہاد یہ کہ اُن پر حدود قائم کئے جاوین یعنی جب ایسا فعل بد کرین جس پر کوئی سزا مقرر ہے تو یہ سزا اُن پر جاری کردے اور بیضاوی رح نے کہا کہ اسمین تاویل ہے اسلئے کہ حدود قائم کئے جانے کا حکم تو ایسے گنہگارون پر بھی ہے جو منافق نہ ہون تو نفاق سے اُسکو کیا تعلق ہے۔ اور ضحاک رح نے کہا کہ کفار سے جہاد تلوار سے اور منافقون سے زبانی کلام کے ساتھ بسختی و درشتی۔ یہی مقاتل و ربیع بن انس سے مروی ہے اور اسی کے مانند ابن عباس کا قول ہے اور ابن مسعود رض نے کہا کہ ہاتھ سے روکے اور قدرت نہو تو زبانی درشتی کرے۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ بعض علماء نے کہا کہ ان اقوال و تفاسیر مین کچھ منافات نہین کیونکہ جیسی حالت ہو اسی کے موافق مواخذہ کرے اور شیخ ابن جریر رح نے یہ اختیار کیا کہ منافق جب کھلم کھلا اپنا نفاق ظاہر کرے تو اُسپر تلوار سے جہاد کیا جاوے۔ جمہور علماء کے نزدیک دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ منافق پر تلوار کا جہاد نہین اور تفسیر کبیر وغیرہ مین ہے کہ آیت کریمہ سے ہر دو فریق پر مطلقاً جہاد کرنے کا حکم ثابت ہوا اور کیفیت جہاد دیگر دلائل منفصلہ سے ثابت ہوئی کہ کافرون پر تلوار سے اور منافقون پر کلام درشت و حجت واضحہ سے جہاد کیا جاوے لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول سابق مین مذکور ہوا کہ آنحضرت صلعم چار تلوارون کے ساتھ مبعوث ہوئے ایک تلوار مشرکون کیلئے چنانچہ حکم دیا۔ فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین الآیۃ۔ دوم تلوار اہل کتاب یہود و نصاری کیلئے کما قال تعالی قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر الی قولہ من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون سوم تلوار منافقون کیلئے۔ کما قال یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین۔ چہارم تلوار مسلمان باغیون کیلئے کما قال فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ

له جب اسلام ... مشرکین سے قتال ... ۱۲ م

الی امر اللہ۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ کلام مقتضی ہی کہ منافق جب نفاق ظاہر کرے تو اُس کے ساتھ تلوار سے قتال کیا جاوے۔ مترجم کہتا ہی
کہ شاید جمہور نے منافقین کی تلوار کو معنی مجازی پر محمول کیا ہو یعنی تیز زبان وحجت واضحہ سے اُن پر جہاد ہو ولیکن پوشیدہ نہین کہ مختار ابن جریر
اقویٰ ہی اور آیت مین بھی اسطرف دلالت ہے کیونکہ منافقین تو جبھی اہل نفاق معلوم ہونگے کہ جب ظاہر کرین اور اسوقت بمنزلہ کفار مجاہرین
کے ہوے یا بمنزلہ مرتدین کے اور مرتد کو بھی قتل کیا جاوے اور قولہ کفروا بعد اسلامہم۔ ان کے ارتداد پر دلالت کرتا ہی اور اگر کہا جاوے کہ
آنحضرت صلعم کے عہد مین ان منافقون نے جہر نہین کیا تو جواب یہ کہ بوحی الٰہی ودلیل قطعی اُن کا نفاق ایسا ظاہر ہوا جیسے اُن کے جہر سے
ثابت ہوتا اور گویا اسیواسطے آنحضرت صلعم کو مخصوص حکم کیا کہ امر شرع مین یہ لوگ منافق ہی تھے ولیکن وارد ہوتا ہی کہ منافق مرتدون کے کہان
قتل کیے گئے اور جواب یون ممکن ہی کہ توبہ ورجوع حقیقۃً یا حکماً یعنی بظاہر پائی گئی اور بنظر ظاہر شرع کے حکم نفاق خفیہ اُن پر جاری رہا
اگرچہ پہلے بحکم قولہ کفروا بعد اسلامہم۔ کے اظہار ارکان اسلام کے بعد کفر ظاہر کیا تھا۔ بیضاوی رح وغیرہ نے جمہور کے موافق یون تفسیر کی کہ
جاہد الکفار بالسیف والمنافقین بالزام الحجۃ واقامۃ الحدود یعنی اے نبی مکرم محمد صلعم جہاد کر کافرون پر یعنی تلوار کے ساتھ اور منافقون پر
یعنی باین طور کہ حجت واضحہ سے اُن کو ملزم کر اور حدود اُن پر قائم کر۔ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ۔ اور ان لوگون پر اس بارہ مین غلظت ودرشتی کر
غلظت کے معنی درشتی کرنا خلاف لینت ونرمی کے۔ چونکہ آنحضرت صلعم رفق فرماتے تھے لہذا ایسا حکم دیا۔ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ
اور جہنم ایسے لوگون کا ٹھکانا ہی یہ جملہ مستانفہ ہی۔ کما قال ابو السعود رح اسمین اُن کے انجام کار کا بیان ہی۔ اور معنی یہ کہ کفر ونفاق کی صفت کیساتھ وہ جہنم
کے لائق ہین۔ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ اور مرجع اُن کا جہان انجام کو جاوینگے وہ بُرا ٹھکانا ہی اور جہنم مین جاوینگے تو جہنم بہت بُری جگہ ہی یعنی فی نفسہٖ وہ
اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہی ولیکن جو لوگ اسمین عذاب پاوینگے اُن کے حق مین بُری ہی يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا۔ اور قسم کھاتے
ہین اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ کہ اُنھون نے یہ نہین کہا یعنی جھوٹ قسم یون کھاتے ہین کہ واللہ ہم نے نہین کہا۔ وَلَقَدْ قَالُوْا
كَلِمَةَ الْكُفْرِ۔ اور حال یہ کہ البتہ اُنھون نے کلمہ کفر کہا۔ چونکہ قسم کے ساتھ وہ منکر تھے لہذا اردو مین حرف لقد کے ساتھ جو مشعر قسم ہی اثبات
فرمایا یعنی واللہ ضرور اُنھون نے کلمہ کفر کہا۔ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ۔ اور کافر ہوئے اپنے اسلام کے۔ یہ مراد نہین کہ پہلے اُن کو
ایمان حاصل تھا بلکہ اسلام سے انقیاد مراد ہی یعنی بعد اظہار اسلام کے اب کلمہ کفر زبان سے بھی ظاہر کیا۔ ظاہر کلام مشعر ہی کہ منافقون نے
کوئی بات کہی تھی پھر جھوٹی قسمین کھا کر اُس سے انکار کیا پس اصل مقصود یہ کہ اہل نفاق ایسے لوگ ہین کہ جھوٹی قسمین کھانے مین بیباک
اور زبان کے جھوٹے اور فساد کرنیوالے اور ظاہر مین کچھ اور باطن مین کچھ ہین اُن مین بالکل دیانت وامانت نہین اُن سے خلق خدا کو سخت ضرر پہنچے
اور وے فریب وفساد کی جڑ ہین بلکہ کھلم کھلا کافرون سے بھی بڑھکر کیونکہ اُن سے کوئی فریب نہ کھاے گا اور نہ اس طرح بے امانت ہین۔
اور بڑے باریک قبائح جو منافقون کے ان اطوار مین مضمر ہین اُن کا کہان تک بیان ہو کیونکہ غور کرو تو جملہ قبائح اسمین مندرج ہین۔ پھر
آیا اخبار وآثار سے کچھ مفصل معلوم ہوا کہ یہ کیا قصہ تھا اور آیا سب منافقین اسطرح کہنے والے تھے یا بعض نے کہا اُسکو سب کی طرف بسبب
یکسان حالت وباہمی رضامندی کے نسبت کر دیا گیا تو شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی منافق کے حق
مین نازل ہوئی اور بات یہ ہوئی تھی کہ تبوک کے مقام مین ایک مرد جہنی اور ایک انصاری مین کچھ جھگڑا ہوا اور جہنی نے انصاری پر تعلی کی
تو عبداللہ بن ابی منافق نے کہا کہ لے گروہ انصار اپنے بھائی کی مدد نہ کروگے واللہ ہمارے اور محمدؐ کی مثل ایسی ہی جیسے کسی نے کہا ہی کہ اپنا کتا پال پال
کے موٹا کر وہ تجھے کھائیگا اور ہم تو جب مدینہ لوٹ جاوینگے تو جو ہم مین عزت والے ہین وہ ذلت والون کو نکال باہر کرینگے۔

اس منافق خبیث کی یہ باتین کسی نے رسول اللہ صلعم تک پہونچائین پس آپنے اسکو بلوایا تو لگا قسمین کھانے کہ واللہ یا رسول اللہ مین نے تو کچھ بھی نہین کہا ہو پس اسی کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی۔ انس بن مالکؓ سے عبداللہ بن الفضل نے سنا کہ واقعۂ حرہ مین جب میری قوم بہت مصیبت مین مبتلا ہوئی تو مجھے سخت غم لاحق ہوا تو زید بن ارقمؓ نے مجھے میرا غم سنکر لکھا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللھم اغفر للانصار ولابناء الانصار۔ ابن الفضل کو شک ہو کہ ابناء ابناء الانصار بھی کہا تھا یا نہین یعنی انصار کیلیے و اُن کی اولاد کے لئے دعاء مغفرت مانگی یا پوتون ناتیون تک کیلیے دعا فرمائی پھر انسؓ نے زید بن ارقم کے حق مین کہا کہ آنحضرت صلعم نے اُسکے حق مین فرمایا کہ اوفی اللہ لہ باذنہ اور بات یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلعم خطبہ پڑھتے تھے اور ایک منافق کہنے لگا کہ اگر یہ شخص سچا ہو تو ہم لوگ گدھون سے بدتر ہوئے۔ زید بن ارقم نے سنکر کہا کہ ہان واللہ محمد صلعم تو سچے ہین پھر تو ضرور گدھے سے بدتر ہو پھر آنحضرت صلعم کے پاس مرافعہ مین وہ منافق منکر ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے زید بن ارقم کی تصدیق نازل فرمائی بقولہ یحلفون باللہ ما قالوا الآیۃ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قولہ پھر انس نے زید بن ارقم کے حق مین کہا۔ شاید آدمی کا وہم ہو اور یہ کلام امام زہری راوی اعلیٰ یا موسیٰ بن عقبہ راوی وسط کا قول ہو اور واضح رہے کہ مشہور یہ ہو کہ جو قصہ یہان مذکور ہوا یہ غزوہ بنی المصطلق مین واقع ہوا تھا نہ تبوک مین پس آیت کریمہ کے ذکر مین شاید راوی کو وہم ہوا کہ بجائے دوسری آیت کے اسکو ذکر کر دیا واللہ اعلم۔ اور محمد بن اسحاق نے باسناد جید کعبؓ بن مالک انصاری سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلعم تبوک سے واپس تشریف لائے تو مجھے میری قوم نے سخت کیچڑا کہ تو مرد شاعر ہو جا کر حضور مین کچھ عذر بنا کر اپنا اعتذار کرے پھر دروغگوئی کا گناہ ہو گا اُس سے استغفار کر لینا۔ تمام حدیث طویل جو انشاء اللہ آویگی ذکر کی چنانچہ اسمین ہو کہ پھر کعب بن مالکؓ نے بیان کیا کہ جن منافقون کے حق مین بچھڑ رہنے وغیرہ کے فضائح مین قرآن نازل ہوا اُن مین سے بعض وہ تھے کہ آنحضرت صلعم کے ساتھ موجود رہتے چنانچہ جُلاس بن سوید بن الصامت بھی تھا اور اُس نے عمیر بن سعد کی مان سے نکاح کیا تھا اور عمیر اُسکی تربیت مین تھے سو جب قرآن نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے منافقون کو بعض فضائح و قبائح کے ساتھ ذکر فرمایا تو جلاس بولا کہ واللہ اگر یہ شخص سچا ہو تو ہم لوگ گدھون سے بدتر ہین۔ یہ بات عمیر بن سعد نے سنی اور کہا کہ اے جُلاس قسم ہو اللہ تعالیٰ کی کہ مین تجھے لوگون سے زیادہ چاہتا ہون اور تیرے مجھ پر احسان ہین مجھے نہین منظور کہ تجھے بُرائی پہونچے ولیکن تو نے ایسی بات کہی کہ چھپانے مین خیانت ہو اور ذکر کرنے مین تیری فضیحت اور تیری طرف سے مجھے اپنی ہلاکت کا خوف ہو مگر دونون مین سے مجھے ایک آسان ہو پھر عمیر نے جا کر آنحضرت سے بیان کیا اور جب جلاس نے سنا تو جا کر قسمین کھائین کہ مین نے نہین کہا اور عمیر کا دشمن ہو گیا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ویحلفون باللہ ما قالوا الیٰ آخر الآیۃ۔ پس آنحضرت صلعم نے جلاس کو اُس کے دروغ پر آگاہ کیا۔ ابن اسحقؒ کا قول ہو کہ جلاس نے یہ سنکر توبہ کی و نفاق چھوڑا اور اچھا مسلمان ہو گیا۔ عروہ بن الزبیر سے بھی روایت ہو کہ یہ آیت جلاس کے حق مین بسبب مقولۂ مذکور کے نازل ہوئی ہو اور ابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم ایک درخت کے سایہ مین بیٹھے تھے پس اپنے اصحاب سے کہا کہ تمھاری طرف گھورتا ہوا ایک آدمی آویگا تم مین سے کوئی کچھ مت بولنا۔ پھر ایک کرنجا آدمی ظاہر ہوا تو آنحضرت صلعم نے اُسکو بلا کر فرمایا کہ اے شخص تو اور تیرے ساتھی کیون مجھے بُرا بھلا کہتے ہین وہ اُٹھکر گیا اور اپنے ساتھیون کو لے آیا اور سبھون نے قسمین کھانی شروع کین کہ یا رسول اللہ قسم ہو اللہ تعالیٰ کی ہم نے تو کچھ نہین کہا ہو پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ویحلفون باللہ ما قالوا۔ مترجم کہتا ہو کہ حضرت ابن عباس وغیرہ اکابر اہل تفسیر ان منافقون کے نام و نسب کو ذکر نہین کرتے کیونکہ انکی اولاد مین سچے ایمان والے لوگ تھے پس تصریح نہین کرتے کہ باہم عار دلانے وغیرہ کا فتنہ نہ پھیلے کما قد عرفت و واضح ہو کہ بعض روایات مین ہو کہ جب عمیر بن سعد نے جلاس کا کلمۂ نفاق کھول دیا تو جلاس دشمن ہو گیا اور چاہا کہ عمیر کو قتل کر دون مگر قابو نہ پایا

حتی کہ خود مسلمان ہو گیا۔ اسی وجہ سے بعض مفسرین نے اس کلام الٰہی کے یہی معنی بیان کئے۔ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۔ اور قصد کیا ان منافقون نے ایسی چیز کا جسکو نہین پایا۔ یعنی جلاس نے قتل عمیر پر قابو نہ پایا۔ بعض نے کہا کہ عبداللہ بن ابی منافق کے حق مین ہو کہ اُس نے آنحضرت صلعم کے قتل کا قصد کیا مگر اسکی ملعون امید پوری نہوئی۔ سدی رح نے کہا کہ چند ایسے لوگون کے حق مین اُتری جنھون نے چاہا تھا کہ بعد خروج رسول اللہ صلعم کے عبداللہ بن ابی کو تاج بادشاہت پہنادین۔ مترجم کہتا ہو کہ صحیح بخاری مین بھی آیا ہو کہ قبل نزول مبارک آنحضرت صلعم کے وہان والون نے اس منافق کو تاج سرداری دینا چاہا تھا مگر پورا نہوا۔ یہ قصہ آل عمران وغیرہ مین گزر چکا ہو۔ قال الحافظ اور وارد ہوا کہ غزوہ تبوک سے لوٹتے ہوئے ایک رات چند منافقون نے قصد کیا تھا کہ آنحضرت صلعم کو فریب سے قتل کرین اور قصہ یہ تھا کہ راہ مین آنحضرت صلعم نے منادی کرا دی کہ لوگ یعنی تمام لشکر بطن وادی سے ہو کر گزرے اور گھاٹی کی راہ سے کوئی نہ جائے کہ وہ راہ فقط رسول اللہ صلعم نے اختیار فرمائی ہو پس بارہ منافقون نے مسلح ہو کر ڈھاٹے وغیرہ سے اپنے آپکو چھپایا اور گھاٹی کا قصد کیا تاکہ وہان ازدحام کر کے رسول اللہ صلعم کو اس ازدحام مین نیچے ڈھکیل دین مگر ان کی ملعون مراد پوری نہوئی۔ چنانچہ حذیفہ رضی اللہ عنہ آگے سے آنحضرت صلعم کے راحلہ کی مہار تھامے ہوئے تھے اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پیچھے سے ہانکتے تھے کہ ناگاہ بارہ سوار پیچھے سے معترض ہوئے تو عمار نے آواز دی اور اُن کی سواریون کے منھون پر مارنا شروع کیا پس سب بھاگ گئے اور آنحضرت صلعم نے اُن کے نام ونسب اُن کا ارادہ بیان کر دیا۔ وہذا مصرح فیما رواہ الامام احمد والبیہقی وغیرہما والقصۃ فی الصحاح ایضاً۔ وعلی ہذا معنی کلام بطریق شمار قبائح منافقین ہین یعنی اُن کے قبائح کو شمار کیا کہ اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسمین کھاتے ہین اور بعد اظہار اسلام کے کفر ظاہر کیا اور اُن لوگون نے ایسا قصد بھی کیا تھا جو پورا نہوا اور کچھ نہ پایا۔ پس عجب اُن منافقون سے کہ باوجودیکہ آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات سے اُن کی محتاجی دور ہوئی اور تونگر ہو گئے اسپر اس احسان کا بدلہ یہ چاہتے تھے کہ فریب سے قتل کرین۔ ولذا قال تعالیٰ۔ وَمَا نَقَمُوٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ ما نقموا اے ما انکروا او ما وجدوا او ما یورث نقمتہم یعنی اور نہین انکار کیا اُنھون نے الا اس بات کا کہ اُن کو غنی کر دیا الخ یا یہ معنی کہ اور نہین پائی اُنھون نے کوئی ایسی چیز کہ جس سے اُن کو نقمت گھیرے مگر یہی کہ ان کو اللہ تعالیٰ واُس کے رسول نے اپنے فضل سے تونگر کر دیا یعنی اُن کو رسول اللہ صلعم کی طرف سے کوئی بدی نہین پہونچی بلکہ تونگری پہونچی تو اُنھون نے جو برائی چاہی وانکار کیا تو اسی وجہ سے کہ رسول اللہ صلعم کی طرف سے اُن کو تونگری ملی حالانکہ یہ بات قابل احسان ماننے واطاعت کے ہو نہ آنکہ انکار وعداوت سے بدلا کیا جائے۔ بیضاوی وغیرہ کے کلام سے مستثنیٰ منہ کی تقدیر یون ہو کہ وما نقموا شیئا الا ان اغناہم۔ اے الا اغناہم۔ یا۔ وما نقموا الشیٔ الا لان اغناہم۔ اور مروی ہو کہ جلاس بہت فقیر تھا اُس کا ایک مملوک مقتول ہوا تو آنحضرت صلعم نے اسکو بارہ ہزار درم دیت دلوائے تو وہ تونگر ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان منافقون کو ہدایت کی طرف ارشاد فرمایا بقولہ۔ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ۔ یک دراصل یکن مجزوم بجواب شرط ہو کثرت استعمال سے نون تخفیفاً حذف ہوا المعنی پھر اگر باوجود ایسے قبیح امر کے ارتکاب کے بھی وے توبہ کرین تو اُنکے لئے بہتر ہوگا سبحان اللہ تعالیٰ عجیب شان ہو کہ پھر توبہ کی راہ بتائی اور توبہ قبول فرمائی پس معلوم ہوا کہ منافق ہو یا مرتد ہو اگر توبہ کرے تو قبول ہو اور فتاوی فقہ مین جو مذکور ہو کہ آنحضرت صلعم کی شان مین بدگوئی کرنیوالا پایا جاوے کرنیوالا قتل کیا جاوے اگرچہ توبہ کرے تو یہ براہ سیاست حکم ہو ولیکن ازراہ دیانت اُس کی توبہ اگر سچے دل سے ہو تو قبول ہو فاحفظہ۔ اگر کہا جائے کہ توبہ بتانیث ہو پھر یک کی جگہ تک بتانیث چاہیے تھا جواب یہ ہو کہ توب وتوبہ ہر دو مصدر ہین پس یک کی ضمیر بجانب توب ہو علاوہ برین مصدر بمانند مخنث ہو کبھی مذکر لایا جاوے کبھی مونث۔ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا اور اگر یہ منافقین اعراض کرین باین طور کہ توبہ نکرین اور نفاق پر مصر رہین۔ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۔

عذاب دیگا اُن کو اللہ تعالیٰ عذاب دردناک ۔ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ؕ دنیا مین و آخرت مین ۔ چنانچہ حدیث لیلۃ العقبہ مین ان منافقون کے حق مین یہ عذاب آیا کہ قلب کے لٹکاؤ کی رگون مین شعلۂ آتش بھڑکا اور دوسری جانب نکلا کہ اس مرض سخت سے ہلاک ہوئے نعوذ باللہ من موت النفاق والکفر پس منافق اگر کھلم کھلا قتل و قید کی بلا مین گرفتار نہو تو اُسکا دنیا مین بلا عذاب ہونا لازم نہین اور جن احادیث سے مومن کا ہمیشہ بلاؤن مین گرفتار و شکر گزار رہنا تا آنکہ دنیا سے پاک مرجاوے اور منافق کا سرکشی مین مغرور رہنا یہان تک کہ دفعۃً جڑ سے اُکھڑ کے جہنم مین گرے ثبوت ہوتا ہے اُن سے یہان کچھ منافات نہین کیونکہ عذاب الٰہی کے طریقے اور احوال جدا جدا ہین حتیٰ کہ منافق و کفار کے مال و اولاد کے ساتھ تندرستی کی زندگی بھی عذاب و بال ہو ۔ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۔ اور منافقون کیلئے زمین مین کوئی ولی و نصیر نہین ہو ۔ اہل کفر مخذول و مطیع ہون گے اور عذاب الٰہی جس طرح چاہے آوے کوئی اُسکو روک نہین سکتا پھر منافق کس چیز پر غرہ ہو سکتے ہین ف ۔ فی العرائس قولہ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین نفس امارہ ہر انسان کے ساتھ اُسکا دشمن کافر ہو اور اُسپر جہاد اسطرح کہ اسکی خواہش سے ہسکو مردہ کر ڈالے اور منافقین شیطان و اُس کے ذریات اور اُن پر جہاد اسطرح کہ ہمیشہ بھوک اور دنیا سے افسردہ رہکر شیاطین کی راہین تنگ کر دے اور ان دشمنون پر زیادہ غلظت و سختی از جانب قلب ہو گی جو انوار روحانی سے بھرا ہوا ور واضح ہو کہ آیت سے ثابت ہوتا ہو کہ سچے اعتقاد والے کو روا ہو کہ کاذب مدعی و فاسق پر زجر و توبیخ کرے و ملامت کیواسطے اُس سے منھ موڑے ۔ محمد بن علی رح نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ کافرون کیساتھ تلوار سے جہاد کر اور منافقون کے ساتھ زبان سے ۔ سہل رح نے کہا کہ نفس بھی کافر ہو اسپر مخالفت کی تلوار سے جہاد کرنا لازم ہو یعنی جو امور خلاف شرع و بیفائدہ وہ چاہے تو اُس سے مخالفت کر اور اُسپر ندامت کے بوجھ لادا اور اُسکو آخرت کے خوف مین ہانکے سے شاید اس تدبیر سے وہ توبہ کر لے اور دار آخرت و صراط مستقیم کیطرف رجوع لاوے اور توبہ اُسی شخص کی ٹھیک ہوتی ہو جو نہایت شرم و خوف سے متحیر و مبہوت و بیقرار ہو گیا ہو چنانچہ تبوک سے پیچھے رہنے والون سے تین سچے مومن خلاف کر گئے جن کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اُنکا حال فرمایا بقولہٖ وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیہم الارض بما رحبت وظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ الآیۃ اور عنقریب یہ قصہ آتا ہو ان شاء اللہ تعالیٰ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل نفاق مین سے بعض جو سب کا نمونہ ہین عہد شکنی و بخل وغیرہ قبائح سے مذموم موصوف ظاہر فرمایا ۔ بقولہ تعالےٰ ۔

وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝

اور بعضے اُنمین وہ ہین کہ عہد کیا تھا اللہ سے اگر دیوے ہم کو اپنے فضل سے تو ہم خیرات کرین اور ہو رہین نیکی والون مین

فَلَمَّا آتَاهُم مِّن فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ ۝ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ

پھر جب دیا اُن کو اپنے فضل سے اُسمین بخل کیا اور پھر گئے ٹلا کر پھر اُس کا اثر رکھا نفاق اُنکے دل مین

إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

جس دن تک اُس سے ملین گے اُسپر کہ خلاف کیا اللہ سے جو وعدہ دیا اور اُسپر کہ بولتے تھے جھوٹ جان نہین چکے کہ اللہ

يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ ع

جانتا ہے اُن کا بھید اور مشورہ اور یہ کہ اللہ جاننے والا ہے ہر چھپے کا

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین بیان فرمایا کہ منافقون مین سے بعض وہ شخص ہو کہ پہلے اللہ تعالیٰ کو عہد و میثاق دیا کہ اگر مال مجھے روزی کرے تو مال سے صدقہ دون خیرات کرون پس نیکو کارون مین سے ہو جاؤن پھر جب دیا تو وعدہ وفا نہ کیا پس اس حرکت کی سزا مین تا دم مرگ

اُس کے دل میں نفاق قائم کر دیا نعوذ باللہ منہ۔ تفسیر سنو کہ فرمایا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ اور منافقوں میں سے بعض وہ شخص ہے کہ اُسنے اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کیا کہ۔ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمکو دیا یعنی دنیاوی مال و متاع بہت سا تو۔ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ ضرور ہم صدقہ خیرات دینگے اور البتہ ہم صالحین سے ہو جاوینگے۔ قولہ لَئِنْ اٰتٰنا لام موطئۃ القسم ہے پس قسم کے ساتھ مؤکد عہد کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اگر ہم کو مال و متاع کثیر جس میں سے خیرات نکالنا آسان ہو عطا فرماویگا تو ہم صدقہ دینگے پس قولہ لنصدقن بیان عہد ہے اور جواب قسم ہے اور رہا جواب شرط تو وہ محذوف ہے کیونکہ یہی جواب اسپر دلیل ہے اور اطلاق صدقہ یعنی لنصدقن سے جو مفہوم ہے وہ عام ہے کہ صدقہ مفروضہ و غیر مفروضہ سب کو شامل ہے گویا عہد کرتے وقت خوب عموم اظہار کر کے عہد کیا اور آفت نفاق سے اندھا پن رہا کہ اللہ تعالیٰ دل کے بھید کو جانتا ہے چنانچہ غیر مفروضہ کیسا اس منافق نے صدقہ مفروضہ بھی نہ دیا چنانچہ اُو تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے فضل سے دیدیا تو اس مال سے بخل کر گئے اور کچھ بھی صدقہ نہ دیا۔ وَتَوَلَّوْا اور طاعت الٰہی سے اعراض کیا منہ موڑا۔ وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور حال یہ کہ وے لوگ منہ موڑنے والے ہیں یعنی ہر حال میں اُن کی خصلت و عادت ہی یہی ہے۔ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ پس اس خلاف عہد کرنے کی سزا میں نفاق اُنکا اعقاب کر دیا اُن کے دلوں میں یعنی اُنکے دلوں میں نفاق بٹھلا دیا اور برابر مستمر کر دیا۔ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ۔ اُس دن تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہونگے یعنی دم مرگ تک اور اُسکا حاصل یہ کہ نفاق پر مرینگے اور نفاق کی سزا پاوینگے اس لئے کہ جب نفاق پر موت ہوئی اور موت تک نفاق رہا تو بعد موت کے ایمان مفید نہیں ہے پس نفاق پر حشر ہوا۔ رہا یہ کہ منافق نے یہ سزائے نفاق کیوں پائی تو فرمایا۔ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ بسبب اُن کے خلاف کرنے کے اُس عہد میں جو اُنھوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا۔ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۔ اور بسبب اُن کے جھوٹ بولنے کے۔ بما میں ما مصدریہ ہے پس بما اخلفوا بسبب اخلافہم اور بما کانوا یکذبون۔ ای بسبب کون کذبہم۔ اور ایک قرأۃ میں یکذبون بتشدید از تکذیب آیا اور معنی یہ کہ اور بسبب اُن کے جھٹلانے کے رسول اللہ صلعم و آیات الٰہی کو پس ظاہری اسباب میں سے ایک اُن کا خلاف وعدہ کرنا اور دوسرا جھوٹ بولنا بیان کیا یا اصلی نفاق یعنی رسول اللہ صلعم کی تکذیب بیان فرمائی۔ اور حدیث میں ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب امانت دیا جائے تو خیانت کرے۔ و عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ چار باتیں ہیں جسمیں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جسمیں اُنمیں سے کوئی ہو تو اسمیں نفاق کی خصلت ہوگی یہاں تک کہ اُسکو چھوڑ دے وہ چاروں یہ ہیں کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب جھگڑے تو فجور کرے اور جب عہد کرے تو توڑے اور جب امانت دیا جائے تو اسمیں خیانت کرے۔ بالجملہ ان علامات سے منافق پہچانا جاسکتا ہے اور جو منافق ہو اُسمیں قبائح بہت ہونگے از انجملہ یہ قبائح بھی ہونگے اور دیگر قبائح مختلف منافقوں میں مختلف اطوار سے پائے جاوینگے لہذا اللہ تعالیٰ نے یہاں بصیغہ جمع فرمایا یعنی منافقین میں سے بعض ایسے ہیں کہ اُسنے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا الی آخرہ اور اسمیں صیغہ بخلوا و معرضون وغیرہ جمع فرمائے کیونکہ خصائل نفاق میں منافقین یکسان ہوتے ہیں کمی بیشی تھوڑی ہوتی ہے اور مفسرین رحمہم اللہ نے ذکر کیا کہ سبب نزول آیت کریمہ کا واقعہ ایک شخص ثعلبہ بن حاطب کا ہے اور ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ یہی سبب نزول بہت سے مفسرین نے جنمیں ابن عباس رض و حسن رح بھی ہیں بیان کیا ہے اور اسمیں ایک حدیث بھی آئی جو ابن جریر رح و ابن ابی حاتم نے بیان لکھی ہے مترجم کہتا ہے کہ وہ ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ آپ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ

مجھے مال ومتاع روزی کرے آپنے کہا کہ دیکھ یا ثعلبة قليل تؤدي شكره خير من كثير لا تطيقه - بربادی تیری او ثعلبہ تھوڑا مال ایسا کہ جسکا توشکریہ ادا کرے ایسے بہت مال سے بہتر ہی جسکے شکریہ کی تو طاقت نہ رکھے - اُسنے پھر دوسری بار آپسے درخواست کی تو آپنے فرمایا کہ کیا تو اس امر پر راضی نہین ہو کہ اللہ تعالی کے رسول کے مانند ہو پس قسم ہو اُس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت مین میری جان ہو کہ اگر مین چاہون کہ پہاڑ میرے واسطے سونے وچاندی کے ہو جادین تو ہو کر میرے ساتھ چلین ثعلبہ نے عرض کیا کہ قسم اُس ذات پاک کی جس نے آپکو حق کیساتھ بھیجا ہو کہ اگر آپ اللہ تعالی سے دعا کرین اور حق عز وجل مجھے مال عطا کرے تو مین ہر حقدار کو اُسکا حق پہونچا دونگا پس آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی کہ اللهم ارزق ثعلبة مالا یعنی اے اللہ تعالی تو ثعلبہ کو مال عطا فرما دے - ابو امامہ نے کہا کہ پھر ثعلبہ نے کچھ بکریان لین اور وے کیڑون کی طرح بڑھنا شروع ہوئین یہان تک کہ اُسپر مدینہ کی آبادی مین رہنا دشوار ہوا پس آبادی سے باہر وادی مین رہا اور یہ شروع کیا کہ ظہر وعصر کی نماز کو جماعت سے پڑھتا اور باقی مین جماعت چھوڑ دی پھر اور بڑھا اور ہو کر کثرت زیادہ ہوئی تو اور دور جنگل مین چلا گیا یہان تک کہ جماعت بالکل چھوڑ دی صرف جمعہ کے روز جماعت مین حاضر ہوتا اور بکریون کی بڑھا ور ویسی ہی کیڑون کی طرح جاری تھی یہان تک کہ جمعہ بھی چھوڑا اور یہ شروع کیا کہ آنے جانیوالے لوگون سے راہ مین ملتا اور خبرین دریافت کرلیتا - ایک روز رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ثعلبہ نے کیا کیا تو لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اُسنے بکریان پالین اور بہت بڑھا ور ہے اُسپر مدینہ مین سکونت دشوار ہوئی اور اس کا سب حال بیان کیا تو آپنے تین مرتبہ یا ویح ثعلبہ زبان مبارک سے کہا یعنی ثعلبہ کی خرابی - پھر اللہ تعالی نے اموال مین سے صدقات لینے کا حکم نازل کیا تو آپنے جہینہ مین سے ایک اور بنو سلیم مین سے ایک آدمی مقرر کیا اور دونون کو مسلمانون سے صدقات لینے کی کیفیت لکھدی اور دونون سے کہدیا کہ ثعلبہ اور فلان مرد سلمی کی طرف بھی گذرنا اور دونون کے صدقات بے آنا پس دونون روانہ ہو کر ثعلبہ کے پاس آئے اور اس سے صدقہ کی درخواست کی اور آنحضرت صلعم کا فرمان اُسکو پڑھ سنایا - اُسنے کہا کہ یہ اور کچھ نہین یہ تو جزیہ ہی یا جزیہ کی بہن صدقہ ہو میری تو سمجھ مین نہین آتا - اچھا تم جاؤ جب فارغ ہونا تو اسطرف پھر ہوتے جانا - وہ دونون روانہ ہوئے اور فلان مرد سلمی نے جب اُن کے آنے اور صدقہ کا حکم نازل ہونے کا حال سُنا تو اپنے اونٹون کو دیکھا اُمین سے اچھے اچھے سن سال والے صدقہ کیلئے چھانٹ نکالے اور لیکر دونون کا استقبال کیا اُن دونون نے جب اُن اونٹون کو دیکھا تو کہا کہ بھائی ایسے ایسے عمدہ چھنٹے ہوئے دینا تجھپر نہین واجب ہو اور ہم اُن کو تجھ سے لینا نہین چاہتے ہین اُسنے کہا کہ واجب نہین سہی مگر تم یہی لو میرے دل کی خوشی اسی مین ہو یہ سب صدقہ ہی کیلئے ہین اور ان دونون نے اُنھین کو لے لیا اور اسی طرح اور لوگون سے موافق حکم کے صدقات لیتے ہوئے پھر ثعلبہ کی طرف لوٹ کر آئے - اُسنے کہا کہ مجھے تم فرمان تو دکھلاؤ اُسکو پڑھکر کہنے لگا کہ یہ اور کچھ نہین یہ جزیہ ہی یہ اور کچھ نہین جزیہ کی بہن صدقہ ہو اب تم اسوقت تو جاؤ مین اسمین اپنی رائے سے غور کرون - وہ دونون روانہ ہو کر نبی صلعم کے پاس آئے اور ہنوز دونون نے کچھ عرض نہین کیا تھا کہ آپنے دونون کو دیکھتے ہی فرمایا کہ یا ویح ثعلبہ - ثعلبہ کی خرابی وبربادی آئے اور مرد سلمی کو دعا دی - پھر ان دونون نے سلام کر کے حال بیان کیا کہ ثعلبہ نے ایسا ایسا کہا اور فلان مرد سلمی نے اس طرح صدقہ کے اونٹ بخوشی خاطر اصرار کیساتھ ہم کو دیئے ہین پھر اللہ تعالی عز وجل نے نازل فرمایا - ومنهم من عاهد الله الخ - اور رسول اللہ صلعم کے پاس ثعلبہ کے اقارب مین سے ایک شخص موجود تھا اُس نے وحی الٰہی کو سنا اور روانہ ہو کر ثعلبہ کو آگاہ کیا کہ تیرے حق مین یون نازل ہوا ہی تیری خرابی تو نے کیا کیا - پس ثعلبہ روانہ ہو کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین آیا اور درخواست کی کہ میرا صدقہ قبول کر لیجئے آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنیسے منع فرمایا ہی پس ثعلبہ نے اپنے سر پر خاک ڈالنی شروع کی اور رسول صلعم نے اسکو فرمایا کہ او ثعلبہ یہ سب تیرا ہی کیا ہوا ہی مینے تجھے حکم دیا تھا تو نے اسکی طاعت نہ کی پس جب آنحضرت صلعم نے اُسکا صدقہ قبول کرنیسے انکار کیا تو وہ اپنے ٹھکانے لوٹ گیا پس آنحضرت صلعم نے اپنی حیات مین قبول نہ فرمایا

پھر جب آپنے وفات پائی تو اُسنے آکر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قبول صدقہ کی درخواست کی حضرت ابوبکر نے کہا کہ حضرت سید عالم صلعم نے قبول نہ کیا
مین نہین قبول کرونگا اسی طرح حضرت عمرؓ نے باقتدار آنحضرت صلعم و ابوبکرؓ کے قبول نہ کیا اسی طرح حضرت عثمانؓ نے آنحضرت صلعم و ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما
کی اقتدار سے قبول نہ کیا یہان تک کہ اسی عہد مین ثعلبہ مرگیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ فرمائی بقولہ۔ اَلَمْ يَعْلَمُوٓا۔ کیا منافقون نے نہین جانا
کہ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اُن کے سر و نجوی کو۔ اے ما یسررن بہ وما یتناجون بہ بینہم۔ یعنی سر و نجوی
مصدر ہین مراد سر وہ چیز جو سر کے ساتھ رکھتے ہین یعنی خفیہ دل مین رکھتے یا آپس مین بطور اسرار کے رکھتے ہین مثلاً زکوۃ و صدقہ کو دل مین تاوان
خیال کرنا یا آپس مین بھید کے طور پر اُسکی گفتگو کرنا جس سے اور کوئی آدمی واقف نہ ہو اور نجوی وہ جو آپس مین کانون کان آہستہ مشورہ
کرتے ہین اور اسمین تہدید ہے کہ منافقین جو آپس مین خفیہ آنحضرت صلعم پر طعن کرتے ہین یا منافقانہ کفر کے مشورہ کرتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ کوئی
جانتا نہین تو اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے حاصل معنی یہ ہین کہ کیا منافقون کو باوجود
اسقدر مدت تک آنحضرت صلعم کی تعلیم و تفہیم کرنے اور دعوی اسلام کے یہ نہین معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے جو چیزین بندون سے غائب ہین
وہ سب جانتا ہے اور منافقون کے اسرار مخفیہ و راز خفیہ اور پوشیدہ مشورت کی باتین سب اللہ تعالیٰ کو علم قدیم سے معلومات اور وقت وقوع کے معلوم
ہین پس وہ ڈرین اور اپنی نادانی پر افسوس کرکے صدق دل سے توبہ کرین ف۔ وفی العرائس قولہ تعالیٰ ومنہم من عاہد اللہ الآیۃ۔ یہ ایسے لوگون
کا بیان ہے جو مال و جاہ دنیاوی پر اور اپنے افعال پر مغرور ہوے اور محبت الٰہی مین سے کچھ مزہ نہ پایا جیسے مومنون کو ملتا ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ
ایمان کا مزہ اُسنے پایا جو راضی ہوا اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین بنانے اور محمد صلعم کے رسول ماننے پر۔ اور حدیث مین ہے کہ تین باتین ہین
جسمین ہون اُس نے اُن سے ایمان کی حلاوت پائی جسکو اللہ تعالیٰ و اُسکا رسول باقی تمام چیزون سے زیادہ محبوب ہون اور جو کفر مین پڑنے سے
ایسا ڈرے جیسے آگ مین سے نکالا ہوا پھر اُسمین جا پڑنے سے ڈرتا ہے اور جو کسی سے محبت کرے تو فقط اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے اُس سے محبت کرے پس
منافقون کو محبت الٰہی سے کچھ بھی نصیب نہوا اور اگر سوئی کے ناکے برابر محبت کا مزہ پایا ہوتا تو اُس کے شوق جمال مین اپنی ہستی قربان کر دیتے نصرآبادیؒ
نے کہا کہ نفضل و بیدار احسان مین۔ ان لوگون نے اپنی ذات سے ایسے احسان کو دیکھا کہ ہنوز اُسکو نہین کیا اور ایسا صدقہ دیکھا کہ ابھی اسکا کچھ وجود بھی نہ تھا اور
اپنی ذات کے حق مین بہت ایسے افعال بطور تخییل کے ثابت کر لئے کہ جو قبضۂ قدرت الٰہی مین ہین چنانچہ کہا کہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین یعنی بڑا عیب
یہ تھا کہ مال ملنے پر ان افعال کے پیدا کرنے کیواسطے اپنے آپ کو قادر سمجھ لیا حالانکہ مخلوقات و حوادث جو کچھ ہین سب کو مع افعال کے اوتعالیٰ خلاق
العلیم ہی پیدا کرتا ہے اور طرہ یہ کہ اپنے افعال خیالیہ پر صالحین بھی خود ہی بن گئے۔ ہان اُمیدوار رہتے کہ اوتعالیٰ مال عطا کرے اور وہی توفیق
نیک عطا فرمائے پھر شاید ہم بندون کو فضل سے بخشدے۔ سو یہ تو نہ کیا بلکہ خود ہی قادر بن گئے اور دیگر طرہ یہ کہ افعال پر صلاحیت معلق کی یعنی یہ
افعال موجب صلاح یقین کر لئے بالجملہ یہ سب امور جہالت تھے کہ ایمانی معرفت سے بے بہرہ تھے اسی پر شد و مد کے ساتھ عہد باندھا ایسی چیز کا جو محض
حضرت اوتعالیٰ کے قبضۂ قدرت مین ہے لہذا عہد توڑا حالانکہ جو سوال تھا وہ پورا ہو گیا پس اُن کے جاہلانہ نفاق کے کلمات سے بخل پیدا ہوا
جسکی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بخل سے بدتر کون بیماری ہے پس بخل کیا اور راہ ہدایت سے منھ موڑا اور حق سے پھر گئے کیونکہ وعدہ سخاوت
مین خلاف کیا تو خیانت اور بخل اور دروغگوئی اُن پر لازم ہوگئی چنانچہ حق تعالیٰ نے مصرح فرمادیا۔ فلما اتاہم من فضلہ بخلوا بہ وتولوا وہم معرضون
پھر سعادت و نکوئی سے بالکل انکا محروم ہونا بیان کردیا بقولہ فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الآیۃ۔ بخل کی سزا مین نفاق بڑھادیا اور بعض نے کہا کہ بڑھایا نہین بلکہ
یہ تو بخل کی میراث ہے یعنی وعدہ خلافی و دروغگوئی اور خیانت۔ شیخ ابوحفص سے پوچھا گیا کہ بخل کیا ہے تو فرمایا کہ حاجت کے وقت ایثار کو ترک کرنا۔

مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی نسخہ موجودہ میں ہے اور شاید اس میں ناسخ کی تحریف ہو لیے فلیتامل۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ جس بخل و نفاق پر اُن کی جبلت ہے اور جسکی موافقت میں اُن سے جھوٹے عہد واقع ہوتے ہیں اُس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ کما قال تعالیٰ الم یعلموا ان اللہ یعلم سرہم الآیۃ حق تعالیٰ نے ہم کو آگاہ کر دیا کہ اسکا علم قدیم پاک جسکی شان ایسی بڑی ہے کہ کبھی تصور و خیال میں نہیں آسکتا ہے وہ علم پاک تمام مخلوقات کے اوپر محیط ہے اُس کا علم پاک ہمارے دلی راز و بھید خوب جانتا ہے پس ہم کو اپنی معرفت دی کہ اسکا علم ایسا ہے اور ہم کو خوف دلا دیا کہ ظاہر و باطن اسکی جناب میں سچے و صادق رہیں اور ہمیشہ فنیا ئے دنی سے دل اُٹھائے ہوئے مقامات ملکوت و جبروت کے منتظر رہیں اور جب ہم نے جانا و پہچانا تو دیکھا کہ ہمارے رب تبارک تعالیٰ نے ہم کو اپنی درگاہ لایزال سے حیا و شرم کرنے کو اور اسکی عظمت و جلال کے سامنے پانی پانی ہو جانے کو تعلیم فرما دیا کیونکہ جب وہ علام الغیوب ہے تو ضرور ہمارے دلی خطرات وغیرہ بلکہ اس سے بھی تمام اخفی جس سے ہم خود متنبہ نہیں ہوتے ہیں او تعالیٰ سب جانتا ہے۔ واضح ہو کہ سر وہ ہے کہ تیرے نفس سے ہو اور تو اپنے نفس سے اُسکو خود نہ جانتا ہو اور نجوی وہ ہے کہ تو اپنے نفس سے اُسکو جانے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی اسکو نہ جانے اور تجکو یہ علم نہ ہو کہ یہ میرے نفس کی جانب سے ہے پس نجوی بھی ایک قسم کا سر ہے ولیکن سوائے نجوی کے بھی سر السر ہوتا ہے بعض نے کہا کہ سر وہ ہے جسپر سوائے علم الاسرار کے یعنی حق عزوجل کے کوئی مطلع نہ ہو اور نجوی وہ ہے جسپر فرشتے حافظین بھی مطلع ہو جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں منافقین مذکورین کے اصناف قبائح میں سے یہ امر ذکر کیا کہ اہل طاعت و یقین کے افعال کو مانند اپنی ریاکاری پر محمول کرتے اور بعض کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ

وہ جو طعن کرتے ہیں دل کھول کر خیرات کرنیوالے مسلمانوں کو اور اُن پر جو نہیں رکھتے

اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

مگر اپنی محنت کا پھر اُن پر ٹھٹھے کرتے ہیں اللہ نے اُن سے ٹھٹھا کیا ہے اور اُن کو دکھ کی مار۔

منافقون کی عادات میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی اُن کی زبان سے نہیں چھوٹتا ہر حال میں وہ عیب لگاتے ہیں حتی کہ جو لوگ اخلاص سے صدقہ دیتے ہیں تو اگر اُن میں سے کوئی بہت سا مال صدقہ دے تو کہتے ہیں کہ اُسنے دکھلانے کو یہ کام کیا اور اگر کسی کو کم میسر ہوا اور اُسنے خفیف سی چیز صدقہ دی تو مسخرہ پن سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اُسکے صدقہ کی کیا ضرورت ہے نعوذ باللہ من اعتقادہم و کلماتہم۔ اور واضح ہو کہ بندہ کی نیت سچی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے اور ثواب جمیل عطا فرماتا ہے حق عزوجل نے اسی نیت پر محول فرمایا ہے اگرچہ او تعالیٰ قادر مختار ہے لہذا حدیث میں ثابت ہے کہ بچو آگ سے اگرچہ ایک ٹکڑے چھوہارے کے عوض ہو۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ امر معروف میں سے کسی امر کو بنظر حقارت مت دیکھ یعنی مت خیال کر کہ یہ کیا ہے کیونکہ اخلاص نیت سے او تعالیٰ اُسی کو قبول فرما دے اور خود حدیث سے ثابت ہوا کہ ایک فاجرہ عورت نے ایک کتے کو جو پیاس سے مرا جاتا تھا پانی پلایا تو وہ بخشی گئی اور نیز ایک مرد کا بھی ایسا ہی حال مروی ہے دونوں قصے صحیح بخاری میں ثابت ہیں اور خود معلوم ہے کہ حق عزوجل کے نزدیک افعال تبکلف یا دنیاوی طور سے مزین کی قدر نہیں بلکہ بندہ مومن کی تمنا اپنے پروردگار کی رضا جوئی میں اور اپنے اصلی گھر کی طرف رغبت صادقہ میں ہے پس منافقون کی نظر عیب جوئی کی اہل ایمان کے بالکل خلاف ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے مذمت فرمائی بقولہ۔ اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لمز عیب لگانا اور توضیح اوپر قولہ یلمزونک فی الصدقات میں گذر چکی ہے پس یلمزون بمعنی یعیبون یعنی عیب لگاتے ہیں اور قتادہ رح نے کہا اسے یطعنون یعنی طعن کرتے ہیں مطوعین اسے متطوعین تطوع بمعنی تبرع اور نفل عبادت جو واجب نہ ہو اور

من المؤمنین بیان مطوعین کا ہے اور الذین موصول مبہم کا بیان نہیں ہے بلکہ الذین مرفوع بر وجہ مذمت ہے اور اُس کی توضیح یہ کہ ضمیر جیسے نفس ذات کی طرف راجع ہوتی ہین ویسے اسم اشارہ و موصول مین ذات موصوف مقصود ہوتی ہے خواہ وصف ایسا ہو جو قابل مدح ہے جیسے قولہ الذین یؤمنون بالغیب الآیۃ۔ یا وہ وصف قابل مذمت ہو جیسے یہان الذین یعنی یہ لوگ جنھین نفاق کی صفت مذموم ہے اور معنی یہ ہین کہ اس صفت ذمیمہ والے لوگون کا یہ حال ہے کہ عیب لگاتے ہین ان مومن صادق بندون کو جو نوافل طاعات بجالاتے ہین۔ فِی الصَّدَقٰتِ صدقات مین۔ چنانچہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب آیۃ الصدقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے وعظ و نصیحت درباب صدقہ فرمائی پس ایک شخص نے بہت سا مال حاضر کیا یعنی اسلیے کہ آنحضرت صلعم اپنی رائے مبارک سے محل صدقات مین صرف فرما دین تو اور زیادہ بھلائی ہو تو منافقون نے کہا کہ اُسنے دکھلانے کو ایسا کیا اور ابوعقیل رضی اللہ عنہ فقط آدھا صاع یعنی تقریبا ڈیڑھ سیر کے چھوہارے لائے تو منافق کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے صدقہ سے بے پرواہ ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ کما رواہ البخاری و مسلم۔ اور ابوبکر البزار وغیرہ نے ابوہریرہؓ و ابن عباسؓ سے اور مجاہد و ابن اسحاق وغیرہم سے روایت کی کہ مطوعین مین سے عبدالرحمن بن عوف چار ہزار درم صدقہ دینے والے اور عاصم بن عدی قریب چار من پختہ خرما صدقہ کرنے والے تھے جنکو منافقین نے کہا کہ ریاکاری سے صدقہ دیا حالانکہ رسول اللہ صلعم نے عبدالرحمن بن عوف کو کہا کہ اللہ تعالیٰ برکت دے اسمین جو تونے صدقہ دیا اور اسمین جو تونے اپنے واسطے رکھ چھوڑا اور درحقیقت وہ صدق دل سے بدون ریاکاری کے صدقہ لائے تھے۔ اور اللہ عزوجل نے تصدیق نازل فرمائی اور منافقون کی مذمت کی کہ مطوعین کو عیب لگاتے ہین۔ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ۔ اور ان مومن بندون کو جو نہین پاتے مگر بقدر جہد و کوشش کے۔ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ۔ تو ایسے جہد سے لانیوالون کے ساتھ مسخرہ پن کرتے ہین۔ ابوعقیل رات بھر مزدوری کر کے آدھے چھوہارے صدقہ لائے تو منافقون نے تمسخر کیا پس اللہ عزوجل نے انکا عذر نازل فرمایا اور منافقون کے حق مین فرمایا سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ساتھ سخریہ کیا۔ شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ نے لکھا کہ یہان حقیقت سخریہ مراد نہین بلکہ منافقون کی بدحرکت کے مقابلہ مین ویسی ہی جزاء بیان فرمائی پس یہ بطریق مقابلہ ہے اور مفاد اسکا یہ کہ دنیا مین بھی اپنے مومن بندون کی طرف سے انتقام ہو گیا اور مآل اس سخریہ کا عقاب شدید ہے وہ دار آخرت مین منافقون کیلیے مہیا ہوا اور بندہ اگر دو غلامون مین سے ایک کو مطیع و سرفراز کرے اور دوسرے کو عاصی و خوار تو دوسرا ضرور مسخرہ بنا پس منافقین اس سے زیادہ سخت غضب مین گرفتار ہین جسقدر مومنون سے سخریہ نہین کرتے ہین کما قال تعالیٰ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ اور منافقون کیلیے عذاب دُکھ دینے والا ہے۔ اہل طاعت کے صدقہ کا یہ اوپر ہی اوپر کا اثر ہے کہ حق عزوجل نے اُنکو دنیا مین باین کرامت سرفراز کیا اور دار آخرت کی کرامت خود امر جمیل جلیل جزیل ہے۔ ابوالسلیل نے اپنے باپ یا چچا سے روایت کی کہ مقام بقیع کے جلسہ مین رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ فرماتے تھے جو کوئی کچھ صدقہ کریگا مین قیامت مین اُسکے واسطے اسکا شاہد ہون گا تو مین نے اپنے عمامہ مین سے ایک یا دو پیچ بغرض صدقہ دینے کے پھر مجھے خطرہ بشری آگیا اور مین نے عمامہ کی گرہ باندھ لی پھر ایک شخص آیا جس کے مانند سیاہ و پست قد بدشکل مین نے بقیع مین نہین دیکھا اور اپنے ساتھ ایک اونٹنی لایا کہ اُس کے مثل خوبصورت مین نے نہین دیکھی اور کہا کہ یارسول اللہ یہ صدقہ ہے آپنے کہا بہت اچھا پھر فرمایا کہ لے یہ خوبصورت اونٹنی لیجا۔ پھر ایک منافق نے صدقہ دینے والے کو عیب لگایا کہ یہ شخص اور یہ اونٹنی اس طرح صدقہ دے ڈالی واللہ یہ تو اس سے اچھی ہے۔ اسکو آنحضرت صلعم نے سنا تو فرمایا کہ تو جھوٹا ہے بلکہ وہ شخص تجھ سے اور اس اونٹنی دونون سے اچھا ہے تین مرتبہ فرمایا۔ پھر کہا کہ تیرے ساتھیون مین سے جو لوگ دو سو اونٹ رکھتے ہین اُن کیلیے ویل ہے یعنی ہلاکت یا جہنم ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مگر کون یارسول اللہ تو فرمایا کہ دو سو والون مین سے سوائے اُس کے جس نے یون دیا اور یون دیا یعنی دائین بائین لپ بھر بھر کے

اشارہ کیا۔ پھر تین مرتبہ کہا کہ مزہد و مجہد فلاح یاب ہوا۔ مزہد وہ جس نے عیش و عشرت مین زہد و تنگی کی۔ اور مجہد وہ کہ جس نے عبادت مین خوب کوشش کی ہے۔ رواہ احمد۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول صلعم کو منافقون کے لئے استغفار کرنے سے منع فرمادیا۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ

تو اُنکے حق مین بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر اُنکے واسطے ستر بار بخشش مانگے تو بھی ہرگز نہ بخشے اُن کو اللہ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ ع

یہ اُسپر کہ وہ منکر ہوے اللہ سے اور اُس کے رسول سے اور اللہ راہ نہین دیتا بے حکم لوگون کو

اسمین اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے رسول کو آگاہ فرمایا کہ منافق لوگ قابل مغفرت نہین چنانچہ فرمایا۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ تو اُن کیلئے مغفرت مانگ۔ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ یا اُن کیلئے مغفرت مت مانگ۔ یعنی دونون مساوی ہین اگر کہا جائے کہ استغفر صیغۂ امر ہے جو از قسم انشاء ہے پھر خبر کیونکر ہے تو جواب یہ کہ درحقیقت انشاء ہے اور خبر یہان مجازاً ہے بقرینہ قولہ او لا تستغفر لہم۔ اور توضیح یہ کہ جب امر و نہی دونون کو اُن کے حق مین جمع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کام کر یا مت کر۔ دونون یکسان ہین یعنی اُن کے حق مین یہ حکم ہو کہ استغفر بصیغہ امر یا یہ حکم ہو کہ لاتستغفر۔ دونون ایک ہین تو معلوم ہوا کہ مغفرت کی اُنکو صلاحیت نہین پس مقصود یہ ہوا کہ سواء لہم ان یقال فیہم افعل کذا او لا تفعل یعنی اُن کے حق مین یکسان ہے خواہ مغفرت مانگنے کا حکم ہو یا اُس سے ممانعت ہو۔ پس مراد خبر ہے کہ استغفار اُن کے حق مین بیفائدہ ہونے مین ایسا ہے کہ جیسے منع و عدم استغفار چنانچہ منصوص کر دیا۔ بقولہ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ اگر تو اُن کیلئے ستر بار استغفار کرے تو ہرگز کبھی اللہ تعالیٰ اُن کو نہین بخشے گا۔ واضح ہو کہ عبداللہ بن ابی بن سلول منافقون کا سردار تھا اور آنحضرت صلعم پر ظاہر مین ایمان رکھتا اور باطن مین دشمن و ایذاء کے درپے رہتا اور اُسی نے کہا تھا کہ اے لوگو تمھین نے محمد اُن کے ساتھیون کو کھانا کپڑا دیکر جمع کر رکھا ہے ورنہ سب ساتھ چھوڑ کر متفرق ہو جاتے اور تبوک کے مقام مین اسی نے کہا تھا کہ اگر لوٹ کر مدینے پہونچے تو ہم مین سے عزت والے بے عزتون کو نکال باہر کرینگے۔ بالجملہ اس کے اقوال و افعال قبیحہ بہت ہین ولیکن اُسنے منافقانہ اپنا مال بھی اہل ایمان پر خرچ کیا اور بدر کے قیدیون مین جب عباس گرفتار ہوے تو اُس نے ایک قمیص اُنکو پہنائی تھی اور بعض علماء نے لکھا کہ آنحضرت صلعم اسکا عوض دینا چاہا کرتے تھے پس روایت ہے کہ جب وہ مرا تو اُسکے بیٹے نے جس کا نام بھی عبداللہ تھا اور وہ منافق نہین بلکہ خالص مومن تھا بمقتضائے بشریت آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ آپ اُس کے لئے استغفار فرماوین پس آپ نے منظور فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی یعنی قولہ استغفر لہم او لا تستغفر لہم ان تستغفر لہم الخ۔ اگر کہا جائے کہ منافق مذکور ایک تھا جسکا واقعہ ہے اور آیت مین لہم بصیغہ جمع ہے تو جواب یہ کہ حکم عام منافقون کا بمانند اسکے بیان فرمادیا۔ اور علیٰ ہذا قولہ ان تستغفر لہم۔ بحرف شرط بھی بیان حکم عام کیلئے ہے اور آیندہ وقوع کیلئے نہین کیونکہ بعض روایات مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُسپر نماز پڑھی اور اُسکے لئے استغفار کیا تھا تب آیت نازل ہوئی اور روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلعم نے کہا کہ مین ستر سے استغفار بڑھاؤنگا تب نازل ہوا قولہ سواء علیہم استغفرت لہم ام لم تستغفر لہم الآیۃ۔ یعنی اُنکے حق مین یکسان ہے خواہ تو استغفار کرے یا نہ کرے الی آخر الآیہ۔ اگر کہا جائے کہ کیا آیت کریمہ مین ان تستغفر لہم سبعین مرۃ سے ستر عدد مخصوص مراد ہے تو جواب یہ کہ نہین بلکہ کثرت مراد ہے جیسے اردو محاورہ مین بھی بولتے ہین کہ ستر بار تجھے منع کیا مگر تو نہین سمجھتا ہے۔ پھر یہ سوال ہوا کہ آنحضرت صلعم نے کیونکر فرمایا کہ مین ستر بار سے بڑھاؤنگا تو اُسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا۔ بیضاوی رح وغیرہ نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے اس سے عدد مخصوص سمجھا چونکہ وہی اصل موضوع لہ ہے پس دوسری آیت مین بیان کر دیا گیا کہ مراد کثرت ہے نہ خاص ستر کا عدد اور اس جواب کو کشاف وغیرہ مین رد کر دیا کہ

آنحضرت صلعم افصح العرب اور اعلم باسالیب قرآن مجید تھے آپ پر یہ بات مخفی نہیں ہو سکتی تھی کہ یہ بطور ضرب المثل کے بمعنی کثرت ہو اور کیسے مخفی ہو سکتی جبکہ اسکے پیچھے ہی قولہ ذٰلک بانہم کفروا باللہ الآیۃ موجود ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہی صواب ہی کہ بیشک آپ پر مراد مخفی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا البعض نے یہ جواب دیا کہ آنحضرت صلعم نے اس سے اس امر کا اظہار فرمایا کہ جن لوگوں کی طرف آپ بھیجے گئے ہیں اُن پر آپ کی رحمت و شفقت بدرجۂ کمال ہی جیسے انبیاء علیہم السلام کی شان ہوتی ہی چنانچہ ابراہیمؑ نے کہا ومن عصانی فانک غفور رحیم۔ اور یوں نہ فرمایا کہ جو میری نافرمانی کرے اُس کے واسطے تیرا عذاب الیم ہے اور یہ بھی فائدہ ہی کہ امت کو باہم ایسے ہی ترحم کی طرف ارشاد کیا اور نیز جبتک امر محکم نہ ہو تب تک تا دلیل رخصت میں جو خالی از ہوا و ہوس و اتباع نفس ہو اجازت چاہنے کا طریقہ معلوم ہو گیا اور شیخ عکبری رح نے تبیان فی اعراب القرآن میں کہا کہ آنحضرت صلعم کا کلام اس قبیل سے ہی کہ لفظ کو ایسے معنی پر محمول کرنا جسکو محتمل ہو باوجود علم اس امر کے یہ معنی یہاں مراد نہیں ہیں چنانچہ قبعثری کا قصہ اس امر کا شاہد ہی کہ حجاج ثقفی اُسپر غصہ ہوا اور کہا کہ لاحملنک علی الادہم۔ تجھے بیڑیوں پر لادونگا یعنی تیرے پاؤں میں بیڑیاں ڈالونگا تو قبعثری نے جواب دیا کہ مثل الامیر یحمل علی الادہم والاشہب سمجھا سردار ادہم گھوڑے و اشہب گھوڑے پر سوار کر دیا کرتا ہی یعنی ادہم بمعنی بیڑی کو ادہم بمعنی اسپ ادہم لیلیا۔ بالجملہ آنحضرت صلعم نے اس امر سے کمال رحمت و رأفت کا قصد کیا اور منافقوں کو اپنی طرف سے بالکل کوتاہی نہ کرنے کا اعتماد دلایا پس اُن کو بالکل طمع نہ رہی کہ دنیا ہوا و ہوس میں کاٹو پھر آخرت میں بھی استغفار وغیرہ کا حیلہ نکل آویگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قطعاً اُن کو قابل استغفار نہ ہونے سے آگاہ فرمایا۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ یہ یاس و بالکل محرومی اُن کے حق میں استغفار قبول نہ ہونے کی بسبب اس امر کے ہی کہ انھوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول کے ساتھ پس ظاہر کر دیا کہ نبیؐ استغفار اُن کے حق میں قبول نہ ہونا کچھ اسوجہ سے نہیں کہ ہماری طرف سے کچھ بخل ہی یا تجھ میں کوئی قصور رہے بلکہ فقط اس جہت سے ہی کہ اُن میں بسبب کافر ہونے کے صلاحیت ہی نہیں ہی اور اللہ تعالیٰ نے قطع کر دیا کہ کافر کبھی مغفور نہ ہوگا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ اور ایسی قوم کو جو فاسق ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ہی یعنی کافروں کو ہدایت نہیں ملتی پس معلوم ہوا کہ منافق کافر ہیں اور کبھی مغفور نہ ہونگے۔ مراد ہدایت سے یہاں ایسی ہدایت کہ مقصود تک پہنچ ہو جاوے اور فسق سے مراد وہ فسق و نافرمانی ہی جس سے کفر ہو جاوے پھر اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا نفاق کے اعمال پر خوش ہونا وغیرہ بیان فرمایا۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

خوش ہوئے پیچھاڑی ڈالے گئے بیٹھ رہ کر جدا رسول اللہ سے اور بُرا لگا کہ لڑیں اپنے مال سے

وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا

اور جان سے اللہ کی راہ میں اور بولے مت کوچ کرو گرمی میں تو کہہ دوزخ کی آگ اور سخت گرم ہے

لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

اگر ان کو سمجھ ہوتی سو ہنس لیویں تھوڑا اور رووین بہت سا بدلا اُس کا جو کماتے تھے

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ خوش و فرحناک ہوئے وہ لوگ جو مخلف ہوئے یعنی ایسے کر دیئے گئے کہ پیچھے رہیں یعنی اُن کو توفیق ساتھ جانے کی حاصل نہ ہوئی لقولہ تعالیٰ ولٰکن کرہ اللہ انبعاثہم فثبطہم وقیل اقعدوا مع القاعدین۔ یہ حال اُن لوگوں کا ہی جو غزوۂ تبوک میں آنحضرت صلعم کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے تھے اور وہ منافقوں کی ایک جماعت تھی۔ اگر کہا جاوے کہ تین سچے مومن بھی پیچھے رہے تھے از انجملہ کعب بن مالک ہیں تو جواب یہ کہ ہاں ولیکن یہ لوگ خوش نہ تھے بلکہ بمشیت تقدیری پیچھے رہے اور دل سے ناخوش تھے پس فرق ظاہر ہو گیا اور عنقریب قصہ تخلف کعب رضی اللہ عنہ آویگا اور اللہ تعالیٰ نے

صادقین مومنون کو متخلفین کے نام سے یاد نہیں فرمایا چنانچہ وہین مصرح بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور بعض نے کہا کہ مخلفون بمعنی متروکون ہے یعنی چھوڑے گئے اور یہ ایک جماعت منافقون کی تھی جنھون نے آنحضرت صلعم سے تخلف کی اجازت لی تھی کہ ہم مدینہ مین چھوڑے جاوین یا نائب ہین تاکہ غسان وغیرہ اقوام عرب کے حملہ سے مدینہ کو محفوظ رکھین پس اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرماکر ظاہر کر دیا کہ ان لوگون کی نیت فقط یہ تھی کہ ساتھ نہ دین اور خلاف رسول صلعم کے طور اختیار کرین چنانچہ فرمایا فرح المخلفون - خوش ہوئے پیچھے رہنے والے بِمَقْعَدِهِمْ قعود و مقعد دونون مصدر ہین اے لقعودہم - اپنے بیٹھ رہنے سے یعنی مخلفین جو مدینہ مین بیٹھ رہے تھے وہ خوش ہوئے اپنے بیٹھ رہنے سے - خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ خلاف رسول اللہ صلعم کے - اے تخلفوا خلاف الرسول پس خلاف مفعول مطلق منصوب ہے یا مفعول لہ ہو اے لاجل خلاف الرسول یعنی بغرض خلاف کرنے رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہے - یا خلاف ظرف ہے جو جہتہ امام یعنی روبرو کے مخالف ہو - کما قال ابوعبیدہ وغیرہ اے بعد رسول اللہ - قطرب نے کہا کہ بمعنی خلف ہے یعنی بغرض مخالفت رسول صلعم کے بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے - وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور مکروہ رکھا انھون نے اس امر کو کہ جہاد کرین اپنے مالون و جانون کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ مین - کیونکہ انکے پاس ایمان و اعتقاد بقاء دار آخرت و فناء دنیا نہین اور نفاق و اعتقاد حیات دنیا و اتباع شہوات طبع و نفس موجود پس دنیا و اسکے لذات چھوڑ کر راہ حق مین جان و مال فدا کرنے کو مکروہ جانا بخلاف مومنون کے کما قال تعالیٰ لکن الرسول والذین آمنوا معہ جاہدوا باموالہم وانفسہم الآیۃ - اور تقدیم اموال بر انفس مشعر ہے اُن کے کمال بخل پر راہ خیر مین مال دینے سے کمال بخیل ہین - وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ - اور منافقون نے آپس مین بعض نے بعض سے کہا کہ جہاد کو نہ نکلو اس گرمی مین - پس آپس مین امر معروف سے ایک دوسرے کو منع کیا اور آرام طلبی و چین جسمانی جو مقتضائے طبع و نفس ہے اسکی اتباع کی اور غزوہ تبوک شدت گرمی و وقت پختگی خرماء مدینہ واقع ہوا تھا قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا تو کہدے کہ اے لوگو جہنم کی آگ تو حرارت مین اس گرمی سے کہین سخت و شدید ہے لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ اگر سمجھتے ہوتے تو ایسا نہ کرتے - کیونکہ جب اُن کو جہاد کے واسطے اللہ تعالیٰ کے رسول نے حکم دیا تھا تو اُن کو روا نہ تھا کہ پھرین جیسے اُن کو نفاق و کفر ہی نہ کرنا چاہیے پس جب وہ حکم اللہ تعالیٰ و رسول صلعم کے فرمانبردار نہ ہوئے بلکہ خواہش نفس کو غالب رکھا تو مومن نہ ہوئے جیسے حدیث مین ہے کہ کوئی تم مین سے مومن نہ ہوگا جب تک اُسکی خواہش نفس اس فرمان کی مطیع نہ ہو جائے جسکو مین لایا ہون - اور جب مومن نہوئے تو چند روزہ زندگی دنیاوی کے بعد آخرت مین اُن کے لئے جہنم کی آگ ہے اور وہ آگ دائمی ہے سو اگر سمجھ رکھتے تو چند روزہ ایسے ناقص لذت جسمانی کیلئے ہمیشہ کی آگ اختیار نہ کرتے اور اپنے نفاق و افعال ذمیمہ چھوڑ دیتے - کیونکہ کوئی سمجھدار چند روز جسم و زبان کے مزہ کیلئے ایسا عذاب نہ لیگا مگر منافقون کی سمجھ ہی پر شامت تھی بوجہ کفر و نفاق کے اندھے بہرے بن گئے تھے کہ دائمی عذاب اختیار کیا - فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا - اے فلیضحکوا ضحکا قلیلاً ولیبکوا بکاءً کثیراً یا زمانا قلیلا و زمانا کثیرا یعنی جب تم نے دائمی آگ اختیار کی تو تھوڑا ہنس لو یا تھوڑے دن ہنس لو اور بہتیرا رو - صیغہ امر بقصد حتم و قطع و وقوع کے بمعنی خبر ہے یعنی انجام یہ ہوگا کہ چندے زندگانی فانیہ مین جیسی کچھ یہ زندگی بیماری و آفات و آلام کے ساتھ ہوتی ہے ہنسوگے اور پھر ہمیشہ بے انتہا رویا کروگے جو مرا اُسکی قیامت گویا قائم ہوگئی اور جب اصلی قیامت ہوگی تو اہل کفر و طغیان پر یہ دن بڑا سخت ہوگا اللہم انی اعوذ بک فسلمنی ایای والمومنین جمیعا عن العذاب والکربات وانت ارحم الراحمین - اور منافقون کا یہان ہنسنا بھی بمقابلہ عذاب آخرت کے ہے اگرچہ کوئی منافق فقیر محتاج و درد دکھ مین گرفتار ہو تو عذاب آخرت کے مقابلہ مین اُسکا حال گویا قابل ہنسنے و خوش ہونے کے ہے لہذا عموماً فرمادیا کہ تھوڑا ہنسو اور بہت رو - جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اے یجزون جزاء باعمالہم - بدلا دیئے جاوینگے منافق لوگ یہ بدلا اُن افعال و اعمال کا جو چند روزہ زندگی مین کرتے تھے اگر جزاء آخرت مراد ہے تو لیبکوا کثیرا

سے متعلق ہی یعنی دائمی رونا انکا اُن کے اعمال کی جزا رہی اور محتمل ہی کہ ضحک قلیل و بکا کثیر دونون سے متعلق ہو پس دنیا مین جو منافقون کو ملتا ہی حسب
کشی والہو ولعب و ہنسی کھیل مین پڑے رہتے ہین بطریق استدراج ہی۔ کمافی قولہ تعالیٰ فتحنا علیہم ابواب کل شئی الآیۃ۔ اور اسی معنی مین احادیث
ہین جن سے ثابت ہوتا ہی کہ مومن ہمیشہ ابتلا مین رہتا ہی شکرگزار و صابر کہ کفارہ گناہون سے پاک مرتا اور اپنے پروردگار سے ملتا ہی اور منافق
درخت کھجور کی طرح کسی آندھی سے جھونک نہین کھاتا یہان تک کہ ایک بار جڑ سے گر جاتا ہی بالجملہ منافق اسقدر ناسمجھ ہوتا ہی کہ دار آخرت سے بالکل
منکر فقط دنیا کی زندگی پر اعتماد کرتا ہی اور مومن دار آخرت کا اقرار کرتا اور ایمان رکھتا ہے پس یہ امر تو ایمان کیواسطے ضروری ہی پھر جنت و دوزخ
و عظمت و جلال الٰہی کا مشاہدہ تو یہ خاص بندون کو ہوتا ہی جنمین سے اول انبیاء علیہم السلام ہین لہذا آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ لو تعلمون ما اعلم
لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا۔ رواہ البخاری عن ابی ہریرہ رض یعنی اگر تم جانتے جو مین جانتا ہون تو تھوڑا ہنستے اور بہت روتے۔ مترجم کہتا ہے کہ
یہ رونا اس دنیا مین اپنی تقصیرات و نقص عبادات مین گرانمایہ ہی اور حدیث مین بندہ صالح و افضل کو فرمایا کہ تنہائی مین اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اسکے
آنسو جاری ہوے۔ بالجملہ دنیا مین ضحک بصورت غفلت ممنوع ہی اور ابن عباس رض وغیرہم نے کہا کہ قولہ فلیضحکوا قلیلا الخ یعنی دنیا چند روزہ ہی
اسمین ہنس لین جب یہ منقطع ہوئی تو وہان جاکر ایسا رونا رویٔین گے کہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔ ابن ابی الدنیا کی روایت مین ہی کہ پھر دوزخیون سے دربان
کہین گے کہ اے شقی بدبخت لوگو تم نے دنیا مین رونا چھوڑا جہان رونیوالون پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتا تھا اب آج تمھاری کون فریاد سنے گا پھر دوزخی
لوگ اپنے باپ مان اولاد کو جو جنت مین ہین پکارین گے کہ ہم قبرون سے پیاسے اُٹھے اور تمام قیام محشر مین پیاسے رہے اب بھی بہت پیاسے
ہین سو تم کو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پانی و رزق روزی دیا ہی اسمین سے ہماری طرف بھی بہادو پس چالیس برس چلایا کرینگے کوئی جواب نہ دیگا۔
پھر جواب ملیگا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتین کافرون پر حرام فرمائین تم وہین پڑے رہو گے و فی حدیث آخر۔ دوزخی آنسو و پیپ روئین گے اور زخم کی جدولین پڑجائینگی
اور حرارت دوزخ کی شدت و ہول و سختی عذاب مین آیات و احادیث بہت ہین کقولہ تعالیٰ کلا انہا لظی نزاعۃ للشوی۔ قولہ و قیل لہم ذوقوا عذاب الحریق
قولہ کلما نضجت جلودہم بدلناہم جلودا غیرہا لیذوقوا العذاب الآیۃ۔ و فی الحدیث عن ابی ہریرۃ رفعا سب سے کمتر عذاب والا دوزخی وہ ہوگا جسکے پاؤن
مین آگ کی دو جوتیان ڈالی جاوینگی جن سے اُس کا دماغ اُبلے گا۔ رواہ احمد باسناد علی شرط مسلم و قد رواہ مسلم عن ابی سعید الخدری و ہو و البخاری
عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بنحوہ۔ و عن ابی ہریرۃ رفعا۔ اگر اس مسجد مین سو ہزار یا زیادہ آدمی ہون اُن مین ایک دوزخی آدے اور اُس کی سانس اُن کو
پہونچے تو سب لوگ مع مسجد کے جل جاوین۔ رواہ ابو یعلی و ہو غریب۔ انس رض رفعہ۔ اگر آتش دوزخ کی ایک چنگاری پورب مین ہو تو پچھم مین اُس کی
گرمی معلوم ہو رواہ الطبرانی۔ و انس رض رفعہ آتش دوزخ ہزار برس دھونکی گئی کہ سپید ہوگئی پھر ہزار برس کہ سرخ ہوئی پھر ہزار برس کہ سیاہ ہوگئی کہ مانند
رات کے اسکی لپٹ مین چمک نہین ہی۔ رواہ الترمذی و ابن مردویہ و غیرہما۔ و عن ابی ہریرۃ رفعا تمھاری یہ آگ ستر اجزا مین سے ایک جزو آتش دوزخ
کا ہے دوبار سمندر مین بجھائی گئی ورنہ کسی کو اس سے نفع نہ ہوتا۔ رواہ احمد بسند صحیح و بعضا منہ فی الصحیحین۔ واضح ہو کہ حق عز و جل ہر چیز پر قادر ہی
اور کیفیت خلق اشیا بطریق پیدا دار دنیا سراسر حکمت الٰہیہ ہی۔ فافہم۔ ف۔ و فی العرائس قولہ فلیضحکوا قلیلا۔ اہ۔ دنیا مین جتنا چاہین ہنس لین
جب منقطع ہوکر حق عز و جل کی طرف جاوینگے تو ایسے روئین گے جو کبھی منقطع نہ ہو۔ قلت کذا قال الحسن و ابو رزین و قتادہ و ربیع بن الہیثم و زید بن اسلم
و بہ فسر الحبر بن عباس۔ شیخ ابو یزید نے کہا کہ اسمین تعلیم ہی کہ ہنسو کم تاکہ دنیا تمھین نہ لبھالے اور بہت رو یا کرو کہ دار آخرت محبوب نظر آوے اور
مولی کی طرف شوق بڑھاوے۔ طاہر مقدسی رح نے کہا کہ خدمت گار بہت نہین ہنستا اور اس دار محنت و غم مین رونا لائق ہے جب ضحک بسبب
ظہور نور جمال ہو تو وہان رونا و ہنسنا یکسان ہی بہت رونا بشوق مشاہدہ ہوتا ہی پھر بفرحت وصال رونا گریہ مریدین بنجیال حزن و قوت ایام ہے

قال تعالیٰ تری اعینھم تفیض من الدمع الآیۃ بسبب ناگہانی انکشاف غیب کے واقع ہوا جریری نے کہا کہ ایک آنکھ تو خبر پر روتی ہے اور ایک عبادت پر اور ایک خوف سے جسمین محبت کا لگاؤ ہوا اور ایک ہیبت و ڈر سے اور ایک بحقیقت یہ اقسام ہیں پھر ان منافقون کے ازلی شقی ہونے سے اللہ تعالیٰ نے خبر دی و جہاد میں لیجانے سے منع کر دیا۔ بقولہ۔

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِىَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا

سو اگر پھر لیجاوے تجکو اللہ کسی فرقے کی طرف اُن میں سے پھر یہ رخصت چاہیں تجھسے نکلنے کو تو تو کہہ تم ہرگز نہ نکلوگے میرے ساتھ کبھی اور نہ لڑوگے

مَعِىَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ۝

میرے ساتھ کسی دشمن سے تم کو پسند آیا بیٹھ رہنا پہلی بار سو بیٹھے رہو ساتھ پچھاڑی والون کے

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ فا تفریع۔ رجع متعدی و رجوع لازمی۔ کرخی نے لکھا کہ رجوع کے معنی کسی چیز کا وہین پہونچا دینا جہان تھی۔ اور حرف ان شرطیہ جو محل مشکوک پر داخل ہوتا ہے اشارت دلاتا ہے کہ آدمی کو حیات فانی پر اعتماد نہ چاہیئے۔ معنی یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھے اس مقام تبوک سے لوٹا کر پہونچا دے مدینہ میں۔ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ اُن میں سے ایک گروہ کی طرف۔ ضمیر منہم یا تو منافقین کی طرف راجع ہے یا جملہ متخلفین کی طرف۔ پس اگر منافقین کی طرف راجع ہے تو اُن میں سے ایک طائفہ یعنی ٹکڑی اسواسطے فرمائی کہ بہت سے منافقین ساتھ آئے تھے اور تھوڑے مدینہ میں پچھڑ رہے تھے اور قتادہ رح نے کہا کہ ہم کو روایت پہونچی کہ بارہ آدمی تھے یا اسلئے کہ سب باقی منافقون کے حق میں یہ حکم نہ تھا کیونکہ اُن میں بعض نے اپنے نفاق سے توبہ کر لی تھی اور اگر ضمیر جملہ متخلفین کی طرف ہے تو متخلفین میں سے ایک ٹکڑی اسواسطے فرمائی کہ سب پچھڑنیوالے منافق نہ تھے بلکہ بعضے مومنین صادقین ایسے تھے کہ اُن کے واسطے ٹھیک عذر تھے اور بعضون کے لئے عذر نہ تھے اور پچھڑنے پر نادم تھے ہان بعضے منافق جو پچھڑنے پر خوش تھے سو انھین منافقون کو مراد لیا اور حاصل یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھے لوٹا کر مدینہ پہونچا دے جہان یہ ٹکڑی منافقون کی ہے فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ پھر یہ ٹکڑی والے تجھسے اجازت چاہیں نکلنے کی یعنی کسی دوسرے سفر جہاد میں جو اس سفر تبوک کے بعد ہووے ساتھ چلنے کی اجازت مانگین فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِىَ اَبَدًا پس تو اُن سے کہدے کہ ہرگز تم نہ نکلوگے میرے ساتھ کبھی وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِىَ عَدُوًّا اور ہرگز تم مقاتلہ نہ کروگے میرے ساتھ ہوکر کسی دشمن سے یعنی مت نکلو و مت مقاتلہ کرو پس بجائے نہی کے صیغہ مضارع بطریق خبر فرمایا کہ اسمین مبالغہ ہے اور ایذان اس حال کا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو توفیق نہ ہوگی اور یہ اُن کے پچھڑنے کی وجہ سے اُن کے حق مین عقوبت ہے کہ اُن کو مجاہدین کے دفتر سے گرا دیا چنانچہ فرمایا۔ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ اے لانکم یعنی یہ عقوبت تم پر اسوجہ سے کہ تم اول بار یعنی غزوہ تبوک میں پچھڑ کر بیٹھ رہنے پر راضی ہوئے۔ کما قال فرح المخلفون بمقعدہم خلاف رسول اللہ۔ پس مومنین اس سے الگ ہیں کیونکہ وے پچھڑ جانے پر رنجیدہ تھے چنانچہ آگے انشاء اللہ تعالیٰ بیان آویگا۔ اگر کہا جاوے کہ مرۃ مؤنث ہے پس قیاس یہ تھا کہ اولی بجائے اول ہو جواب یہ کہ مضاف بجانب معرفہ متعددہ مین تذکیر و تانیث دونون جائز ہین جیسے ہندۃ افضل النساء و فضلی النساء اگرچہ مذکر لانا اکثر ہے اور مضاف بجانب نکرہ مطابقہ مین فقط تذکیر ہی آئی ہے جیسے ہندۃ افضل امراۃ اور جائز نہیں فضلی امراۃ۔ کیونکہ افعل التفضیل مستعمل بحرف من کے ساتھ اسکو سخت مشابہت ہے۔ کذا فی الکشاف۔ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ پس تم بیٹھ رہو خالفین کے ساتھ ہوکر۔ یہ امر بطریق عقوبت و ذلت ہے اور خالفین سے بقول ابن عباس وہ مرد لوگ مراد ہیں جو غازیون سے پچھڑ رہے اور اسی کو ابن جریر رح نے صحیح کہا۔ لیکن اسمین تامل ہے اسلئے کہ یہ لوگ تو خود بھی منافق تھے اور کہا گیا کہ خالف بمعنی فاسد ہے ماخوذ از قول عرب کہ خلف اللبن اے فسد یعنی دودھ بگڑ گیا اور فلان

خالف اہل بیتہ یعنی فلانا اپنے گھرانے والون مین فاسد ہی۔ قتادہ رح نے کہا کہ خالفین سے عورتین مراد ہین کہ ہمیشہ پیچھے رہتی ہین۔ اسپر اعتراض
کیا گیا کہ خالفین اسکی جمع نہین ہوسکتی بلکہ خوالف یا خالفات ہونا چاہیئے تھا اور جواب یہ ہی کہ لڑکے و عورتین و عاجز مرد سب کی وجہ سے بطریق
تغلیب بصیغہ مذکر خالفین جمع آئی ہی۔ فافہم۔ بیضاوی رح نے کہا کہ خالفین کے ساتھ یعنی متخلفین کے ساتھ بیٹھ رہنے کا حکم دیا کیونکہ اُن مین جہاد
کی لیاقت نہ تھی جیسے عورتین و لڑکے ہوتے ہین۔ رازی رح نے کہا کہ اس آیت مین دلالت ہی کہ آدمی جب دوسرے سے مکر و فریب و نفاق دیکھے
اور اُسکو مشاہدہ پاوے کہ ایسے ہی سامان کرنے مین مصر ہی تو اُس سے تعلق قطع کر دے اور اسکی مصاحبت سے احتراز کرے اور جب اللہ تعالیٰ نے
رسول اللہ صلعم کو منع کر دیا کہ طائفہ نفاق کو جہاد مین ساتھ نہ لیجاوین بغرض اُن کی عقوبت ذلت کے تو اُنکے جنازے پر نماز وغیرہ بھی ذلال کیواسطے منع فرمایا۔ بقولہ تعالےٰ
وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝
اور نماز نہ پڑھ اُن مین کسی پر جو مرجائے کبھی اور نہ کھڑا ہو اُسکی قبر پر وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اُسکے رسول سے اور مرے ہین بے حکم
مفسرین و دیگر علماء نے کہا کہ نزول اس آیت کا اُسوقت ہوا کہ آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن ابی منافق پر نماز پڑھی۔ واضح ہو کہ عبداللہ مذکور انصار مین گروہ خزرج
کا سردار تھا مگر اسلام کی حالت مین منافقون کا سردار رہ گیا۔ مرد فربہ دراز قد تھا کہ جب عباس بن عبدالمطلب بدر کی لڑائی مین قید ہو کر آئے تو کسی شخص کی قمیص
اُنکے بدن پر نہ آئی سوائے اس منافق کی قمیص کے اور اُسکے باپ کا نام اُبی تھا اور ماں کا نام سلول اور وہ اپنے باپ یا ماں دونون کی طرف منسوب تھا یعنی عبداللہ
بن اُبی بن سلول کہلاتا تھا اور اکثر ایام مین اُس سے افعال نفاق ظاہر ہوئے اور تا دم مرگ منافق رہا۔ پھر اسمین دو قول ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسپر نماز
پڑھی یا نہین سو ابن جریر رح کی روایت انس رض سے ظاہر ہوتا ہی کہ جبرئیل علیہ السلام نے منع کر دیا تھا لیکن ابن کثیر رح نے کہا کہ اسناد ضعیف ہی اور صحاح کی روایات
مثبت ہین کہ نماز پڑھی چنانچہ امام احمد و ترمذی نے عمر بن الخطاب رض سے روایت کی کہ جب عبداللہ بن ابی مرگیا تو آنحضرت صلعم اُسکے جنازہ پر نماز کیلئے بلائے گئے جب اُسپر
نماز کو کھڑے ہوئے تو مین پھر کر آپکے سامنے کھڑا ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ اس دشمن خدا ابن ابی پر نماز پڑھتے ہین جو فلانے دن یون کہتا تھا اور فلان روز اسطرح
چنانچہ اسکے افعال منافقانہ شمار کرتا جاتا اور آنحضرت صلعم تبسم فرماتے یہان تک کہ جب مین نے بہت کہا تو آپ نے فرمایا کہ اے عمر ذرا مجھسے ہٹو تو مجھے مختار کیا گیا پس
مین نے اختیار کیا یعنی قولہ تعالیٰ استغفر لہم او لا تستغفر لہم الآیۃ۔ اور اگر مجھے معلوم ہوجاتا کہ مین ستر بار سے استغفار بڑھاؤن تو بخشش کر دیجائیگی تو مین بڑھاتا
پھر آنحضرت صلعم نے اُسپر نماز پڑھی اور اُس کے جنازے کے ساتھ گئے اور اسکی قبر پر کھڑے ہوئے یہان تک کہ اُسکے دفن سے فراغت ہوئی اور مین نے اُس روز آنحضرت صلعم
کی حضور مین اپنی جرأت کرنے سے تعجب کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ و اُسکا رسول دانا تر ہی پھر قسم ہی اللہ عزوجل کی کہ کچھ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ یہ دونون آیتین
نازل ہوئین ولا تصل علی احد منہم مات ابدا الآیۃ۔ پھر اسکے بعد کبھی آنحضرت صلعم کسی منافق کی قبر پر نہین کھڑے ہوئے یہان تک کہ وفات فرمائی۔ قال الترمذی
حسن صحیح۔ و قد رواہ البخاری و قد جاء فی الصحیحین بالفاظ متقاربۃ مفسرۃ و مجملۃ و یادل الروایات علی معنی واحد۔ اور صحاح و مسند کی روایات سے ثابت
ہے کہ منافق مذکور نے اپنے مرض الموت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا جب آپ اُسکے پاس گئے تو فرمایا کہ تجھے یہودیون کی محبت نے ہلاک کیا اُسنے کہا
کہ مین نے آپکو اپنے حق مین صلوۃ وغیرہ کیلئے بلایا ہی اور اس لئے نہین بلایا کہ مجھے ملامت کرو۔ مترجم کہتا ہی کہ اُسوقت بھی نفاق پر جما ہوا تھا۔ بہرحال
اُس نے وصیت کی تھی کہ آنحضرت صلعم اُسپر نماز پڑھین اور جب وہ مرگیا تو اُسکے بیٹے نے جو سچا مومن تھا اور اُسکا نام بھی عبداللہ تھا آنحضرت صلعم سے
درخواست کی کہ آپ اپنے تن مبارک سے ملی ہوئی قمیص عطا فرماوین شاید وہ منافق آگ سے بچے اور مروی ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری قمیص
اس سے عذاب الٰہی دور نہین کرسکتی ہی کما فی السراج اور عبداللہ نے عرض کیا کہ یا حضرت اگر آپ نہ تشریف لاوین تو ہم پر عار باقی رہیگا اور کوئی
مسلمان نہ کھڑا ہوگا اور بعض روایات مین ہی کہ منافق مذکور جب گڑھے مین رکھ چکا گیا تب آنحضرت صلعم تشریف لائے اور نکلوا کر اُسکے سر سے پاؤن تک

اپنا لعاب دہن مبارک ملوایا جو عطر سے زیادہ معطر تھا اور اُسکو اپنی قمیص پہنائی۔ کما فی روایۃ النسائی۔ اور بات یہ ہوئی کہ قمیص منگوانے مین دیر ہوئی
کہ لوگون نے قبر مین اُتار دیا پھر قمیص سے آپ وہان تک پہونچے فتدبر واللہ اعلم۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بعض سلف نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلعم نے اپنی قمیص
مبارک اُسکو مکافات قمیص عباسؓ مین پہنائی تھی اور سراج وغیرہ نے ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اپنی پاک قمیص اس پلید نجس کو دیتے
ہین تو فرمایا کہ میری قمیص اس سے عذاب الٰہی دور نہین کریگی اور مجھے امید ہی کہ اس سبب سے بہتیرے مسلمان ہوجاوین چنانچہ یہ دیکھکر بہت سے خزرجی
مومن ہوگئے بالجملہ حق تعالیٰ نے منافق پر نماز پڑھنے سے منع فرمادیا بقولہ۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ۔ اور مت نماز پڑھ کسی پر انمین سے
یعنی منافقون مین سے۔ یہ مؤید ہی کہ اوپر قولہ طائفۃ منہم۔ مین بھی ضمیر راجع بجانب منافقین ہی نہ کل متخلفین تاکہ تفکیک ضمائر لازم نہ آئے۔ مَّاتَ
اَبَدًا واحدیؒ نے کہا کہ مات جملہ صفت احد اور واقع ہو موضع اُس کا جر ہی گویا یون کہا کہ علی احد منہم میت اور ابدا متعلق لا تصل ہی اے لا تصل ابدا
علی احد منہم مات یعنی مت نماز پڑھ کبھی کسی پر اُن مین سے جو مرجاوے پس کلمہ دوام کے واسطے ممانعت ہوگی اور بیضاویؒ نے کہا کہ مات ابدا مستقل
ہے مراد اس سے کفر پر موت ہی کیونکہ کافر کی زندگی بھی موت ہی کہ وہ آخرت کا نفع اُٹھانے کیلئے نہین بلکہ عذاب پانے کیلئے زندہ ہی پس گویا زندہ
ہی نہین ہوا بلکہ دائمی مردہ ہی اور قول اول ارجح ہی یعنی مراد دوام ممانعت ہی لہذا امام احمد وغیرہ کی روایات مین ہی کہ بعد نزول اس آیت کے تا وفات
شریف آپنے کسی منافق پر نماز نہین پڑھی اور جنازہ کو پوچھتے پس اگر تعریف کی جاتی تو اُسپر نماز پڑھ دیتے ورنہ اہل جنازہ سے کہتے کہ تم جانو اور
جنازہ۔ وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔ اور اُسکی قبر پر مت کھڑا ہو۔ زجاج نے کہا کہ جب میت دفن ہوتی تو رسول اللہ صلعم اُسکی قبر پر کھڑے ہوتے اور
اُسکے لیے دعا کرتے پس منافق کے حق مین ایسا کرنے سے منع فرمائے گئے بعض نے کہا کہ قیام یہان بمعنی اصلاح ہی یعنی اُن مین سے کسی شخص کی
قبر و دفن کے اہتمام و اصلاح مین قیام نہ کیجیے اور بعض نے کہا کہ علی بمعنی عند ہی یعنی دفن و زیارت کے واسطے قبر کے پاس نہ کھڑے ہون اور اول
اولی ہی پھر آنحضرت صلعم کو اس ممانعت کی وجہ بتلائی بقولہ تعالیٰ۔ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ اے لانہم یعنی اسلیے کہ ان لوگون نے کفر کیا
اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول سے وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ۔ اور مرے درحالیکہ وے فاسق تھے یعنی کافر تھے کہ قبل موت کے اُنھون نے کفر سے
توبہ نہین کی۔ اب یہ وہم نہین ہوتا کہ کفر سے فسق گھٹا ہوتا ہی پھر فاسقون کیون فرمایا۔ اور بعض نے جواب دیا کہ اظہار ہی اُنھون نے کفر کے ساتھ
فسق بھی جمع کیا کیونکہ بعض کافر تو جس اعتقاد پر ہی اسمین امانت دار ہوتا ہی بخلاف نفاق کے کہ یہ طریقہ سب کے نزدیک بدتر ہی۔ اگر کہا جاوے کہ کافر
پر کیونکر نماز پڑھی تو جواب یہ کہ ہم لوگ ظاہر حال پر حکم لگاتے ہین اور باطن کا اللہ تعالیٰ دانا تر ہے چنانچہ جب سے حکم دیا تب سے کبھی نماز نہ پڑھی وفی تفسیر
الحافظ عمر بن الخطابؓ ایسے شخص کے جنازہ پر نماز نہ پڑھتے جسکا حال چھپا ہوتا جب تک اُسپر حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نماز نہ پڑھتے کیونکہ حذیفہ
رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلعم نے اعیان منافقین سے آگاہ کردیا تھا اسیواسطے حذیفہؓ کو صاحب سر الرسول صلعم کہتے ہین کہ اس بھید سے کوئی صحابی
سوائے اُن کے آگاہ نہ تھا اور ابو عبیدؒ نے کتاب الغریب مین روایت کی کہ عمرؓ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھنی چاہی تو حذیفہؓ نے چٹکی لی اس سے مقصود
یہ تھا کہ نماز نہ پڑھو پس عمرؓ نے نہ پڑھی واضح ہو کہ سبب نزول اگرچہ قصۂ منافق واحد ہی لیکن ممانعت عام ہی اور قمیص مین تکفین کرنے سے ممانعت
نہین فرمائی اسلیے کہ قمیص دینے سے انکار کرنا خلاف کرم تھا کذا قال البیضاوی۔ اور یہ اس تقدیر پر کہ نماز پڑھنے سے پہلے ممانعت آگئی تھی اور بعد اسکے
ظاہر یہ ہی کہ قمیص وغیرہ سے خود ممانعت ظاہر ہی کیونکہ نماز جو بڑی بزرگی ہی یعنی دعا و استغفار جب وہ کافر و منافق کے حق مین کارآمد نہین تو کوئی
امر مفید ہوگا اور منافق کے حق مین اس ممانعت سے ظاہر ہی کہ مومن کے حق مین یہ امر موجب کرامت ہی چنانچہ دفن مومن مین شرکت موجب ثواب جزیل
کہ ادنی بمانند کوہ اُحد ہی حدیث صحیح سے ثابت ہوا۔ بالجملہ اہل نفاق و کفر نہایت خبیث ہین اور ظاہر حال مین کثرت مال و اولاد سے شیطان وسوسہ دلاتا ہی

کہ شاید وے کچھ مقبول ہوں تو اللہ عزوجل نے اس وسوسہ پر متنبہ فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ۔

وَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَاَوۡلَادُهُمۡ ؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الدُّنۡيَا

اور تعجب نہ کر اُن کے مال اور اولاد سے اللہ یہی چاہتا ہے کہ عذاب کرے اُنکو اُن چیزون سے دنیا مین

وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ ۝

اور نکلے اُن کی جان جبتک کافر ہی رہین

اعجاب پسند کرنا بنظر تحسین اور توضیح اسی کے مثل آیت سابقہ مین اسی سورہ مین گزری۔ وَلَا تُعۡجِبۡكَ خطاب آنحضرت صلعم کو اور اہم مقصود اُمت ہین اور ضمیر مضاف الیہ۔ اَمۡوَالُهُمۡ وَاَوۡلَادُهُمۡ مین منافقین کی طرف راجع ہی پس محتمل ہی کہ وہی قوم منافقین مراد ہو جو پہلی آیت مین مراد تھی یا دوسری اور اولی یہ کہ مطلق منافقین کی طرف راجع ہی کیونکہ مقصود عموم ہی حتی کہ قیامت تک کیلئے شامل المعنی۔ اور تجھے اعجاب مین نہ ڈالین اُنکے اموال و نہ اولاد یعنی اے اہل ایمان تم لوگ منافقون کے اموال کثیرہ و اولاد کو بنظر تحسین نہ دیکھو۔ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الدُّنۡيَا انما کلمہ انحصار۔ ان یعذبہم جملہ بتاویل مفرد ہوکر مفعول یرید المعنی یہی چاہتا ہی اللہ تعالیٰ کہ منافقون کو اُنکے ان اموال و اولاد سے دنیا مین عذاب کرے یعنی یہ چیزین اُن کے حق مین نعمت نہین بلکہ عذاب ہین پس بطور استدراج کے اُن کو یہ چیزین ملین اس سے کہ شے دنیا مین اُن چیزون مین ایسے منہمک ہوے کہ بجاے اُن کے شکریہ و طاعت الٰہی کے ناشکری کی پس زکوۃ و صدقہ و خیرات اور اللہ تعالیٰ کی راہ پر خرچ کرنے اور ایمان کیساتھ طاعت و جہاد وغیرہ سب سے منہ موڑا تو یہ چیزین اُن کے حق مین عذاب ہوگئین اور یہ امر اُن کے حق مین ازل سے مقدر تھا پس قولہ یرید اللہ کے یہی معنی ہین۔ حاصل یہ کہ اُن کے حق مین قہری استدراج یون ہی مقدر ہی کہ ان چیزون سے دنیا مین عذاب پاوین تو اہل ایمان کو مال و اولاد پر نظر کرکے کسی کی خوبی نہ سمجھنی چاہیے بلکہ جب یہ چیزین طاعت الٰہی کے ساتھ نہون تو عذاب ہین جیسے منافقون کے حق مین فرمایا کہ ان چیزون سے دنیا مین اُنکے لیے یہی مقصود کہ عذاب کماوین۔ وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ۔ زہوق سختی و تکلیف کے ساتھ نکالنا۔ اور حدیث مین صحیح ہوا کہ کافرون کی روح بسختی تمام نکالی جاتی ہی کیونکہ معائنہ عذاب و عدہ غضب الٰہی سے تھرتھراتی اور بدن مین گھسی جاتی ہی المعنی اور بسختی شدید اُن کی روحین نکالی جائین درحالیکہ وے کافر ہون یعنی دنیا مین اُن چیزون سے عذاب اُٹھاوین حتی کہ کافر مرین اسطرح کہ اُن کی روحین بسختی تمام اُن کے بدنون سے کھینچی جاوین۔ اعوذ باللہ من الکفر والموت علیہ۔ اگر کہا جاوے کہ آیت کریمہ پہلے گذری پھر اسی سورہ مین یہان اُسکو مکرر فرمایا۔ تو جواب یہ کہ دنیا سے تعلق خاطر ہی عاقبت سے اندھا و کافر و فاسق کردیتا ہی اور باعث تعلق اسی اموال و اولاد مین دائر ہی اسی سے ترک طاعات بالخصوص ترک جہاد ہی پس مکرر تنبیہ کرنا اسمین اہم ہی جیسے شرک سے وعید کرنا جبکہ بہت اہتمام کے لائق تھا تو اُسکو سورۂ نساء مین مکرر فرمایا۔ رازی رحمہ اللہ وغیرہ نے لکھا کہ اوپر جو یہی آیت کریمہ گذری اُس سے یہان چار حرف مین فرق ہی۔ اول وہان فلا تعجبک۔ یہان ولا تعجبک تو وہان خیرات مین خرچ کرنے سے کراہت کرنے پر بفاء تفریع فرمائی اور یہان شمار اُن کے قبائح کا اور مقصود اصلاح نفس مومن و دفع وساوس ہی دوم وہان ولا اولادہم۔ یہان۔ بدون حرف لا کے فرمایا مگر لا محذوف ہی پس وہان تو حسب مقام ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ظاہر ہوئی جیسے کہتے ہین کہ مجھے تو نہ وزیر بھلا معلوم ہو نہ بادشاہ اور یہان دونون مین مساوات ہوگئی پس دونون چیزین منافقون کے حق مین یکسان ہین۔ سوم وہان لیعذبہم۔ اور یہان ان یعذبہم۔ یہی پس تنبیہ ہی کہ لام تعلیل ہونا و نہونا واحد ہی کیونکہ درحقیقت ارادہ و افعال الٰہی عزوجل بدون علت کے ہوتے ہین اور وہان علت کا دخل محال ہی۔ چہارم وہان فی الحیوۃ الدنیا۔ یہان فی الدنیا اس تنبیہ کے لئے کہ دنیا وی حیات کچھ حیات نہین لہذا ترک ذکر حیات سے اُسکی دنارت و خست ظاہر ہوگئی۔ **وقال المترجم** وہان خرچ مین بخل پر

مستفرع کرنا مقتضی حیات تھا یعنی یہ بخل اسی قدر حیات دنیا کیلئے جو محض بے اعتبار ہے اور یہاں بیان اس امر کا کہ دنیا میں اُن کو یہ چیزیں موجب عذاب ہیں نہ نشان قبول و منزلت فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا

اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورۃ کہ یقین لاؤ اللہ پر اور لڑائی کرو اُسکے رسول کے ساتھ ہوکر رخصت مانگتے ہیں مقدور والے اُن کے اور کہتے ہیں ہم کو

نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ○ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ○

چھوڑ دے رہ جاویں ساتھ بیٹھنے والوں کے خوش آیا کہ رہ جاویں ساتھ پچھلی عورتوں کے اور مہر ہوئی اُن کے دل پر سو اُن کو بوجھ نہیں

پہلے بیان ہوا کہ منافقون کے حق میں اُنکے اموال و اولاد عذاب ہیں کہ اُنھیں کو اصل مقصود خیال کر کے زندگی پر حریص موت کے نام ڈرے ہوئے اور خرچ زکوٰۃ و جہاد سے نہایت بیزار و شہوات دنیاوی میں منہمک رہتے ہیں پس کوئی بندہ مومن اُنکے اموال و اولاد کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھے اور اللہ تعالیٰ عزوجل بندہ مومن کو نور ایمان عطا فرماتا ہے جس سے وہ دنیا کو بمقابلہ آخرت کے جیسے ٹھیکرا بمقابلہ تخت سلطنت کے دیکھتا ہے بخلاف منافق و کافر کے کہ آخرت سے اندھے ہیں پس اسی کو تمام نعمت جانتے اسی وجہ سے حیات دنیاوی پر بنظر شہوات حریص ہیں نہ بنظر طاعات پس جہاد سے بخوف موت و مال و اولاد چھوٹنے و زندگی دنیاوی سے محروم ہونیکے گریز کرتے اور پیچھے ہٹتے ہیں چنانچہ اُنکے احوال و اقوال کو جا بجا مذمت کے طور پر اپنے علم قدیم کے موافق حکایت فرمایا از انجملہ یہاں فرمایا۔ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ۔ احتمال ہے کہ سورہ سے پوری سورہ مراد ہو اور ہو سکتا ہے کہ ٹکڑا مراد ہو اور بعض نے کہا کہ یہی سورہ براءۃ مراد ہے جسمیں منافقون کی قلعی کھل گئی کہ اسی میں جہاد کا عموماً حکم اور اسی میں آیۃ السیف ہے۔ المعنی اور جب اُتاری گئی سورہ یعنی اللہ تعالیٰ نے سورہ نازل فرمائی اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهٖ اے بان آمنوا۔ بدین حکم کہ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر۔ اور اُسکے رسول کے ساتھ ہو کر جہاد کرو یعنی سورہ اس حکم کے ساتھ نازل کی گئی اور ہو سکتا ہے کہ اَنْ آمنوا میں اَن تفسیری ہو یعنی وہ سورہ و کلام جو نازل کیا گیا یہ حکم ہے کہ ایمان لاؤ الخ۔ اور یہ حکم عام ہے تمام مومنین کو شامل ہے اور منافقون پر بھی جاری ہے کیونکہ وے لوگ سچے مومن نہ تھے پس اُن کے حق میں اسطرح کہ سچے طور پر ایمان لاؤ اور خالص نیت سے رسول اللہ صلعم کیساتھ ہو کر جہاد کرو پس آنحضرت صلعم خود جہاد کرنیوالے تھے الحاصل جب ایسا حکم نازل کیا گیا تو۔ اِسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ طول بالفتح دسترس و فراخی قدرت یعنی اجازت مانگنے لگے تجھ سے اے محمد صلعم اُن میں سے دسترس و فراخی والے جنکو مال و زاد و راہ سفر جہاد و سواری کی اچھی طرح قدرت حاصل تھی۔ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ اور کہنے لگے کہ چھوڑ دیجیے ہم کو ہم قاعدین کیساتھ ہو رہیں۔ یہ اجازت مانگنے کا حاصل مطلب بیان ہوا۔ قاعدین جمع قاعد یعنی بیٹھنے والے اور مراد لڑکے نابالغ و لنجے اپاہج وغیرہ جنمیں عورتیں بھی شامل ہیں جنکو قاعدات کہنا چاہیے لیکن معذور مردون کے لفظ سے قاعدین جمع آئی ہے پھر احتمال ہے کہ متمول منافقون نے صاف صاف یہی بات کہی ہو کہ ہمیں ان لوگون کے ساتھ چھوڑ دیجیے اور شاید حاصل مطلب و نتیجہ بیان ہوا کہ اجازت مانگنے کا نتیجہ یہ کہ قاعدین کیساتھ بیٹھ رہیں اور خلاصہ یہ کہ جب جہاد کا حکم آیا جو بدون ایمان کے ٹھیک نہیں تو ایسے تندرست متمول آئے اجازت لینے کہ ہمیں قاعدین کیساتھ چھوڑ دیجیے حالانکہ یہ ایمان کا مقتضی نہیں کہ حیات دنیا پر بھروسا کر کے آخرت سے محروم و خوار ہو لیے مومن اسکو نہیں پسند کریگا کیونکہ وہ بنور الٰہی سمجھدار ہو جاتا ہے لہذا منافقون کی قلعی کھول دی کہ۔ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ۔ خوالف جمع خالفہ بہ تاء تانیث بمعنی وہ عورتیں جو مردون کے پیچھے گھر بیٹھی رہجاتی ہیں اور صیغہ صفت مرد کے واسطے بھی رجل خالفۃ بولتے ہیں یعنی ایسا مرد جو کسی کام کا نہیں پس ہو سکتا ہے کہ بلحاظ الفاظ کے صیغہ صفت کی جمع خوالف ہو کیونکہ خالف بدون تاء کے جمع خوالف نہیں آتی اسلئے کہ سوائے فوارس و نواکس و ہوالک وغیرہ چند الفاظ معدود کے فاعل کی جمع بروزن فواعل نہیں آتی ہے۔ طبع بمعنی مہر کرنا۔ المعنی یہ لوگ راضی ہوئے و پسند کیا اپنے حق میں اس بات کو کہ خوالف کیساتھ ہو رہیں یعنی زنانہ نامردے بنکر عورتون کیساتھ ہو رہیں اور مہر کر دی گئی اُن کے دلون پر سو وے کچھ سمجھتے نہیں یعنی زندگی دنیاوی جو آنکھون دیکھی یقینی ناپائدار ہیچ ہے

اُسکے اعتقاد پر اثر نفیس باقی پائدار آخرت چھوڑنا و وہان عذاب بلا مین ہمیشہ گرفتار ہونا محض حماقت ہی اسکو نہین سمجھتے ہین پھر اللہ تعالیٰ نے منافقون کے وجود کو اور اُن کے ساتھ نہ دینے کو ہیچ کر دیا اور اپنے پاک رسول و مومنین کے فضائل بطور مدح فرمائے بقولہ تعالیٰ۔

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ

لیکن رسول اور جو ایمان لائے ہین ساتھ اُسکے لڑے ہین اپنے مال اور جان سے اور اُنھین کے ہین خوبیان

وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اور وہی پہونچے مراد کو تیار رکھے ہین اللہ نے اُنکے واسطے باغ بہتی ہین نیچے اُنکے نہرین رہا کرین اُنہین ہی یہ ہے بڑی مراد ملنی

دنیا مین بندون کی صدق نیت و حسن طویت سے اپنے مولیٰ پر جان و مال فدا کرنا ہی بندگی کی علامت ہی ورنہ اللہ تعالیٰ عز وجل چاہے تو سب کافر ایک پل مین فنا ہو جاوین و چاہے تو سب ایک آن مین سر ٹیک دین مگر اسکی حکمت کاملہ وہی جانتا ہی بندہ تو اپنی حقیقت اور ایک بتی کی ماہیت نہین معلوم کر سکتا وہ قادر مختار ہی جو چاہے حکم فرمادے پس جہاد کا حکم دیا جسمین ایمان والے ثابت قدم رہے اور منافق نکل گئے اور وہ کس قطار و شمار مین ہین اپنی ہی عاقبت خراب کی لہذا بحرف استدراک فرمایا۔ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ یعنی منافق پڑے پچھڑتے رہو کسی کا کیا نقصان ہوا اور رہا جہاد قائم ہونا تو بہتر بندون کو اُسکی توفیق دی کہ رسول اللہ عز وجل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ لوگ جو رسول کے ساتھ مین ایمان لائے ہین۔ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ۔ ان سب نے اپنے مالون و جانون کیساتھ جہاد کیا۔ تمام جہاد اُنکا یہ تھا کہ مال و جان کی طرف لگاؤ نہ رکھا اور سب کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق فدا کر دیا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہونا شرع شریف سے معلوم ہوتا ہی چنانچہ جو کوئی اپنا سب مال یکبارگی خیرات کر دے اُسنے شرع کے موافق نہ کیا اور خلاف مرضی الٰہی سبحانہ تعالیٰ کام کیا کیونکہ یہ حکم نہین ہی الا بضرورت خاصہ پس دل کسی چیز سے نہ لگائے اور اپنی جان و جہان کو شرع کے تابع کر دے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک بندون کی مدح و منزلت بیان فرمائی۔ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ خیرات جمع خیرہ بتشدید یا تھا پھر تخفیف کیگئی یعنی اسکی بھلائی اور مراد ہر طرح کی بھلائی ہی خواہ دنیاوی ہو یا اُخروی ہو کہ الف لام استغراق ہی۔ اور بعض نے حورون سے تفسیر کی و اول اقوی و اولیٰ ہی۔ المعنی اور اُنھین بندون کیلئے تمام بھلائیان ثابت ہین دنیا مین بھی مانند اجر و غنیمت و نور ایمان وغیرہ کے اور آخرت مین خصوصًا وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی بندے فلاح پانیوالے ہین۔ دونون جگہ اسم اشارہ اُنکی منزلت و خوبی ظاہر فرمانے کیلئے مکرر فرمایا اور فلاح کامل اُنھین بندون کو حاصل ہی اُسکا تھوڑا بیان جو سمجھ مین آسکتا ہی ذکر کیا بقولہ تعالیٰ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مہیا کر دیا اللہ تعالیٰ نے اُنکے لئے جَنّٰتٍ ایسی جنتون کو۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جنکے مکانون ہرے بھرے درختون کے نیچے نہرین ہین۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جب ان جنتون مین داخل ہونگے حکم لگا دیا جائیگا کہ ہمیشہ اسی مین رہنے کو ملیگا کبھی نکالے نہ جاؤ گے نہ مرو گے نہ یہان کی طرح طرح طرح نئی نئی نعمتون سے کبھی اُکتاؤ گے جو چاہو گے وہین پاؤ گے۔ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہ جو بیان ہوا بڑا بھاری فوز ہی جسکی حقیقت ناقص بیچارہ آدمی کیا سمجھ سکتا ہی ف۔ وفی العرائس قولہ لکن الرسول والذین آمنوا معہ الخ ہر ایک کا جہاد مختلف اُسکی شان کے لائق ہی چنانچہ آنحضرت صلعم نے ادائے امانت رسالت کا پورا بوجھ اُٹھانے مین کوشش و جہاد کیا اور مومنون نے اتباع سنت و حکم نبوت کی تعمیل مین جان فدا کی معیت جو کلام پاک معہ سے ظاہر ہی مومنین صحابہ رضوان اللہ علیہم کیلئے کمال کرامت ہی اور اشارات سے ثابت ہوا کہ حسن مشاہدہ سے تحقق ایمان ہی اسمین رسول پاک کے ساتھ آپکے یاران جان نثار آپکے طفیل مین شریک ہو کر سب نے بمحض فضل حضرت باری تعالیٰ عز وجل کرامت پائی پھر مرتبہ نبوت فضل خاص کرامت کاملہ خاصہ ہی پھر حق تعالیٰ نے کشف انوار جمال کے عطا و نوال مین بھی اپنے پاک رسول کے ساتھ پاک مومن بندون کو شریک کیا اور فرمایا واولئک لہم الخیرات۔ کیونکہ اولئک کے اشارہ مین آنحضرت صلعم کے ساتھ سب

مومنین ہی اہل ہین خیرات مشاہدات وظہور انوار قربت وصال ہین جو دنیا مین بطرز خاص ہی عاقبت مین بتمام خوبی وظہور خاص پا وینگے پھر اُن کے وصف مین اور بھی بڑھایا اسطرح کہ سابقہ سعادت ازلی کے انعام سے یہ لوگ قہر کی گرفت وسختی سے نجات پائے ہوئے ہین بقولہ تعالیٰ واولئک ہم المفلحون۔ تمام ظفر وکمال مراد وتمنی سے فائز ہین چنانچہ اُسی کی تصدیق کرتا ہی قولہ تعالیٰ اعد اللہ لہم جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ذلک الفوز العظیم۔ قربت وصال کے ہرے بھرے باغون ومشاہدات کے بستان ہین جنکے نیچے بحر ذات سے علوم ازلیات کی نہرین جاری ہین جسنے اُن نہرون سے ایک بار پانی پیا وہ ان اوصاف سے متصف ہوگیا اور مشاہدہ ذات مین باقی ودائم۔ پس یہ فوز عظیم یون ہی کہ حدوث سے نجات ہوا اور حضرت قدیم عزوجل کے مشاہدہ تک رسائی حاصل ہو بعض نے قولہ تعالیٰ لکن الرسول والذین آمنوا معہ الخ کے اشارہ مین کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائے رسالت مین انتہا درجہ کا اجتہاد کیا یعنی جہاد جو جان ومال سے کوشش ہی اُسکو رسول اللہ صلعم نے ادائے رسالت مین پورا کیا پس کافرون سے لڑائی بھی منجملہ ادائے رسالت کے شمار ہی اور مومنون نے اس طرح یہ جہاد کیا کہ جو امر شرع مین وارد ہوا اُسمین اپنی جان سے کوشش کی چنانچہ جو حکم شرعی کہ جان فدا کرنے سے متعلق ہی اسمین جان سے دریغ نہین کیا یعنے جیسے کفار سے جہاد کرنا اور جو حکم متعلق بمال ہی اُسمین مال فدا کردیا۔ واضح ہو کہ آیات مذکورۃ الصدر سے منافقون کی مذمت مین ثابت ہوا کہ خالفین کیساتھ بیٹھ رہنے پر راضی ہوے وخالفین وہ لوگ جو باہر چلے جانیوالے مجاہدین کے بعد مدینہ مین رہے مانند معذور مردو اطفال وعورتون کے حالانکہ اُن پر خالفین کا اطلاق بروجہ مذمت نہین بلکہ بمعنی لغوی ہی لہذا آگے کلام مین عذر صحیح والون کے معذور ہونے ومعاف وغیرہ ہونیکے احکام کو اور منافقون کے مذموم ہونے کو بیان فرمایا۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ

اور آئے بہانے کرتے گنوار تا رخصت ملے اُن کو اور بیٹھ رہے جو جھوٹے ہوئے اللہ سے اور رسول سے اب پہونچے گی اُنکو جو

كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ

منکر ہین اُنمین دُکھ کی مار ضعیفون پر تکلیف نہین نہ مریضون پر نہ اُن پر جن کو پیدا نہین جو خرچ کرین

حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا

جب دل صاف ہون اللہ اور رسول کے ساتھ نہین نیکی والون پر الزام کی راہ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہی اور نہ اُن پر کہ جب

مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝

تیرے پاس آئے تا تُو اُنکو سواری دے تو نے کہا مجکو پیدا نہین جو تمکو سواری دون اُلٹے پھرے اور اُنکی آنکھون سے بہتے ہین آنسو اس غم سے کہ اُنکو پیدا نہین جو خرچ کرین

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

راہ الزام کی اُن پر ہی جو رخصت مانگتے ہین تجھسے اور مالدار ہین خوش لگا کہ رہ جاوین ساتھ پچھلی عورتون کے اور مہر کی اللہ نے اُن کے دل پر سو وہ نہین جانتے

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ۔ معذرون جمع معذر بتشدید ذال معجمہ جمہور کی قراءۃ ہی پھر اُسکے اشتقاق مین دو قول ہین ایک کہ ماخوذ از عذر یعذر تعذیرا یعنی باب تفعیل سے بمعنی تقصیر ہی یقال عذر فی الامر یعنی کام مین تقصیر کی اور اُسکو پورا نہ کیا اور نیز یہ مراد ہوتی ہی کہ ایسا عذر لایا جسکو وہ عذر سمجھا مگر حقیقت مین عذر نہین ہی۔ بنا برین آیت مین یہ معنی ہوئے اور آئے اعراب یعنی دیہاتیون مین سے ناقص عذر لانیوالے یعنی باطل عذر لائے پس اس تفسیر پر یہان جھوٹے عذر کرنیوالون کا بیان شروع ہی جنکو اللہ تعالیٰ نے معذور نہین رکھا۔ قول دوم یہ کہ معذرون دراصل معتذرون تھا تا کو ذال مین ادغام کردیا تو معذرون ہوا اور معتذر وہ شخص جسکو واقعی عذر ہو پس آیت مین یہ بیان ہی کہ جو لوگ سچے عذر والے تھے وہ اجازت حاصل کرنے کیلئے اپنا عذر بیان کرنے آئے اور اللہ تعالیٰ

و اُسکے رسول سے منہ نہین چھپایا اور نہ بے پروائی سے بیٹھ رہے بخلاف جھوٹے منافقون کے کہ وہ عذر کرنے نہین آئے۔ اسی پر دلالت کرتی ہو قراۃ ابن عباسؓ کہ معذرون بتخفیف ذال معجمہ از اعذر یعنی باب افعال پڑھا بمعنی عذر کو اپنی حد تک پہونچایا یعنی عذر مین معذرون سچے تھے۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ یہ اہل عذر کا بیان ہو اور کہا کہ آیت کے معنی مین یہی قول اظہر ہو۔ نحاسؒ نے اسپر اعتراض کیا کہ مدار اس روایت کا کلبیؒ پر ہو اور وہ ضعیف ہین جواب یہ کہ حدیث کی روایت مین کلبیؒ متروک ہین مگر تفسیر کی روایت مین اگر اُن کی روایت کا شاہد یا متابع موجود ہو تو معتبر ہو جیسا کہ میزان الاعتدال وغیرہ مین منصوص ہو اور یہان باسناد جید حضرت مجاہدؒ سے بھی مثل قول ابن عباسؓ مروی ہو کما ذکرہ الحافظؒ ایضاً پس تفسیر مقبول ہوئی اور شیخ حافظؒ نے کہا کہ کلام مابعد یعنی قولہ وقعد الذین کذبوا اللہ ورسولہ الخ اسی پر دلالت کرتا ہو کہ اہل عذر کی معذرت کیلئے آنے کا بیان کیا اور جھوٹون کے نہ آنے پر مذمت فرمائی۔ اسی کو علماء بیان مین سے فراء و زجاج و ابن الانباری و اخفش و ابوعبید و ابوحاتم بغوی نے کہا ہو۔ فالمعنی اور حاضر ہوئے عذر کرنے کو وہ لوگ جو سچے عذر والے تھے اعراب یعنی دیہاتیون مین سے۔ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ تاکہ اُن کے لیے اجازت دیدی جاوے یعنی اُن کا واقعی عذر سنکر آنحضرت صلعم اُنکو بسبب اُنکے عذر کے یہ اجازت دیدین کہ اچھا تم اپنے وطن مین رہو ساتھ نہ چلو۔ قال المترجم مجاہدؒ کے قول سے روایت کلبیؒ پر شہادت لانا محل تامل ہو اسواسطے کہ ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ اُنھون نے فرمایا کہ ان معذرین اعراب سے مراد بنوغفار کے چند آدمی ہین جنھون نے آکر اعتذار کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کا عذر صحیح نہ رکھکر قبول نہ فرمایا۔ ایسا ہی حسن بصری و قتادہ و محمد بن اسحاق کا قول ہو اور غایت امکان جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اول قول مجاہدؒ کا نقل قول ابن عباسؓ ہو اور دوسرا قول اپنی تحقیق ہو پس اس تقدیر پر قول مجاہد درحقیقت متابعت کلبیؒ رہ واسطے ثبوت قول خیر الامۃ و ترجمان القرآن ابن عباسؓ ہوگا۔ فافہم اور حق یہ ہو کہ احتمال ہر دو تفسیر بسبب اللفظ مساوی ہو کیونکہ معتذر عذر باطل و عذر صحیح دونون طرح کے عذر والے کو بولتے ہین چنانچہ عذر باطل والے کی مثال قولہ تعالےٰ یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیہم۔ بدلیل قولہ قل لا تعتذروا۔ کیونکہ رد فرمایا تو معلوم ہوا کہ عذر باطل تھا اور عذر صحیح والے کی مثال قول شاعر سے من یبک حولا کاملا فقد اعتذر یعنی فقد جاء بعذر صحیح یعنی ایسا عذر لایا کہ وہ معذور قرار دیا جائے اب ہا یہ کہ بقرائن دونون معنی مین سے کسی کو ترجیح دیجاوے بمانند سبب نزول و کلام مابعد وغیرہ کے تو بنوغفار کے چند مرد مانند خفاف بن ایما وغیرہ کے حق مین اگر نزول قرار دیا جائے اور قولہ وقعد الذین کذبوا۔ دوسرے منافقون کے حق مین رکھا جائے تو معتذرین بعذر صحیح کے معنی ظاہر ہوتے ہین ولیکن بعض اہل تفسیر نے کہا کہ سبب نزول اسکا بنواسد و غطفان ہین کہ اُنھون نے منافقانہ عذر کیا کہ ہم لوگ اہل عیال و سخت محتاجی مین ہین۔ اور بعض نے کہا کہ گروہ عامر بن الطفیل ہی جسنے کہا کہ ہم اگر آپکے ساتھ جہاد کرین تو قبیلہ طے کے دیہاتی ہمارے یہان لوٹ مار کرینگے قال المترجم جن کے حق مین سبب نزول روایت کیا گیا اُن کے حق مین بھی یہ امر منصوص نہین کہ درحقیقت سچے تھے یا جھوٹے تھے پس اللہ تعالیٰ وانا تر ہو اور اسکی تعیین نہ کھلنا کچھ مضر نہین بلکہ ہر دو صورت مین احکام برآمد ہوتے ہین چنانچہ یہ معلوم ہوا کہ آدمی کا نفس جس امر کو عذر سمجھے وہ عذر نہین ہوتا جبتک کہ شرع اُسکو معذور نہ فرما دے ورنہ عذر مین کاذب ہوگا اور دوسری تفسیر پر نکلا کہ عذر صحیح ہو تب بھی امام سے اجازت لے لینا چاہیئے جبکہ عموماً جہاد اُسپر لازم آجاوے اگر عذر نہ ہو۔ اسی واسطے بیضاوی وغیرہ نے لکھا کہ قولہ وجاء المعذرون من الاعراب۔ مین معذرین سے احتمال ہو کہ عذر مین جھوٹے مراد ہون اور احتمال ہو کہ عذر مین سچے مراد ہون اور بر تقدیر دوم قولہ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ دوسرے دیہاتیون کے حق مین ہوگا جو منافق تھے کہ عذر کرنے نہین آئے المعنی اور بیٹھ رہے وہ لوگ جنھون نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کو یعنی اللہ تعالیٰ و رسول پر ایمان لانے کے دعوی مین جو لوگ جھوٹے تھے وہ بلا عذر بیان کیے بیٹھ رہے یا منافقانہ عذر کرتے تھے وہ درحقیقت دعوے ایمان مین جھوٹے

ہونے سے جہاد کو نہ نکلے۔ بالجملہ پہلے حق عزوجل نے شہر مدینہ کے منافقون کا حال بیان کیا پھر دیہاتی جھوٹے وسچے لوگون کا حال ذکر فرمایا پھر اُنکا عذاب بقولہ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ اور عنقریب پہونچے گا اُن لوگون کو جنھون نے کفروانکار کیا ہے یعنی ان دیہاتیون مین سے منکر منافق رہے مرنے دم تک یا جو سوائے انکار کے کسل وغیرہ کی وجہ سے بیٹھ نہین رہے ہین اُنکو عذاب الیم یعنی دکھ کی مار پاوینگے دنیا مین اسطرح کہ قتل وخوار ہونگے اور عاقبت مین دائمی آتش جہنم ہے۔ پھر اللہ تعالی نے سچے عذر والون کو بیان کیا اور ماسوائے اُن کے جھوٹون کی مذمت فرمائی بقولہ تعالی۔ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ۔ لیس فعل ناقص جو دلالت کرتا ہے عموم نفی پر یعنی نہ تھا اور نہ ہوگا قیامت تک۔ قولہ علی الضعفاء مع معطوفات کے ملکر خبر واقع اور قولہ حرج اُسکا اسم ہے اور قولہ اذا الخ متعلق بحرج ہے نہ بلیس۔ اور باقی ترکیب کلام آگے مذکور ہوگی اور کلام یہان سے دور تک باہم متصل ہے ہان بیچ مین بحکم بلاغت کاملہ بعض جمل معترضہ وارد ہین۔ جب یہ تنبیہ ہوچکی تو اب جاننا چاہیئے کہ ضعفاء جمع ضعیف جیسے بہت بوڑھا آدمی جو آمد ورفت وقتال کی طاقت نہین رکھتا اور اُمید ہے کہ لڑکے وعورتین بھی گناہ دفع ہونے کے حکم مین ضعفاء کے تحت مین داخل ہون لیکن مرد ضعیف جبکہ نیت کا سچا مومن ہے تو وہ باوجود فعل جہاد نہ کرنے کے ثواب وفضل الہی سے حصہ پاویگا چنانچہ آگے تحقیق آویگی انشاء اللہ تعالی بخلاف عورتون کے کہ اُنمین صلاحیت ہی نہین رکھتی ہین وَلَا عَلَى الْمَرْضَى جمع مریض خواہ مرض قابل دفع ہو جیسے بخار وغیرہ کا بیمار یا نہین جیسے اپاہج وغیرہ اور ممکن ہے کہ اپاہج قسم اول مین داخل ہو۔ یعنی نہین ہے ضعیفون پر اور نہ بیمارون پر وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ۔ اور نہ اُن تندرست لوگون پر جو وہ چیز نہین پاتے جسکو راہ جہاد وسامان مین خرچ کرین حَرَجٌ کچھ حرج یعنی جو بندہ کہ ضعیف ہے یا بیمار ہے یا اُسکو نفقہ جہاد نہین ملتا ہے تو اُن مین سے کسی پر جہاد کیلئے نہ نکلنے مین کچھ حرج نہین ہے یعنی کچھ گناہ نہین ہے۔ ہر سہ اقسام مین سے ہر ایک پر نفی مستقل فرمائی تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ معذور وہی ہوگا جسمین یہ سب عذر جمع ہون اور تاکہ سب کا مساوی معذور ہونا ظاہر ہو اور حرج کے نکرہ ہونے کا فائدہ یہ کہ کچھ بھی حرج نہین لیکن اُسکے ساتھ ایک شرط فرمائی بقولہ۔ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ یعنی کچھ حرج نہین جبکہ اللہ تعالی واُسکے رسول کیلئے ایام قعود مین ناصح بنین یعنی خیرخواہ بندے خیرخواہی کا کام انجام دین باین طور کہ جیسے خیرخواہ غلام اپنے آقا کے سامنے وپیٹھ پیچھے نیکی چاہتا رہتا ہے ویسے ہی یہ لوگ بھی آدمیون کو ایمان وطاعت وغیرہ کی نصیحت کرتے رہین اور پوشیدہ وظاہر یکسان رہین یا یہ معنی کہ قول وفعل سے جس طرح اُن سے ممکن ہو ایسی بات کرین جسکا نفع اسلام ومسلمین کی طرف عاید ہو پس ظاہر ہوا کہ بوڑھا اگر لڑائی مین کوئی تدبیر جانے اور زبان سے نہ بتلاوے تو اُسنے نصح کو ترک کیا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان لوگون سے گناہ دور کیا گیا ہے اور ان کو ممانعت نہین چنانچہ جو معذور اُن مین سے بدون حرج وتنگی شرعی کے خود نکلے تو ثواب جزیل پاویگا۔ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ۔ لے ما علیہم من سبیل۔ ان لوگون پر کوئی راہ نہین یعنی گناہ کے بار ڈالنے کو اُن پر کوئی راہ نہین اور نہ اُن کے عتاب کیئے جانے کی کوئی راہ ہے۔ اللہ تعالی اگرچہ قادر مختار ہے جسکو چاہے عتاب کرے اور جسکو چاہے مجرم فرمادے سب اُسی کی ملک مخلوق ہین لیکن یہ کمال تفضل واحسان کا بیان ہے کہ ان بندون کو ضعف بیماری وغیرہ کے دکھ دے اور یہ صابر ہین تو اُسکے شاکر ہین اُنکو اپنے فضل سے کمال مطمئن فرمایا اور یہ دو طرح سے ایک یہ کہ کوئی راہ اُنپر نہین رکھی اور دوم یہ کہ بجائے ضمیر کے محسنین فرمایا یعنی بجائے ما علیہم کے ما علی المحسنین فرماکر شرف وفضل سے سرفراز کیا کہ نیکوخواہی وقدر وسعت طاعت سے یہ بھی بندگان محسنین مین شامل ہین اور یہ محض فضل الہی ہے کہ حرج کو اُنسے دور کیا اور نہ بندہ ہر وقت اپنے معبود عزوجل کی بندگی ہی کیواسطے ہے لہذا فرمایا۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ اور اللہ تعالی غفور رحیم ہے یعنی ان معذور بندون کیواسطے غفور رحیم ہے یا یہ معنی کہ اللہ تعالی ایسے بندون پر مغفرت ورحمت فرماتا ہے جو خطاوار ہوجاوین تو ان بندون معذور کو خیال کرو جنکو محسنین فرمایا کہ اُن پر کیسی عظیم مغفرت ورحمت فرماویگا حاصل معنی یہ کہ جہاد کیلئے نہ جانے مین معذور بندون پر مانند ضعیف وبیمار ولنجے اپاہج وغیرہ کے اور بیچارے محتاج بندون کے کچھ گناہ نہین ہے۔ وَلَا عَلَى الَّذِينَ اور نہ اُن بندون پر کہ جن کے ساتھ یون

معاملہ پیش آیا کہ اِذَا مَآ اَتَوْكَ جب تیرے پاس آئے لِتَحْمِلَهُمْ تاکہ تو اُن کو سوار کردے یعنی اُن کے واسطے سواری کا سامان کردے۔ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ درحالیکہ تو نے کہا کہ میں ایسی چیز نہیں پاتا کہ جس پر تم کو سوار کردوں تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ تو پھرے اس حال میں کہ اُنکی آنکھیں بہتی تھیں آنسوؤں سے حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ۔ اس غم سے کہ اتنا نہیں پاتے وہ لوگ جو راہ جہاد میں خرچ کریں۔ واضح ہو کہ قولہ اذا ما اتوک میں ما زائدہ برائے تاکید اور جملہ شرط ہے تولوا کی اور قلت لا اجد۔ حال از ضمیر کاف اتوک ہے باضمار حرف قد یعنی قد قلت لہم ای لا اجد الخ پس الذین موصول کا صلہ قولہ تولوا الخ اور قولہ واعینہم حال از فاعل تولوا ہے اور قولہ حزنا مفعول لہ تفیض کا ہے وقولہ ان لا یجدوا منصوب بحزن بنا بر آنکہ یہ حزن کا مفعول لہ ہے یا بتقدیر کلام حزنا علی ان لا یجدوا ہے۔ اگر کہا جائے کہ اعینہم تفیض فرمایا یعنی اُنکی آنکھیں بہتی تھیں حالانکہ آنکھوں سے آنسو بہتے تھے پس تفیض الدموع من اعینہم کیوں نہیں آیا تو جواب یہ کہ اعینہم تفیض زیادہ بلیغ ہے کیونکہ مشعر ہے کہ اس کثرت سے آنسو تھے کہ گویا اُنکے بدلے میں آنکھیں بہتی تھیں اور گویا آنکھیں سراپا آنسو ہوکر بہنے لگی تھیں۔ حاصل تمام کلام کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اصول بتلادیا جس سے معذور وغیر معذور ظاہر ہوگیا پس عذروں میں سے جو مقبول عذر ہیں کہ جنکے ہوتے ہوئے آدمی گنہگار نہ ہوگا اُنمیں سے بعض لازمی ہیں جیسے بڑھاپا یا خِلقی ضعف کہ اسکے ساتھ جہاد کی استطاعت نہ ہووے اور بعض امراض ایسے ہیں کہ اچھے نہیں ہوتے اور استطاعت نہیں رہتی جیسے اندھا یا لنگڑا ہونا اور بعض ایسے ہیں کہ جبتک ہیں تب تک معذور ہے جیسے شدت بخار وغیرہ اور اسی قبیل سے نقر ومحتاجی ہے کہ اس سے استطاعت جاتی رہتی ہے پس جب تونگر ہو جاوے تو معذور نہ رہیگا پس ایسے لوگ معذور ہیں اگر بیٹھ رہیں اور اس حالت میں مسلمانوں کی خیرخواہی کریں اور نصح کو مقدم رکھیں تو یہ محسنین میں داخل ہونگے اور ابو ثمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے پوچھا کہ یا حضرت ہمکو للہ ناصح بتلادیجئے فرمایا کہ وہ شخص للہ ناصح ہے جو حق الٰہی کو لوگوں کے حقوق پر مقدم رکھے اور جب دو کام ایک دنیا کا اور ایک آخرت کا اسکو پیش آوے تو پہلے آخرت کا کام کرے پھر دنیا کے کام پر متوجہ ہو۔ اوزاعیؒ نے کہا کہ بلال بن سعد کیساتھ لوگ استسقاء کیلئے نکلے پس بلال نے کھڑے ہوکر کہا کہ اے لوگو تم اپنی طرف سے بدی کا اقرار کرتے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں ہم سب مقر ہیں کہ ہم خطاوار ہیں پس بلال نے دعا مانگی کہ اے پروردگار ہمارے تو اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ ما علی المحسنین من سبیل اور ہم سب اپنی خطاداری کا اقرار کرتے ہیں سو ہمکو بخشدے اور ہم پر رحم فرما اور ہم پر پانی برسادے۔ لوگوں نے بھی اُن کے ساتھ ہاتھ اُٹھائے آمین کہی پس اللہ تعالیٰ نے اُن پر پانی برسایا۔ ابن ابی حاتم نے باسناد حسن زید بن ثابتؓ سے روایت کی کہ میں وحی لکھا کرتا تھا پس میں سورہ براءۃ لکھتا تھا سو قلم میرے کان میں تھا کہ ہم کو قتال کا حکم دیا گیا اور آنحضرت صلعم وحی کے منتظر تھے کہ اتنے میں عبداللہ بن ام مکتوم جو اندھے تھے حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ میں کیا کروں تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی الخ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے حکم عام دیدیا کہ سب لوگ میرے ساتھ تبوک کے جہاد میں چلیں پس آنحضرت صلعم کے صحابہ میں سے ایک گروہ آیا منجملہ عبداللہ بن معقل بن مقرن المزنی بھی تھے اور مجاہد نے کہا کہ وے سات آدمی انصاری تھے اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ سات انصار وغیرہ ہیں سالم بن عمیر یا بن عوف اور علبہ بن زید و عبدالرحمٰن بن کعب و عمرو بن الحمام و عبداللہ بن مغفل مزنی و حرمی بن عبداللہ و عیاض بن ساریہ تھے اور بعض نے بعض کی جگہ بعض دیگر کا نام لیا بالجملہ اُن ساتوں نے آکر درخواست کی کہ یا رسول اللہ ہم کو کسی طرح سواری عطا کر دیجئے آپ نے فرمایا کہ واللہ مجھے کوئی چیز نہیں ملتی جس پر تمکو سوار کروں تو یہ لوگ بہت غمگین ہوکر روتے ہوئے لوٹے اور اُن پر شاق گزرا کہ جہاد سے باز رہیں اور سواری ونفقہ اُنکے پاس نہ تھا پس اللہ عزوجل نے اُنکی حرص قبول فرماکر اُنکو معذور رکھا اور محسنین میں داخل کرلیا اور صحیحین میں آنحضرت صلعم سے مرفوع روایت ہے کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ اے لوگو تم نے مدینہ میں ایسے لوگ چھوڑے ہیں کہ تم کوئی وادی نہیں طے کرتے اور کوئی راہ نہیں چلتے مگر وے تمھارے ساتھ ہیں صحابہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ اور ہیں وے مدینہ میں فرمایا کہ ہاں یہ وہ لوگ ہیں جنکو عذر نے روک رکھا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مگر وے تمھارے ساتھ اجر میں شریک ہیں یعنی جو ثواب

تم کو ملتا ہی ویسا ہی اُنکو بھی ملتا ہی۔ اور ایک حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ لوگون کو فرمایا کہ جو تم مین ضعفا رہین تم کو اُنھین کی برکت سے رزق ملتا ہی حاصل اسکا
خلوص صدق نیت ہی اگرچہ کام کی استطاعت حاصل نہوا اور بعض احادیث مین ثابت ہی کہ مومن کی نیت اُسکے عمل سے بہتر ہی اور صحیح حدیث مین ثابت
ہی کہ جو صدق دل سے جہاد کا قصد رکھے وہ ثواب پاویگا اگرچہ اپنے بستر پر مرے فافہم اور واضح ہو کہ جن لوگون نے سواری مانگی تھی اُنکے بارہ مین ابراہیم
بن ادہم و حسن بن صالح وغیرہم سے روایت ہی کہ ان لوگون نے جانور سواری نہین مانگے تھے بلکہ جوتیان چاہی تھین کیونکہ شدت طپش سے پاؤن
مین آبلہ پڑتے تھے آدمی چل نہین سکتا تھا پس اُنکا رونا اُن کے صدق دل کا شاہد ہی پس اللہ تعالیٰ عز و جل نے ان سب کو معذور فرمایا اور محسنین
مین داخل کیا پھر ان لوگون کو بیان کیا جو منافقانہ جھوٹے عذر کرتے تھے بقولہ تعالیٰ۔ اِنَّمَا السَّبِيْلُ حرف انما بعض کے نزدیک تاکید مبالغہ ہی اور
بعض کے نزدیک حصر کیلیے ہی اور سفاقسی رح نے کہا کہ اسمین کوئی مانع نہین ہی کہ حصر کیواسطے ہو۔ اور سبیل سے مقصود راہ مواخذہ و عقوبت ہے۔ عَلَى
الَّذِيْنَ يَسْتَأْذِنُوْنَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ یعنی راہ مواخذہ و عذاب تو اُنھین لوگون پر ہی جو تجھ سے اجازت مانگتے ہین بیٹھ رہنے کی اور حال یہ کہ
وے تونگر ہین یعنی سواری و زادراہ اُنکے پاس موجود ہی اور کسی عذر واقعی سے معذور نہین ہین حاصل آنکہ تخلف کا گناہ و عذاب بغیر اعذار مذکورہ سابقہ
کے پیچھے رہنے والون پر ثابت ہی پھر اللہ تعالیٰ نے بطور جملہ مستانفہ کے اُنکے بغیر عذر اجازت مانگنے و پیچھے رہنے کے سبب کے طور پر فرمایا۔ رَضُوْا بِأَنْ يَّكُوْنُوْا
مَعَ الْخَوَالِفِ۔ راضی ہو بیٹھے اس بات پر کہ خوالف کے ساتھ رہین۔ خوالف جمع خالفہ یعنی عورت جو مردون کے پیچھے گھر مین رہجاتی ہی حاصل آنکہ
اُنکی اجازت بے عذر مانگنے کا سبب یہ کہ تن پروری و تن آسانی کو پسند کرکے کمینہ پن پر راضی ہو کر عورتون کے ساتھ ہونا پسند کیا۔ وَطَبَعَ اللّٰهُ
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلون پر مہر کردی پس اپنی بدانجامی سے غافل ہوئے فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ پس وہ جانتے نہین کہ
اسمین کیا خرابی و بدانجامی ہی۔ واضح ہو کہ یہ آیت منافقون کے حق مین ہے کہ جو بغیر عذر شرعی اجازت مانگتے تھے اور بات یہ تھی کہ آنحضرت صلعم
نے جب تبوک کے جانے مین عموماً سب مسلمانون کے ساتھ جانے کا حکم دیا اور وقت پر روانہ ہوئے تو جمہور مومنین اور بعض منافقین ساتھ گئے
پس مومنین تو تصدیق و ایمان کی راہ سے اور منافقین ظاہری ریاکاری و خوف دنیاوی سے اور راہ مین و مقام تبوک مین جو آیات در بارۂ قبائح
و ذمائم منافقین کے نازل ہوئین اُنکا حال مفصل اوپر گزرا اور مدینہ مین پانچ قسم کے لوگ باقی رہے ایک عورتین و بچے و اُن کے مانند اور دوم
وہ مومنین جنکو سواری نہین ملی اور رو کر بیٹھ رہے اور سوم وہ مومنین جو باوجود تصدیق و ایمان کے اتفاق سے بسبب عدم مساعدت مشیت الٰہی کے جانے سے
رہگئے اور اپنے حال پر افسوسناک و غمگین تھے۔ چہارم منافقین جنھون نے جھوٹے بہانے کرکے اجازت لی باوجودیکہ اُنکو سب طرح قدرت تھی پنجم وہ
منافقین جو بدون عذر اور بدون اجازت کے رہ گئے اور منافقین عموماً اپنے تخلف سے خوش تھے پس تبوک مین برابر قرآن مجید ذمائم و قبائح منافقین
کے بیان مین نازل ہوتا رہا یہان تک کہ بطور خبر غیب کے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کہ جب مدینہ پہونچوگے تو منافقین عذر کرنے آوینگے۔

الحمد للہ و المنہ کہ پارہ دسوان تمام ہوا اور گیارہوان پارہ قولہ تعالیٰ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ سے انشاء اللہ تعالیٰ
شروع ہوتا ہی۔ و للہ الحمد و المنة اولاً و آخراً و الحمد للہ رب العالمین۔

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔ ۱۰ار
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۱؍
جواب السائلین۔ بطور استفتا۔ ۲؍
کنز الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان۔ ۳؍
چہل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۱؍
رسالہ تجہیز و تکفین۔ از محمد عمر۔ ۱؍

فقہ فارسی

ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمۂ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے۔ دو مجلد کامل۔ ۱۵؍
شرح سفر السعادت۔ از مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی معروف۔ ۲؍
تنجیح النجح۔ مسمیٰ بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔ ۴؍
تذکرۃ الجمعۃ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام۔ ۳؍
تبیان۔ در حکم تمباکو وحقہ از ملا معین الدین۔ ۱؍
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علیؒ۔ ۲؍
نام حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔ ۱؍
مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ۔ ۶؍
شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔ ۴؍
مسلک المتقین۔ مرغوب علمائے ولایت از مولوی آلہ یار خان۔ ۴؍
فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔ ۳؍
قدوری۔ بترجمۂ مولانا ابو القاسم۔ ۶؍
شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبد الرحمن جامی۔ ۱۵؍
کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ۔ ۱۳؍
مالابد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔ ۲؍
شرح مختصر وقایہ کورسیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔ ۳؍
رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔ ۱؍
رسالۂ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان۔ ؍

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ۔ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح۔ ۳؍
فتح القدیر۔ حامل المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و با عظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد جنائی گندہ ضخیم جدید الطبع۔ ۲۰؍
ہدایہ۔ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہیں ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل
(۱) جلدین اولین عبادات۔ ۱۲؍
(۲) جلدین آخرین معاملات۔ ۱۲؍
ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد میں اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہیں بہ تفصیل ذیل۔
ہدایہ جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح۔ ۱۲؍
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔ ۱۲؍
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو جلد کامل۔ ۱۴؍
شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبیٰ یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح۔ ۳؍
شرح وقایہ خورد۔ مع دائرۂ ہندیہ متوسط قلم۔ ۱۰ا؍
الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند لمتداول۔ ۷؍
ملا مسکین۔ از بیوع تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل میں داخل درس ہے۔ ۳؍
مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔ ۳؍
عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد میں۔
(۱) جلدین اولین عبادات میں۔ ۱۲؍
مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعۃ درسی متداول۔ ۱۱؍
عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ۱ر

کنز الدقائق عربی - جدید حواشی کے ساتھ قیمت ۱ر

اخلاق و تصوف اُردو

جامع الاخلاق - ترجمہ اخلاق جلالی - ۲ر

باب دانش - مولفہ مولوی محمد کریم بخش - ۲ر

اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۴ر

ترجمہ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین مترجمہ مولانا ابوالحسن فرید آبادی - ۱۲ر

تجربۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش - ۳ر

بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین - ۳ر

آبحیات - اخلاق و موعظت مین مصنفہ منشی کامتا پرشاد - ۳ر

کیمیائے حکمت - حصہ اول بیان شریف علم و ادب - ۲ر

پیراہن یوسفی - اُردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد مین بتفصیل ذیل

(جلد اول) ترجمہ دفتر ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع

(جلد دوم) ترجمہ دفتر ۴ و ۵ و ۶ - زیر طبع

شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا روم - مترجمہ سید غلام حیدر صاحب - ۱۲ر

چشمۂ فیض - نظم ترجمہ اُردو پندنامۂ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہٗ از مولوی عبدالغفور خان بہادر - ۲ر

مذاق العارفین - ترجمہ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار جلد کامل ۱۶ر

تہذیب احسانی - مولفہ حکیم احسان علی - ۳ر

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان - جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررہ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم ۱۲ر

گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر مین مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ر

گلستان با تصویر - کاغذ حنائی و سفید رسمی ۹ر

گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررۂ منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸ر

گلستان محشی اُردو - اسمین طلباء کی آسانی کے لئے اُردو کے حواشی دیے گئے ہین - ۱۴ر

شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب اکبر آبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳ر

گلستان مترجم - فارسی با ترجمہ اُردو - ۱۲ر

گلستان خورد - فارسی - ۵ر

تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال صاحب تفتہ سکندر آبادی نے اس صفائی سے گلستان کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۶ر

بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ر

خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز گلستان سعدی از ملا مجدالدین - ۸ر

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب گلستان و بوستان - ۹ر

بوستان جلی قلم - محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی - ۱۲ر

بوستان محشی کلان - اس میں ضروری حواشی درج ہین - ۱۳ر

بوستان محشی متوسط قلم - چھاپہ مطبع علوی نہایت ہی صحیح اور صاف چھپی ہے - ۸ر

بوستان محشی خورد - ۵ر

بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہیں ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی گوبند پرشاد فضا - ۱۳ر

بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی شگیچند بہار صاحب بہار عجم بے مثل شرح ہے - ۱۲ر

اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین ہے اور عموماً طلباء کے درس مین داخل ہے - ۱۲ر

اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین داخل ہے اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے از علامہ نصیر الدین طوسی کاغذ سفید گندہ - ۱۲ر

اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ کاشفی - ۸ر

مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظت مین ایک دُر بے بہا ہے از حکیم منور حسین صاحب امروہوی - ۲ر

مجموعۂ صد پند سود مند - حضرت لقمان کے نسخ قابل قدر نصائح - ۲ر ۶ پائی -

المشتہر مینیجر صیغہ بکڈپو نولکشور پریس لکھنؤ

۲۳۱۷۴
ا۰۲۰ت DUE DATE ۲۹۷۵۱۲

AZAD A.M.U.

AZAD A.M.U.